كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع (مسلم شریف)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو سنی ہو آگے بیان کرے

مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت

حصہ سوم

قرآن، حدیث، تاریخ اور فن رجال کی روشنی میں

تالیف

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

شائع کردہ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

7/3 - A - I ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰ - فون: 6601410

علامہ امین احسن اصلاحی کا تجزیہ

مخدومی حضرت علامہ صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پچھلے ماہ کے "اشراق" میں جب جناب جاوید صاحب نے "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصہ دوئم" کا مقدمہ چھاپا تو علامہ اصلاحی صاحب نے پڑھ لیا بس پھر کیا تھا اپنے قریبی ساتھیوں کو معہ جناب جاوید صاحب بلا لیا اور فرمانے لگے "میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ "علامہ" کے مستحق دیکھے ہیں ایک علامہ عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب"۔ تو حضرت یہ تھا تبصرہ اصلاحی صاحب کا۔ چند دن پہلے حضرت کا تازہ تبصرہ ایک صاحب مجھے لکھوا کر گئے ہیں وہ بھی سُن لیں۔ پہلی بات تو حضرت نے یہ پوچھی "کہ یہ نوجوان جنہوں نے "مذہبی داستانیں" لکھی ہے میری طرف سے ان کو کہیں کہ جیسے آپ نے میلاد کی حدیثیں دیکھی ہیں ایسی ہی فقہی حدیثوں کو بھی دیکھیں۔" جب ان کو بتایا گیا کہ یہ نوجوان نہیں بلکہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں تو فرمانے لگے: "بھائی یہ تو بہت صدمے کی بات ہے ان کی تحریر تو جوان ہے۔" پھر بہ آوازِ بلند ایک گھنٹہ تک دعائیں کرتے رہے۔ اور سب کو تلقین کی۔ "میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں آپ لوگ جہاں تک پہونچا سکیں ان کی کتابیں خاص کر علماء حضرات تک پہونچائیں۔" اور فرمانے لگے: "میں ایک گھنٹے سے زیادہ مطالعہ نہیں کر سکتا لیکن ان کی کتاب لیکر بیٹھتا ہوں۔ جب تھک جاتا ہوں تو اِدھر اُدھر پھر پھرا کے پھر مطالعہ شروع کر دیتا ہوں۔" اور حسن صاحب نے آپ کی کتاب پیش کی تھیں اُن کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: "اس نے مجھے پھنسا دیا ہے میں کسی اور کتاب کو دیکھنے سے بھی رہا۔" جب

حضرت سے یہ کہا گیا کہ تیسری جلد بھی چھپ رہی ہے تو فرمانے لگے: "ان سے میری طرف سے درخواست کریں کہ جتنی جلد ہو سکے جلدی چھاپیں اور دعا کریں کہ میں پڑھ کر مروں"۔ آخر میں سب سے کہا کہ "سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے"۔

تو حضرت یہ تھا تبصرہ علامہ اصلاحی صاحب کا جو میرے ذمہ لگایا گیا تھا کہ آپ حضرت کاندھلوی صاحب کو کراچی خط لکھیں۔ تو حضرت میں تو ان پڑھ آدمی ہوں۔ جیسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مجھ سے لکھے جاتے تھے لکھ دیئے ہیں۔ رمضان کی بابرکت راتوں میں آپ کی صحت اور عمر میں برکت کی دعائیں کر رہے ہیں ---- اللہ تعالیٰ امت پر رحم فرمائے اور آپ سے دین کا اتنا کام لے کر سب کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

فقط والسلام

محمد معاویہ

حاجی پورہ ، باغبان پورہ

لاہور

۱۰ رمئی ۱۹۸۸ء

سرخیاں

ماخذ علمی

کتاب	مصنف
القرآن المجید	
الاصابہ فی احوال الصحابہ	ابن حجر
اسد الغابہ	ابن اثیر
الاکمال فی اسماء الرجال	ولی الدین الخطیب
اصح السیر	حکیم عبدالرؤف داناپوری
احکام القرآن	ابوبکر جصاص رازی
ابن ماجہ اور علم حدیث	مولانا عبدالرشید نعمانی
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق دہلوی
آیات بینات	سید مہدی علی خان
اشراف قریش	
انساب الاشراف	بلاذری
ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ دہلوی
اخبار الطوال	ابوحنیفہ دینوری
اصول کافی	کلینی
الاحتجاج	طبرسی
الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ
امیر معاویہ کی سیاسی زندگی	حکیم علی احمد
اغاثۃ اللہفان فی مکائد الشیطان	علامہ ابن القیم
الاستدراکات	دارقطنی
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	شاہ ولی اللہ
بانگ درا	ڈاکٹر سر محمد اقبال
البدایۃ والنہایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی
تورات	
تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر طبری
تاریخ العرب قبل الاسلام	
تقیید المہمل	ابوعلی غسانی
التتبع	دارقطنی
تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی
تہذیب سنن ابی داؤد	علامہ ابن القیم
تقریب	حافظ ابن حجر

تفسیر القرآن	محمد بن جریر طبری
تذکرۃ الموضوعات	محمد طاہر پٹنی
" "	ابو الفضل القدسی
تاریخ الکبیر	امام بخاری
تفہیم القرآن	علامہ مودودی
تمیز الطیب من الخبیث	عبدالرحمن بن علی الشیبانی
جمہرۃ الانساب	ابن حزم
ناسخ التواریخ	
الجواہر المضیئۃ	حافظ عبدالقادر قرشی
سیرت النبی	شبلی و سید سلیمان ندوی
السنن	نسائی
السنن	ابو داؤد
السنن	ابن ماجہ
السنن	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ
سیرت البخاری	عبدالسلام مبارکپوری
السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ	ناصر الدین البانی
السیرت	عبدالملک بن ہشام
سیرت عائشہ	سید سلیمان ندوی
السیرۃ النبویۃ	ابو الفداء اسماعیل بن کثیر
سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی

السنن	دارقطنی
خلفاء راشدین	شاہ معین الدین ندوی
خلافت و ملوکیت	علامہ مودودی
رحمۃ للعالمین	سید سلمان منصور پوری
روضۃ الاحباب	
ربیع الابرار	جار اللہ زمخشری
رفع اعلام عن ائمۃ الاعلام	ابن تیمیہ
رسالہ النجم لکھنؤ	
الروض الانف	سہیلی
زاد المعاد	علامہ ابن القیم
الزہرہ	خان بہادر اول ڈیوڈوق
شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
شرح مسلم	امام نووی
شرح الفیہ	حافظ عراقی
الشرح الکبیر	حافظ عراقی
الشافی	شرح اصول کافی
الشفاء	قاضی عیاض
الصحیح	مسلم بن الحجاج
الصواعق المحرقہ	ابن حجر ہیثمی
الضعفاء والمتروکین	دار قطنی
الضعفاء الصغیر	بخاری

الضعفاء الصغیر	نسائی ۔
طبقات	ابن سعد
العلل	محمد عیسیٰ ترمذی
العواصم من القواصم	ابوبکر بن العربی
عمدۃ القاری	بدرالدین عینی
غریب الحدیث	خطابی
فتح الباری	ابن حجر
فتح القدیر	کمال الدین بن ہمام
القواعد المجموعۃ فی شان ما وقع فی مسلم من الاحادیث المقطوعۃ	حافظ رشید الدین عطار
قسطلانی شرح بخاری	
قواعد العلوم الحدیث	مولانا ظفر احمد عثمانی
قرآنی اہل بیت	مولانا سراج الحق مچھلی شہری
القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ	ابن تیمیہ
قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
الکامل	ابن الاثیر
کشف الغمہ	
الکتاب الجامع	ابوالوفا قرشی
الکفایۃ فی علم الروایۃ	خطیب بغدادی

لباب النقول فی اسباب النزول	سیوطی
لسان المیزان	ابن حجر
اللآلی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ	سیوطی
المعجم الصغیر	طبرانی
مجمع الزوائد	ہیثمی
محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ	خضری بک
مروج الذہب	مسعودی
موطا	امام مالک
المستدرک	حاکم نیشاپوری
مسک الختام	نواب صدیق حسن قنوجی
میزان الاعتدال	ذہبی
المواہب	ابن حجر
المقاصد الحسنہ	حافظ سخاوی
موضوعات کبیر	ملا علی قاری
الموضوعات	ابن الجوزی
مسند احمد بن حنبل	امام احمد
مسدس	حالی
معارف القرآن	پیر ڈیڑ

کتاب	مصنف
مقتل حسین	ابومخنف
مواہب لدنیہ	
معالم التنزیل	بغوی
مدارج النبوت	شیخ عبدالحق دہلوی
المحبر	ابوجعفر محمد بن حبیب
المعارف	ابن قتیبہ
معجم البلدان	یاقوت حموی
منہاج السنہ	ابن تیمیہ
منتہی المقال	
حملہ حیدری	آتش لکھنوی
الوشیعہ	موسیٰ جاراللہ ترکستانی
تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
تاریخ الخمیس	؟
تاریخ دمشق	ابن عساکر
تاریخ الامت	اسلم جیراجپوری
تنقیح المقال	علامہ نجاشی
تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز دہلوی
تاریخ مسلمانان عالم	قاری احمد پیلی بھیتی
تفسیر ابن عباس	محمد بن السائب کلبی
تاریخ اسلام	اکبر نجیب آبادی
تاریخ الاسلام والمسلمین	ڈاکٹر مسعود
تخریج مستدرک	ذہبی
تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
حقیقت مذہب شیعہ	حکیم فیض عالم
حیات فاروق اعظم	ابن جوزی
حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
جلالین	محلی سیوطی
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی
الجرح والتعدیل	عبدالرحمان بن ابی حاتم
الجامع الصحیح	محمد بن اسماعیل بخاری
الجامع لاحکام القرآن	قرطبی
روضۃ الصفاء	
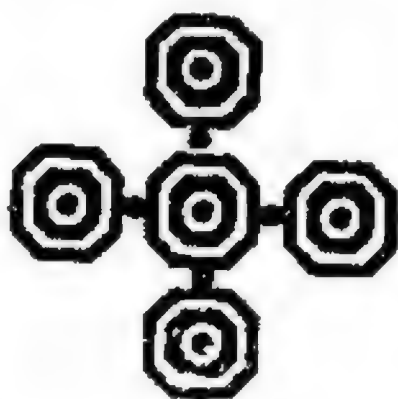
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدمہ

ماخوذ از پروفیسر محمد ایوب قادری (مرحوم)

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی۔ والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (م ———) اور ان کے خسر مولوی نور اللہ بڈھانوی (۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء) نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار تھے نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی، محدث اور مفسر تھے انہوں نے علوم دینیہ اور ملت اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، وہ مرجع علماء و مشائخ تھے تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے، مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیز رح کے انتقال پر جو قطعۂ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

دستِ بیدادِ اجل سے بے سروپا ہو گئے
عقل و دین، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل

ترجمہ: عقل و دین، لطف و کرم، فضل و عمل، علم و ہنر ظالم موت کے ہاتھوں بے دست و پا ہو گئے۔

۱۰۰ + ۱ + ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۴۰ = ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

شاہ عبدالعزیز کے ایک ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رامپوری (م ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) لکھتے ہیں:

[illegible]

"مولوی شاہ عبدالعزیزؒ علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے، اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرہ، اصطرلاب، جرثقیل، طبعیات، الٰہیات، منطق، اتفاق، اختلافات، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریقِ مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو"[1]

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہندو پاکستان کے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور تھا وہ محمد شاہ بادشاہ (م ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے انہوں نے احمد شاہ (معزول ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (م ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی (م ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) اور اکبر ثانی (م ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دورِ حکومت دیکھا۔ یہ مغل بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیزؒ کے بچپن میں احمد شاہ اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں یورپ میں بھٹکتا پھرا، پھر انگریزوں نے معاہدہ کے بعد سیندھیا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اُجڑے تخت کو زینت بخشی۔ مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و یاس کی زندہ تصویر تھا۔ آنکھ بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے ؎

صرصرِ حادثہ برخاست پئے خواریٔ ما
داد بر باد سر و برگِ جہانداریٔ ما

ترجمہ: حادثات کی گرم ہوائیں چلیں ہمیں ذلیل کرنے کے لئے اور ہماری بادشاہت کے ساز و سامان کو برباد کر دیا۔

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول صفحہ ۲۴۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۶۰ء۔

سنہ ۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پنشن خوار تھا۔ مغلیہ متاخرین کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں ہنگامہ آرا تھیں، پنجاب میں سکھوں، آگرہ اور بھرت پور میں جاٹوں اور تمام ملک میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں ویران اور غیر آباد ہو چکی تھیں۔ کسی کی جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ مرہٹوں نے سترہ[۱] حملے تو شمالی ہند پر کئے جن میں پہلا حملہ ۱۱۵۴-۵ھ / ۱۷۴۱-۲ء اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۰۴ء میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر پیرداخت کی پہلی مرتبہ ۱۱۵۴-۵ھ / ۱۷۴۱-۲ء میں آخری مرتبہ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲-۳ء میں حملہ آور ہوئے مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں۔[۱]

"یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بدعملی اور بدنظمی کی وجہ سے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکھنیوں کی مملکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا عمل ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے۔"

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (دت ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳-۴ء) کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے۔[۲]

"اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے بہت برا مزہ بہت جلد بلا تاخیر و مہلت کے، ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا، اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا، ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں۔"

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خود مختار ہو چکے تھے بنگال میں علی وردی خاں اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں دکن پر آصف جاہ نظام الملک کا

---

[۱] واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری، مرتبہ عبدالقادر، بہ تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی ص۱۱۱ مدراس سنہ ۱۹۳۷ء۔

[۲] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص۳۹،۴۰ (بساط ادب کراچی سنہ ۱۹۵۳ء)

اقتدار تھا۔ یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے۔ معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بد سے بدتر تھے۔ اس زمانہ کی عام تاریخیں، شخصی وقائع، روزنامچے، شعراء کے شہر آشوب اور دوسرا اہم عنصر ادب اس موضوع پر خاصی معلومات فراہم کرتا ہے۔ محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خاں (م ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء) نے دہلی کی سیاحت کی۔ یہ سیاحت نامہ "مرقع دہلی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے پڑھنے سے شرم و حیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت و حمیت کو حجاب آتا ہے۔ سپاہی اور بادشاہ، عامی اور عالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے۔ بدعات اور محدثات کا زور رہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے زمانے میں شاہ عبد العزیزؒ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبد العزیزؒ نے یوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر "شیعیت اور تفضیلیت" کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسن تدبیر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ آئیے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سنی) دو مستقل پارٹیاں تھیں۔ سیاسی اثر و اقتدار کے لئے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی مگر اثر و اقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی۔ وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی۔ اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا۔ یوں تو اس تنظیم و فکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان آنے پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی۔ اس کا فائدہ بھی بلا واسطہ اسی جماعت کو ہوا۔ اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰-۱۱ء) دار السلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی کتاب "مجالس المومنین" مشہور و معروف ہے۔ جس میں انہوں نے اہل سنت کے اکابر مشائخ و علماء کو "زمرۂ مومنین" میں دکھایا ہے۔ جہانگیر کے زمانے میں زمام حکومت نور جہاں کے ہاتھ میں تھی۔ شاہجہاں کے زمانے میں نور جہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا، کیونکہ آصف خاں کی کوششوں سے شاہجہاں "تخت شاہی" پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی۔

اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنی مشہور ہے مگر اس کے امراء مصاحبین میں اہل تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے

اورنگ زیب کا فرزند، بہادر شاہ اوّل جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں[۱]۔

"چوں بہ تحقیق خود مذہبِ شیعہ امامیہ را حق می دانست ہلیر مسلک اختیار نمودہ" در ترویج و تقویت مذہب شیعہ می کوشید۔"	چونکہ وہ اپنی تحقیق کے اعتبار سے مذہبِ شیعہ امامیہ کو ہی درست ہی صحیح سمجھتا تھا چنانچہ اسی مسلک کو اختیار کر کے مذہب شیعہ کی اشاعت اور اس کے کام کے لئے کوشاں رہا۔[۲]

اس نے اپنے نام میں "سید" کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹-۱۰ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خان کے مشورہ سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" شامل کیا جائے اس حکم سے جمہور اہلِ سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی پاداش میں احمد آباد گجرات میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اس سے بھی زیادہ بڑھی بہادر شاہ نے علمائے لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد و دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباحثہ و مناظرہ کیا، مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرأت اور استقامت سے اعلانِ حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے برآشفتہ ہو کر کہا کہ "تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا" تو اس مردِ مجاہد نے جواب دیا۔[۳]

"میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اوّل تحصیلِ علم دوم حفظِ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں، آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں۔"

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں[۴]۔

۱؎ و ۲؎ سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی ص ۴۰۱، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء ۳؎ تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی ص ۲۳۲ شمس المطابع دہلی ۱۸۹۸ء ۴؎ تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاء اللہ ص ۳۷ ۔

"اس مباحثہ میں کئی روز لگے ایک ایک آدمی جن میں بعض افغان تُمن دار بھی تھے حاجی یار محمد سے متفق ہوئے شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا آخر کو جب سید ر نے خطبہ کیلئے عرضی دی تو بادشاہ نے اس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھا یا جائے اس طرح جھگڑا ختم ہوا کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا"۔

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبد اللہ خاں (ن ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲ء) اور امیر الامرا حسین علی خاں (ن ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء) کا دور وزارت آیا اور ان دونوں بھائیوں نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ "بادشاہ گر" مشہور رہے وہ ملکی سیاست پر ہر طرح چھا گئے۔ ان کے عقائد و نظریات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امیر الامرا حسین علی خان ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو مجلس منعقد کرتے تھے صمصام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں[1]

"احداث مجلس یازدہم و	گیارہویں اور بارہویں کی مجلس ہر
دوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیم دکن	مہینے حیدر آباد دکن میں شروع ہو گئیں
نمودہ کہ تاحال (سنہ ۱۱۹۰ھ) است"	کہ آج تک یعنی (سنہ ۱۱۹۰ھ) تک جاری ہے

فرخ سیر کے دور میں خان دوراں خان بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں، بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے، ملتان کے ایک واعظ شیخ عبد اللہ دار السلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ[2]

"سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے"۔

---

[1] مآثر الامرا جلد اول از صمصام الدولہ شاہنواز خاں ص ۳۳۸ (کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء)

[2] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ ص ۱۳۱۔

اور شیخ عبداللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کہا کہ[1] "حضرت علیؓ داخل عبا نہیں ہیں اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنجتن کو پاک کہتے ہیں اہل سُنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے؟"

انجام یہ ہوا کہ[2]

"جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں، شیخ عبداللہ کے ہواخواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کی جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے"

دہلی میں عزاداری اور مرثیہ خوانی بڑے زوروں سے ہوتی تھی نواب درگاہ قلی خاں نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں "قدم شریف" کے نام مجاوروں نے ایک فرضی زیارت گاہ قائم کر رکھی تھی اور مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔[3] اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں "شاہ مردان" اور "پنجہ شریف"[4] کی زیارت قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علیؓ کا نقش قدم ہے۔[5] اس کی کیفیت یہ تھی کہ[6]

---

[1] و [2] تاریخ ہندوستان جلد نہم صـ ۱۳۱، ۱۳۲

[3] قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" از محمد ایوب قادری صـ ۲۲۱، صـ ۱۳۱ (ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی سنہ ۱۹۶۳ء)

[4] "پنجہ شریف" کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۶۰ و ملفوظات شاہ عبدالعزیز رح صفحہ ۲۰، ۲۱

[5] ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں جہاں گشت "صـ ۲۳۲، ۲۳۳ عوام کو بہکانے کے لئے اوچ، حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم اور ٹھٹھہ میں حضرت حسین رضؓ کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں۔

[6] مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں صـ ۲۳ (مقدمہ ام ۳ رمتن) حیدرآباد دکن سن طباعت ندارد۔

"بروزِ ششم زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ محرم کو (بروزِ زیارت خامس اہلِ عبا) خصوصیت سے اہل عزا برسم پرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجا لاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ زیارت سے محروم رہے"

مرثیہ خوانی کا بڑا زور ہوتا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں[1]

"بنائے مرثیہ بر عجب سوز و گداز
می گزارد و معدن اندوہ است
وکان الم مخزن مصیبت است
و گنجینۂ غم، میر اہتمام عاشور خانہ
جاوید خاں است و بمراعات
زائراں و تعزیہ داراں می پردازد"

مرثیہ کی بنیاد نہایت سوز و گداز رکھتی ہے
اور غم و مصائب، آلام و الم کا خزانہ ہے
اور مجلس عاشورے کا اہتمام و انتظام کے
سربراہ جاوید خان ہوتے ہیں جو تعزیہ داروں
و زیارت کرنے والوں کے لیے آرام و آسائش
بہم پہنچاتے ہیں۔

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے[2]

"میر عبداللہ از تعزیہ داراں
جناب حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ
السلام است مرثیہ ہائے ندیم و
حزیں را قسمے بآہنگ ہائے حزیں
می خواند کہ بے اختیار شور از نہاد
سامعاں بر می خیزد از کثرت نوحہ
و فریاد گوش فلک کر می گردد۔
.... در ماہ محرم مقدس ہمہ جا
واجب الاحترام، نوبت در

تعزیہ داروں میں میر عبداللہ جناب
حضرت حسین رض کی شان میں ندیم و حزیں
(شعرا) کے مرثیے نہایت دردناک انداز
میں پڑھتے ہیں کہ سامعین پر بہت ہی
رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے دل
سے آہ و فغاں نکلتی ہے اور نوحہ اور فریاد
سے گویا آسمان کے کان بہرے ہو جاتے
ہیں، محرم کے مہینے کی آمد ہر جگہ پر واجب
الاحترام ہے عمائدین کے تعزیے اور نوبت

۱؎ و ۲؎ مرقع دہلی صفحہ ۵۰-۵۱، ۵۲

تعزیہ خانہائے مردم عمدہ داری
شود و بتقدیم مراسم عزای پردازند
خلائق در اماکن موعودہ بریک دگر
سبقت جستہ ہجوم می نمایند"

خانوں میں عزاداری کی مجلس کے مراسم
بڑے احترام کے ساتھ کی جاتی ہے اور
ان مقامات پر ایک دوسرے سے سبقت
لے جاتے ہیں جوق در جوق شرکت کرتے ہیں

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو[1]

"میر درویش حسین از تعزیہ داران
جناب خامس آل عبا است و
در تقدیم مراسم شیوں بے ہمتا
آہنگ ہائے برجستہ، انتخابش
پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است
دا یرا درا دخیلے نیست

میر درویش پانچویں آل عبا کے تعزیہ داروں
میں سے ایک ہیں اور نالہ و فغاں کے رسوم
کی ادائیگی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں اور
اس سلسلے میں انہوں نے نئے انداز
پیدا کئے ہیں، اور ان کا انتخاب ہر ایک کیلئے
مانا ہوا ہے اس میں بناوٹ کو دخل نہیں۔

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے رزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۷ء) میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (ف ۱۲۶۰ھ) سے اس کے آغاز و ابتدا کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ[2]

"ماہ محرم از قدیم است مگر
تعزیہ داری نبود ہر گاہ اورنگ
زیب عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند
لشکریان شاہی از عبداللہ
پیرزادہ دکن کہ در آنجا تعزیہ

ماہ محرم تو مدتوں سے چلا آرہا ہے مگر
اس میں تعزیہ داری نہ تھی، جس وقت
بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر
ملک دکن گئے شاہی لشکریوں نے
عبداللہ پیرزادہ دکن سے جو کہ وہاں

---

[1] مرقع دہلی صفحہ ۵۴

[2] سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رامپوری صفحہ ۶۳ (قلمی) المخزونہ صولتیہ لائبریری (رام پور)

داری می کرد ایں رسم آموختند	تعزیہ داری کرتے تھے یہ رسم تعزیہ
ازاں در شاہجہاں آباد نیز	داری سیکھ لی، اور اس طرح دہلی سے
رسم تعزیہ داری جاری گردید"	دہلی میں بھی تعزیہ داری کی رسم جاری ہوگئی

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی رح نے دو معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں۔ ازالۃ الخفاء کے آغاز میں شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہیں، [۱]

"دریں زماں بدعت تشیع	اس زمانے میں شیعیت کی بدعت شروع
آشکار شد و نفوس عوام شبہات	ہوگئی اور عوام کے دلوں میں ان لوگوں
ایشاں متشرب گشت	کی وجہ سے شکوک و شبہات نے جگہ پالی۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امرا و وزرا کی سرپرستی میں شیعت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبۂ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے اردو شاعری کے اساطین شعرا، میر (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) فغاں (۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء) سودا (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سوز (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ء) میر حسن (۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء) انشا (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) سلیمان شکوہ (رف ۱۸۳۷ء) نظیر (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء) آتش (رف ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء) ناسخ (رف ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر و نظر کے مبلغ و منادی شعرا اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخرالدین دہلوی (رف ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس کو آگے بڑھایا۔ جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقمطراز ہیں، [۲]

"ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام تر سنی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی

---

[۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی، حصہ ا، مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ

[۲] اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بی اے پی ایچ ڈی (رضاکار) لاہور اربعین نمبر ۱۹۶۳ء

اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوئی ہے، چنانچہ نزاریوں کے پیر صدر الدین اور حسن کبیر الدین اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثنا عشری علماؤ مبلغین بھی تصوف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جن کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئینِ اکبری میں کیا ہے"۔

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک ہلکا سا نامکمل جائزہ ہے دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی حال تھا، دکن میں یہ پودا سب سے پہلے بار آور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس کو خوب پروان چڑھایا اس دور میں ایران سے امرا و علما آئے اور دکن میں قیام پذیر ہو کر اپنے ادارے قائم کر کے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدر آباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے یہ افکار و نظریات خوب پھیلے، سندھ میں "امیرانِ سندھ" کا بھی یہی مسلک تھا۔ تاریخ و ادب اور شعر و شاعری سب میں ان ہی افکار و خیالات کی صدا گونجتی نظر آ رہی ہے، سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں اس کی بھرپور تفصیل ملتی ہے یہاں صرف ایک مثال ملا محمد معین سندھی (ف ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) مصنف "دراسات اللبیب" کی پیش کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ "غیر مقلدیت" کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف "رفض و تشیعیت" میں ڈوبے ہوئے ہیں[۱]۔ اور یہ اس دور کے متصوفین، شعرا اور امرا کا عام رجحان تھا "امیرانِ سندھ" کے اقتدار کی آخری نشانی "ریاست خیرپور" تھی کہ جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری مستعدی سے پورا کیا، سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا۔ تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری (ف ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) "اوچ میں شیعیت کا آغاز" کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں[۲]

"جھنڈوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب

---

[۱] دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات اللبیب ص ۱۰-۱۷ سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی سنہ ۱۹۵۷ء)

[۲] تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صفحہ ۱۱۶ دہلی سنہ ۱۹۳۱ء۔

خاں تالپر کے اثر تربیت و صحبت سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بن گیا ..... جندوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا۔"

عہد فیروزی کے مشہور سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۸۵ھ ۱۳۸۴ء کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع ہیں۔ بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد "قلی خاں" ایک شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس تحریک کے دو خاص مراکز قائم ہو گئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصہ حصہ لیا ان کے زمانہ میں فضلائے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل و اکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں، مرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے[1]

غلام حسین طباطبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے[2]، جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا، غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے[3]

در تشیع نہایت بے باک و در کمال استغنا بود۔	وہ اپنے شیعی اعتقادات میں نہایت نڈر اور بہت بے پروا اور پختہ تھے،

---

[1] ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹ - ۶۱۰ ۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء

[2] سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۵ - ۶۲۰ ۔ [3] سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۳ ۔

شاہ حیدری بھاگل پور (بہار) میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے تو ان شاہ صاحب نے کس طرح اپنے معتقدات کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو[1]۔

محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار	محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار ہو گئے
شد و بیماریش اشتداد یافتہ،	اور بیماری نے شدت اختیار کر لی
از حیاتش امیدے نماند،	زندگی کی امید نہ رہی اس وقت
دراں وقت شاہ حیدری کہ	شاہ حیدری کہ جن کو مذہبی حقائد
از رہبانیت مذہبش نفور اما	سے نفرت تھی لیکن ان کی بہادری
از شجاعتیش راضی و مسرور	سے وہ راضی وخوش تھے، تو وہ محمد غوث
بود بسر وقتش رسیدہ	خاں کے پاس گئے اور ان کے شیعہ
بشرط قبول مذہب تشیع	مذہب کے قبول کر لینے کی شرط پر شفا
ضامن شفائے او شد و	کی ضمانت دی اور انہوں نے قبول
او قبول نمود و شفا یافت و	کر لیا اور اتفاق سے وہ تندرست
ارادت کامل با شاہ	ہو گئے اور عقیدت مندی کے ساتھ
حیدری بہم رسانیدہ	شاہ حیدری کے معتقد ہو گئے اور
مع اولاد مطیع و منقادش	بال بچوں سمیت ان کی پیروی
بود	کرنے لگے۔

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کی مدت قیام بھی زیادہ رہا اور اس کے حکمرانوں نے اپنے حقائد وافکار کی اشاعت میں بہت سرگرمی دکھائی۔ اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (ف ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی (۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) میں اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ وبرباد

[1] سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۳ ۔

کرایا۔ حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔[1]

"روز دیگر فردوس آرام گاہ خلعت
میر بخشی گری بہ نظام الملک
فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت
خاں برہان الملک کہ امیدوار
ایں خدمت بود از حد کبیدہ خاطر
گشت و نادر شاہ را بر رفتن
دار الخلافہ شاہجہاں آباد ترغیب
نمود او نمک حرامی ادا کرد خزائن
و دفائن آنجا گوش زد کرد"

دوسرے دن بادشاہ نے نظام الملک
فتح جنگ کو میر بخشی کی خلعت
دی حالانکہ سعادت علی خاں
برہان الملک اس کے امیدوار تھے
وہ نہایت رنجیدہ ہو گئے اور نادر شاہ
کو دار الخلافہ (دہلی) جانے کی ترغیب
دی اور اس طرح نمک حرامی کا
حق ادا کر دیا۔ اور وہاں کے پوشیدہ
خزانوں و دفینوں کی نشاندہی کی۔

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی گئی۔

"از گفتن او (برہان الملک)
نادر شاہ از میدان قتال کرنال
بہ بہانۂ ضیافت در قلعہ شاہجہان
آباد داخل شدہ والا ارادۂ
نادر شاہ چنیں نہ بود چنانچہ
تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد
چنیں یافتہ اند ع بے سعادت
نمک حرام مرد"

اور ان ہی (برہان الملک) کے
کہنے پر نادر شاہ کرنال کے میدان
جنگ سے دعوت کے بہانے دہلی
کے قلعے میں داخل ہوئے حالانکہ
نادر شاہ کا ارادہ ایسا نہ تھا
چنانچہ برہان الملک کی وفات
کی تاریخ ایک حرف کے اضافے
سے یہ بنی۔ ع بے سعادت نمک حرام مرد

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابو المنصور خاں صفدر جنگ (ف ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء) ہوئے

[1] تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی ص۱۸ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملی ہوئی فرخ آباد اور روہیل کھنڈ کی ریاستیں تھیں جن کے حکمران بنگش اور روہیلہ پٹھان تھے مذہباً یہ لوگ سُنّی تھے۔ اختلافِ مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفدر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی۔ برہان الملک اور صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا۔ نجم الغنی خاں لکھتے ہیں[1]

"ان (صفدر جنگ) کی سرکار میں سوارانِ مغلیہ بیس ہزار تھے، لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میلان پاکر ان کا سا لباس پہن کر بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے"

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس و زبان ضروری تھے تو ان سے جلے دین ملو کہم کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیرباد کہا ہوگا۔ اختلافِ مذہب کی وجہ سے ان حکمرانوں کے زمانے میں سُنّی علماء و مشائخ کی بہت سی جائیدادیں ضبط ہو گئیں، میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں[2]

"تا حدود سنہ ۱۱۳۰ھ ہنگامۂ علم و علماء در این گل زمین (بلگرام) گرمی داشت تا آنکہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم اودھ شد و اکثر بلاد عمدہ صوبہ الہ آباد نیز داراالخیور جون پور و بنارس و غازی پور و کڑہ

۱۱۳۰ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا ہنگامہ (چہل پہل) بلگرام کی سرزمین میں گرم تھا یہاں تک کہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری محمد شاہ کے تخت نشینی کے آغاز میں ہی اودھ کا حاکم ہو گیا اور اکثر بڑے بڑے علاقے الہ آباد کے صوبے کے اور جون پور، بنارس، غازی پور، کڑہ

---

[1] تاریخ اودھ جلد اوّل از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۹۷

[2] مآثر الکرام جلد اوّل از غلام علی آزاد صفحہ ۲۲۳ [illegible] سنہ ۱۹۱۰ء)

و مانک پور و کوڑہ جہاں آباد
وغیرہا ضمیمہ حکومت گردید و
وظائف و سیورلات خانوادہائے
قدیم و جدید یک قلم ضبط
شد و کار شرفاء و نجباء بہ
پریشانی کشید، اضطرار مردم
آنجا از کسب علم باز داشتہ
درواج تدریس و تحصیل باں
درجہ نماند، و مدارس کہ از عہد
قدیم معدن علم و فضل بود یک
قلم خراب افتاد انجمن ہائے
ارباب کمال بیشتر برہم خورد
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
و بعد ارتحال برہان الملک
نوبت حکومت بخواہر زادہ
او ابوالمنصور خاں صفدر جنگ
رسید وظائف و اقطاعات
بدستور زیر ضبط ماند و در
اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۶ھ و صوبہ
داری الہ آباد نیز بصفدر جنگ
مقرر شد و تتمہ وظائف آں صوبہ

مانک پور، کوڑہ جہاں آباد کو حکومت
کا حصہ بنا لیا، پرانے پرانے خاندانوں
کے وظیفے اور مراعات وغیرہ
یک قلم ضبط کر لیے، شریف و
نجیب خاندانی لوگوں کا حال خراب ہو
گیا اور اس پریشانی نے لوگوں کو
حصول علم سے باز رکھا، اس لیے کہ
وہاں علم حاصل کرنے کا رواج و
آسانیاں پہلے کی طرح نہ رہیں، وہ
مدارس جو پرانے زمانے سے علم و فن
کے معدن تھے ایک دم تباہ ہو گئے،
اہل کمال کی انجمنیں اکثر درہم برہم
ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ، برہان الملک کے مرنے
کے بعد حکومت ان کے بھانجے
ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو ملی
ان کے زمانے میں بھی وظیفے اور
جاگیریں بدستور ضبط رہیں ۱۱۵۶ھ
میں الہ آباد کی صوبہ داری بھی صفدر
جنگ کو ملی اور اس صوبے کے
تھوڑے بہت آخری وظائف جو

کہ تا حال از آفت ضبط محفوظ	اب تک ضبط سے محفوظ تھے ورنہ
ماندہ بود و یضبط درآمدہ در عہد	بھی ضبط کر لئے گئے۔ صفدر جنگ
جہاں داد شاہ، صفدر جنگ	جہاں داد کے زمانے میں جو بھی
بپایہ وزارت اعلیٰ صعود نمودہ	وزارت اعلیٰ کے عہدے تک ترقی
نائب صوبہ کار برابر باب وظائف	پا گیا تو وہ ارباب وظائف کو برابر
تنگ تر گرفت وتا حین تحریر	ختم کرتا گیا۔ یعنی اس کتاب کی
کتاب این دیار پامال حوادث	تصنیف تک یہ علاقے زمانے کی
روزگار است"	حوادث کا شکار رہے۔

جائیداد اور املاک کی واگذاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے اپنے آبائی مذہب کو خیرباد کہہ دیا۔ اس سلسلہ میں مآثر الکرام کے مقدمہ میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[1]

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ ان علماء و فضلائے بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار کی اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہو گیا۔ یہاں کی تعزیہ داری نے دور دور تک شہرت پائی۔ بلگرام کے صرف ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو[2]

"۱۰ محرم کو گیارہ بجے تک کُل محلہ میدان پورہ کے تعزیئے جن کی فہرست درج ذیل مع بنانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیس، پچیس کے ہوتے ہمراہ سفید تعزیہ کے گشت میں شامل ہو کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں پٹھوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ کرم میاں پیرزادہ کا

---

[1] مآثر الکرام جلد اوّل، مقدمہ، صفحہ ۱۴۔

[2] تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی ص ۲۵۸ (علی گڑھ ۱۹۶۰ء)

تعزیہ رسول بخش کا تعزیہ، حیدری میچہ بند کے تعزیے تھے اس کے بعد بزقصابوں کا ڈ قصابوں، خیاطوں، معمارلں جوگیاں، ہنود باذاں دا گاذراں کے تعزیے امام باڑے میں اگر شریک گشت ہوتے تھے اہل ہنود کے یہ لوگ تعزیے بناتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے، ایشری شاہ بقال، ہیرالال بھورجی، سوہن بقال، گوکل تنبولی، لچھمن بقال، سوہن نجار..... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی محمد عالم صاحب پہنچتا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ ہے کہ —

قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

"خاص اپنے چیدہ بازؤں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی ٹیپیں ہیں جو بہت درد آمیز اور بھلی معلوم ہوتی ہیں. اس مرثیے کے سننے کے واسطے تمام بلگرام کے معززین اہلِ ہنود اور حکامِ تحصیل و تھانہ آتے تھے جمع نہایت کثیر اور پُر رونق ہوتا تھا ہجوم مردماں کی وجہ سے مرثیہ خوان بمشکل ایک دو ہاتھ سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی اہلِ ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدہٗ واپسی تعزیہ از کربلا تمام بزرگوار دا اہالیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہو کر غم امام علیہ السلام میں شریک ہوتے اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجلس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہوا کرتی تھی۔"

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ کبھی نوابان اور شاہانِ اودھ کی ترغیب و تحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام و مقام کو چھوڑ کر کم و بیش روہیل کھنڈ کے شہر و قصبات میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اوجھانی، بریلی، بیلی بھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور و شور سے تعزیہ داری ہوتی تھی۔ آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صفدر جنگ کے جائیدادوں کے ضبط کرانے کا۔ آئینہ اودھ کے مصنف مؤلف ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

"سادات موضع بتی، پرگنہ سہوہ دفتح پور خاص میں مقیم ہوئے مدت تک اولادان کی بہ مذہب آبائی اہلِ سنت قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار

کرتے گئے ہیں۔[1]

والد سید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ) کے دو پسر غلام محمد و غلام رسول ثانی (ہوئے)، یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے، بعد شکست بکسر کے جب صلح نامہ گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا نواب ممدوح الذکر نے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا صادر کیا، یہ دونوں بھائی بہ طمع بحالیٔ معافی بہ تبدیلیٔ مذہب آبائی (اہلِ سنّت) پابند مذہب امامیہ ہو گئے۔[2]

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۵ء) سریر آرائے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے میں یہ پودا اور بھی برگ و بار لایا۔ انہوں نے فرخ آباد کے بنگش اور روہیل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (ف ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء) کے زمانے میں ۱۷۷۲-۳ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہو گئی اور ۱۷۷۳ء میں نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ لوح تاریخی (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مؤلف منور علی خاں لکھتے ہیں:[3]

"کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیئے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں، چنانچہ نواب مظفر جنگ اسی مقام پر شیعہ ہوئے"

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لیے چار گاؤں مال پور کمال پور، نور نگر اور نرولی معاف کیے۔[4]

---

[1] آئینہ اودھ از ابوالحسن مانک پوری صفحہ ۱۱۹ (مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء)

[2] آئینہ اودھ صفحہ ۱۵۵۔

[3] لوح تاریخی از منور علی خاں ورق ۱۲۰ ا (قلمی، سال کتابت ۱۲۷۲ھ) (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ)

[4] حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء)

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی کردی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے، تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہوگیا اور اس کی دیرینہ آرزو پوری ہوگئی۔ اہل روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شہر و قصبات بری طرح تاراج کئے گئے، امراء و رؤسا اور علماء و مشائخ کو سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں، شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔ شیو پرشاد کی کتاب فرح بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں۔[1]

"مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں، آنولہ نواب علی محمد خاں کے عہد میں دارالاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں آنولہ کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا۔ شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخون محمد رحیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کراتیں بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو۔"

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی، شیخ پیرزادہ مدن کی جائیداد ضبط کرلی اور ان کو قید کردیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے ؎

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جائیداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب "رقعات" "رقعات لچھمی نرائن" لکھتے ہیں۔[2]

"بعد انقضائے مدت دہ سال — دس سال کی مدت گذرنے کے بعد

---

[1] تاریخ اودھ جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

[2] رقعات لچھمی نرائن مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ (مطبع جعفری کانپور ۱۲۷۹ھ)

کہ صحبت شاہ مدن بجہات شتی
کہ اظہار آں محض طول مقال
است از وزیر الممالک نواب
شجاع الدولہ بہادر برہم خوردہ
و دیہات جاگیر ایشاں کہ قریب
بر محاصل یک لکھ روپیہ بود
بضبط سرکار دولت مدار
در آمد شاہ موصوف بایں
ہمہ طنطنہ مشیخت و سیادت
محبوس زنداں شدند"

شاہ مدن کی شہرت تمام اطراف
میں پھیلی جس کا یہاں بیان کرنا
محض بات کو طول دینا ہے اور شاہ
مدن کی شہرت سے نواب شجاع الدولہ
برہم ہوئے اور ان کے گاؤں کی
جاگیریں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی
سرکار دولت مدار کی ضبطی میں آگئے
اور شاہ مدن موصوف تمام شان و
شوکت مراتب و سرداری کے ساتھ قید خانہ
میں قید کر دیے گئے۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ منظفری میں ملاحظہ ہو[1]۔
"شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و
حاسد شخص تھے شاہ (مدن) صاحب کے احترام سے انہیں دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ
کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جتاتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے سرور طرف دار تھے"
کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ
صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور ان کی جاگیریں ضبط کر لیں اور اسی
پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے زیورات
تک شاہ صاحب سے منگوا لیے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب
کے صبر اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوش نصیب نہ ہونے دیا
حافظ الملک کے قتل کراتے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے

---

[1] نامہ منظفری حصہ دوم از منشی محمد منظفر حسین خاں صفحہ ۴۴، ۴۴ ، ۲۱ ۲ (مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء)

بعد طلین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا"

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ اور ضروری ہے کہ اس کے عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبد العلی بحر العلوم (ف ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسن فرنگی محلی (ف ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کیے گئے، اور ان ہستیوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبد العلی بحر العلوم نے ساری عمر شاہجہان پور، رام پور، ہگلی اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پہ فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ (شجاع الدولہ) نے ان کے ساتھ کیسا ننگ انسانیت سلوک کیا۔ ؏

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں[1]

"بعد ازاں بہ سببے از اسباب لکھنؤ بر آمدہ چندے در رام پور ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ پرداختند"۔	اور اس کے بعد کسی سبب کی بناء پر لکھنؤ سے نکل گئے اور کچھ عرصہ رام پور میں قیام کیا اور اس میں افادہ کرتے رہے۔

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشاندہی کرتے ہیں[2]

"در ادائل طال او ر ملا عبد العلی بحر العلوم، را سانحہ عظیمے در وطن پیش آمد، بہ سبب آں صورت قیام در آنجا مناسب ندیدہ، ہر چند اعانت و امداد	ملا عبد العلی بحر العلوم کے ابتدائی حالات میں ایک بڑا سانحہ اپنے وطن (لکھنؤ) میں پیش آیا، جس کی وجہ سے انہوں نے وہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا اگرچہ کہ عزیز و اقارب نے

[1] تراجم الفضلا از فضل امام خیر آبادی صفحہ ۱۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۵۶ء)

[2] اغصان الاربعہ للشجرۃ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحات ۱۲۲-۱۲۳ (مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء)

از خویشاں و عزیزاں درخواست	ان کو مدد دینے کی درخواست کی
آنہا ہم شریک او گشتند	لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ
لاکن گفتند کہ مایاں مدام در	گھر میں نہیں رہ سکتے ۔ مذکورہ
خانہ نمی باشیم.... لا مذکور فساد	ارباب شہر کے فساد کو دیکھ کر
ارباب شہر دیدہ قیام درین	وہاں قیام نہ رکھ سکے، اور وہاں
شہر نتوانست دراہی شاہجہان پور	سے شاہجہاں پور چلے گئے ۔ وہاں
گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں	کے حاکم حافظ رحمت خاں مرحوم
مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین	نے مولانا نظام الدین کے بیٹے کو
در ملک خود غنیمت دانست	اپنے علاقے میں آنے کو غنیمت سمجھا
بکمال اعزاز و اکرام ادرا گرفتہ وجہ	اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ
معقول برائے مصارف طلبہ علم	ان کے طلباء کے اخراجات و مصارف
مقرر ساخت و نواب شاہجہاں پور	کے لئے معقول وظیفہ مقرر کر دیا
عبداللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون	اور نواب شاہجہاں پور عبداللہ
قلعہ در حویلی خود اورا جا داد تا	خاں مرحوم نے تو آ کر اندرون قلعہ
حیات حافظ رحمت خاں مرحوم	اپنی حویلی میں ان کو جگہ دی ۔ اور
ہما جا سکونت	حافظ رحمت اللہ خاں مرحوم کی زندگی
داشت ۔	تک وہ وہیں مقیم رہے ۔

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نور الحسن خاں ملا بحر العلوم کے مدرسے کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہو گیا، بحر العلوم کو جان کے لالے پڑ گئے انکو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے، مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں [1]

---

[1] اغصان الاربعہ ص ۸

"بشرارت بعضے از حساد مفسدہ	بعض حاسدین نے وطن میں فساد
عظیم در وطن رو دادہ کہ در	عظیم برپا کر رکھا تھا اور انہیں
آں ہلاک خود را شاہدہ ساخت	اپنی ہلاکت کا خطرہ نظر آرہا تھا
وطعام وطن ممکن ندانستہ راہی	وطن میں آب و دانہ نہ دیکھ کر روہیل
روہیل کھنڈ شد و بقیہ عمر در	کھنڈ چلے گئے اور باقی عمر اس
حمایت حکام آں ملک بسر برود	ملک کی حمایت میں بسر کی رام پور
در رام پور وفات یافت"	میں وفات پائی۔

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا تنظیم ونسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوگئیں روہیلوں کے مرکزی مقامات کے محلات اور سرائیں ضبط ہو کر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ان مقامات پر مقرر ہوئے آنولہ میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کئے گئے، یہ لوگ ۱۹۴۷ء تک قلعہ کے ایک حصہ چوبرجی میں قابض ودخیل رہے، تقسیم ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے، سید السلطان علی بریلوی لکھتے ہیں۔[1]

"شاہانِ اودھ کے عہدِ حکومت میں اہلِ تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا۔ روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آکر سکونت پذیر ہو گئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں، بریلی میں جیسنی باغ، آگزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں۔"

محرم کے عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقمطراز ہیں۔[2]

"سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے،

---

[1] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحہ ۴۱۸

[2] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحات ۳۳۵ - ۳۳۶۔

نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا روہیلوں کے دورِ حکومت یا
اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ
بعد شہادت حافظ الملک والیانِ اودھ کے بست و ہفت سالہ عہدِ سلطنت میں شروع
ہوا۔ کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں
بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں"۔

بسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ ہوئے تھے' ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات کہلاتا تھا۔ اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے قیام پاکستان کے بعد بسولی میں وہ فوت ہوئے۔ اسی طرح اوجھانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا اسی خاندان کے آخری آدمی سید شیدا علی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیانی میں د محلہ ساہوکارہ، ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کو کچھ گاؤں برائے امام باڑہ وقف کیے تھے اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہو گئی صرف صدر دروازہ باقی ہے اس خاندان سے کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع کھیڑا اور بیرپور (ضلع بدایوں) بیچ کر خرد برد کر دی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حکومت کی طرف سے تحریص و ترغیب اور تنبیہ و تخویف کے حربے بھی استعمال کیے گئے۔ گزیٹیر مراد آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو[1]

"اکبر کے عہد سے (نوابان) اودھ کے تسلط و حکومت کے ابتدائی زمانہ تک امروہہ کے تمام سید
موخر الذکر مذہب (اہلِ سنت و جماعت) کے پابند تھے نوابانِ اودھ چونکہ بذاتِ خود غالی شیعہ
تھے اس لئے امروہہ کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب[2] (شیعیت) پھر اختیار کر لیا اور

---

[1] گزیٹیر مراد آباد صفحہ ۱۸۴ (مطبوعہ الہ آباد ۱۹۱۱ء)

[2] گزیٹیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہلِ سنت و جماعت تھا۔

اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد بھی جاگیراتی وسکنائی جائداد واملاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف تجنۃ التوارتخ کا بیان ملاحظہ ہو[1]۔

"سید علی احمد در ابتدا، مذہب	سید احمد علی شروع میں اہل سنت
قدیم اہل سنت وجماعت داشت	وجماعت کا مذہب رکھتے
چوں اور دہم دیگر سادات	تھے چونکہ ان کو اور امروہہ
جاگیرداران امروہہ رابپۓ استخلاص	کے دوسرے سادات کو جن کی
محال جاگیر ضبط کردۂ نواب آصف	جاگیریں آصف الدولہ نے
الدولہ کہ درآں وقت متصرف	ضبط کرلی تھیں اور اس وقت
ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ	ان کے قبضے میں اپنی جائداد
افتاد و چند گاہ آنجا اقامت	کو واگذار کرنے کے لئے اتفاقاً
اختیار کردند و صحبت ہائے	لکھنؤ آنا پڑا وہاں قیام کیا
شیعان آنجا کہ معاون کار آناں	اور وہاں کے شیعوں سے وہ ان
بودند، بردا شتند، الصحبۃ مؤثرہ	کے معاون بنے اور مصداق
مذہب تشیع اختیار کردند پیش از دریں	صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے شیعہ مذہب
سلسلہ کسے متہم بہ شیعیت نہ شد"	اختیار کرلیا۔ اس سے پہلے وہ شیعہ نہ تھے

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کلیۃً شمہ دبدبہ حال اس طرح بیان کرتے ہیں[2]:

"اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہوں گے اہل اسلام سادات و شرفا بود و باش رکھتے ہیں۔ سب کا ایک مذہب اہل سنت وجماعت تھا جیسا کہ آثار و اطوار

---

[1] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۹ (دہلی ۱۹۳۰ء)

[2] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول صفحہ ۲۷۸۔

(تصانیف و اخبار سے بخوبی ثابت ہے اب عرصہ ۷۵ برس سے بوجہ آنے عملداری نواب والیٔ کر دہی اس مذہب کا موجد ہندوستان میں ہے بفحوائے الناس علیٰ دین ملوکہم بعض بعض نے بہ طمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سامنے اس مذہب کی ترقی ہوئی۔"

جنہوں نے نوابان اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی سنیئے مؤلف تذکرہ کاملان رام پور علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی مرحومین) کی ناہنال کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں[1]۔

"اودھ کے تسلط روہیل کھنڈ کے وقت امروہہ کے امرائنے تبدیل مذہب اور حاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس لئے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا۔"

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۷۷۴ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (ت ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء) کی حویلی میں مقیم ہوا کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر لکھنؤ اور الٰہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ بھاجی ٹولہ (حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد مسلمان عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں، الماس علی خاں اور حسین علی خاں تھے[2] ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گذرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ سے ہی اس گلی کا نام "حسینی" گلی[3] پڑ گیا خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے[4]

"وہ ائمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرۂ محرم میں معمول تھا کہ

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰۔

[2] تذکرۃ التواریخ و تاریخ بدایوں، از مولوی عبدالحی صفا بدایوانی صفحہ ۸۔۳۹ (مطبع مطلع العلوم مرادآباد ۱۸۷۹ء)

[3] بدایوں کے اس تاریخی کوچہ "حسینی گلی" کی طرف ذرا اشارہ کرتا ضرور ہے ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں مسٹر لیمب کلکٹر بدایوں کے زمانے میں عشرۂ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا ہندو مانع تھے کہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

عاشورے کو تمام مال دمتاع، نقد وجنس اور عمارات اور زن ومرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہدا کے نام خیرات کردیتا تھا اور پھر قرض ادھار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا جس جگہ تھوڑے دنوں کے لئے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا۔"

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج واشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (م ۱۹۶۳ء) اپنے ایک مقالہ "بدایوں کے اہل تشیع" میں لکھتے ہیں:[1]

"صورت سنگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علماء میں سے بھی انتخاب کرکے مخالفت کی آواز کو بالکل اٹھنے نہ دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکوت اختیار کرلی۔

مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کرلیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعیت پر قائم ہیں مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے "عروج الشیعہ فی البدایوں" لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھی اس امام باڑے کے نام موضع خیر پور[2] تحصیل

اسی گلی سے تعزیئے نکلیں مسلمان معترض تھے کہ حسب معمول نکلنے چاہئیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے، ایک مسجد اور ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقع پر مسٹر ٹیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معاینہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام "سید حسین شہید" رکھ کر اسی نام سے "حسینی گلی" منسوب کیا، تنقیح طلب یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیئے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ وہ محلہ میں آباد نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام "حسینی گلی" پڑا۔ ۴؎ تاریخ اودھ جلد سوم صفحہ ۱۵۳

[1] بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۶، سائیکلو اسٹائلڈ، کراچی ۱۹۵۹ء مملوکہ محمد ایوب قادری۔

[2] اس امام باڑے کے لئے خیر پور (ضلع بدایوں) میں ۳۱۴ ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو۔ بدایوں کی معافیات کا قبل نامہ مورخہ ۱۹ اگست ۱۸۷۵ء جو جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ، آگرہ (محمد ایوب قادری)

بدایوں میں بانی عطیہ نواب آصف الدولہ ہے۔"

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوآ (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۲۹ء) ولد مولوی علی دلیل اللہ صدیقی حمیدی کلسنے بھی اثنا عشری مسلک اختیار کر لیا تھا مدتوں لکھنؤ، حیدرآباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ (۱۲۳۱ھ / ۱۸۰۶ء) میں تعمیر ہوا ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگار ہیں اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا۔ شیعہ سُنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں[1]:

"بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں عموماً شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اگر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں، بدایوں شہر (حدود میونسپلٹی) کا کوئی سید شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں یا شیخ صدیقی ہیں نہ حیدری نہ علوی نہ جعفری"

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں رام پور پر چڑھائی کی اور ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کار فرما تھا نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ آصف الدولہ کے دربار لکھنؤ میں رہ چکے تھے اس لئے نواب کی ترغیب سے انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا انھوں نے سر برآرائے حکومت ہونے کے بعد لکھنؤ کے آئین و قانون وہاں کے شیعہ مجتہدوں پر جاری کئے انہوں نے غلام محمد خاں کو شریک بنا کر محمد علی خاں کو ختم کر دیا پھر کیا تھا انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانے سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں پیرزادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گذرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے ان میں اثنا عشری مسلک کی ترویج کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مؤرخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں[2]:

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸۔

[2] خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صفحہ ۸۱ - ۸۲ مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۹۲۷ء

ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فخام سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب و تصلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور برتاتے رہتے تھے اور اگرا وہ کی رافضی سلطنت کے قرب اور اتمہ سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتسبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصہ کثیر و مداز سے ہو گیا تھا، جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و فضل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگی دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوتا ہے اول جمامیاں صاحب[1] لکھنؤ اور پورب کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کی تاریخ پختہ کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعہ بتفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر گوات، بلگرام، باڑی سانڈی وغیرہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصے سے شیعیت گھس گئی ہے"

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی مولوی سید عبد الحئی مصنف گل رعنا لکھتے ہیں[2]

"نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو و لعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انھوں نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں

---

[1] جمامیاں کا نام آل امام بن برکات ہے ۱۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان ۱۲۴۹ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے خاندان برکات ۲۴-۲۵ - [2] گل رعنا از مولوی عبد الحئی صفحہ ۱۵۲-۱۵۳ -

خاندان سُنّی سے شیعہ ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں جو شاہانِ مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں۔"

سید غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں[1]۔

"بانی جمعہ و جماعت در اثنا عشریان در لکھنؤ او (حسن رضا خاں) بودہ است در ہیچ شہرے از شہر ہائے ہندوستان نماز جمعہ و جماعت در مذہب امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را گمانِ ایں ہم نہ بود کہ در ایران و بلادِ عرب نماز جماعت در عشریان گزاردہ می شود۔

اثنا عشری شیعوں میں نماز جمعہ و جماعت کی بنیاد حسن رضا خاں نے لکھنؤ میں رکھی ورنہ ہندوستان کے کسی دوسرے شہر میں نماز جمعہ و جماعت امامیہ مذہب میں رائج نہ تھی بلکہ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایران اور عرب کے شہروں میں شیعوں میں نماز ادا کی جاتی ہے

سید کمال الدین حیدر مشہدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں[2]۔

"دوسرا امر خسات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مؤمنین برائے نام شیعہ تھے اور اپنی عدم واقفیت سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جواز راہ علم سے واقف تھے طریقہ ہدایت بند وعظ و جماعت نماز علی رؤس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں بخت شاہزادے رفرزند شاہ عالم ثانی (مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) تھے کس واسطے کہ وہ سُنّی تھے پہلے نماز جمعہ جماعت میں جناب عالی

---

[1] عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۷ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

[2] قیصر التواریخ جلد اوّل ۱۱۳، ۱۱۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

(آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفران مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہاد (اجتہاد؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی نے کرائے یہ تھے صالحین متقدسین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح و مشورہ سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر باحتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی ان کے واسطے تجویز کی تھی وگرنہ جناب غفران مآب مرزا حسن خاں کے بیٹے کے معلّم تھے غرض غفران مآب پیشوا و مقتدائے مومنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل نا واقف اپنے اعمال خلاف سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے"۔

"صالحین و مقدسین" کی نشاندہی کرتے ہوئے سید عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں[1]۔

"شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کر کے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدا میں ۱۳ رجب سن ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمام مذہب دی"۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں[2]۔

"وقتیکہ جناب غفران مآب	جس وقت کہ غفران مآب نے ان شہروں
دراں بلاد بنائے اقامت جمعہ	میں نماز جمعہ قائم کرنے کی
و جماعت فرمودہ و اشاعت شعائر	بنیاد رکھی اور شریعت کے طریقوں
شریعت نمودہ، باعث آں ملا	کو جاری کیا اس کا سبب
علی مذکور شد کہ بہ ترغیب و تحریص	ملا علی تھے کہ انہی کے کہنے سننے

[1] گل رعنا صفحہ ۱۵۸۔ [2] نجوم السماء از مرزا محمد علی صفحہ ۳۵۱ (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۱ھ)

و این امر خیر از نواب آصف
الدولہ وزیرش نواب سرفراز
الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم
کہ از عقیدت مندانِ ملا علی بودند
بظہور پیوست"

سے یہ کارِ خیر نواب آصف الدولہ
اور اس کے وزیر سرفراز الدولہ
مرزا حسن رضا خاں مرحوم و ملا
علی کے عقیدتمندوں میں تھے ظہور
پذیر ہوا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی "ترغیب و تحریص" کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہے۔[1]

"و دریں اثنا قدوة الافاضل و
فخر الاماجد والاماثل مقبول بارگاہ
الٰہ ملا محمد علی کشمیری ملقب بہ
بادشاہ طاب ثراہ کہ در علم فقہ
علم اشتہار بر افراختہ و در فیض آباد
رحل اقامت انداختہ بود در رسالۂ
در بیان فضیلت نماز جمعہ کہ
از احادیث ماثورہ و غیرآں یا دلہ
شرعیہ واضح است تالیف نمودہ
و خطبہ آنرا بنام نامی جناب نواب
مرحوم (آصف الدولہ) مزین فرمودہ
و در پنج باب مبوب گردانیدہ
باب چہارم آں را متضمن اسامی
سہ کس را کہ بر طبق تحقیق شاں دریں

اسی درمیان قدوة الافاضل فخر
الاماجد درگاہِ خداوندی میں مقبول
محمد علی کشمیری جن کا لقب پادشاہ تھا
ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے جو علم و فقہ
دینی میں شہرت رکھتے تھے فیض آباد
اقامت پذیر تھے ایک رسالہ نماز
جمعہ کی فضیلت میں صحیح حدیثوں
اور قانون شریعت سے ثابت
ہے تالیف کی اور نواب آصف الدولہ
کے نام اس کا خطبہ مزین کیا
اس میں پانچ باب قائم کئے
اور اس کے چوتھے باب
میں تین نام جوان کی تحقیق کی
بنا پر پیش نماز بننے کی

۱؎ نجوم السماء صفحہ ۳۴۷۔

بلاد قابلیت پیش نمازی داشتند
نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس
کہ بخدمت وزیر الممالک نواب
آصف الدولہ مرحوم کردہ دراں
رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ"

قابلیت رکھتے تھے لکھے
اور پانچواں باب وزیر الممالک
نواب آصف الدولہ سے
التماس سے متعلق تھا ارسال
خدمت کیا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے[1]

"سخن ملا علی در دل نواب مرحوم
(آصف الدولہ) استقرار یافت
وچناں تصمیم فرمود کہ ہرگاہ اتفاق
مراجعت جناب مولانا از وطن
بلدۂ لکھنؤ افتد تکلیف گزاردن
نماز جماعت باں عالی جناب
نمایند افتاد نواب جنت مکاں التماس
گزاردن نماز بجماعت فرمودہ
دریں باب مبالغہ از حد گزرانید"

ملا علی کی تجویز نواب آصف الدولہ
کے دل کو لگی اور پکا قصد کیا
کہ جب بھی جناب مولانا اپنے
وطن سے لکھنؤ آئیں نماز جماعت
ادا کرنے عالیجناب زحمت
فرمائیں۔ نواب جنت
مکاں نے نماز کا حکم دیا
اور سختی سے عمل کیا۔

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت "درگاہ حضرت عباس" کا قیام ہے، ایک شخص فقیر انام نے ایک عَلَم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور مشہور یہ کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ "حضرت عباس کے ہاتھ میں جو عَلَم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے"۔ چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو عَلَم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۹

ہوئی ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے لگے اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خفا ہوگیا اور کہا کہ کل تیری ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہِ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا۔ آصف الدولہ کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہوگیا ایک روز خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو ناراضی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بعنایت خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی"۔ نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیر کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا۔ نجم الغنی خان لکھتے ہیں:۔

"نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جاں نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے آنے لگے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کرا دیا۔ یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا"۔

نواب آصف الدولہ کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں (ف ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء) دو میں لکھنؤ کی صوبیداری سے معزول ہو کر بنارس پہنچے تو سعادت علی خاں نے نیت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھے مل گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا چنانچہ آصف الدولہ کے متبنّیٰ وزیر علی خاں کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خاں نواب اودھ بنے اور ان کی دلی مراد بر آئی، نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بلند نقار خانہ بنوایا۔ نوبت اور گھڑیال رکھے گئے اندرون درگاہ، دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان رکھا گیا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا[1] غرض اس قسم کی درگاہیں قائم کر کے عوام کے لئے عقیدت کے آستانے فراہم کئے گئے ہیں[2]

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۲

[2] ماہنامہ "عارف" لاہور ستمبر ۱۹۶۲ء میں "رضاکار لاہور" مجریہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۲ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قافلۂ نبوت لاہور میں" مضمون نگار کا نام حکیم خادم اسلم ہے، جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل کی پانچ بہنوں کے ہمراہ واقعۂ کربلا (۶۱ھ) کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں "بیبیاں پاکدامناں" کی جو قبریں ہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہوگئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہوگئیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں[1]

"نواب وزیر اوران کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس (امامیہ مسلک) کو لکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنادیا۔"

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیرالامرا (ف ۱۱۹۶ھ / ۱۸۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے ۱۷۷۱ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امرا کی آپس کی کمزوری، انفاق اور دشمنی نے موقع دیا کہ وہ سب پر بازی لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے مرزا محمد علی مؤلف نجوم السما لکھتے ہیں[2] ۔

"نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد امرائے روزگار، اداز شیعان ائمہ اطہار بود"

نواب نجف خاں جو اپنے عہد کے بڑے امرار میں سے تھے وہ شیعان ائمہ اطہار میں تھے۔

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں[3]

"درعہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ سبب بودن امیرالامرا ذوالفقار

شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں امیر الامرار ذوالفقار الدولہ بہادر

ہ الٰہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے۔ حیرت تو ہمیں مدیر "عارف" عبدالرحمٰن شوق مصنف "تاریخ اسلام" پر ہے کہ انہوں نے اپنے موتر جریدہ میں کیسے نقل کر دیا، پیر غلام دستگیر نامی (رف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ (لاہور ۱۹۶۰ء)

[1] لکھنو کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صفحہ ۲۸ (لاہور ۱۹۵۵ء) [2] نجوم السما صفحہ ۳۵۲ —

[3] عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی (مرتبہ مولوی عبدالحق) صفحہ ۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۳ء)

الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل تشیع بیشتر بود"

کی وجہ سے علوی شیعہ حضرات دلی میں بہت ہوئے۔

ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلا اور غلبہ رہا ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو بڑا فروغ اور سُنیوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا مرزا مظہر جان جاناں لکھتے ہیں۔ [1]

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ نجف خاں، است از شاہ تاگدا تباہ است"

جس دن سے نجف خاں یہاں شہر میں امیر و غریب سب تباہ حال ہیں۔

اکابر صحابہ کرام مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے۔ [2]

"حضرت ایشان (مرزا مظہر جان جاناں) می فرمود کہ یک بار فقیر را بر جمع از مرثیہ خوانان شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ یکے از آناں بے ادبی در جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشود چوں تاب تحمل و طاقت ضبط آں نماند زمام اختیار از دست رفت۔"

حضرت مرزا جان جاناں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھ فقیر کا شیعہ مرثیہ خوانوں کے مجمع کی طرف گذر ہوا اچانک ان میں سے ایک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کی زبان کھولی، جس کے برداشت کی قوت نہ رہی اور اختیار کی لگام ہاتھ سے جاتی رہی۔

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اور اولیائے عظام کے بعد حضرت

---

[1] کلمات طیبات (مفولات و مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں) مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی صفحہ ۵۸ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵ (مجتبائی نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

شاہ عبدالعزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا۔[1] مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور اجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی سے روکا تھا اور عقائد اہل سنّت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی۔ مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں۔[2] ذوالفقار الدولہ نجف خان کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ[3] نے مرزا صاحب کو شہید کیا۔ ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے[4]

"در دورۂ نواب نجف خاں بہ	(نواب نجف خاں کے عہد میں صرف مذہبی
سبب اختلاف مذہب از دست شخصے	اختلاف کی وجہ ایک شیعہ کے ہاتھوں
شیعہ بضرب طپانچہ رخصت شہادت یافت"	بندوق کی گولی سے شہید ہو گئے۔

ایک قریب العصر مورخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں[5]:

"جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آکر حضرت کو تنہا پا کر بندوق کی گولی مار دی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا اس زخم نے مرزا مظہر جان جاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا کہتے ہیں کہ شاہ عالم

---

[1] اخبار رنگین از سعادت یار خاں رنگین (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۳۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۹ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے

کروں چمن میں اگر جا کے غزل خوانی ۔۔۔ تو بلبلیں ہوں میرے چہچہے کی دیوانی

تفصیل کے لئے دیکھیے "سودا" از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و مقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و معمولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

[3] آب حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی، لاہور)

[4] طبقات سخن از مبتلا میر ٹھی بحوالہ مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۴

[5] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹ -

نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لئے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لیے حضور میں پیش کرے۔ جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو مضمون لکھا۔

دست شیوہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر سے ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس کو احقر ہی کے حوالے کر دیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔"

علی ابراہیم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے[1]

"گویند بہ سبب تعصب مذہب	کہتے ہیں کہ مذہبی اختلاف اور
منع تعزیہ سیدالشہدا علیہ السلام	سیدالشہدا کے تعزیے کے منع
می نمود بدیں حمیت از دست	کرنے کی وجہ سے دلی کے ایک
یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار و	باشندے کے ہاتھوں ۱۱۹۴ھ ہجری
یک صد نود و چہار ہجری[2] کہ عمرش	جس وقت آپ کی عمر سو
قریب صد بود کہ مقتول شد۔"	کے قریب تھی قتل کر دیئے گئے۔

علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں[3]۔

"کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشورہ کو لب بام پہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے ناگاہ گزر شدوں کا انکے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے ہو کر سینہ زنی بھی کی اور موافقت اسلام سے ہوا اور میرزائے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹

[2] گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق) صفحہ ۲۱۶ (حیدرآباد دکن ۱۹۰۶ء)

[3] گلشن ہند صفحہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے۔ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ / ۱۸۹۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زندہ کرنا کیا بدعت ہے اور لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت
عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بعینہ وہ لوگ جو علم اور رشد وں کے ساتھ تھے انہوں نے سُستی
اور تعصب کی مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں وہ تین شب گفتگو رہی
آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہار دہم عاشورہ سے ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر
آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے تو یہ گفتگو ایک چوٹ طمنچے کی نذر کی اور کام ان کا
پورا کر کے تلوہ راہ اپنے گھر کی لی۔"

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے اجل شیخ دن دہاڑے قتل ہو گئے
جن کے ہزاروں مرید و معتقدین پاک و ہند میں پھیلے ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبولِ عام تھا اور پھر
اس ظلم صریح کی داد نہ فریاد۔

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں[1]:

"نجف خاں کہ بر تعنائے او	نجف خاں کی شہ سے یہ جرم ہوا
مرتکب ایں امر و شہادت مرزا	اور مرزا کی موت واقع ہوئی اس
شدہ بود ندد وے در اجرائے	نے اس جرم پر حد جاری کرنے
حد تغافل کرد، عنقریب مرد	سے تغافل برتا وہ خود بھی مرا
و اتباع او باہم مجادلات نمودہ	اور اس کے متبعین میں باہم
رخت حیات بر بستند نشانے	فسادات ہوئے وہ مرے کہ ان
ازاں ظالماں پیدا نیست۔"	ظالموں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے[2] ع

نجف خاں نماند و نجف خانیش نہ افراسیاب و نہ ہمدائیش

---

[1] مقاماتِ مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۶۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولاتِ مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۱۴۲ (مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

ز لشکر بماند و مرزا شفیع! | شود حاکم تو بفضل ربیع

"نہ نجف خاں رہا اور نہ اس کی نجف خانی (ظالمیت) نہ افسر اسباب باقی رہا اور اس کے ہمدرد رہ گئے۔ نہ نوج رہ گئی اور ایام بہار میں مرزا شفیع کی حکومت ہوگئی۔"

خود شاہ عبد العزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد و مصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا تشیعیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے۔ مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے[1]

"فرزندان شاہ ولی اللہ | شاہ ولی اللہ مرحوم مغفور کے فرزند
مغفور در انچہ متصدیان سلطانی | شاہی عمائد میں تھے حویلی ذاتی
حویلی علیحدہ ساختہ دحویلی را | تھی جو ضبط کر لی گئی تھی
بضبط آوردہ بودند"

امیر الروایات میں ہے[2]

"(نجف خاں) نے شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان معہ زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اس کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ پھلت روانہ ہو گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد العزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے ——— اور شاہ عبد العزیز صاحب

---

[1] مناقب فخریہ از غازی الدین خاں نظام صفحہ ۱۶ (مطبع احمد دہلی ۱۳۱۵ھ)

[2] حکایات اولیا مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۴ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)

شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہاں بھی نوابان اودھ کی حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ رام پور وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جونپور کے اس دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار ہونے کا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا۔"

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطی جائداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ جائداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰ جون ۱۸۰۷ء کو ایک درخواست ریذیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگذشت کی جائے[1] اس درخواست کو قابلِ اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے۔

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the Superintendent of the Assigned Territory and recommends that the land in Haveli Palam formerly owned by Maulvi Shah Abdul Aziz be restored to him.

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۰ جولائی ۱۸۰۷ء سیکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے ریذیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جائداد واگذاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے[1] معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ انبیاء) اور پھر حویلی خان دوراں خاں (کلاں محل) میں مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا۔[2] پھر مکانات واگذاشت ہو گئے ہوں گے اور صحرائی جائداد باقی رہ گئی ہو گی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگذاشت ہوئی۔ مگر ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری

---

[1] جائداد اور اس کی واگذاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سیکریٹریٹ" جلد اول (دہلی ریذیڈنسی ۱۸۰۶ء — ۱۸۵۷ء) (لاہور سنہ ۱۹۱۱ء) ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

[2] ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی، مولوی محمد علی) صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

۱۸۔ ملفوظات عزیزی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا: [۱]

"غازی الدین حیدر بطامنصب وجاگیر مجھے طلب کرے تو میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے انشاء اللہ خلقت الٰہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کرکے ان کو مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کروں گا جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔"

اس زمانے میں شیعیت کے فروغ کے ساتھ "تفضیلیت" کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا، بلکہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ واشاعت ہوتی ہے اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور مفضلہ سادات ہی کے رد میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشرواشاعت میں حضرت شاہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے امام باڑے جاتے ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سُنی ان کو سُنی سمجھتے تھے [۲] ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب وشتم اور تبرا سے باز آجاتے ہیں [۳]۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سُنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سُنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک اور دوسرے شیعہ معتقدات ومعمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت شاہ فخر دہلویؒ کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلویؒ (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے [۴]

---

[۱] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱، [۲] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱۔ [۳] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۷۹

[۴] رازونیاز حصہ اوّل حالات وملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نصیر الزمان خاں صفحہ ۹۹، نظامی پریس بدایوں سال طباعت ندارد،

"ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آگیا۔ اس وقت خادمان و غلامان موجود خانقاہ اس خلاف معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو جب خانقاہ میں آئیں گے یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی، تب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے کتاب تحفہ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا۔"

اس کے بعد مؤلف راز و نیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبد العزیز کی مزید تخفیف، تنقیص بلکہ تبرا کیا ہے[1]۔ اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی (وفات ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) مشہور تفضیلی بزرگ گذرے ہیں[2]۔ انہوں نے روہیل کھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلاد مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروج کیا اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے اس سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی تو شہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا

ملا خلعت ہی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیہ کاکوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ

---

[1] راز و نیاز (حصہ اول) صفحہ ۶۹ - ۷۰، [2] شاہ دلدار علی مذاق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ الواصلین از رضی الدین بدایونی صفحہ ۲۶۲ - ۲۶۴ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

صُور اتنی بلند آہنگی سے پھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اضلاع سہارنپور، میرٹھ، مظفر نگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے[1] دیوبند میں تو تمام شیخ عثمانی تفضیلی تھے[2] نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے[3]۔ شیعہ اور سُنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں[4]۔

"وہ نواحے کہ زاد و بوم احقر است شیعیان و سنیاں چناں مخلوط اند کہ رشتہ و رابطہ قرابت طرفین را بطرفین محکم و مستحکم است"	وہ علاقہ جو میری جنم بھومی اور وطن ہے وہاں شیعوں اور سنیوں میں بڑا خلط ملط ہے قرابت و رشتہ داری باہم مضبوط و مستحکم ہیں'

دیوبند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کیلئے ایک کتاب انوار الہدیٰ لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں۔[5]

"خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیوبند ضلع سہارنپور مضافات صوبہ دار الخلافہ شاہجہاں آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شعور سے از روئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت و جماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں در حقیقت در شہر بدری میں بہنچا تھا اور اگرچہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے

---

[1] حکایات اولیاء صفحہ ۱۴۱، [3] سوانح قاسمی جلد اوّل از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۱

[2] سوانح قاسمی جلد اوّل صفحہ ۶۲، ۶۳

[4] فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی ۵/ ۶ (کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سال طباعت ندارد)

[5] انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲ (مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ)

قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو۔[1]

"اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ
"السنی متمسک مذہب ناحق بردر مجادلہ"

حضرت شاہ عبد العزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اوپر ہم حضرت فخر الدین دہلوی اور شاہ نیاز احمد بریلوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگین سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یار خاں رنگین لکھتے ہیں۔[2]

"سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاروں کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک جدی آدھے سنی آدھے شیعہ آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باعث دین کے نزاع رہتی ہے پر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہر گاہ فرقہ سنیوں کا کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں، قصہ کوتاہ اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیرزادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انہوں نے محرم میں سر بازار بھس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کے اپنی ماتم داری اظہار کی تو انہوں نے کمال اس بات کی شادی کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوتے لوگوں کو مرید کر کے گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوتے۔"

---

[1] انوار الہدیٰ صفحہ ۴ -

[2] اخبار رنگین صفحہ ۱۷، ۱۸ -

شاہ میر محمدی (ف ۱۲۱۰ھ/۱۸۲۰ء) حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ ہیں۔[1] صابر بخش (ف ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء) چشتی صابری سلسلے کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں۔[2] حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا قمر الدین منتؔ (ف ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء) تھے،[3] انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ قمر الدین منتؔ کے متعلق مولوی عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں۔[4]

"میر قمر الدین منتؔ جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یگانۂ آفاق جناب مولوی فخر الدین اورنگ آبادی مولداً و دہلوی مرقداً طاب ثراہ کے مرید ہوئے اور ایک عالم کے مرشد ہو گئے۔۔۔ قمر الدین منتؔ نے کچھ عرصہ کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خاں اور حیدر بیگ خاں کا تقرب حاصل کر لیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا اور اس راہ (مذہب اہل سنت) سے پھر گیا حیدر بیگ خاں کی رفاقت میں کلکتہ آیا اور مر گیا۔"

قمر الدین منتؔ شاہ ولی اللہ کے پروردہ یافتہ اور شاہ عبد العزیز کے عزیز اور شاگرد تھے[5] شاہ صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب "عجالۂ نافعہ" ان ہی کے لئے قلم بند فرمائی۔[6]

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)

---

[1] میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۲-۱۴ (ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۶ء) (۲) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸) (لاہور ۱۹۳۳ء)

[2] ملاحظہ ہو علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) صفحہ ۲۹۲، ۲۹۳ آثار الصنادید صفحہ ۲۲، ۲۳ (باب چہارم) (لکھنؤ ۱۸۷۲ء)

[3] قمر الدین منت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ (۲) لکھنؤ کا دبستان شاعری از ابو اللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخر الطالبین (ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی) مرتبہ نور الدین حسین صفحہ ۱۹-۲۰ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[4] علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ -

[5] قمر الدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیزی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۹۲

[6] عجالہ نافعہ از شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ)

اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔[1]

فارسی	اردو
"درویشان ازیں شہر اسمائے	اس شہر کے ایسے افراد جو خود کو
می خوانند و تعویذ ہا می نویسند	درویش کہتے ہیں تعویذیں لکھتے
برائے تسخیر و رجوع خلق و	ہیں قوالی کرتے ہیں اور اس طرح
تفضیل جناب امیر المؤمنین	مخلوق کی تسخیر کئے ہوئے ہیں اور
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بر خلفاء	جناب علی مرتضیٰ کی فضیلت تینوں
ثلاثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم می	خلفاء رضی اللہ عنہم پر لاتے ہیں
نمانید و تعزیہ ہا می سازند و	تعزیے بناتے ہیں مرثیے سنتے ہیں
مرثیہ ہا می شنوند و امر می کنند	اور دونوں کاموں کا دوسروں
بایں دو کار و شنیدن طنبور و	کو حکم دیتے ہیں طبلہ و سارنگی سننے
سارنگی و بدعتہا طریقہ دارند"	کی بدعت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔[2]

فارسی	اردو
"تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن	تعزیے بنانا مرثیہ و قوالی کرنا اپنے
و تصویر پیش خود داشتن و	سامنے تصویر رکھنا پیغمبر صلی اللہ
تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا	علیہ وسلم کے قدم مبارک کے
صلی اللہ علیہ وسلم بر آں نہادہ	نقش کو اس پر رکھنا مخلوق کو
خلق را سنگ پرست ساختن	بت پرست بنانا، داڑھی کترانا
و قصر ریش کردن، و نماز	نماز کی برکت، قیام، جلسہ کی
تبرک قوم و جلسہ و طمانیت	طمانیت کو ضائع کرنا، کھیل کود

---

[1] مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ مولوی احمد مجددی، صفحہ ۱۶۱ (لاہور ۱۳۷۱ھ)

[2] ایضاً صفحہ ۱۵۹۔

غنائے نمودن ولہو باد مرغ	مرغ بازی، ستار وطنبورے کا شغف
جنگا نیدن ونغمۂ تار طنبور	جوگیوں کی ہے اور ایسے اعتقادات
و اعمال جوگیاں و انواع اذکار	جو قدما سے ثابت نہیں ہیں
کہ از قدما مردی نیست معمول	اس کو اپنا نا صحابہ کا طریقہ
داشتن طریقۂ صحابہ نیست ؛؛	نہیں ۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں [1]

,, شنیدن تار و نغمہ و تعزیہ باد	ستار و نغمہ سننا، تعزیہ بنانا
مرثیہ ہا و صور تصاویر معاذ	مرثیہ خوانی کرنا، تصور سازی
اللہ اکابر چشتیہ و قادریہ	اللہ کی پناہ بزرگان سلسلۂ چشتیہ
رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را	قادریہ رحمۃ اللہ علیہم نے ہم مریدوں
بایں بدعتہا نفرمودہ اند ؛؛	کو اس بدعت کا حکم نہیں دیا ۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں، ایک مشہور شیعہ مشنری لقا حیدری بدایونی (م ۱۹۶۴ء) اپنی خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں [2]

,, رنگوں کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاند صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا، بہر حال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا، بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ و دستار سے مزین لانبا عصا ہاتھ میں متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی، دعا دی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۴۹ ۔ [2] سرگزشت از لقا علی حیدری صفحہ ۳۶، ۳۷ (کراچی ۱۹۶۳ء)

پڑھا، پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی تقریر کے بعد کہنے لگے : میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہل بیت اظہار بیان کئے لوگ بے حد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا "نجم الحسن[1] سے کہہ دینا کہ علی حسین ملا تھا" جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ و کعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں"۔

اس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اثنا عشری مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ محمد حسین قتیل فریدآبادی (ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور مکندر رام ندوی لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نو مسلم عقیدتاً شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و نعت کے بعد منقبت علیؑ یا ائمہ اطہار لکھنا ضرور سمجھتے تھے، وقائع عالم شاہی کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے[2]:

"صلوات بے غایات و نیاز	بے انتہا درود و نیاز حضورؐ کے چچا
بے نہایات برابن عم و وصی	کے بیٹے اور ان کے وصی اعظم پر
اعظم او کہ مظہر العجائب و	جو مظہر العجائب اسد اللہ الغالب
اسد اللہ الغالب و صاحب	صاحب ذوالفقار اور جنت
ذوالفقار قسیم الجنۃ والنار راست"۔	تقسیم کرنے والے کو سزاوار ہیں،

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں۔

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے۔
یعنی کہ مطیع پنج تن ہے۔

---

[1] نجم الحسن مشہور مجتہد و مہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ ۔

[2] وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی / مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۲۰ رام پور ۱۹۴۹ء)

راجا رتن سنگھ زخمی (ف ۱۲۶۹ھ) ایک "قصیدہ ہفت بند" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں (۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) میں لکھا ہے اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں۔[1]

تاب درد و غم ندارد بیش ازیں زخمی دگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام
تابکے ایں درد غربت تابکے ایں رنج سفر
در بریلی یا تو کے بینم دل خود را بکام
بر تو شاہا صد سلام و بر تو شاہا صد درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود[2]

زخمی اب اس سے زیادہ درد و غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے شہ والا مقام (حضرت علیؓ) میرے حال زار پر جلد رحم فرمائیے، کب تک سفر کی سختیاں برداشت کروں اور مارا مارا پھروں، اپنے وطن بریلی میں کب اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔

شہ والا آپ پر سیکڑوں درود و سلام
غمگین زخمی کی مدد کو جلد پہنچئے۔

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیرداری و منصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسی لئے فریقین اہلِ سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رشتہ بھی ہوتے تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی قاضی ثناءاللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) اپنے وصیت نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔[3]

"از جملہ تقدیم مصلحت دینی   دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت

---

[1] قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے دیکھئے معتمد علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۶ء۔

[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ فراقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ قدوی اور تیل کے ساتھ محسوب ہوں گے۔

[3] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء)

برمصلحت دنیوی آنست کہ
درمناکحت دینداری کار منظور
دارد و چوں دریں زمانہ
دریں شہر مذہب روافض
بسیار شیوع یافتہ است. و شرفا
بیشتر بر علو نسب یا رفاہِ معیشت
نظرمی دارند اول رعایت ایں
باید کرد دختر بکسے رافضی یا
متہم برفض اگرچہ صاحب
دولت عالی نسب باشد نباید
داد روز قیامت سوائے دین
و تقویٰ ہیچ بکار نخواہد آمد و
نسب را نخواہند پرسید"

پر فوقیت دینے کا طریقہ کار یہ ہونا
چاہیئے کہ شادی بیاہ میں دینداری کو
مقدم سمجھا جائے چونکہ اس دور اور
اس شہر میں شیعی مذہب بہت
زیادہ پھیل گیا ہے اور شرفا زیادہ
تر عالی نشینی اور دولت و ثروت
کو دیکھتے ہیں، پہلی فوقیت اس
بات کو دینی چاہیئے کہ اپنی بیٹی کو
رافضی یا شیعیت کے قائل شخص کو
نہ دینی چاہیئے. وہ کتنا ہی عالی نسب
اور دولتمند کیوں نہ ہو، قیامت کیدن
تقویٰ کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے
نسب کی کوئی پرسش نہ ہوگی۔

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف السیف المسلول کے آغاز میں "مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں[1]۔

"روافض خصوصاً اثنا عشریہ
و زیدیہ دریں وقت و
دیار مذہب اثنا عشریہ ظہور ے
پیدا کردہ و بسبب جہل و حمق
اکثر اہل زماں خصوص بعض

رافضیوں اور خاص طور پر اثنا عشری
اور زیدیوں نے اس دور اور اس ملک
میں شیعی مذہب کو پھیلایا ہے. اور اپنی
بے علمی اور جہالت کے سبب اکثر اس دور کے
لوگ خصوصاً پانی پت کے باشندے جن کے

---

[1] السیف مسلول، قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۲ (مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۸ھ)

از اہل بلدہ پانی پت کہ آبا ؤ	باپ دادا سُنّی مذہب رکھتے تھے گمراہ ہوگئے
اجداد شاں اہل سنت و ایمان	اس لئے اس فقیر نے چاہا آسان
بودند گمراہ شدند فقیر خواست	فارسی میں ایک کتاب رافضیوں
کہ کتاب بعبارت فارسی آسان	کے رَد میں لکھوں، تاکہ ہر آدمی
در رَد روافض نویسد تا ہر عامی	اور اُن پڑھ اس سے فائدہ حاصل
ازاں نفع گیرد و شاید کہ کسے	کرے، شاید کہ کوئی شخص راہ
براہ ہدایت آید و اجر و ثواب	ہدایت پائے اور اس کے لکھنے
براقسم عاید گردد"	والے کو ثواب ملے۔

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے رَد میں ایک اور رسالہ "شہاب ثاقب لرد الروافض الشیاطین الماردین" تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[۱] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمرالدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکتہ الآرا تصانیف ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین نے مشعل راہ کا کام دیا ہوگا شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہر چہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکتہ الآرا تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے، علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے، کلامی مباحث

---

[۱] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۲ —

کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں[1]۔

دریں رسالہ انچہ ازکتب معتبر	اس رسالے میں جو بھی شیعوں
شیعہ منقول است احتمال	کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے،
افتراء و بہتان را دراں گنجائش	اس میں افتراء اور بہتان کی گنجائش
نہ بہ زیرا کہ کتب منقول	نہیں، اس لئے کہ وہ کتابیں جن
عنہا از مشاہیر کتب شیعہ	سے نقل کیا گیا ہے معتبر اور مشہور
ومعتبرات ایشاں اند باید	شیعوں کی ہیں، اس لئے ان
کہ بے دماغی نفرماید و نقل	سے بے اعتنائی نہ کریں اور نقل کو
را با اصل مطابقت دہد و	اصل سے ملا لیں اور اس سے
ازاں نترسد کہ اگر صحت نقل	نہ ڈریں کہ اگر نقل صحیح نکلی تو ماننا
ظاہر شود تقبل آں لازم گردد"	پڑے گا"۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]۔

"غرض از تسوید ایں رسالہ	اس رسالے کو سیاہ کرنے اور اس
و تحریر ایں مقالہ آں است	مقالے کو تحریر کرنے کا مقصد یہ
کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم	ہے کہ اس ملک میں جس کے ہم
و دریں زماں کہ ما در آنیم	باشندے ہیں جس میں ہم ہیں اثنا
رواج مذہب اثنا عشریہ	عشری اور شیعیت کا رواج اس قدر
و شیوع آں بحدے اتفاق	بڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ از شاہ عبد العزیز صفحہ ۲۔ [2] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲ (فخر المطابع دہلی ۱۲۶۹ھ)۔

افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک
دو کس ازاں خانہ باآں مذہب
متمذہب نباشد و راغب
باین عقیدہ نشوند لیکن اکثرے
از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود
عاطل و از احوال اصول و
اسلاف خود بے خبر و غافل
می باشند و ہرگاہ در محافل
و مجالس با اہل سنت و جماعت
گفتگو می نمایند کج می گریند
و شتر گربہ می آرند حسبۃً للہ
تعالیٰ، بتحریر این رسالہ پرداختہ
شد تا در وقت مناظرہ از جادہ
خود بیروں نروند و اصول خود
را منکر نشوند و در بعضے از
امور واقعی شک و تردد را
راہ ندہند و دریں رسالہ التزام
کردہ شد کہ در نقل مذہب
شیعہ و بیان اصول ایشاں و
والزاماتے کہ عائد بایشاں می
شود غیر از کتب معتبرہ ایشاں

جہاں ایک دو شخص اس مذہب
کے پیرو نہ ہوں یا اس مذہب کی
طرف ان کا رجحان نہ ہو۔ لیکن اکثریت
ان کی ایسی ہے جو زیور علم سے عاری
ہے اپنی تاریخ سے ناواقف اور
اپنی روایات سے بے بہرہ ہیں اور
اپنے اسلاف سے بے خبر و غافل
بھی جب کہ وہ اہل سُنّت کی محفلوں
میں سُنّیوں سے کسی معاملے میں گفتگو
کرتے ہیں اول فول بکتے ہیں اور
بے سر پیر کی ہانکتے ہیں۔ یہ خالصتاً
اللہ واسطے یہ رسالہ ضبط تحریر
میں لایا گیا ہے۔ تاکہ ایسی مناظرے
میں راہ راست سے نہ ہٹ
سکیں۔ اور اپنے ہی اصول کے
منکر نہ بن سکیں اور بعض سچی باتوں
میں شک نہ کر سکیں اور اس میں
خاص طور پر یہ لحاظ رکھا گیا ہے
کہ مذہب شیعہ کے نقل میں اور ان
اصول کے بیان میں اور ان الزامات
میں جو ان پر عائد ہوتا ہے ان کے اپنی

معتبر کتابوں کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو   منقول عنہ نباشد"

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل، در کیفیت حدوث مذہب تشیع و انشعاب آں بفرق مختلفہ

باب دوم، در مکائد شیعہ و طرق اضلال و تلبیس

باب سوم، در ذکر اسلاف شیعہ علما و کتب ایشاں

باب چہارم، در احوال اخبار شیعہ و ذکر رواۃ اینہا

باب پنجم، در الٰہیات

باب ششم، در نبوات

باب ہفتم، در امامت

باب ہشتم، در معاد

باب نہم، در مسائل فقہ

باب دہم، در مطاعن خلفا ثلثہ و ام المؤمنین و دیگر صحابہ

باب یازدہم، در خواص مذہب شیعہ، اوہام، تعصبات، ہفوات

باب دوازدہم، در تولا و تبرا

باب اوّل، شیعہ مذہب کی جڑ اور مختلف فرقوں سے ان کا لگاؤ۔

باب دوم، شیعوں کی حیلہ بازی ان کی گمراہی کے طریقے اور تلبیس

باب سوم، شیعہ کے قدیم علما اور ان کی کتابیں۔

باب چہارم، شیعوں کے احوال اور ان کے راویوں کا تذکرہ۔

باب پنجم، مسئلہ الہیات۔

باب ششم، نبوات کے بارے میں

باب ہفتم، مسئلہ امامت کے بارے میں۔

باب ہشتم، مسئلۂ آخرت کے بارے میں ۔

باب نہم، فقہی مسائل کے بارے میں ۔

باب دہم، خلفائے ثلاثہؓ کی شان میں برائی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ و دیگر صحابہ کی مذمت میں ۔

باب یازدہم، شیعہ مذہب کے خواص، اوہام، تعصبات اور خرافات کے بارے میں۔

باب دوازدہم، ولایت و تبرّا کے بارے میں۔

شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ بارہویں صدی کے گذرنے کے بعد لکھا ہے خود فرماتے ہیں[1]۔

"بعد از انقضاء قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیۃ و السلام صورت تالیف پذیرفتہ و جلوۂ ظہور گرفتہ"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارہ سو سال بعد یہ کتاب تالیف ہو کر منظر عام پر آئی، یہ عجیب و غریب نسخہ (رسالہ) جس کا نام تحفۂ اثنا عشریہ ہے

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں[2]

"ایں نسخۂ عجیبہ کہ مسمّٰی بہ تحفۂ اثنا عشریہ است بعد از گزشتن دوازدہ قرن صدی از ہجرت حضرت خیر الانام علیہ و علی اہل بیتہ واصحابہ التحیۃ و السلام سمت تحریر یافت نقش اختتام پذیرفت"۔

یہ عجیب و غریب کتاب کہ جس کا نام تحفۂ اثنا عشریہ ہے بارہ صدی ہجری گزرنے کے بعد ضبط تحریر میں آئی اور اختتام پذیر ہوئی ۔

تحفۂ اثنا عشریہ ۱۲۰۴ھ (۱۷۸۹-۹۰ء) میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے[3]

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲-۱۰۴، [2] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲-۱۰۴، [3] ملفوظات عزیزی صفحہ ۷- ۔

تحفہ را ایک فن مداں کہ درد   سوئے ہر معرفت سراغ آمد

سوئے الفاظ معانی اش بنگر   ہست دریا کہ در ایاغ آمد

بسکہ نور ہدایت است و یقین   سال تصنیف او "چراغ" آمد

(قطعہ تاریخ) تحفۂ اثنا عشریہ کو محض ایک فن پارہ نہ سمجھنا بلکہ اس سے معرفت کا پتہ ملتا ہے۔ اس کے الفاظ و معانی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے چونکہ یہ کتاب یقین و ہدایت کا نور ہے اس رعایت سے اس کی تصنیف کا سال "چراغ" سے نکلتا ہے

تحفۂ اثنا عشریہ کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (رف ۱۲۳۵ھ / ۲۰-۱۸۱۹ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثنا عشریہ ۱۲۰۶ھ / ۹۲-۱۷۹۱ء میں تالیف کی۔[1] تحفۂ اثنا عشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامرا کے مرنے کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۶ اپریل ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم، اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے۔[2] اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے مرنے کے بعد ہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے۔[3] ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہادا جی سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا مگر اس وقت بھی شیعہ امرا زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری طرح چھائے ہوئے تھے ان لوگوں کے اقتدار، تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اثر و استیلاء کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبد العزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور

[1] نجوم السما کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کی تالیف کو اسّی سال ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السما صفحہ ۳۵۹)

[2-3] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۹۷، ۱۶۴، (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

[3] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۹۷، ۱۶۴، (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

انہوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا غیر معروف تاریخی نام "غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد" [۱] لکھا ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ نے تشیعت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو رد کرنے میں بہت کام کیا شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ [۲]

"غرض کہ منظور رد این مذہب	اس رسالے کا مقصد شیعہ مذہب
بود کہ مردم بدیدن این	کا رد تھا تاکہ لوگ اس کتاب کو
کتاب دران اعتقاد سست	دیکھ کر اس مذہب کے بارے میں
شوند یا ترک نمایند الحمد للہ	سست اعتقاد ہو جائیں یا اس کو
کہ این معنی حاصل شد منظور	چھوڑ دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقصد
فقیر ازیں مقدمات سلوک	حاصل ہو گیا اس فقیر کے پیش
این طریق جدید براذہان	نظر اس کتاب کے ذریعے عقلمندوں
اولی الالباب وطالبان را	کو راہ راست دکھانا اور حق جویوں
صواب بود الحمد للہ کہ حاصل	کو سیدھی راہ دکھانی تھی۔ اللہ کا
شد۔"	شکر کہ وہ پوری ہوئی۔

مرزا محمد علی مولف نجوم السماء لکھتے ہیں [۳]

"چوں فاضل عزیز تحفۂ خود	جب فاضل عزیز (شاہ عبدالعزیز) نے اپنے
را ظاہر نمود، ضلالت شیوع	تحفہ (تحفۂ اثنا عشریہ) کو عام کیا تو شیعوں
گرفت و مردم جہاں	نے گمراہ کن باتیں کیں اور علاقہ کے ناعاقبت
و ناحق بیں بطرف آں	اندیش لوگوں کو ان کی طرف کر دیا۔
گردیدند۔"	

---

[۱] شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا۔

[۲] فتاویٰ عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد احسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ)

[۳] نجوم السماء صفحہ ۳۵۲ ۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے متعلق سر سید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں[۱]

"اوائل حال میں فرقۂ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقۂ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے حضرت (شاہ عبدالعزیز) نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے باوجود کثرت ضخامت تصنیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقۂ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف و ظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے۔"

سر سید احمد خاں نے ۱۸۴۴ء میں تحفۂ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارھویں باب کا اردو ترجمہ "تحفۂ حسن" کے نام سے شائع کیا۔[۲] یہ دونوں باب خلفائے ثلاثہ، ام المومنین اور صحابہ رض کے مطاعن کے جواب اور تولا و تبرا کے بیان میں ہیں، سر سید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نور الحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ سید صاحب خود اس میں لکھتے ہیں،

"مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استادی مولوی نور الحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا"[۳]

یہ تحفۂ اثنا عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سر سید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سر سید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی، حالانکہ جب علامہ شبلی نے "الفاروق" کی تالیف شروع کی تو سر سید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ و سنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

۱۔ تذکرہ اہل دہلی (آثار الصنادید باب چہارم از سر سید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۵۲، ۵۴۔ (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

۲۔ سیرت فریدیہ از سر سید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی) صفحہ ۱۷ (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۴ء)

۳۔ سر سید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۳۵ (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۴ء)

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں: [1]

"تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک عہد آفریں کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیز نے اس کی تالیف میں بیحد محنت اور جانفشانی سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ازالۃ الخفا اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی لیکن ایسی جامع ومانع کتاب کوئی نہ تھی فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے کتاب کا مطبوعہ نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز و اختصار سے کام لیا گیا ہے اس لیے مطالب و معانی اور دلائل و حوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع ومانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات و بیانات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ و تفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی متین اور مہذبانہ ہے۔"

علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار و مرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو شہرت دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی "صواعق مریقہ" کا فارسی ترجمہ ہے [2] لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شد و مد سے کیا گیا چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں: [3]

"در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کے تصنیف کے

---

[1] رود کوثر از شیخ محمد اکرم صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲ (لاہور ۱۹۵۸ء)

[2] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳، ۵۳۸، [3] فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱ –

عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت
کہ در ردّ مذہب شیعہ و کتب
شیعہ کہ در ردّ مذہب اہلِ سنت
تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ
بود قسم اول درجا ولہ این
مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت
خلفائے ثلثہ و ردّ آں مثل
نواقض الروافض و مرافض
الروافض و صواعق محرقہ
و شرح تجرید از طرف اہل سنت
و مسائل النواصب و ردّ
شبہات الاعور و اظہار الحق
و سفینۃ النجات از طرف شیعہ
قسم دوم آں کتاب ہا است
کہ در مسئلہ امامت و شروط
آں و مواقع آں بہ تفصیل
تصنیف شدہ مثل بحث
امامت در شرح مقاصد و
شرح مواقف و طوالع الانوار
و اربعین از طرف اہل سنت
و تصانیف علامہ حلّی و مقداد

وقت اہل سنت کی کتابیں جو مذہب
شیعہ کے ردّ میں تھیں اور شیعوں
کی کتابیں جو اہلِ سنت کے جواب
میں تھیں ان کی تین قسمیں پیش نظر
تھیں، پہلی قسم اثباتِ خلافت
خلفائے ثلاثہ کے جھگڑے سے، اور
اس کے ردّ میں سنیوں کی طرف
سے جو کتابیں سامنے تھیں وہ
نواقض الروافض و مرافض الروافض
وصواعق محرقہ و شرح تجرید از
طرف اہل سنت و مصائب النواصب
در ردِ شبہات الاعور و اظہار الحق
سفینۃ النجات شیعوں کی طرف سے
دوسری قسم ان کتابوں کی جس میں
مسئلہ امامت اس کی شرائط اور
مواقع مفصل تصنیف ہوئی تھی
امامت کی بحث سے متعلق سنیوں
کی جانب سے شرح مواقف
طوالع الانوار و اربعین اور
تصانیف علامہ حلّی و مقداد اور
شیعوں کی جانب سے حدائق موبقہ

و حدائق موبقہ در ردّ صواعق	صواعق محرقہ کے جواب میں ہیں
محرقہ و مقدار از طرف شیعہ	تیسری قسم ان تصانیف کی ہیں کہ
قسم سوم آں است کہ تمام	جس میں تمام شیعوں کے مذہبی
مذہب شیعہ را ہم در الٰہیات	اعتقادات، الٰہیات اور آخرت
و ہم در معاد و ہم در امامت	حدیثوں کے روایت کو رد کیا ہے
و ہم در روایت احادیث و ہم	
در اصول ردّ "	

تمت بالخیر
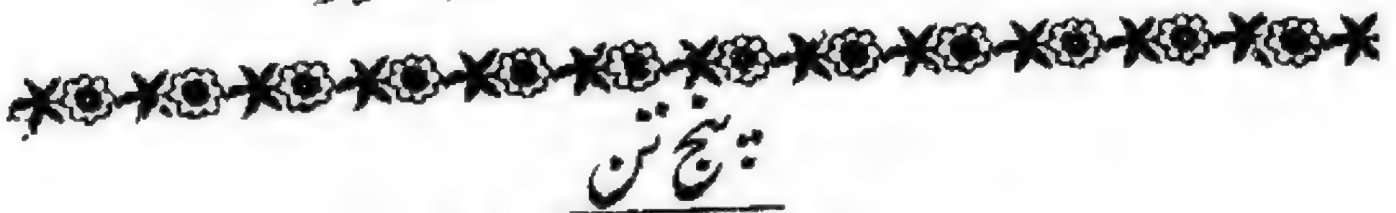
تیشہ نتن

علامہ عبدالقدوس ہاشمی

سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ	اور ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور
وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ٥	نسر کو نہ چھوڑو۔

اس آیت میں قوم نوحؑ کے پانچ بتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ودّ۔ سواعؔ۔ یغوثؔ یعوقؔ اور نسرؔ یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کے گھروالوں کو شیطان نے سمجھایا کہ ان کی یادگار منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قبریں بناؤ اور اس پر معتکف ہوکر بیٹھ جاؤ۔ اس طرح یہ پانچوں افراد قوم نوحؑ کی ایک نمایاں شخصیت بن گئے۔ یہ پانچوں قبریں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد کے ذریعہ قوم نوحؑ کو ورثہ میں ملیں۔ بھلا ایک تقلید پرست قوم اپنے بزرگوں کو کیسے چھوڑتی۔ لہٰذا یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے کہ ان بزرگانِ دین کو نہ چھوڑنا۔ ورنہ کہیں کے نہ رہوگے۔

گویا یہ پانچوں شخصیتیں قوم نوحؑ کی نمایاں شخصیتیں تھیں جو بقول ابن عباسؓ قوم نوحؑ کو ادریس علیہ السلام کے ذریعہ ورثہ میں ملی تھیں۔ اور قوم نوحؑ نے انہیں معبود کا درجہ عطا کر دیا تھا۔ اس

طرح یہ قوم نوح کے الہٰ بن گئے تھے۔ ان میں سے سواع نامی ایک عورت تھی۔ جسے دیوی قرار دیا گیا۔ اور اس طرح تاریخ کے اولین پنج تن وجود میں آئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی اقوام میں پانچ دیوتاؤں اور دیویوں سے ملا کر ہر قوم نے ایک مجموعہ و پنج تن یا پنجتا قائم کیا۔ اور دیو مالائی کہانیوں میں انہیں ایک بڑا اور معزز مقام حاصل رہا۔

حیرت تو اس پر ہے کہ تورات میں اگرچہ بہت سی ترمیمات ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج جو کچھ بھی ہے اور جیسی بھی ہے اسے یہود نے پانچ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اس مجموعہ کو وہ خمس کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے پانچ مقدس فرائیم کی نسبت سے ہوا ہے۔ اس طرح ہندوؤں کا پنج جناجپ بھی ایک دیوی سیتا جی اور چار بزرگوں کے ناموں کا ذکر جہری ہے جو ایک خاص شکل میں بیٹھ کر سورج دیوتا کی طرف منہ کر کے کیا جاتا ہے۔ اور آخری اس ذکر میں بائیں طرف سر جھکا کر قلب پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ جیسے ہمارے صوفیا اور ذاکرین دل پہ ضرب لگاتے اور خاص شکل میں بیٹھتے ہیں۔

رام بھگتی۔ یہ جپ پانچ اشخاص کے دو مجموعوں سے لگائی جاتی ہے۔ جکی شکل حسب ذیل ہے۔

۱۔ جے رگھو نندن، جے سیاہ رام، لَو، کیشو، سیتارام

۲۔ جے رگھو نندن، جے سیاہ رام، بھرت سیتا ستر ہن، سیتارام

پہلے مجموعہ میں چندر لچھمن اور سیتا کے دونوں بچوں کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ اور دوسرے مجموعہ میں سیتا کے دونوں فرزندوں کی بجائے رام چندر جی کے دونوں سوتیلے بھائیوں بھرت جی اور ستر ہن جی کے نام شامل کئے گئے ہیں۔ الغرض ہر دو مجموعوں میں پانچ افراد ہیں۔ جن میں ایک خاتون سیتا جی شامل ہیں۔

اسی طرح مختلف اقوام قدیمہ کی دیو مالائی کہانیوں میں ہمیں پانچ مقدس ہستیوں کا نشان ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قوت، تسلط اور گرفت ظاہر کرنے کے لئے کہیں پنجہ کا نشان بنایا گیا ہے۔ اور کہیں پانچ الگ الگ نشانات بنائے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ آشوریوں نے اپنے مقدس بیل کے پانچ پیر

رکھے تھے۔ ان کے بیل کا بت سرزمین عراق میں دستیاب ہوا ہے۔ اس بیل کے دو ڈینے (رکھتی) بھی ہیں ہو سکتا ہے کہ سرزمین نینوئی کے باشندوں نے اس پنج تن کو جنم دیا ہو۔ کیونکہ فرقہ سبائیہ سے نزدیک ان کے ائمہ علوم نینوئی کے وارث تھے۔ لہذا یہ پانچ ٹانگ کے بیل کو پوجنے والے اسلام میں بھی اس پنج جنا کو گھسیٹ لائے۔ اور اس طرح پانچ ٹانگوں کے بیل کو پنج تن کے روپ میں ڈھال دیا گیا۔ حتیٰ کہ اگر آپ شیعہ کتب کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت حسینؓ کو شہید نینوا بھی کہا جاتا ہے حالانکہ کربلا اور نینوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہم حضرت حسینؓ کو شہید نینوا مان لیں تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت حسین کی شہادت نہ کربلا میں ہوئی اور نہ ماہ محرم میں ہوئی۔

ظاہر ہے کہ دو ڈینوں والا پانچ پیروں کا بیل تو اشوریوں یعنی عراقیوں کو کہاں ملا ہوگا۔ یہ ان کی کافرانہ صورت گری کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

دیوی اور دیوتا کی پوجا کرنے والی اقوام کے دیومالائی تخیلات کے اظہار کی بڑی عجیب عجیب صورتیں مختلف دیومالاؤں میں ملتی ہیں۔ کہیں اس کرۂ ارض کو اپنے دانتوں پر اٹھائے ہوئے سور نظر آتا ہے اور کہیں ایک سینگ پر اٹھائے ہوئے ایک گائے ملتی ہے۔ اور اسی لئے ہندو گئو ماتا کے پجاری ہیں اور جب وہ بے چاری گائے تھک ہار کر زمین کو دوسرے سینگ پر لیتی ہے تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کہیں کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی لکشمی دیوی نظر آتی ہے۔

انسان جب سرچشمۂ ہدایت یعنی کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بیگانہ ہو کر سوچتا ہے تو عقل انسانی کو جولانیوں کی چھوٹ مل جاتی ہے۔ اور شیطان کی ذہانت انسانوں کے افکار کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ	انسانی اور جناتی شیاطین دھوکہ دہی کی غرض
اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ	سے دھوکہ دہی کی باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ پانچ کے تقدس اور اس کی اہمیت کا ابتدائی تصور انسانی ذہن میں خود اپنے ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے سے آیا ہوگا۔ انسان نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چار انگلیاں

اور ایک انگوٹھا ہے اور وہ ہر چیز انہی سے پکڑتا ہے لہٰذا اس نے اقتدار و قوت کا سرچشمہ ان پانچ انگلیوں کو قرار دیا۔ اور پنجہ بھی اقتدار اور گرفت کو بولا جانے لگا۔ حتیٰ کہ ہماری پارسی اور اردو زبان میں بھی پنجہ گرفت اور اقتدار کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

بت پرست انسان نے جب خالق کائنات کی صفات کو مخصوص کیا۔ اور انہیں قابل ذکر اشخاص میں مشخص کیا۔ تو اس کارخانہ عالم کو چلانے کے لئے اس نے پانچ وزراء گھڑے جو پورے اللہ تو نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی محدود قوت کے حامل ضرور تھے۔ اور اس طرح وہ اللہ کے معین و حامی قرار پائے کوئی بارش کا مالک ہے۔ کوئی زمین کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے۔ کوئی دولت کی دیوی ہے اور کوئی علم و ہنر کی

اس طرح انسان کے تخیلات نے اللہ تعالیٰ کی وزارت بنائی۔ اور اس کے پانچ ارکان مقرر ہوئے۔ اس طرح دیوما لا بن کر تیار ہو گئی۔ پھر رفتہ رفتہ پانچ کے عدد کو ایسا تقدس حاصل ہوا کہ آنے والے بت پرست اپنے گزرے ہوئے لوگوں کی دیومالا میں پھنستے چلے گئے۔

جب انسان کے علم میں اضافہ ہوا۔ اور اس نے اجرام فلکی کا مطالعہ شروع کیا تو اس نے چاند اور سورج کے علاوہ مزید پانچ ستارے معلوم کئے۔ ان ستاروں کو خمسہ متحیرہ کا لقب دیا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ زمین و آسمان میں جتنے حوادث پیش آتے ہیں وہ ان پانچ ستاروں کے تصرفات کے تحت ہوتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم اپنے مسلم ہونے کے دعویدار ہیں لیکن حق بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ ہر قسم کی لغویت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آج بھی اخبار جنگ اور دیگر جرائد اسی ستارہ پرستی کی تعلیم میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور شاید کوئی اخبار اس کفر سے پاک ہو۔ اور جب سے ہمارے اخبار و رسائل پر رافضی اور شیعہ برادری کا قبضہ ہوا ہے۔ وہ اپنے اس مجوسی مسلک کو پھیلانے میں مصروف ہیں تاکہ قوم کا جو اللہ سے برائے نام تعلق ہے وہ بھی کالعدم ہو جائے۔

مختلف اقوام کے پنج تن

قوم نوح کی پانچ مقدس ہستیاں۔ ودّ۔ سُواع۔ یغوث۔ یعوق۔ اور نسر۔ ان

ہیں سے مُسواتِع نامی ایک دیوی ہے ۔ اور باقی چار دیوتا ہیں ۔ یہ سب سے پہلے پنج تن ہیں جو ہمیں قرآن میں ملتے ہیں ۔

۲۔ سمیرین قوم کے پنج تن ۔

اِن لیل ۔ اِن کی ۔ ننا ۔ اُتو ۔ ماما

ان میں سے ماما دیوی ہے ۔ اور باقی چار دیوتا ہیں ۔ زمانۂ مابعد میں ننا کو بھی دیوی بولا جانے لگا ۔

۳۔ اکادی قوم کے مقدس پانچ ارکان ۔

ننگے ۔ موتکے ۔ ہیا ۔ اردکی ۔ ادو ۔

ان میں سے ننگے دیوی ہے ۔ اور باقی چار دیوتا ہیں ۔

۴۔ بابلیوں کے مقدس پنج تن ۔

شمس ۔ سنی ۔ نیبو ۔ امرتوک ۔ اتی

ان میں سے شمس دیوی ہے ۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک عربی زبان میں شمس کو مونث بولتے ہیں ۔ اور بقیہ چار دیوتا ہیں ۔

۵۔ اشوریوں کے مقدس پنج تن ۔

اشور ۔ اُنو ۔ لبعل ۔ ہیا ۔ ودل ۔

یہ پانچوں دیوتا ہیں ۔ ان میں کوئی دیوی نہیں ۔ اشوریوں کا پروار ابیل بھی پانچ پاؤں کا ہے جو پانچ اشخاص کی قوت کا مظہر ہے ۔

۶۔ قدیم مصری دیومالا کے پنج تن ۔

اسیرس ۔ ہورس ۔ اسلیس ۔ را ۔ ایتم

ان میں سے اسلیس نامی دیوی ہے ۔

۷۔ چینی دیومالا کے پنج تن ۔

یانگ ۔ آسمان ۔ سورج ۔ چاند ۔ ہوا ۔

ان میں سے یانگ یعنی دھرتی ماتا دیوی ہے۔

۸۔ ہندو دیومالا کے مقدس پنج تن۔

پاربتی۔ ہری ہرا۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش رلیشو

ان میں سے پاربتی (مادرِ عالم) دیوی ہے۔

۹۔ ایرانی دیومالا کے مقدس پنج تن۔

اہور امزدا۔ انگرہ نیو۔ آگ۔ سورج۔ زمین۔

ان میں سے زمین دیوی ہے۔

۱۰۔ یونانی دیومالا کے مقدس پنج تن

زیوس۔ پوسیڈان۔ ایریش۔ اپولو۔ ڈیمیٹر

۱۱۔ رومن دیومالا کے مقدس پنج تن۔

مرکری۔ اپالو۔ سیروفا۔ بیگی کش۔ سرنولو۔

ان میں سیروفا دیوی ہے۔

۱۲۔ ٹیوٹانی دیومالا کے مقدس پنج تن

تھور۔ دریون۔ فرج۔ بالدور۔ فریہ۔

ان میں سے فریہ نامی دیوی ہے

۱۳۔ سالوی دیومالا کے پنج تن۔

پرکوناس۔ اینڈ کوسٹ۔ سوآن۔ دولوس۔ ڈیمی وودل

ان میں سے سوآن نامی دیوی ہے۔

۱۴۔ رام بھگتی دیومالا کے پنج تن

رام لچھمن۔ لوو۔ کیشو۔ سیتا۔

ان میں سیتا ایک خاتون ہے۔ لوو۔ کیشو۔ ان کے فرزند ہیں۔ ایک فی الواقع ان کا

بچہ ہے اور دوسرا نے پالک۔ رام جی اوتار ان کے شوہر اور لچھمن جی ان کے وفادار دیور ہیں۔

۱۵۔ بابلی فلکیات والوں نے چاند، سورج کو باپ بیٹا مان کر سب سے اونچا درجہ دیا تھا۔ باقی پانچ مقدس ہستیاں یہ ہیں۔

عطارد۔ زہرہ۔ تھرسا (برہپت) مشتری (شکرم، زحل۔ (ینچر)

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مزید کچھ تحقیقات کی جائے تو شاید اس فہرست میں مزید کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ تمت بالخیر

یہودیوں نے کتاب مقدس یعنی توراۃ کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور اپنے ابتدائی دور کے پانچ بزرگوں کو مقدس مقام عطا کر کے دیوالا کے مقدس پانچ ارکان کی تکمیل کی۔

دین اسلام کی بنیاد خالص توحید پر رکھی گئی تھی۔ اس میں کسی بگاڑ کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ دین تین پانچ کی آلودگیوں سے پاک صاف تھا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی مفترض الطاعت نہ تھا۔ اور نہ دین اسلام میں کسی پاپائے اعظم کی کوئی گنجائش تھی۔ اس دین میں مساوات کی تعلیم دی گئی تھی۔ نسلی طور پر یا پیدائش کے لحاظ سے کوئی مکرم نہ تھا۔ اور نہ دوسروں کو کمتر قرار دیا جا سکتا تھا۔

اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ کسی انسان کو نسلی لحاظ سے برتر یا کمتر قرار دیا جائے ایک بھنگی اگر مسلمان ہو کر نماز پڑھنا اور پڑھانا سیکھ لے تو وہ نمازوں میں امامت کر سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑے عالم اور صحیح النسب ہاشمی وجعفری کو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عالم اور پیر و مرشد صاحب کا کیا مسئلہ ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی امامت میں نماز ادا کی ہے۔ اور بعد میں حضرت علیؓ اور حضرات حسنین ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور جب حضرت علیؓ بقول سبائیہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کرام اسی ۸۰ اور نوے ۹۰ ہزار کے درمیان تھے لیکن پانچ چھ کے علاوہ کسی نے ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا۔

عدد پانچ اور اولیاء — از علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

اسلام کی اس اصولی تعلیم کے بعد کسی کے لئے تین پانچ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی لیکن انسانی دماغ کی کارستانیوں نے بہرحال اپنا کام کر دکھایا۔ اور اکثریت کو نسلیت کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین کے آخری دور میں نسلیت کے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے جاہل بدویوں میں مختلف قسم کے افکار پیدا کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور اولادِ علیؓ کے مقدس و محترم ہونے اور پیدائشی برتری کے عقائد پیدا کئے گئے۔ اس مقصد کے لئے بہت سی جھوٹی روایات وضع کی گئیں جن میں سے ایک روایت مباہلہ بھی ہے اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ۹ھ کے آخر یا ۱۰ھ کی ابتدا میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اور کسی طرح حق قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ	ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی بیویوں کو بلائیں اور تم اپنی بیویوں کو اور ہم اپنے دیگر ساتھیوں کو بلائیں اور تم دیگر ساتھیوں کو۔ پھر ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر یا کمبل میں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو لپیٹ کر لائے۔ عیسائی ان بزرگوں کو دیکھ کر مباہلہ سے بھاگ گئے۔ اور مباہلہ پر راضی نہ ہوئے۔

یہ روایت بعض الفاظ کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف مجموعہ ہائے احادیث اور کتب تفاسیر میں منقول ہیں۔ ہماری کتب تفاسیر سدی اور کلبی رافضی کی تفاسیر کا خاکہ ہیں۔ لہٰذا وہ اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ میں مذہبی داستان حصہ اول میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت حسین ۹ھ کے آخری ماہ یا ۱۰ھ کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ الغرض حضرت حسین وفات رسول تک اتنی عمر کے نہ تھے کہ انہیں جہاں چاہیں راوی کھینچ کر لے جائیں۔

جہاں تک مسلم کی روایت کا تعلق ہے تو عامر بن سعدؓ بن وقاص سے سعید بن المسیب نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ یہ واقعہ حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے بھی نقل کیا ہے اور عامر نے بھی نقل کیا ہے۔ عامر سے نقل کرنے والے سعید بن المسیب اور بکیرؒ بن مسمار ہیں۔ سعید نے صرف وہ مختصر سا واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن بکیر نے متعدد کہانیاں حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کی ہیں۔ جبکہ سعید بن المسیب نے سوائے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون سے تشبیہ کے علاوہ اور کوئی واقعہ بیان نہیں کیا۔ حضرت سعدؓ سے اس واقعہ کو ان کے صاحبزادے مصعبؒ نے بھی نقل کیا لیکن وہ بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کرتے۔

پھر بکیرؒ نے اس واقعہ کی ابتداء اس صورت میں کی ہے کہ امیر معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہ تم علیؓ کو بُرا کیوں نہیں کہتے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے تین عذر پیش کئے جن میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ — ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ۔ اور حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا یہ میرے اہل ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸

اول تو بکیرؒ بن مسمار پر بعض محدثین نے اعتراض کیا ہے۔ مثلاً امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ یہ ابن عمرؓ اور عامر بن سعد سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حاتم بن اسماعیل اور واقدی روایت کرتے ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۸

بکیرؒ سے یہ روایت حاتم بن اسماعیل نے نقل کی ہے۔ حاتم سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہیں۔ لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس میں غفلت پائی جاتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۸

جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ بکیر بن مسمار اور حاتم بن اسماعیل سے بڑا مقام سعید بن المسیب اور مصعب بن سعدؓ کا ہے۔ لیکن وہ روایت کا مختصر سا حصہ نقل کرتے ہیں جو تبوک

جانے سے متعلق ہے۔ بقیہ رام کہانی بیان نہیں کرتے۔ اس طرح یہ روایت پہلی روایت کے معارض ہوئی اور اگر راوی ثقہ بھی ہو لیکن اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو تو اس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

گویا بکیر بن مسمار نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہذا بکیر کی روایت مصعب بن سعدؓ اور سعید بن المسیب کے مقابلے میں بے کار محض ہے۔ اور روایت کے ابتدائی الفاظ دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی حضرت علیؓ کا دشمن سوال کر رہا ہے۔ جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب تشیع کی کارستانیاں ہیں جو اس شکل میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

ہمارے نظریہ کے مطابق اگر حضرت حسینؓ پیدا بھی ہو گئے تھے تو زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دو تین ماہ ہو گی۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضرت حسنؓ بھی زیادہ سے زیادہ دو سال کے بچہ ہوں گے۔ جن کو ان کی والدہ یا ان کے والد گود میں اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔ اس طرح دونوں بچے گود میں اٹھانے کے قابل ہوں گے۔ ان دونوں بچوں کو حضور فاطمہؓ کے ذریعے اٹھا کر لے آئے لیکن زینبؓ بنت رسول کے صاحبزادے علیؓ بن زینب اور رقیہؓ بنت رسول کے صاحبزادے عبدالرحمان رضؓ بن رقیہ اور ام کلثومؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن ام کلثوم حیات تھے۔ آخر ان تین نواسوں نے وہ کون سا قصور کیا تھا جس کی انہیں اتنی بڑی سزا ملی کہ انہیں نواسئہ رسول ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ غالباً انہیں یہ سزا ان کے اموی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

پھر صاحبزادیوں میں امامہؓ بنت زینبؓ۔ زینبؓ بنت فاطمہؓ۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ ان لڑکیوں نے اس کے علاوہ کون سا قصور کیا تھا کہ وہ لڑکی تھیں۔ اور پنج تن کی تاریخ دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پنج تن میں تاریخی لحاظ سے ایک عورت تو شامل ہو سکتی ہے۔ بقیہ چار تن کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ لہذا یہ تو لازمی تھا کہ عورتوں کو اس سے خارج کرنا تھا۔ رہا علیؓ بن زینبؓ اور عبدالرحمانؓ بن رقیہؓ کا مسئلہ ان کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے باپ کے لحاظ سے اموی تھے۔ اور ہمیں سبق یہ پڑھایا گیا ہے کہ اموی ہونا ایک جرم ہے جو قابل معافی نہیں۔ لہذا

سب سے پہلے یہ جرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں میں دیں۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اور چونکہ یہ حضرات اموی تھے اور آپؐ نے غلطی سے اپنی صاحبزادیاں امویوں میں دی تھیں جس کا احساس بعد میں آنے والی نسلوں کو ہوا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کے لئے کوئی اور اموی جوان موجود ہوتا تو شاید حضرت فاطمہؓ اس کے عقد میں جاتیں۔

ان نواسے اور نواسیوں کے علاوہ آپ کے فرزند ابراہیم جو ماریہؓ قبطیہ سے تھے۔ ابھی حیات تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نواسوں اور نواسیوں کو چھوڑ کر صرف حسنؑ و حسینؑ کو عبا میں شریک کیا۔ اور تو اور خود حضرت فاطمہؓ کی دونوں صاحبزادیوں ام کلثومؓ اور زینبؓ کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی صفت قرآن نے رحمۃ للعالمین ہونا بیان کی ہے۔ وہ رحمۃ اللعالمین کیا ہوتے وہ تو عیاذاً باللہ اپنی اولاد کے بھی قاتل ٹھہرے۔ یہ ہے وہ فارمولا جو اہل تشیع نے ہمارے ہاتھوں میں تھمایا اور سنی صاحبان عموماً اور خصوصاً پیر پرست طبقہ اس کی ترویج میں مشغول ہوگیا اور بطور دلیل واقعہ مباہلہ پیش کرنا شروع کر دیا۔

قرآن مجید میں ابناء۔ نساء اور انفس جمع کے صیغے ہیں۔ اور عربی زبان میں جمع کے لئے کم از کم تین ہونا شرط ہے۔ ان میں اکیلے حضرت علیؓ کیسے آگئے انہیں نہ تو ابناء میں داخل کیا جا سکتا ہے اور نہ نساء میں۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آپ کی ازواج بھی موجود تھیں۔ جن کی کم از کم تعداد نو ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قطعاً لے کر نہیں جاتے۔ اور اس طرح ان کہانیوں کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کے مخالف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتے ہیں

قرآن مجید کے تینوں الفاظ اسم جمع ہیں جو لازمی طور پر تین اشخاص یا اس سے زیادہ کے لئے آتے ہیں۔ لہذا اگر آپ مباہلہ کے لئے تشریف بھی لے گئے تھے۔ تو ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ آپ کے ساتھ کم از کم دو افراد مزید دعوت دینے والے ہوتے۔ اور اس طرح یہ تینوں حضرات

مل کر اپنے اپنے بیٹوں کو لے کر آتے۔ ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی ہوتیں۔ اور وہ کچھ مزید اور افراد کو بھی دعوت دیتے۔ اس طرح قرآن کے نقطۂ نگاہ سے یہ حکم عام ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن قربان جائیے اس سبائی ذہن کے کہ اس نے اس کہانی کے تار پود بکھیر کر پھینک دیئے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس دعوتِ مقابلہ کو عیسائیوں نے قبول ہی نہیں کیا ان کے لئے اسے قبول کرنا ممکن بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو عبا یا کمبل میں چھپا کر نہیں لائے تھے۔ یہ سارا افسانہ پنجتن کا کھیل ہے۔ جس کے لئے قرآن کی صورت بگاڑی جا رہی ہے۔ یہ دلیوبالائی پانچ اشخاص کا ایک مجموعہ دیگر اقوام کی طرح اسلام میں بھی پیدا کیا گیا۔ اور جب ایک بار پنجتن وجود میں آگئے تو اسے اتنی بار دہرایا گیا کہ ہر فرد بشر کے ذہن میں وہ بات رچ بس جائے اور دماغ اس کے خلاف سوچ بھی نہ سکے۔ الغرض پنجہ کا نشان بنایا گیا گھوڑے کی تصویر پر سوار دکھایا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیان توحید دنیا کو اشخاص کی پرستش کی دعوت دینے لگے۔

جب پنجتن وجود میں آگئے تو پھر ان کے لئے ولایت وامامت کے جھگڑے کیئے گئے اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو اوروں پر فوقیت دی گئی۔ اور امویوں کو ذلیل وخوار کیا گیا تاکہ ہمارے سنی حضرت حضورؐ کے ان نواسوں کا ذکر نہ کر سکیں۔ جن کے باپ دادا اموی تھے۔ اسی لئے یہ فارمولا ترتیب دیا گیا کہ حضور کی صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ بقیہ تین چونکہ امویوں کے نکاح میں گئی تھیں۔ لہٰذا وہ اولاد ہونے سے بھی خارج ہو گئیں۔

حالانکہ اگر غور سے اسلامی تاریخ اور ان حضرات کا مطالعہ کیا جائے جو ابتداء میں اسلام لائے تھے تو یہ صاف محسوس ہوگا کہ ہمیشہ اسلام کی راہ میں جان قربان کرنے والے امویوں کی تعداد ہاشمیوں کے مقابلہ میں زیادہ رہی ہے۔ بلکہ اگر اس پر بھی غور کیا جائے کہ زوجیت رسول میں تمام خاندان کی عورتیں آئیں لیکن بنو ہاشم خاندان صرف اسی باعث اس سے محروم رہا کہ قرآن نے آپ کے لئے شرط یہ لگا دی تھی

اِلَّا هَاجَرْنَ مَعَكَ — مگر انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

گویا کہ آپ کے نکاح میں آنے کے لئے از روئے قرآن مہاجر ہونا شرط تھا اور کوئی ہاشمی لڑکی یا عورت مہاجرہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے کوئی ہاشمی عورت آپ کے نکاح میں نہ آسکی اور کسی ہاشمی عورت کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل نہ ہو سکا۔ جب کہ بنو امیہ میں سے حضرت اُم حبیبہؓ کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اور یہ فخر ایسا ہے کہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور یہ اُم حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی صاحبزادی۔ امیر معاویہؓ کی بہن اور یزید بن معاویہؒ کی پھوپھی ہیں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضورؐ کی بقیہ صاحبزادیوں سے جو اولادیں ہوئیں وہ سب اموی ہوئیں نہ کہ ہاشمی۔ اس طرح بنو امیہ کو بُرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کے اُن نواسے اور نواسیوں کا خاتمہ کیا جائے جن کا تعلق بنو امیہ سے ہے اور حضورؐ کی تین صاحبزادیاں امویوں میں گئیں۔ اور ان کی اولاد اموی ہوئی۔

اصطلاحات اور ان کی تشریح

مسند جس روایت کی سند ابتداء سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پائی جاتی ہو۔ اور درمیان سے قطعاً منقطع نہ ہو۔

منقطع اگر درمیان سند سے ایک راوی گر جائے یا گرا دیا جائے تو اسے منقطع کہتے ہیں۔ ایسی روایت محدثین کے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ یعنی وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو

انقطاع درمیان سے جب راوی گرایا جاتا ہے تو اس گرانے کے عمل کو انقطاع کہا جاتا ہے۔

مرسل اگر روایت کی سند میں سے صحابی کا نام غائب کر دیا جائے۔ یعنی تابعی یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ یا ایسا کیا اور صحابی موجود نہ ہو تو اس روایت کو مرسل بولتے ہیں۔ اور محدثین کے نزدیک مرسل ناقابل قبول نہیں۔

مجہول درمیان سند میں کوئی راوی ایسا ہو جس کا حال کچھ بھی معلوم نہ ہو تو وہ راوی مجہول ہے۔ اور وہ سند بھی مجہول ہے جس میں کوئی ایسا راوی پایا جائے۔ اور لازماً وہ روایت بھی مجہول ہے جس

کا سند میں کوئی مجہول راوی پایا جاتا ہو۔

عنعنہ جو روایت راوی عن فلان کے ذریعہ کرے۔

معنعن جو روایت عن فلان عن فلان کے ذریعہ مروی ہو۔

تدلیس درمیان سے راوی غائب کرنا۔ وہ روایت جس کی سند میں سے کوئی راوی غائب کر دیا جائے اسے مدلَّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کام انجام دے رہا ہے اسے مُدلِّس (لام کے زیر کے ساتھ) بولتے ہیں۔ جس روایت میں تدلیس کی جاتی ہے، اس میں چونکہ یہ بھی امکان ہوتا ہے کہ درمیان سے متعدد افراد حذف کر دئیے گئے ہوں جس کا پڑھنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ روایت جس میں تدلیس پائی جاتی ہو قابل قبول نہیں۔ اور جس روایت کو مدلّس عن کے ذریعہ روایت کرے اس کی وہ روایت بھی قابل قبول نہیں۔ مثلاً اہل کوفہ میں سے ابو اسحاق سبیعی اور اعمش وغیرہ مشہور مدلّس ہیں۔ اسی طرح اہل بصرہ میں سے سعید بن ابی عروبہ، قتادہ اور حسن بصری مشہور مدلّس ہیں۔ جب یہ حضرات کوئی روایت کریں جو انہوں نے نہ سنی ہو اور درمیان سے کوئی ضعیف راوی غائب کر دیا ہو اور وہ راوی ضعیف ہو۔ لہٰذا وہ روایت جو معنعن ہو اور اس کا راوی بھی مدلّس ہو قابل قبول نہیں۔

امام بخاری نے اصول تو یہ بیان کیا ہے کہ مدلّس کی حدیث قابل قبول نہیں۔ لیکن اپنی صحیح میں مدلّس کی حدیث معنعن نقل کرتے ہیں اور خاموشی سے آگے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً عن سعید بن عروبہ عن قتادہ عن فلاں۔

تدلیس لغت میں بیچنے کے وقت مال میں عیب چھپانے کو بولتے ہیں۔ شمنی کا کہنا ہے کہ علماء حدیث کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔ اور وکیع بن جراح کا قول ہے کہ جب کپڑے کا عیب چھپانا جائز نہیں تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے جائز ہوگا!

مرفوع اگر سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں۔

موقوف لیکن اگر بات صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے موقوف کہا جاتا ہے۔

مقطوع لیکن اگر یہ بات تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے مقطوع کہتے ہیں۔

سند راویوں کا وہ طریقہ جس کے ذریعہ حضور تک پہنچا جائے۔ یہ ذہن میں رہے کہ ایسی روایت جس کی سند نہ پائی جاتی ہو وہ قطعی الاعتبار شے ہے۔ سند کو اسناد بھی کہتے ہیں

متصل اگر راوی حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند پہنچ جائے تو اسے متصل کہتے ہیں۔

معضل اگر سند میں سے دو راوی گر جائیں تو اسے معضل کہتے ہیں۔

مردود لیکن اگر راوی معتبر ہے اور روایت ایسی نقل کر رہا ہے جو دیگر معتبر راویوں کے خلاف ہے تو ایسی روایت کو مردود بولتے ہیں۔

عدالت راوی میں ایسا ملکہ پایا جائے کہ جو اعمال بد فسق و بدعت وغیرہ سے انسان احتراز کرتا ہو اور جس انسان میں یہ صفات پائی جائیں تو اسے عادل کہتے ہیں۔

موضوع جس روایت کے کسی راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حدیث میں عمداً جھوٹ بولتا ہے۔ خواہ اس نے زندگی میں ایک بار ہی ایسا کیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں

متروک اگر راوی اپنے کذب و افتراء میں مشہور ہو گیا ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو تو اس راوی کو بھی متروک کہتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو بھی متروک بولتے ہیں۔

مبہم اگر راوی کا نام یا اس کی ذات کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ تو اسے مبہم کہتے ہیں۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ مبہم راوی کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ مبہم شخص صحابی ہے تو پھر روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔

نوٹ :۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ صاحب جامع الاصول نے تحریر کیا ہے کہ محدثین کے

ایک جماعت نے خوارج، قدری، شیعہ۔ رافضی اور دیگر اہل بدعات کی روایت قبول کی ہیں لیکن ایک جماعت نے اس معاملہ میں ان فرقوں میں سے کسی شخص کی روایت قبول نہیں کی۔ اور انہوں نے ان سے روایت لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان فرقوں سے جو روایات لی جائیں گی وہ بہت احتیاط سے لی جائیں گی۔

تقاضائے احتیاط یہ کہ ان فرقوں سے روایات نہ لی جائیں۔ کیونکہ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ یہ فرقے اپنے اپنے مذہب کی ترویج کے لئے احادیث گھڑتے رہے اور بہت سوں نے توبہ کے بعد اس کا اقرار بھی کیا۔ مقدمہ مشکوٰۃ ص۶۔

راوی اگر حدیث روایت کرے لیکن روایت میں غلطیاں بہت کرتا ہو تو اس کے لئے حدیث میں کثرۃ غلط اور غفلت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صحاح حدیث کی وہ مشہور کتابیں جن کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی ان پانچ پر تو اتفاق ہے۔ اس لئے صحاح کہتے ہیں، چھٹی کتاب میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک موطا، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

کہ ان چاروں کتابوں یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں احادیث صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور انھیں صحاح اکثریت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ مصنف مصابیح نے ان چاروں کتابوں کی روایت کو حسن لکھا ہے۔ اور یہ لغوی معنی کے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ چھٹی کتاب سنن دارمی کو شمار کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بہت کم راوی ضعیف ہیں۔ بہت کم اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس میں شاذ روایات بہت کم ہیں۔ اس کی سندات بھی عالی ہیں۔ اور بخاری سے زیادہ ثلاثیات اس میں پائی جاتی ہیں۔

اربعہ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چار کتابیں۔

صحیحین:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

کذاب: جس راوی کا حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔

نکارت:۔ منکر روایت بیان کرنا۔ ایسے شخص کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

غالی:۔ حد سے بڑھا ہوا۔ یعنی بہت بد بودار رافضی۔ یا بہت بد بودار خارجی وغیرہ۔

شیعہ:۔ جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہو۔ ایسے لوگ حضرت علی کے دور میں موجود تھے۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ کم ہوتے گئے۔

رافضی:۔ جو خلفائے ثلثہ کو بُرا کہتا ہو۔

تشیع:۔ شیعہ ہونا۔

وضاع:۔ احادیث وضع کرنے والا۔

حافظ:۔ محدثین کی اصطلاح میں احادیث یاد رکھنے والے کو حافظ کہا جاتا ہے۔ یعنی حافظ الحدیث اس سے مراد حافظ القرآن نہیں ہوتی۔ ہم نے اپنی کتاب مذہبی داستان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اور اگر حافظ سے مراد حافظ قرآن ہوتی ہے تو حافظ قرآن کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

غریب اسے خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس حدیث کا صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ راوی معتبر ہے تو فقہاء کے نزدیک ایسی روایت قابل عمل تو ضرور ہے۔ لیکن اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر راوی ضعیف ہے تو وہ قابل عمل بھی نہیں۔ اور اگر وہ شدید ضعیف ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کی نسبت بھی حرام ہے۔

امام ہر ماہر فن کو بولتے ہیں۔ اگر وہ ماہر فقہ ہے تو امام الفقہ مراد ہوتا ہے اور اگر ماہر حدیث ہے تو امام الحدیث مراد ہوتا ہے۔ ہم نے ہر جگہ یہ لفظ ماہر حدیث اور حدیث کے واقف کار کیلئے استعمال کیا ہے۔

نوٹ:۔ اگر کوئی روایت ضعیف ہو تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا

یا اسے دین کا جزو تصور کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو"

گویا قرآن کی رو سے ہر مسلمان پر ہر خبر کی تحقیق لازمی ہے۔ اور جب تک کسی روایت کی صحت کی تحقیق نہ ہو جائے اُس وقت تک اسے بیان کرنا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تسلیم کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"مگر وہ لوگ جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو"

حضرت علیؓ سے متعلق وضعی روایتیں

حضرت علی کی سپہ سالاری

حضرت عمرانؓ بن حُصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر حضرت علیؓ بن ابی طالب کو عامل متعین کیا۔ حضرت علیؓ اس دستے کو لے کر گئے۔ انھوں نے ایک باندی حاصل کی۔ اس پر صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے عہد کیا کہ جب ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی تو حضرت علیؓ نے جو فعل کیا ہے اس سے حضورؐ کو مطلع کریں گے۔ اور صحابہؓ کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کو سلام کرتے اور پھر اپنے گھروں کو جاتے۔

جب یہ سریہ واپس آیا تو اس نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں اشخاص میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ علیؓ بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی ایسی حرکت کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت پیش کی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے وہی بات دہرائی۔ آپؐ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہوکر وہی بات عرض کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور آپؐ غصہ میں سوال فرما رہے تھے تم علی رضؓ سے کیا چاہتے ہو! تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میرے بعد علیؓ ہر مومن کے ولی ہیں۔

امام ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

جیسا کہ ہم آگے لکھ رہے ہیں کہ واقعہ کی نوعیت کیا تھی حضرت علیؓ کسی جنگی لشکر کے امیر نہ بنائے گئے تھے بلکہ انھیں خمس لینے کے لئے یمن بھیجا گیا تھا جہاں تک ترمذی کی اس روایت کا تعلق ہے وہ جعفر بن سلیمان ضبعی کی تیار کردہ ہے۔ کیونکہ بقول امام ترمذی جعفر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور جعفر بن سلیمان تبع تابعی ہے۔

وصولِ خمس کے بعد حضرت علیؓ کی واپسی حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی۔ اور حج کے بعد خمِ غدیر میں شکایات کا دفتر کھلا حضور نے صحابہ کرام کی شکایات پر یہ جواب دیا۔

فان لہ فی الخمس اکثر من ذالك — کیونکہ خمس میں علی کا اس سے بھی زیادہ حصہ ہے

اور اس واقعہ کے باعث حضرت بریدہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں جس پر حضورؐ نے حضرت بریدہؓ سے یہ الفاظ فرمائے کہ تو اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

واقعہ صرف اتنا تھا جس سے حضرت علیؓ کی بشری کمزوری اور غلطی ثابت ہو رہی تھی اور یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد خمِ غدیر کے مقام پر حضورؐ سے صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور حضورؐ نے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی تھی

جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ تین ماہ کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب
نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا۔

لیکن شیعہ ذہن اس واقعہ کو جوں کا توں قبول نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے خم غدیر کے موقع
پر حضرت علیؓ کی ولایت اور وصیت کے اتنے افسانے وضع کئے کہ اہل سنت حضرات بھی اس سیلاب
میں بہہ گئے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور میں اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی فرق باقی نہیں رہا اور
جو کمی رہ گئی تھی وہ تصوف کے واسطے پوری ہو گئی۔

جعفر بن سلیمان

ترمذی فرماتے ہیں اسے جعفر بن سلیمان الضبعی کے علاوہ کوئی روایت
نہیں کرتا۔ اور وہ تبع تابعی ہے اور مخالف کیمپ کا آدمی ہے جو واقعہ کو
یوں کا توں کبھی قبول نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے روایت میں اپنی جانب سے ایسے الفاظ
داخل کئے جس سے تمام صحابہؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہو اور اصل شکایت پہ پردہ
پڑ جائے۔ پھر بعد میں اس واقعہ کو حضرت علیؓ کی ولایت کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا۔

امام ترمذی نے اس روایت کو غریب یعنی خبر واحد قرار دیا۔ اور فرمایا اسے جعفر بن سلیمان
کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس روایت کی صحت و عدم صحت کا تمام تر دارومدار جعفر
بن سلیمان کی ذات پر موقوف ہے۔

جعفر بن سلیمان بنو حارث کا غلام تھا اس نے بنو ضبیعہ خاندان میں سکونت اختیار کی
اسی لئے ضبعی کہلاتا ہے۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد و متقی لوگوں میں ہوتا ہے
بخاری کے علاوہ تمام محدثین ستہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں کوئی خاص عیب نہیں جب یہ صنعا پہنچا تو
لوگوں نے اس سے علم حاصل کیا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید
القطان اسے ضعیف کہتے اور اس کی حدیث نہ لکھتے۔ ابن سعید کا بیان ہے یہ اگرچہ ثقہ ہے
لیکن اس میں ضعف پایا جاتا ہے اور شیعہ ہے۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے تھے انھوں نے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبد الوارث سے علم حاصل کرتا ہے وہ میرے پاس نہ آئے کیونکہ عبد الوارث معتزلی ہے اور جعفر بن سلیمان رافضی ہے۔

سہل بن ابی حدویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر بن سلیمان سے دریافت کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابو بکر رضؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ گالیاں تو خیر نہیں دیتا لیکن ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں جریر بن یزید بن ہارون کے ذریعہ اس جعفر کا یہ قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد جریر بن یزید بن ہارون نے مزید فرمایا یہ جعفر تو گدھے کی طرح رافضی ہے۔

عمر بن علی کا بیان ہے کہ میں نے امام عبد اللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے سوال کر رہے تھے۔ انھوں نے سوال کیا کیا تو نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ امام ابن المبارک نے سوال کیا کیا ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا۔ ہاں۔ ابن المبارک نے سوال کیا کہ کیا تو نے یونس بن یزید کو دیکھا ہے؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تھا تو ان کی مجلس میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ اور ان سے علم کیوں نہ حاصل کیا؟ تو نے ان حضرات کو چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے روایات سنیں۔ اور عوف تو اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب اپنی ذات میں دو بدعتیں جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ عوف بن ابی جمیلہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز عبد الرزاق بن ہمام سے ایسی بات سنی جو اس کے رافضی ہونے کا ثبوت تھی۔ میں نے عبد الرزاق سے سوال کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے مثلاً معمر، اوزاعی، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس یہ سب اہل سنت تھے پھر تجھ میں یہ تشیع کہاں سے آیا؟ عبد الرزاق نے جواب دیا۔ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان آیا (یعنی صنعاء میں) میں نے اسے فاضل اور نیک پایا

لہٰذا [illegible] مذہب حاصل کیا ۔

یعنی جعفر بن سلیمان نہ صرف خود رافضی تھا بلکہ زہد و تقوے کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کو بھی رافضی بناتا تھا یہی کہ عبدالرزاق بن ہمام جیسا محدث بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا ۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ شیعوں نے ہمیشہ زہد و تقویٰ اور تصوف کا لبادہ اوڑھ کر تشیع کا زہر پھیلایا ہے یہی وجہ ہے جو ہمارے صوفیا تشیع میں غرق نظر آتے ہیں حتیٰ کہ بلحاظ عقائد شیعوں اور سنیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ۔ بلکہ بسا اوقات یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے صوفیا فی الواقع جعفر بن سلیمان کا کردار ادا کر رہے ہوں ۔ اور تقیہ کرکے زہد و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ لیا ہو ۔

کیونکہ مسلم سے بغض رکھنا جائز نہیں۔ اس لئے آپ نے ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ بلا تقسیم باندی سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔ تو اس پہ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ جس شے میں ملکیت کا کچھ نہ کچھ حق پایا جاتا ہو۔ اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔ جیسے اگر کوئی باپ کسی بیٹے کا مال چرالے تو اس پر قطعاً حد جاری نہ ہوگی کیونکہ بیٹے کے مال میں باپ کا بھی حق ہے۔ اس طرح خمس میں ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ، مساکین، سائلین و مسافرین کا حق ہے۔ لہٰذا اس جرم پہ حد جاری نہ ہوگی۔ لیکن یہ حرکت خود خلاف قانون ہے۔ اور اس مال کا نگران چونکہ امیر وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ کسی کو اجازت دیدے۔ اور لونڈی کو تقسیم کر دے تو اس شخص کیلئے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ جیسے باندیاں امیر کی تقسیم سے جائز ہوتی ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خمس میں علیؓ کا اس سے زیادہ حصہ ہے تو یہ جملہ خود ایک اجازت متصور ہوگا۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ دوران جنگ جو عورتیں ہاتھ آتی ہیں اگر انھیں امیر تقسیم کر دے تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ان سے اس وقت تک صحبت جائز نہیں جب تک انہیں حیض نہ آجائے یا اگر حمل ہے تو وضع حمل نہ ہو تاکہ دو شخصوں کا نطفہ مخلوط نہ ہو جائے۔ اسے اصطلاح شریعت میں استبراء کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس قانونی نقطہ کو کیسے نظر انداز کیا۔ ممکن ہے۔ وہ لڑکی کنواری ہو جس سے استبراء کی ضرورت نہ ہو۔ اور لفظ جاریہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جاریہ عربی زبان میں کنواری اور نابالغ لڑکی کو کہتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ حرکت اگرچہ اللہ کی نظروں میں بری نہ ہو لیکن صحابہ کرامؓ جو حضورؐ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ انھیں یہ غیر اخلاقی حرکت ناگوار گزری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کے سبب اگرچہ صحابہؓ نے سکوت اختیار کر لیا لیکن

یک عام شخص کے ذہن میں یہ تخیل ضرور پیدا ہو گا کہ اگر حضرت علیؓ ابن عم اور داماد نہ ہوتے۔ یا ان کی اسلام کی خاطر اتنی قربانیاں نہ ہوتیں، تو اس وقت حضورؐ کا ردعمل کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ تخیل کی پرواز نے عام لوگوں کے ذہنوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے کیا اثر پیدا کیا ہوگا۔ اور ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے صرف ڈھائی ماہ بعد لوگ آپ کی خلافت کو قبول کر لیں گے۔ ہمارا ذہن تو یہ کہتا ہے کہ شاید ایک فرد بشر بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی لئے شیعہ ذہن نے اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا۔ اور ولایت علیؓ کے ڈھنڈورے پیٹنے شروع کر دیئے۔

یہ ہے خم غدیر کی اصل حقیقت جو شیعہ پروپیگنڈے کے سبب سنیوں کے ذہنوں سے بھی محو ہو چکی۔ بلکہ پاک و ہند کا سنی اس مسئلہ میں شیعوں کا ہمنوا بنا ہوا ہے۔ بلکہ ہمارے علماء بھی ترمذی وغیرہ کی روایت کو دیکھ کر شیعوں کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں

ابو سریحہ یا زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں۔ اس روایت میں شعبہ کو شک ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ شعبہ نے یہ روایت میمون ابو عبداللہ کے واسطہ زید بن ارقم سے نقل کی ہے۔

ترمذی نے یہ بات کہہ کر اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ شعبہ کو اس روایت میں شک و شبہ واقع ہو رہا ہے۔ اولیں شک تو یہ ہے کہ یہ روایت ابو سریحہ یعنی حذیفہ بن اسید سے مروی ہے یا زید بن ارقم سے۔

دوسرا شک یہ ہے کہ شعبہ نے یہ روایت سلمہ بن کہیل سے سنی۔ یا میمون ابو عبداللہ سے، اس طرح اس روایت میں اضطراب ہے۔ اور جس روایت میں اضطراب ہو وہ مضطرب کہلاتی ہے جو شدید قسم کی ضعیف اور ناقابل قبول ہوتی ہے خواہ اس کی سند کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔

ابن عدی اور ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت سلمہ بن کہیل سے ہرگز مروی نہیں۔ بلکہ یہ روایت میمون ابو عبداللہ سے مروی ہے کیونکہ شعبہ کے علاوہ اسے عوف نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عوف نے میمون کا نام لیا ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کا تمام دار و مدار میمون ابو عبداللہ پر موقوف ہے۔

میمون ابو عبداللہ

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید اس سے کوئی روایت نہ لیتے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ شخص لاشئے ہے۔ خود شعبہ کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک رذیل انسان ہے۔

میزان جلد ۳ ص ۲۳۵

حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا ہم اس حج میں شریک تھے۔ آپ نے راہ میں قیام کیا۔ اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں تمام مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ علیؓ بھی حقدار ہے۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (ابن ماجہ مترجم۔ ۱۹ ص ۱)

ترمذی نے حضرت براء بن عازب سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس کہانی کے جواب کے

لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ سطور میں اسے ضرور پیش کریں گے۔

عدی بن ثابت۔ براء سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عدیؒ بن ثابت ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ احمد بن حنبل، احمد العجلی، اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔

ذہبی اور ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شیعوں کا مجتہد۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام تھا۔ ان میں یہ سچا شمار ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام شیعہ اس عدی جیسے ہو جاتے تو شیعوں کا شر کچھ کم ہوتا یعنی اس کا شمار دس نمبریہ میں نہیں تھا۔

مسعودی کا خیال ہے کہ یہ شیعوں کے خیالات کو جس انداز میں پیش کرتا ہے اس سے بہتر انداز میں کوئی دوسرا شیعہ بیان نہیں کرتا۔ (یہ ذہن نشین رہے کہ مورخ مسعودی غالی تبرائی رافضی ہے)

جوزجانی کا بیان ہے کہ عدی راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۹۱

عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتمؒ رازی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اس کا دادا اس کی ماں کا نانا عبداللہ بن یزید تھا۔ اس نے احادیث براءؓ بن العازب سے سنی ہیں۔ اس عدی سے احادیث نقل کرنے والے یحیٰی بن سعید الانصاریؒ مسعرؒ اور شعبہؒ ہیں۔ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم سے اس عدی کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ سچا شخص ہے۔ شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا قصہ گو ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۲، ص ۲

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب مسلک ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی امامت و ولایت سے بڑھ کر کوئی دوسری شئے نہیں۔ لہٰذا اس روایت کے مردود ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا راوی عدی بن ثابت شیعہ ہے

اگر آپ حضرات یہ تصور کرتے ہوں کہ اس روایت کا راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے

لہٰذا یہ قابل قبول ہے۔ اگر فی الواقع یہ کچھ امر ہوتا تو بخاری و مسلم بھی اس سے روایت نقل کرتے لیکن ان کا نقل نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بخاری و مسلم کسی شیعہ راوی کی وہ روایات قبول نہیں کرتے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ اور چونکہ اس روایت سے شیعہ مسلک کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اس شیعہ کی یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

اگر آپ حضرات یہ تصور فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اتنا معمولی سا فساد ہے۔ تو شیعہ مذہب کا یہ اصول پیش نظر رکھئے کہ دین کے دس حصوں میں نو حصہ دین تقیہ یعنی جھوٹ بولنے پر موقوف ہے یعنی شیعہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب کچھ جھوٹ ہوتا ہے ان کی بات کو سچا ماننے والا سب سے بڑا جھوٹا ہے جو خود فریبی کا شکار ہے۔

اس روایت میں ایک اور بھی فساد موجود ہے اور اس مفسد کا نام علی بن زید بن جدعان ہے

علی بن زید بن جدعان

اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر ابو ملیکہ بن جدعان ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا شمار علماء تابعین میں ہوتا ہے اس سے بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت انسؓ سعید بن المسیب اور ابو عثمان النہدی سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص مختلف فیہ ہے جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک نابینا ہو گئے علی بن زید بن جدعان، قتادہ اور اشعث الحدانی۔

منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

شعبہ کہتے ہیں آخر عمر میں اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

حماد بن زید کوفی کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلیاں کرتا تھا۔ فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان۔ اس کی روایت سے احتراز کرتے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ یہ تو رافضی ہے۔

احمد العجلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص حجت نہیں لیکن ابو حاتم کہتے ہیں، اس کی روایت لکھ لی جاتی ہے لیکن یزید بن ابی زیاد مجھے اس سے زیادہ پسند ہے۔

تبوذکی کا بیان ہے کہ بڑھاپے میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ میں اس کی روایت خرابی حافظہ کے باعث قبول نہیں کرتا۔ ابن عدی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا۔ ۱۳۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ میزان جلد ۳ صفحہ ۱۲۷

ابو حاتم کا بیان ہے کہ علی بن یزید بن جدعان ہم سے آج کچھ حدیث بیان کرتا اور کل کچھ اور، اور وہ اس لائق نہ تھا کہ اس کی حدیث قبول کی جائے۔ ج ۳ صفحہ ۱۸۶

صالح کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد اسے قوی نہیں سمجھتے تھے۔ الجرح والتعدیل

ترمذی نے حضرت براءؓ سے جو کہانی نقل کی ہے۔ اس سے کچھ ہی حالات سامنے آتے ہیں۔ قارئین کرام اس پر بھی نظر ڈال لیں۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک پر علیؓ ابن ابی طالب کو امیر متعین کیا۔ اور ایک پر خالد بن الولید کو اور فرمایا جنگ کے وقت علیؓ امیر ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔ اور اس قلعہ سے باندی لے لی۔ (یعنی اس سے ہمبستر ہوئے)۔

یہ واقعہ خالد بن الولید نے لکھ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

روانہ کیا جس میں علیؓ کی شکایت کی گئی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جب خط پڑھا تو آپ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی اور فرمایا

تو اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ نے خاموشی فرمائی۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس ایک سند کے علاوہ کسی اور سند سے واقف نہیں ترمذی ج ۲ ص ۲۴۷

اس واقعہ میں کہاں تک حقیقت ہے۔ اور کہاں کہاں غلطی ہے ہم اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ لیکن تمام روایات سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بلا اجازت مال خمس سے ایک لڑکی الگ کر لی تھی۔ اور اس سے بلا اجازت رسول ہمبستر ہوئے تھے۔ اور مال خمس میں اصل حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا کہ باندی کو کسی کی ملکیت میں دیں یا آزاد کر دیں۔ بہر صورت یہ نبی کی اجازت پر موقوف تھا اور یہاں بلا اجازت یہ فعل سرزد ہوا۔ تو لوگوں کو اس پر اعتراض واقع ہوا۔ اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے تو یہ عہد کیا تھا کہ ہم واپس جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شکایت پیش کریں گے۔

چونکہ حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے قبل واپس نہ آ سکے تھے بلکہ سیدھے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حج میں مصروف تھے جب آپ حج سے فراغت کے بعد خم غدیر میں ٹھہرے تو وہاں شکایتوں کے دفتر کھلے جسے سبائیوں نے ابتدائی دور میں ردوبدل کر کے پیش کیا۔ اور جوں جوں ان کے اماموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اتنا ہی ان روایات میں ردوبدل ہوتا گیا۔ ترمذی کی ایک اور روایت ملاحظہ کیجیے۔

جو حضرت عمرانؓ بن حصین سے مروی ہے۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اور اس پر علیؓ ابن ابی طالب کو امیر بنایا۔ وہ لشکر لے کر چلے اور راہ میں ایک لونڈی سے ہمبستر ہوئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چار صحابہ نے تو باہم عہد کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہو گی۔ تو ہم علیؓ کی اس حرکت سے آپ کو مطلع کریں گے۔

مسلمانوں کا دستور یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ لشکر واپس پہنچا تو انھوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ علیؓ کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی اور ویسی حرکت کی رسول اللہ صلی اللہ نے منہ پھیر لیا۔ تو دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر یہی بات عرض کی۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت کی۔ آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور فرمایا۔ آخر تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی۔ ج ۲ ص ۲۱۳

ہمیں اس روایت پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ ہمیں تو قارئین کے سامنے صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ خم غدیر میں ولایت تقسیم نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ شکایات کے دفتر کھلے ہوئے تھے جس کا اقرار جعفر بن سلیمان جیسا شیعی بھی کر رہا ہے۔ جو حضرت عمرانؓ کی حدیث کا راوی ہے۔

ہاں ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ ضرور عرض کریں گے کہ نہ تو دو لشکر بھیجے گئے اور نہ حضرت علیؓ کو امیر بنایا گیا۔ بلکہ حضرت علی کو یمن، حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا تھا۔ جو یہ تمام جھگڑا درپیش آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے پاس حضرت علیؓ کو خمس لینے کے لیے روانہ کیا۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے مجھے علیؓ سے بغض پیدا ہو گیا۔ کیونکہ علیؓ نے غسل کیا تھا۔ (یعنی خمس میں سے ایک باندی کے ساتھ ہمبستر ہوئے تھے) میں نے خالدؓ سے کہا تم نے علیؓ کی یہ حرکت دیکھی۔

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے اس واقعہ کا آپ سے تذکرہ کیا۔ آپؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تو علیؓ سے بغض نہ رکھ۔ کیونکہ مال خمس میں اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

معلوم ہوا کہ خم غدیر میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ، کی تفہیم نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہاں تو سیکڑوں افراد شاکی کھڑے تھے۔ حتیٰ کہ اس واقعہ کی بدولت بعض صحابہؓ کے دلوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے بغض پیدا ہو گیا تھا۔ اور خاص طور پر حضرت بریدہؓ اس معاملہ میں اس طرح مشہور ہیں جیسے شیعہ راویوں نے ان کی جانب فضیلت علیؓ کی روایات وضع کرکے منسوب کی ہیں۔

یہ ہماری کوئی نرالی منطق نہیں بلکہ علامہ شمس الحق افغانی صاحب نرنگ زئی جو علمائے دیوبند میں ایک مستند اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تقریظ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے یہ تقریظ علامہ محمد نافع صاحب کی ایک کتاب حدیث الثقلین پر لکھی ہے موصوف کے الفاظ ہیں۔

ورابعاً یہی عترت والی بات درست نہیں۔ کیونکہ خم غدیر میں مقصود اصلی حضرت علیؓ پر اعتراضات کا دفعیہ تھا۔ اور اعتراضات کی اصلیت عداوت تھی۔ اللہم وال من والاہ او عاد من عاداہ کا تقابل

بتلا رہا ہے کہ اہل بیت مستحق محبت ہیں نہ محل عداوت۔ حدیث الثقلین ص۲۱

اب رہا یہ مسئلہ کہ مقام غدیر خم میں یہ سند کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں تقسیم بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ ہماری عقل ہرگز بھی یہ امر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس قسم کے ناسازگار ماحول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں گے۔ یہ تو سراسر خلاف حکمت ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے خلاف جو محاذ قائم ہو رہا تھا۔ اس کے تدارک کے لئے آپ نے یہ دعا فرمائی ہو۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ تو اس سے عداوت رکھ یہی بات مولانا شمس الحق افغانی نے فرمائی کہ یہاں محبت وعداوت کا تقابل ہو رہا ہے مقصود عداوت دور کرنا ہے تقسیم اسناد نہیں۔

حافظ جمال الدین زیلعی حنفی المتوفی ۷۶۲ھ مختلف روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔ اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں۔ مگر حدیثیں ضعیف ہیں۔ جیسے حدیث طیر اور حدیث افطر الحاجم اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور آشکارا کر دیتا ہے۔ نصب الرایہ فی احادیث الہدایہ ج ۱ ص۳۶

امام ابن تیمیہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا یصح من طریق الثبوت اصلا — یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقہ سے ہرگز ثابت نہیں

منہاج السنہ ج ۴ ص۸۶

ہم نے جہاں تک قرآن وسنت کا مطالعہ کیا ہے تو ہمیں اس روایت کے علاوہ جہاں بھی مولیٰ کا لفظ نظر آیا تو وہ یا تو اللہ کے لئے استعمال ہوا اور اگر کسی انسان کے لئے یہ مستعمل ہوا تو اس صورت میں ہوا جب کہ اس شخص کا کوئی زرخرید غلام پایا جاتا ہو۔ ارشاد الٰہی ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَولٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے

نیز ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَولٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ اچھا مولیٰ ہے اور اچھا مددگار ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ آپ ہی ہمارے مولیٰ ہیں۔ کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

نیز ارشاد ہے۔

مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ان کا مولیٰ حق ہے اور حکم اسی کے لئے ہے

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہُوا۔ اور اس معنیٰ کے لحاظ سے اس کا غیر اللہ کے لیے استعمال جائز نہ ہوگا۔ اور خاص طور پر ان حضرات کے لیے جو کسی انسان کے زرخرید غلام نہ ہوں۔

زمانۂ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولیٰ کہہ کر پکارتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لا تقولوا لسيدكم يا مولاي بل قولوا يا سيدي اپنے سردار سے اے میرے مولیٰ نہ کہو۔ بلکہ اے میرے سید کہا کرو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل و خوار تصور کرتے۔ اور اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو "یا عبدی" کہہ کر پکارتے۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا اور مالکین کو حکم دیا وہ اپنے غلام کو مولیٰ کہیں۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں جس کا مولیٰ ہوا۔ علی رضؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالکین کے لئے اس لفظ کی ممانعت فرمائی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے لئے بلکہ حضرت علی رضؓ

کے لئے بھی ان الفاظ کو استعمال فرماتے ۔ یہ تو ایک امر محال ہے ۔ اور نبی کریم صلی اللہ پر کھلا اتہام ہے

اا ۔ اس کہانی سے یہ نتیجہ ضرور ظاہر ہوا کہ پاک و ہند میں کروڑہا افراد مولی بن گئے ۔ جس نے داڑھی رکھ لی ۔ وہ مولی بن گیا ۔ خواہ اس نے فرنچ کٹ داڑھی ہی کیوں نہ رکھی ہو ۔ وہ مولی کہلایا ۔ اس طرح حضرت علیؓ کے واسطے سے یہ لفظ نہ صرف عام ہوا بلکہ داڑھی رکھنے والوں کیلئے ایک اچھی خاصی گالی بن گیا ۔

سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نماز پڑھی ہے ۔

اگر یہ روایت بلحاظ سند درست بھی ہوتی ۔ تب بھی ہمارے لئے ہرگز حجت نہیں اس لئے کہ جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی ۔ اس وقت تک ابن عباسؓ وجود میں بھی نہ آئے ہونگے کیونکہ ابن عباسؓ ہجرت مدینہ سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے تھے ۔ اور جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی ، تو شاید اس وقت ابن عباسؓ کے کوئی بڑے بھائی عالم وجود میں آنے کی تیاری فرما رہے ہوں گے ۔ لہٰذا جھوٹ کے لئے ایک ہنر کی ضرورت ہے ۔ اور یہ بھی ایک ہنر ہے کہ واقعہ کا ناقل اس شخص کو بنایا جائے ۔ جو عالم وجود میں بھی نہ آیا تھا ۔

ترمذی اس کہانی کو نقل کر کے لکھتے ہیں ۔ یہ روایت اس سند سے غریب ہے کیونکہ اسے شعبہ کے علاوہ کسی نے ابو بلج سے نقل نہیں کیا ۔ اور شعبہ سے محمد بن حمید کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا ۔ اور ابو بلج کا نام یحییٰ بن سلیم ہے ۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۳

ہم نے اس کی سند دیکھی تو اس کی سند حسب ذیل سامنے آئی ۔

محمد بن حمید ، ابراہیم بن المختار ، شعبہ ، ابو بلج ، عمرو بن میمون ابن عباسؓ

عمرو بن میمون اس کا آخری راوی عمرو بن میمون ہے ۔ اسے قناد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ۔ ذہبی لکھتے ہیں ۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت

منکر ہوتی ہے جہاں تک شعبہ کا تعلق ہے تو یہ کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ اب یہ خبر نہیں کہ انھوں نے ایسے راوی سے روایت کیوں نقل کی۔ یا بعد کے راویوں نے ان کی جانب سے منسوب کر دی۔ بلہذا ہم بعد کے راویوں کی چھان بین کرتے ہیں۔

ابراہیم بن المختار الرازی - اس کی کنیت ابواسماعیل ہے۔ ابن اسحاق کا شاگرد ہے اس سے محمد بن حمید اور عمرو بن رافع القزوینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی روایات پہ اعتراض ہے۔ ابوغسان زنیج کہتے ہیں۔ میں نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

(ابوغسان زنیج سے مراد محمد بن عمرو بن بکر الرازی ابوغسان ہے۔ وہ اپنی کنیت اور لقب سے مشہور ہیں) ان کا شاگرد محمد بن حُمید ہے۔

محمد بن حُمید الرازی - ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں اس کا شمار حفاظ میں ہوتا ہے۔ ابن المبارک اور یعقوب قمی سے روایات نقل کرتا ہے اور یہ ضعیف ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کے یہاں منکرات بہت ہوتی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ رازی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

فضلک الرازی کا بیان ہے کہ میرے پاس ابن حُمید کی پچاس ہزار روایات ہیں لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ محمد بن حُمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی ہمیں سلمۃ الابرش کے واسطہ سے سنائی۔ اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ میں علی بن مہران کے

پاس گیا۔ وہ ابن اسحاق کی مغازی سنا رہا تھا جو محمد بن حمید نے سلمۃ الابرش سے نقل کی ہے۔ اس نے جب یہ مغازی مجھ سے سنی۔ تو حیران ہو کر بولا۔ یہ کتاب تو محمد بن حمید نے مجھ سے سنی ہے۔

کوسج کا بیان ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ہم محمد بن حمید کو ہر معاملہ میں متہم سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس شخص سے بڑھ کر اللہ سے بے خوف کوئی نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کی احادیث لیتا اور ان میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن حمید اور ابن الشاذ کوفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ابو علی النیساپوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے سوال کیا کہ اگر آپ ابن حمید سے سند حاصل کرتے تو بہتر تھا کیونکہ احمد بن حنبل نے اس کی ثنا کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ احمد اسے صحیح طور پر پہچانتے نہ تھے۔ اگر وہ اسے پہچان لیتے۔ جیسے ہم نے اسے پہچانا ہے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

ابو احمد العسال کا بیان ہے کہ میں نے فضلک الرازی سے سنا ہے کہ میں محمد بن حمید کے پاس گیا وہ روایات کے لئے سندات وضع کر رہا تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قرآن حفظ نہ رکھ سکتا تھا۔

ابو بکر الصنعانی سے دریافت کیا گیا کیا آپ محمد بن حمید سے روایات کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہاں اس سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایات لی ہیں۔

محمد بن حمید کے شاگردوں میں محمد بن جریر طبری اور ابو القاسم البغوی ہیں۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

اب ذرا آپ ابو بلیح کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابو بلیح الفزاری

یہ قبیلہ بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط میں مقیم تھا اس کا نام یحییٰ بن سُلیم تھا۔ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چاروں اصحاب سنن نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ عمرو بن میمون الاودی اور محمد بن حاطب الجمحی سے روایت نقل کرتا ہے۔ اور اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کی ہیں۔

اسے یحییٰ بن معین وغیرہ۔ ابن سعد، نسائی، اور دارقطنی، نے ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں اچھا ہے اس میں کوئی برائی نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے۔ یہ اللہ کا بہت ذکر کرتا تھا۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ خطا کیا کرتا تھا۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے۔ کہ آپؐ نے علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اور اس کی بکواسات میں سے ایک بکواس یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص نے فرمایا جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کے دروازے آپس میں کھڑکھڑاتے ہوں گے اور وہاں کوئی نہ ہوگا۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت بہت منکر ہے۔

میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۸۴

حضرت علیؓ کی امارتِ حج

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ برارت کی دس آیت نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بلایا اور انھیں اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ جاکر اہلِ مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ اور فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے جلد ملو۔ اور ان سے جہاں بھی ملاقات ہو میری تحریر لے لینا۔ اور اس تحریر کو اہل مکہ کے پاس لے کر جانا۔ اور پڑھ کر سنانا حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں ابوبکرؓ سے جحفہ میں ملا۔ اور ان سے خط لے لیا۔ ابوبکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر حج کئے لوٹ آئے۔

انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں لیکن جبرئیل میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے حکم دیا کہ آپ کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یا آپؐ خود جائیں یا اسے بھیجیں جو آپؐ میں سے ہو۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱

یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے محمد بن سلیمان لُوَین سے نقل کی ہے اس طرح اس روایت کو امام احمد کی جانب منسوب کرنا تو غلط ہے۔ ہاں یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ کی جانب منسوب کی جا سکتی ہے۔

محمد بن سلیمان لُوَین نے یہ روایت محمد بن جابر سے نقل کی ہے۔ اس نے سماک سے اس نے حنش سے اور اس نے حضرت علیؓ سے۔ ہم اسکے صرف دو راویوں پر کلام کریں گے۔ ایک حنش اور ایک سماک۔

حنش بن المعتمر :۔ اسے ابن ربیعہ الکنانی الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ ہم نے ایصال ثواب نامی کتاب میں تحریر کیا تھا کہ حضورؐ کی جانب سے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی وصیت کا

انی سبائی شخص ہے۔ اس نے حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے حکم، سماک اور اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

اسے ابوداؤد نے ضرور ثقہ کہا ہے لیکن ابوحاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ شخص نیک ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور یہ کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوتیں۔ میزان ج ا ص ۲۱۶

اسے ابوداؤد نے ضرور ثقہ کہا ہے لیکن ابوحاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ نیک شخص ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور کہانیاں ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوتیں۔ میزان ج ا ص ۲۱۹

اور یہ پہلے بھی گزارش کیا جا چکا ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے ان کے شاگرد نقل کریں تو روایت اس وقت قابل اعتبار نہ ہوگی جب تک عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اسے نقل نہ کریں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے جتنے بھی ساتھی ہیں یہ سب قاتلین عثمان ہیں۔ اور سب جھوٹے ہیں۔ اس لئے محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پر جتنا جھوٹ بولا گیا اتنا کسی فرد پر نہیں بولا گیا۔ لہذا اگر کوئی کوفی یا بالفاظ دیگر کوئی سبائی حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ امام نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں اس سے سماک روایت کرتا ہے۔ قوی نہیں ص ۳۶۔ بخاری لکھتے ہیں حنش بن المعتمر الصنعانی۔ بعض کہتے ہیں۔ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے اس نے حضرت علیؓ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے سماک اور حکم کوفی نے روایت نقل کی ہے۔ محدثین اس کی حدیث میں کلام کرتے ہیں کتاب الضعفاء صفحہ ۳۸۔

سماک بن حرب حنش سے جو روایت نقل کرنے والا سماک ہے۔ اس کی کنیت ابوالمغیرہ ...

الکوفی ہے۔ بخاری کے علاوہ اس سے سب نے روایت لی ہے۔ یہ سچا ہے۔ نیک آدمی ہے۔

ابن المبارک نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے جریر الضبی کا بیان ہے کہ میں سماک کے پاس گیا۔ میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس آ گیا اور دل میں سوچا کہ اس کا دماغ سٹھیا گیا ہے۔ لہٰذا میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ امام شعبہ اسے ضعیف کہتے ہیں احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے لیکن تب بھی یہ عبد الملک بن عمیر سے بہتر ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

نسائی کا بیان ہے کہ جب کسی اصل میں منفرد ہو تو یہ حجت نہیں۔ لیکن اس میں یہ عیب ہے کہ اسے تلقین کی جاتی تو وہ اس تلقین کو قبول کر لیتا۔

حجاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے سماک سے کہنا شروع کیا عکرمہ عن ابن عباس وہ جواب دیتے ہاں۔

ابن عمار کا بیان ہے کہ حدیث میں غلطیاں کرتا۔ لوگ اس کی حدیث میں اختلاف کرتے ہیں۔ عجلی کا بیان ہے۔ جائز الحدیث ہے۔ سفیان ثوری اسے تھوڑا بہت ضعیف کہا کرتے تھے۔ ابن المدینی کہتے ہیں اس کی روایت عکرمہ سے مضطرب ہے یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ یہ عکرمہ کے علاوہ اور لوگوں کی روایت میں ٹھیک ہے لیکن ان لوگوں میں نہیں جن پر اعتماد کیا جائے۔

انا مدینة العلم وعلی بابها

ترمذی نے حضرت علیؑ کے ذریعہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ انا دار الحکمة وعلی بابها۔

ہیں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب و منکر ہے۔ اسے بعض راویوں نے شریک سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں صنابحی کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ اور ہم نے ثقہ راویوں میں سے سوائے شریک کے کسی اور کے پاس یہ روایت نہیں پائی۔

شاید امام ترمذی نے اس روایت کو اسی لئے منکر قرار دیا ہے۔ ابن جوزی اور سراج القزوینی جنھوں نے عربی میں ترمذی پر حاشیہ لکھا ہے، وہ اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن عمر الرومی ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ محمد بن عمر الرومی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو کس نے وضع کیا ہے۔ شریک نے یا محمد بن عمر الرومی نے یا اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری نے یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہر صورت یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۶۸

اس کا آخری راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو ترمذی کا استاد ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ ابن ابی شیبہ اور ہناد کا بیان ہے کہ یہ فاسق ہے اور سلف کو گالیاں دیتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۱

شریک سے یہ روایت نقل کرنے والے محمد بن عمران الرومی اور عبدالحمید بن بحر البصری ہیں۔ ابن الجوزی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اول تو یہ روایت سوید بن غفلہ سے نقل کیا۔ لیکن سوید نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ اور یہ روایت مضطرب ہے۔ اور سلمہ بن کہیل نے صنابحی سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں اس روایت کی تین سندات ہیں۔ پہلی سند میں محمد بن عمر الرومی ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے جو ان حضرات نے کبھی بیان نہیں کی تھی۔ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ دیگر سندات میں عبدالحمید بن بحر ہے۔ جو

اسے شریک سے نقل کرتا ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ حدیث کا چور تھا۔ اور ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے، جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اس کی روایت کسی حال میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

اس روایت کی ایک سند یہ ہے کہ ابوبکر بن مردویہ نے محمد بن قیس کے ذریعہ اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے۔ اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں، اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ لیکن اس کی سند میں محمد بن قیس مجہول ہے پہلی دونوں روایتوں میں جناب شریک کا حال ابن الجوزی نے نقل نہیں کیا۔ ہم اس کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

شریک بن عبداللہ النخعی۔ ابو عبداللہ الکوفی قاضی ہیں۔ حافظ ہیں، صادق ہیں تاہم ایک امام ہیں، علی بن الاقمر زیاد بن علاقہ اور منصور سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ اس شریک کو انتہائی ضعیف قرار دیتے تھے۔

ابن المثنی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن المہدی کو کبھی شریک سے حدیث روایت کرتے نہیں سنا۔

محمد بن یحییٰ بن سعید القطان نے اپنے والد یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے شریک کے اصول میں بہت خلط ملط دیکھا ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن سعید سے عرض کیا لوگوں کا گمان ہے کہ شریک "آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور آخر عمر میں خلط ملط کرنے لگا تھا" اس پہ یحییٰ بن سعید نے فرمایا وہ ہمیشہ سے ہی روایات میں خلط ملط کرنے کا مریض تھا۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس النخعی۔ اس کا دادا سنان بن انس حسین بن علی کا قاتل ہے۔

یحییٰ بن حسان کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس شریک سے روایت کرتے۔
عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں۔ شریک کی حدیث کچھ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ اس شریک کا حافظہ خراب تھا۔ اسے حدیث میں اضطراب ہوتا اور تشیع کی جانب مائل تھا۔
ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ شریک نے چار سو احادیث میں غلطیاں کی ہیں۔
معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ شریک سچا ہے ثقہ ہے لیکن اگر اس کی روایت میں کوئی اس کا مخالف ہو تو مجھے اس کا مخالف اس سے زیادہ محبوب ہے۔
ابو یعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے اور احادیث میں احتیاط نہیں برتتا اور خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر تصور کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار روایات تو جابر جعفی رشیوں کی کتابوں کا راوی کی بعض اور دس ہزار غریب روایات تھیں۔
سعدویہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا ہے۔ شریک اہل کوفہ کی روایات سفیان سے زیادہ جانتا ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ شریک ان روایات میں قوی نہیں جن کی روایت میں منفرد ہے
ابو قتیبۃ الحلبی کا قول ہے کہ ہم رملہ میں تھے تو لوگوں نے باہم اس امر کا تذکرہ کیا کہ

اس وقت امت میں سب سے اہم کون شخص ہے۔ کچھ لوگ بولے کہ ابن لہیعہ ہیں۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ وہ امام مالک ہیں ہم نے عیسیٰ بن یونس سے دریافت کیا جو اس زمانے میں ہمارے پاس آئے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا اس امت کا اہم آدمی شریک ہے۔ اور شریک اس وقت تک زندہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے انھوں نے فرمایا ابو اسحاق کے معاملہ میں شریک زہیر سے

زیادہ ... ہے۔ اور عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ابو اسامہ کا درجہ ... کے معاملہ میں مجھے شریک اسرائیل سے زیادہ پسند ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ شریک سچا ہے۔ مجھے ابو الاحوص سے زیادہ پسند ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے شریک کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ احادیث بکثرت روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی غلطیاں کرتا ہے۔ اس پر فضلک الصائغ نے ان سے فرمایا کہ شریک نے واسط میں باطل احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابو زرعہ نے اس پر فرمایا۔ ان روایات کو باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا۔ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں کسی صحابی کو کوئی فضیلت نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا یہ شخص احمق ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو فضیلت دی گئی ہے۔

ایک روایت شریک سے یہ ہے کہ علیؓ کو ابوبکرؓ پر وہی شخص فضیلت دے سکتا ہے جو خوار و رسوا نہ ہو۔

ابو داؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ انھوں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؓ خیر البشر ہیں۔ جو شخص اس سے انکار کرے۔ اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے کہا کیا آپ اپنے بھائی کی عیادت نہیں کر سکتے؟ اس نے سوال کیا، کون سا بھائی؟ میں نے عرض کیا، مالک بن مغول۔ اس نے جواب دیا۔ جو علیؓ اور عمارؓ پر نکتہ چینی کرے۔ وہ میرا بھائی نہیں۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن حکیم کے ذریعہ علی بن خادم سے نقل کیا ہے کہ عتاب ...... اور ایک اور شخص شریک کے پاس گئے۔ اور عرض کیا لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کو علیؓ کے حق ہونے کے معاملہ میں شک ہے۔ شریک نے جواب دیا اے احمق مجھے شک کیسے ہو سکتا ہے میں تو یہ پسند کرتا تھا کہ میں علیؓ کے ساتھ ہوتا۔ اور اپنی تلوار مخالفین کے خون سے

نہیں کرتا۔ (یعنی زبیر، طلحہ اور امیر معاویہ)

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو مسلمانوں نے ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنا لیا اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی شخص ابوبکرؓ سے افضل ہے۔ تو سب اس پہ ٹوٹ پڑتے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ اگرچہ اس نے حق اور عدل کو قائم کیا۔ لیکن جب اس پہ موت کا وقت آیا۔ تو اس نے چھ آدمیوں میں شوریٰ قائم کر دی۔ اور وہ عثمانؓ پہ جمع ہو گئے۔ اگر ان لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہوتی کہ کوئی شخص ان میں سے عثمانؓ سے بھی افضل موجود ہے تو یہ لوگ ہمیں گھیر لیتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انھوں نے فرمایا: تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے شریک سے حق بات اگلوائی۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے اور یقیناً اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اس حمیت نے اس شریک کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا اور کہا کہ امیر معاویہؓ نہایت بردبار شخص تھے۔ اس پہ شریک نے کہا وہ شخص کیسے بردبار ہو سکتا ہے کہ جس نے حق کو چھپایا۔ اور علیؓ سے جنگ کی۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حدیث میں حسن بن صالح اس شریک سے زیادہ ثابت ہے۔ شریک تو اس کی پرواہ بھی نہ کرتا کہ وہ کیسی احادیث بیان کرتا ہے

امام ذہبی فرماتے ہیں اس کے باوجود شریک علم کا ایک تھیلا تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شریک میں کوئی برائی نہیں۔ مسلم نے متابعت میں اس شریک کی حدیث روایت کی ہے سنہ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۰

جو روایت سطور بالا میں پیش کی گئی یعنی میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کے اگر دیگر راوی معتبر بھی ہوتے تب بھی یہ روایت شریک کے شیعہ ہونے

کے باعث مردود ہوتی۔ اور اس صورت میں جب کہ دیگر روایات قطعاً مجہول ہیں، اس شریک کی روایات کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے علاوہ متعدد سندات سے ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں یہ روایت ابن عباسؓ سے مجاہد نے نقل کی ہے۔ مجاہد سے اعمش اور اعمش سے ابو معاویہ الضریر نے۔ اگرچہ اعمش اور ابو معاویہ ہر دو شیعہ ہیں لیکن چونکہ ان سے تمام ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے لہٰذا ہم بھی اسے قبول کر لیتے ہیں۔ ورنہ محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر راوی کوئی حدیث روایت کرے جس سے راوی کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس لحاظ سے اعمش اور ابو معاویہ الضریر کی روایت بھی قابل قبول نہیں لیکن ہم نے ان پر تبصرہ اس لئے نہیں کیا کہ اہل سنت والجماعت کے بیشتر ارکان ان اہل تشیع کے مداح ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دیگر ایسے بھی راوی پائے جاتے ہیں جن پر ابن جوزی نے کلام کیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی تلخیص پیش کئے دیتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے یہ روایت دس سندات سے مروی ہے۔ پہلی سند میں ابو معاویہ سے یہ روایت نقل کرنے والا جعفر بن محمد البغدادی الفقیہ ہے۔ لیکن وہ روایت کی چوری میں مشہور ہے۔

دوسری سند میں رجاء بن سلمہ ہے۔ رجاء بن سلمہ حدیث کی چوری میں متہم ہے

تیسری اور چوتھی سند میں عمر بن اسمٰعیل ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں کذاب ہے خبیث ہے۔ برا آدمی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں۔ یہ متروک ہے۔

پانچویں سند میں ابو الصلت الہروی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کذاب ہے۔ اس نے یہ روایت ابو معاویہ کے نام سے وضع کی اور پھر اس سے ایک جماعت نے اس روایت کو چوری

کیا، اور روایت آگے بڑھالی۔

چھٹی سند میں احمد بن سلمہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے اور دوسروں کی احادیث چوری کرتا ہے۔

ساتویں سند میں سعید بن عقبہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور غیر ثقہ ہے

آٹھویں سند میں ابو سعید العدوی ہے جو مشہور کذاب ہے۔ اور وضاع الحدیث ہے۔

نویں سند میں اسمٰعیل ابن [illegible] بن یوسف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث چوری کرتا اور سندات تبدیل کرتا ہے اس کی روایت کو کسی صورت میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

دسویں سند میں حسن بن عثمان ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

رہی حدیث جابر، اس کی پہلی سند میں احمد بن عبد اللہ المکتب ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ روایات وضع کیا کرتا تھا۔

دوسری سند میں احمد بن طاہر بن حرملہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ حدیث جھوٹ ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابو الصلت کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے اس روایت کو ایک جماعت نے چوری کیا اور آگے بڑھا دیا۔ ابو حاتم بن حبان کا بیان ہے اس خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور نہ ابن عباس اور مجاہد سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اور نہ اعمش اور ابو معاویہ نے کوئی حدیث بیان کی۔ اور جس شخص نے یہ حدیث بیان کی ہے، غالباً اس نے ابو الصلت سے چوری کیا ہے اور اس کی سند تبدیل کردی۔

اس روایت کے سلسلہ میں امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو الصلت کی صورت بگاڑے۔

دارقطنی نے ان لوگوں کے نام گنائے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو چوری کیا ہے ان

جن میں سے عمر بن اسمٰعیل بن مجالد ہے۔ دوسرے محمد بن جعفر العبدی، تیسرے محمد بن یوسف ہے جو ہمارے کا شیخ ہے۔ اس نے ایک مجہول شیخ کے ذریعہ ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے چوتھا ایک نسائی شیخ ہے جو اسے ہشام بن عمار کے ذریعہ ابو معاویہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے ایک پانچویں راوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا نام عثمان بن خالد العثمانی ہے۔ یہ شخص اسے بیان کرتا ہے عیسیٰ بن یونس کے ذریعہ اعمش سے روایت کرتا ہے اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں۔

دار قطنی کا بیان ہے۔ عیسیٰ بن یونس سے عثمان بن عبد الصمد الاموی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن عدی نے ایک چھٹے شخص کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے اسے ابو الصلت سے احمد بن سلمہ نے بھی چوری کیا ہے۔ اور یہ شخص ثقہ راویوں کے نام سے باطل احادیث روایت کرتا ہے

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اسے ساتویں شخص رجاء بن سلمہ اور آٹھویں شخص جعفر بن محمد البغدادی اور نویں شخص ابو سعید العدوی اور دسویں شخص ابن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے اگرچہ ان سب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں

موضوعات ۱۔ ج صفحہ ۳۴۹

یہ روایت خواہ کسی درجہ کی ہو لیکن ایک صحیح حدیث بھی جو بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے نقل کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں سو رہا تھا۔ اچانک خواب میں میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ حتیٰ کہ دودھ کی تری میرے ناخنوں سے ٹپکنے لگی۔ میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہوئی۔ فرمایا۔ علم

اگر اس روایت پر غور کیا جائے، تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ در اصل باب العلم حضرت عمرؓ تھے اور چونکہ عمرؓ کے نام سے للٰہی بغض تھا۔ لہٰذا حضرت علیؓ کے لئے فوراً روایات وضع کی گئیں تاکہ

اس روایت کا جواب تیار ہو سکے۔ ورنہ دراصل باب العلم حضرت عمرؓ تھے۔

اے علیؓ جو تجھ سے بغض رکھے وہ منافق ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اے علیؓ تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵ ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲

امام ترمذی نے حسب عادت اس روایت کو بھی حسن قرار دیا ہے۔ لیکن ہمیں اس روایت پر متعدد اعتراض ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عدی بن ثابت ہے جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے اور اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن یہ کٹر شیعہ ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ شیعوں کا عالم ہے اور ان میں سچا مشہور ہے۔ ایک متعصب گو انسان ہے اور شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ کاش اگر تقیہ شیعہ بھی لیے ہوئے ہوتا تو ان کا فتنہ کچھ کم ہو جاتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے عدی سے زیادہ [illegible] کہتے ہوئے کسی کو نہیں پایا۔ ابتداء سے مسعودی کٹر شیعہ ہے یعنی گواہ بھی گھر کا ہے۔ امام احمد نسائی اور احمد العجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ دارقطنی کا قول ہے یہ غالی رافضی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۱

اگر عدی کو شیعہ اور رافضی ہونے کے باوجود ثقہ اور سچا بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی محدثین کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ کسی بدعتی فرقہ کے راوی کی وہ روایت ہرگز قبول نہیں ہوتی جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔ اس [illegible] سے یہ روایت ناقابل قبول ہے اور جو راوی

اپنے مذہب کی تائید میں حدیث روایت کرتا ہو وہ متروک اور ضعیف تصور کیا جاتا ہے اور اس روایت سے تشیع کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً منکر ہے۔

علاوہ ازیں اس کا دوسرا راوی سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی ہے۔ ان کا نام سلیمان بن مہران ہے اور محدثین انھیں امام مانتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ اور درمیان سے اکثر ضعیف راویوں کو گرا دیتا ہے اس لحاظ سے یہ مدلس بھی ہے اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں ہوتی ہے جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت حرف عن سے مروی ہے۔

اس کا ایک راوی یحییٰ بن عیسیٰ ہے الرملی ہے۔ جو اصلاً کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور اس نے رملہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لیے رملی کہلاتا ہے۔ امام احمد اس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابو معاویہ کا قول ہے کہ اس کی حدیث لکھ لیا کرو۔ لیکن یہ ابو معاویہ خود ثقاہت میں متکلم فیہ ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث عمدہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں

احمد بن ابی مریم کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس یحییٰ بن عیسیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کی حدیث نہ لکھو۔ نسائی لکھتے ہیں یہ یحییٰ بن عیسیٰ قوی نہیں

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت کہ علی کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ اس کا راوی بھی یحییٰ بن عیسیٰ ہے اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں اور کوئی دوسرا انھیں روایت نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ ص ۴۰۳

اس کا آخری راوی عیسیٰ بن عثمان ہے جو یحییٰ بن عثمان الرملی کا بھتیجا ہے امام ذہبی نے اس کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے یعنی صدوق ہے۔ اور صدوق اس شخص کو بولا جاتا ہے جس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو۔ اور یہ ثقاہت کا سب ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ کیونکہ صدوق ہونے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ وہ غلط روایات بیان

کرے یا خود روایات میں غلطی کرے۔

اس تمام گفتگو سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آیا کہ اس کے دو راوی شیعہ اور ایک ضعیف ہے اور یہ روایت ردّی ہے۔

اگر اس کے ساتھ بخاری کی وہ حدیث بھی شامل کر لی جائے جو حضرت براءؓ سے عدی بن ثابت شیعہ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن یبغضھم ابغضہ اللہ	انصار سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرتا اور ان سے منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھتا۔ جو ان سے محبت کرے گا۔ اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔ اللہ اس سے بغض رکھے گا۔
بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۴	

بخاری کی ایک اور روایت حضرت انسؓ بن مالک سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

آیت الایمان حب الانصار و آیت النفاق بغض الانصار	ایمان کی علامت انصار کی محبت اور منافق کی علامت انصار سے بغض ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصار کو دیکھ کر فرمایا تھا۔

اللھم انتم من احب الناس الی	اے اللہ۔ تم تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔
بخاری ج ۱ صفحہ ۵۳۴	

اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی تھی۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابوایوبؓ اور دیگر صحابہؓ کے نام کا ورد کرنے والے اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد صرف پانچ آدمی مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ یعنی حضرت علیؓ حضرت سلمانؓ حضرت مقدادؓ حضرت عمارؓ اور حضرت ابوذرؓ۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس طریقے سے مسلمان ہے۔

پرندے کا گوشت کھانا

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ آپ کے پاس ایک پرندے کا گوشت آیا۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ وہ میرے ساتھ شریک ہوکر اس پرندے کا گوشت کھائے۔ اتنے میں علیؓ آگئے اور انھوں نے آکر حضور کے ساتھ وہ گوشت کھایا

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اگرچہ یہ روایت اور سندات سے بھی مروی ہے۔ لیکن ہم اس روایت کو اسی سند سے جانتے اور پہنچانتے ہیں۔

اور سُدّی کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ہے اس نے حضرت انسؓ بن مالک کا زمانہ پایا ہے۔ اور حسین بن علی کو بھی دیکھا ہے۔ ترمذی ج ۲ صہ ۲۳۶

سُدّی سے مراد سدی کبیر یعنی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ ابن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک یہ سچا ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ اس کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔

سلم بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی اس سدی کے پاس سے گزرے۔ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ یہ تفسیر قرآن نہیں بلکہ تفسیرِ قوم ہے۔ لوگوں نے ابراہیم سے عرض کیا۔ اسے قرآن کا بہت بڑا علم حاصل ہے۔ انہوں نے علم فرمایا نہیں بلکہ جہالت۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ یہ سدی ضعیف ہے لیث کہتے ہیں کہ کوفہ میں

دو شخص سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ ایک سدی اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد کا بیان ہے۔ کہ میں سدی کے پاس روایات سننے گیا ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۶

سدی سے یہ کہانی نقل کرنے والا عیسیٰ بن عمر ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے عیسیٰ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ یہ امام بخاری کا استاد ہے۔ اور صحیح بخاری میں اس سے روایات بھی مروی ہیں یحییٰ بن معین اور ابو حاتم رازی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم مزید فرماتے ہیں کہ عبید اللہ سے زیادہ محتاط تو ابو نعیم ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ وہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ بلکہ علم قرآن میں وہ استاد تصور کیا جاتا تھا۔ میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھاتے نہیں دیکھا۔ اور نہ اسے کبھی ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابو داؤد سجستانی کا قول ہے کہ وہ تو ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اس نے بدترین قسم کی احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کا موجد وہ خود ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔

ذہبی کہتے ہیں بظاہر بہت عابد و زاہد تھا۔ اور حرام سے بہت پرہیز کرتا تھا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ جب کوئی راوی کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت ناقابلِ قبول ہوتی ہے اور خاص طور پر جب اس روایت سے شیعوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہ ہوگی

جس میں حضرت علیؓ اور ان کے اہل خاندان کی فضیلت یا اموی اور دیگر صحابہؓ کی مذمت ہو۔
ان قسم کی تمام روایات راویوں کا جھوٹ تصور کی جائیں گی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں دین کے
دس حصوں میں سے نو حصہ دین جھوٹ بولنا ہے اور جو شخص جھوٹ نہیں بولتا اس کا دینداری
سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس فرقہ کا عام جھوٹ صحابہ کرام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لیے
سدی اور عبید اللہ بن موسیٰ کی کوئی ایسی روایت قابل قبول نہیں جس سے صحابہ کی مذمت یا
مفروضہ اہل بیت کی فضیلت کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے روایات لی ہیں تو
بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے مذہب تشیع
کی تائید ہوتی ہو۔ بخاری و مسلم ایسے شیعہ راوی سے روایت لیتے ہیں جس سے دیگر رواۃ
بھی روایت کر رہے ہوں۔ اس لیے بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ کی مناقب اہل بیت یا دیگر
صحابہؓ کی مذمت میں کوئی روایت نہیں لی۔ بخاری و مسلم ان شیعہ راویوں سے عام طور پر ایسی
روایات لیتے ہیں جو دوسرے راوی بھی روایت کر رہے ہوں۔

ہاں اگر اسے صرف شیعہ راوی روایت کر رہا ہو۔ اور اس شیعہ راوی سے جھوٹ بولنا بھی ثابت
نہ ہو۔ اور وہ روایت شریعت کے کسی اصول کے خلاف نہ ہو تو اس شیعہ راوی کی روایت قبول
کی جائے گی۔ عام محدثین کا فیصلہ یہی ہے اگرچہ بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ شیعہ راوی
کی کسی قسم کی کوئی روایت قابل قبول نہیں اس لیے کہ وہ لوگ تقیہ یعنی جھوٹ کو عین دین
اور کار ثواب تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس خارجی، معتزلی، مرجئی وغیرہ جھوٹ کو جائز نہیں
سمجھتے۔ اس لیے ان کی روایات قابل قبول ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے مسلک کی تائید میں کوئی روایت نہ کریں
اس کا ایک اور راوی سفیان بن وکیع ہے اس کا کاتب اس کی روایات میں اضافہ
کرتا رہتا اور یہ اپنے خرابی حافظہ کے باعث وہ روایت جیسی لکھی پاتے اسے جوں کا توں بیان کر دیتے
اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ اپنے والد وکیع بن الجراح الکوفی کی طرح شیعہ مذہب رکھتے ہوں۔

اور اپنے جھوٹ کو کاتب کے سر منڈھتے ہوں۔

الغرض اس روایت کی سند میں چار راوی مجروح ہیں۔ اس لئے ابن جوزی نے "العلل المتناھیہ فی احادیث الواھیہ"۔ اور سراج الدین قزوینی نے حاشیہ ترمذی میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی فرماتے ہیں اس کی تمام سندات باطل ہیں۔

ہمیں حیرت تو خطیب بغدادی پر ہے کہ انھوں نے حاکم مصنف مستدرک کو اس لئے رافضی قرار دیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت المستدرک میں نقل کی۔ لیکن ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کیا ہے اور اسے غریب قرار دیا۔ لیکن خطیب نے ترمذی کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ ممکن ہے کہ حاکم نے ترمذی ہی سے دیکھ کر نقل کیا ہو۔ اس طرح اصل مجرم ترمذی بنتے ہیں۔ نہ کہ حاکم۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حاکم شیعہ ہیں۔ لہٰذا ترمذی بھی تشیع سے کسی صورت میں خالی نہیں۔ اور کتاب المناقب میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے معاملے میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے میں مجھ سے ابتدا فرماتے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے۔ اور جب خاموش رہتا تب بھی مجھ سے ابتدا فرماتے۔

ترمذی کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۳

حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا عبداللہ بن عمرو بن ہند ہے۔ یہ سوائے حضرت علیؓ کے کسی سے روایت نہیں کرتا۔ اور اس سے عوف اعرابی کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

اس عبداللہ بن عمرو بن ہند سے عوف اعرابی کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص واقف نہیں

اس لحاظ سے یہ راوی مجہول ہے۔ اور مجہول راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں۔

عوف الاعرابی کی مرویات اکثر کتب صحیح میں پائی جاتی ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، تو اگر چند ہمعصروں کا باہم موازنہ کرے جیسے ابن عون اور ایوب کا عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحرانی کے ساتھ، حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور محمد بن سیرین کے شاگرد ہیں۔ تو تو ان چاروں میں صحت نقل اور فضیلت علمی کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق پائے گا۔ اگرچہ عوف اور اشعث بھی صادق اور امین سمجھے جاتے لیکن عوف اور اشعث ہرگز ابن عون اور ایوب کے مقام کو نہیں پہنچے۔

محمد بن عبد اللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

عبد اللہ بن المبارک نے جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا جب تو نے ابن عوف یونس اور ایوب کو دیکھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تو نے انھیں چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے احادیث سنی۔ اللہ کی قسم عوف تو بدعتوں سے کم پر راضی نہیں ہوتا۔ یعنی وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

ایک بار بندار نے عوف کی حدیث پڑھ کر سنائی اور فرمایا عوف اللہ کی قسم قدری ہے رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵

اس لحاظ سے یہ روایت عوف بن ابی جمیلہ رافضی کی وضع کردہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی

حضرت بریدہ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان چار اشخاص کے نام بھی بتا دیجئے۔ آپؐ نے:

ان میں علی رضؓ بھی ہیں۔ ان میں علیؓ بھی ہیں۔ یہ الفاظ تین بار دہرائے۔ پھر فرمایا۔ ابوذرؓ مقدادؓ اور سلمانؓ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

ملت سبائیہ اس کی قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ صرف چند اشخاص مسلمان باقی رہ گئے تھے اصول کافی کی ایک روایت کی رو سے ان کی تعداد تین ہے ایک روایت میں چار افراد کا ذکر ہے۔ اور ایک میں پانچ کا۔ اس روایت میں حضرت عمارؓ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان سے کون سا ایسا قصور سرزد ہوا تھا جو ان کا شمار نہیں کیا گیا۔

مزید لطف یہ ہے کہ یہ روایت حضرت بُریدہ رضؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ سابقہ صفحات میں بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت بُریدہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اور آپؐ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

اگر واقعتاً یہ روایت درست ہے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک صحابی نبیؐ کی زبان سے ایسی بات سننے کے بعد حضرت علیؓ سے بغض رکھے۔ لازماً ان دونوں روایات میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسے شریک کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

جناب شریک صاحب کا حال سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں لیکن عبداللہ بن ادریس کے یہ الفاظ ضرور ذہن میں رکھئے کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

اور ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ روایت اس کے تشیع کا منہ بولتا ثبوت ہے

اگر اس نے یہ روایت وضع نہیں کی۔ تب بھی اس روایت کی سند میں ایک۔ اور زہر یلا ناگ موجود ہے جس کا نام اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر بہت سے محدثین نے جرح کی ہے۔ کیونکہ یہ غالی شیعہ تھا۔ عبدان کا بیان ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ہناد نے ہم پر اسمٰعیل کے پاس جانے پر اعتراض کیا اور فرمایا تم اس فاسق کے پاس کیوں جاتے ہو۔ جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۲

اس کی سند میں ایک اور راوی ابو ربیعہ الایادی ہے جس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۹۲

الغرض اس روایت کی سند میں دو راوی رافضی اور ایک منکر الحدیث ہے۔ ایسی صورت میں اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

میرا قرضہ صرف علیؓ ادا کر سکتے ہیں

حضرت حبشی بن جنادہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میری جانب سے کسی چیز کی ادائیگی یا علیؓ کریں گے یا میں خود کروں گا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۶۰

اس روایت کا پہلا راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے کہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ سُدی کذاب رافضی کا بھانجا ہے۔ دوسرا راوی وہی شریک بن عبداللہ بن سنان ہے جس کا تفصیلی زائچہ سابقہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے تیسرا راوی ابو اسحاق السبیعی ہے جو مشہور مدلس ہے حتیٰ کہ امام عبداللہ المبارک نے یہاں تک فرمایا

کہ اہل کوفہ کو تدلیس کے مرض میں مبتلا کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اور شہرستانی نے الملل و النحل میں اس ابو اسحاق کو شیعہ قرار دیا ہے۔ ذہبی میزان میں زبید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ محدثین اہل کوفہ کی ایک جماعت ایسی ہے کہ جن کے مذہب کی ہرگز تعریف نہیں کی جا سکتی۔ (یعنی شیعہ ہونے کے باعث) لیکن اس کے باوجود وہ محدثین کوفہ کے سردار ہیں مثلاً ابو اسحاق سبیعی منصور، زبید الیامی اور اعمش وغیرہ اور ان کے ہم عصر۔ ان لوگوں کی صداقت کے باعث ان کی روایات قبول کی جاتی ہیں۔ لیکن مرسل روایات قبول نہیں کی جاتیں۔ المراجعات ص۱۱۱ میزان ج ۱/۹۶

گویا یہ چاروں افراد بھی شیعہ ہیں اور ان چاروں کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں تشدد نظر نہیں آتا۔

جب ہم اس روایت پر معنوی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں تو دنیا یہ بات جانتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کا سارا قرضہ ابوبکرؓ نے ادا کیا اسی طرح مسجد نبوی کی زمین کا پیسہ ابوبکرؓ نے ادا کیا۔ اور جب مسجد میں اضافہ کیا گیا اور زمین خریدی گئی تو اس کی ادائیگی عثمانؓ نے کی۔ تو کم از کم جھوٹ بولتے وقت کچھ عقل سے ہی کام لے لیا ہوتا۔ اسے تو لوگ خالص سپید جھوٹ تصور کریں گے۔

اس روایت کے تحت یہ جتنے قرضے ادا کئے گئے یہ سب کالعدم ہوئے۔ لہٰذا سبائی برادری ان قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ جب وہ اہتمام کرے تو ہمیں ضرور مطلع کرے

حضرت علیؓ کی فضیلت

حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک علیؓ اور

عباسؓ اجازت طلب کرتے ہوئے آئے اور ان حضرات نے مجھ سے کہا کہ اے اسامہؓ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ علیؓ اور عباسؓ اجازت طلب کرنا چاہتے ہیں آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں جاؤ انہیں آنے کی اجازت دو۔ میں نے انہیں جا کر اجازت دی وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔

ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اس لئے آئے ہیں کہ آپ سے یہ سوال کریں کہ آپؐ کے اہل میں آپؐ کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔ فاطمہؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ ہم آپؐ سے آپ کے اہل کے بارے میں سوال کرنے نہیں آئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہستی ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے۔ یعنی۔ اسامہؓ بن زیدؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اسامہؓ کے بعد۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالب۔

اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو تو آخر میں ڈال دیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ اس لئے کہ علیؓ نے آپ پر ہجرت میں سبقت کی ہے۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور شعبہ عمرؓ بن ابی سلمہ کو ضعیف کہتے تھے ج ۲ ص ۲۴۳

امام ترمذی کے ان آخری الفاظ سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک حسن وہ روایت ہوتی ہے جس کا راوی ضعیف ہو۔ یعنی وہ ضعیف روایت کے لئے حسن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے۔ کاش ہمارے علما امام ترمذی کے اس دعوی کو قبول فرمالیں۔ لیکن امام ترمذی نے خود اقرار کر لیا ہے کہ وہ ضعیف کو حسن کہتے ہیں

عمر بن ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن

یہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے والد ابو سلمہ کا شمار

مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ مدینہ کے قاضی تھے سچے آدمی ہیں لیکن غلطیاں کرتے ہیں۔ تقریب ص۲۵۴۔ گویا یہ روایت غلطی سے وجود میں آگئی۔ امام ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اس عمرؓ بن ابی سلمہ کو شعبہؒ، یحییٰ بن معینؒ، نسائی اور ابو حاتم نے ضعیف قرار دیا ہے اس نے ۱۳۲ھ میں اپنے ایک اموی بھانجے کے ساتھ مل کر بنو عباس کے خلاف بغاوت کی جو ناکام ہو گئی۔ اور عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اسے شام میں قتل کر دیا۔ میزان ج ۳ ص۲۰۱۔ نیز محدثین یہ بھی تشریح ملتے ہیں کہ یہ عمرؓ منکر روایات اپنے والد کی جانب منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔

بلحاظ سند تو ہم اس پر زیادہ کلام اس لئے کرنا نہیں چاہتے کہ امام ترمذی نے خود ہی اس کے ضعف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور شعبہ کا قول نقل کر کے جو خاموشی اختیار کی اس سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ امام ترمذی شعبہ کے ہمنوا ہیں۔ اور ان کے نزدیک عمرؓ بن ابی سلمہ ضعیف ہے۔

لیکن جب ہم اس روایت پر معنوی لحاظ سے غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ روایت خلاف عقل اور خلاف اصول باتوں کا ایک پلندہ نظر آتی ہے۔ قارئین بھی ان امور پر غور فرمالیں

۱۔ یہ آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ (اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور اے نبیؐ آپ نے بھی اس پر انعام کیا) حضرت اسامہؓ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ان کے والد حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں آپؐ نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا اور یہی آپؐ کا وہ انعام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا جا رہا ہے۔ اس روایت میں اس آیت کا تعلق حضرت اسامہؓ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو تاریخ، تفسیر، حدیث اور علماء کے متفقہ فیصلہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر اس کی سند بھی معتبر ہوتی تب بھی یہ روایت مردود ہوتی۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے ایک سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم یہ سوال کرنا نہیں چاہتے تھے اور پھر ان دونوں حضرات نے دوبارہ وہی سوال دہرایا۔ اور دوبارہ اس سوال پر دوسرا جواب ملا۔

۳۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسامہؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں حالانکہ آج تک روئے زمین پر اس کا کوئی قائل نہیں رہا۔

۴۔ اس روایت کی رو سے آپؐ نے حضرت اُسامہؓ کو اہل بیت میں شمار کیا اور چچا اور داماد کو اہل بیت سے خارج کیا۔ حالانکہ اگر اہل بیت سے مراد ازواج ہیں تو یہ سبھی خارج ہوتے ہیں۔ اور اگر اہل بیت سے مراد اہلِ خانہ ہیں تو یہ سب داخل ہوتے ہیں۔ آخر اس میں ایسی کیا پالیسی ہے کہ حضرت اسامہؓ تو اہلِ بیت میں داخل کئے جائیں۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اس سے خارج کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اس میں پالیسی یہ ہے کہ بنو اُمیہ کے خلاف جو تحریک چلی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ نے مل کر چلائی۔ گویا یہ دونوں خاندان بنی اُمیہ کی مخالفت پر متفق ہوئے اور عمر بن ابی سلمہ نے بنو امیہ کے ساتھ مل کر اس نئی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ کو اپنا مخالف تصور کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے ان دونوں حضرات کی حیثیت گرانے کے لئے یہ روایت وضع کر ڈالی۔ اور اسی سیاست کے پیش نظر حضرت اسامہؓ کا مقام ان حضرات سے بلند کر کے دکھایا گیا۔

۵۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوتے اور چچا اور داماد کو اجازت طلب کرنی پڑتی، جو ایک انتہائی حیرت ناک امر ہے۔

۶۔ اس روایت کی رو سے حضرت علیؓ حضرت عباسؓ سے اس لئے افضل ہیں کہ انھوں نے پہلے ہجرت کی۔ گویا جو پہلے ہجرت کرے گا وہ بعد کے مہاجرین سے افضل ہوگا

اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام مہاجرین حبشہ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح وہ مہاجرین مدینہ بھی افضل ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے قبل ہجرت کی۔ مثلاً حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت بلالؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعون وغیرہ۔ اس فارمولے کے تحت صحابہ کرام کے مراتب ازسرِ نو متعین کرنے ہونگے۔

حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے میں فیصلہ

عبد الرحمان بن سابط نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہؓ اپنی کسی خواص ضرورت سے مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ ان سے ملنے کے لئے آئے۔ اتفاق سے مجلس میں حضرت علیؓ کا ذکر آیا تو امیر معاویہؓ نے انہیں کچھ برا بھلا کہا۔ اس پر سعدؓ کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگے . . .

کہ تو اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہہ رہا ہے کہ جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں" اور میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا "اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور میں نے یہ کہتے بھی سنا ہے کہ "میں آج اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے" ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۷۶

ہم نے جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اس وقت بھی اس روایت پر ایک حاشیہ چڑھایا تھا لیکن اب ہمیں اس حاشیہ سے کافی اختلاف ہے۔ اس لئے ہم اپنے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنی پرانی کتابوں میں جو روایات نقل کی ہیں یا ان پر جو تبصرہ کیا ہے۔ ان پر روایاتی طور پر کلی اعتماد نہ کیا جائے۔ مثلاً اصولِ فقہ نسخہ ابن ماجہ۔ شرح حصن حصین۔ ترجمہ کتاب الاذکار، ترجمہ فتوح الغیب اور ترجمہ فوز الکبیر وغیرہ۔

یہ حدیث اتفاق سے صحیح مسلم میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن ابن ماجہ اور مسلم کی حدیث میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلم کی اصل روایت تو بہت مختصر ہے جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو

اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرےؐ بعد کوئی نبی نہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸

حضرت سعدؓ سے صرف اتنی مختصر سے روایت مروی ہے جس کا تعلق غزوۂ تبوک سے ہے۔ اس میں امیر معاویہؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ حضرت سعدؓ سے اس روایت کو ان کے صاحبزادے معصب، ابراہیم اور امام سعید بن المسیب روایت کر رہے ہیں۔ اور ان سب سے یہ روایت متعدد صحیح سندات کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن اس اصل روایت میں ولایت علیؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ لیکن صورت حال یہ پیش آئی کہ کذابین اور ضعیف راویوں نے حضرت سعدؓ کی اس اصل روایت میں اضافے شروع کر دئے۔ اور روایت کی صورت ہی بدل ڈالی۔

اس کا ثبوت خود مسلم کی ایک دوسری روایت سے ملتا ہے جو امام مسلم نے ایاس بن بکیر کے حوالے سے حضرت سعدؓ سے نقل کی ہے۔ جو ہم قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

بکیر بن مسمار نے عامر بن سعدؓ کے ذریعہ حضرت سعدؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا کہ اے سعدؓ کیا وجہ کہ تم ابوترابؓ کو برا نہیں کہتے۔ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے تین باتیں فرمائیں، چونکہ مجھے وہ یاد ہیں اس لئے میں ہرگز برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر مجھے ان میں سے ایک خوبی بھی حاصل ہو جاتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں انہیں پیچھے چھوڑ دیا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا۔ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری جگہ ایسا ہی بن جائے جیسا کہ ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرےؐ بعد نبوت نہیں

اور میں نے خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے حضرت سعدؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کے لئے امیدیں وابستہ کیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس علیؓ کو بلاؤ۔ علیؓ لائے گئے تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا۔ اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائی۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَ اَبْنَاءَكُمْ. ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸۔

امام نووی فرماتے کہ علماء کا قول ہے کہ ہر وہ روایت کہ جس میں کسی صحابی پر اعتراض واقع ہوتا ہو اسے بغیر تاویل کے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اور چونکہ اس روایت میں یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو دوسروں سے بُرا کہلواتے تھے، لہٰذا اس روایت کو اصل صورت میں تو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

یہ تو بڑوں کی باتیں ہیں ہم تو چھوٹے آدمی ہیں، ہمارے ذہن میں تو موٹی موٹی باتیں آتی ہیں جو ہم ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

۱۔ راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا، اور حکم بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ سوال پیش کر دیا گیا۔ اب محسوس ہوتا ہے کہ یا تو راوی بھول گیا یا سسپنس پیدا کرنے کیلئے بات کو گول کر گیا۔

۱۔ امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ سے جو خصوصاً سوال کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعدؓ کے علاوہ بقیہ صحابہ تو حضرت علیؓ کو برا کہتے تھے۔ لیکن صرف ایک سعدؓ ایسے تھے جو یہ حرکت نہ کرتے تھے جس کے باعث امیر معاویہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں تضاد پیدا ہو گیا ہے گویا راوی ایک جانب یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے انہیں برا کہنے کا حکم دیا، لیکن دوسرے جملے سے یہ ثابت کرتا ہے کہ امیر معاویہؓ صرف وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔. انہوں نے حکم کچھ نہیں دیا۔

۳۔ مباہلہ واقع نہ ہوا اور نہ اس کی ضرورت پیش آئی۔ گویا راوی صرف پنج تن کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہانی بیان کر رہا ہے۔

۴۔ راوی نے پوری آیت پیش نہیں کی۔ بلکہ آیت کا صرف وہ حصہ بیان کیا جس سے یہ چہار تن آیت کے تحت داخل ہو جائیں۔

۵۔ نجران کا وفد ۹ھ میں آیا، اور اس وقت امیر معاویہؓ کاتب وحی کی حیثیت سے مدینہ میں موجود تھے۔ کیا یہ بات ان کے علم میں نہ تھی۔

۴۔ اس روایت کو حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے عامرؒ نے نقل کیا ہے۔ اور عامرؒ سے بکیر بن مسمار نے جناب امام سعید بن المسیب نے اس عامرؒ سے وہ مختصر الفاظ نقل کئے ہیں جو ہم نے شروع میں مسلم کے حوالہ سے پیش کئے ہیں۔ اور بکیر بن مسمار اور سعید بن المسیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کجا سعید اور کجا بکیر۔ اور محدثین کا اصول یہ ہے کہ جب ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت بیان کرے تو اُس کی روایت شاذ ہوگی۔ اور اس راوی کی روایت قبول کی جائے گی جو زیادہ ثقہ ہو۔ اور کمتر کی روایت مجروح ہوگی۔

پہلی روایت نقل کرنے والے سعید بن المسیب محدثین کے نزدیک سیدالتابعین ہیں۔ جب کہ بکیر بن مسمار کا حال یہ ہے کہ بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ بلکہ انہوں نے فرمایا اس کی روایت قابل اعتراض ہوتی ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۰۱۔

حاتم بن اسماعیل

بکیر سے اس روایت کو حاتم بن اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں اس سے بخاری و مسلم نے روایات لی ہیں۔ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ مشہور ہے۔ لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں غفلت پائی جاتی ہے میزان ج ۱ صفحہ ۴۲۸۔

گویا اس کی روایت سعید بن المسیب کی حدیث اور مصعب اور ابراہیم کی روایات کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ روایت خود مجروح ہوگی۔

مسلم کی روایات تو ضمناً یہ بحث آگئیں۔ تاکہ قارئین کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ راوی کا جتنا مقام گرتا جاتا ہے۔ روایت میں اضافے ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی اصل ہیئت بدل جاتی ہے۔

اب ابن ماجہ کی روایت پر نظر ڈالئے تو آپ کو صاف طور پر نظر آجائے گا کہ حضرت سعدؓ کی روایت میں چند باتیں زبردستی ٹانکی گئی ہیں۔

۱۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا جملہ حدیث میں زبردستی ٹانک دیا گیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو برا کہتے

۳۔ جب امیر معاویہؓ نے یہ حرکت کی تو حضرت سعدؓ کو بہت غصہ آیا۔ تب یہ فضائل ظاہر ہوئے۔

۴۔ دیگر صحابہؓ خاموش یہ تماشا دیکھتے رہے۔ نہ انہوں نے امیر معاویہؓ پہ اعتراض کیا اور نہ حضرت سعدؓ کی کسی بات کا رد کیا۔

۵۔ ان تینوں روایات میں ایک بات ہر جگہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ کر گئے۔ اور انہیں حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دی حضرت سعدؓ کی اصل روایت اتنی تھی۔ باقی یاروں کے اضافات ہیں جو حضرت سعدؓ کی جانب زبردستی منسوب کر دئے گئے ہیں۔

موسیٰ بن مُسلم بن رُومان

ابن ماجہ کی مذکورہ روایت کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم بن رومان ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اَزدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۲۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں اس کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کے حال سے لاعلم ہیں۔

ابو مُعاویۃ الضّریر

موسیٰ بن مسلم سے یہ روایت نقل کرنے والا ابو معاویۃ الضّریر ہے۔ اس کا نام محمد بن خازم ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے بچپن ہی میں نابینا ہو گیا تھا۔ تمام صحاح میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ اعمش سے جو روایات نقل کرتے ہیں وہ درست ہوتی ہیں۔ لیکن اور لوگوں کی روایات میں انہیں وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۲۹۵۔

اور یہ روایت چونکہ وہ موسیٰ بن مسلم سے نقل کر رہے ہیں لہٰذا یہ روایت ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ موسیٰ بن مسلم راوی انہی کے وہم کی پیداوار ہو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن خراش کا قول ہے کہ ابو معاویہ اعمش کی روایت میں ثقہ ہیں۔ لیکن وہ جب اور لوگوں سے روایت کریں تو ان میں اضطراب ہوتا ہے۔ یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ بلکہ وہ تو واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ اعمش کے علاوہ کسی کی روایت کو صحیح یاد نہیں رکھتا تھا۔

حاکم کہتے ہیں اس ابو معاویہ سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایات نقل کی ہیں لیکن یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ عبید اللہ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یعقوب بن شیبہ اور عجلی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن مدلس ہے اور مرجیٔ ہے۔ وکیع بن الجراح اس کے مرجی ہونے کے باعث اس کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ مرجیٔ تھا۔ میزان ج ۴ صفحہ ۵۷۵۔

حاصل کلام یہ کہ ابو معاویہ مرجیٔ تھا۔ مدلس تھا۔ اور غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اور کسی شیعہ کی ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ شیعوں کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا یہ روایت تشیع کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اس کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم مجہول ہے۔

یہ روایت حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت سعدؓ ان صحابہ میں داخل ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی حیرت کا مقام ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی ولایت سے واقف ہونے کے باوجود ان کا ساتھ تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے بھی یہ حضرت سعدؓ پر اتہام ہے۔

اس معنوعی روایت میں حضرت علیؓ کیلئے مولیٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ لغوی لحاظ سے مولیٰ مالک کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور مولیٰ نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ	بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝	یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ اچھا مددگار ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝	اے اللہ آپ ہمارے مولا ہیں۔ کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو مولیٰ کہنا حرام ہے۔ خواہ

مولی کہا جائے یا مولینا ۔ زمانہ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولی کہہ کر پکارتے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ۔ ارشاد فرمایا ۔

لاتقولوا سید کم یا مولای — تم اپنے سردار کو اے مولا نہ کہو ۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل و خوار تسلیم کرتے ۔ اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو عبد کہتے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مالک کے لئے لفظ مولی کے استعمال کو منع فرمایا ۔ بلکہ مالکین کو حکم دیا کہ تم اپنے غلاموں کو مولی کہا کرو ۔

لاتقولوا لعبدکم یا عبدی بل قولوا یا مولای ۔ — اپنے غلاموں کو تم یا عبدی نہ کہو ۔ بلکہ یا مولای کہو ۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ ایک جانب تو غلام احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو اور دوسری جانب مالکین کے دماغ پر اپنے مالک ہونے کی رعونت کا بھوت سوار نہ ہو ۔ حدیث و تاریخ میں یہ تصور اتنا عام ہوا کہ ہر غلام کو مولی کہا جانے لگا مثلاً بلال مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ عکرمہ مولی ابن عباس ، نافع مولی ابن عمر اور اسلم مولی عمر وغیرہ ۔ اس مولی کی جمع موالی آتی ہے ۔ تاریخ میں حکومت موالیین مشہور ہے ۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ میں مولی کا مقصد مالک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالک کے لئے اس لفظ کے استعمال کی ممانعت فرمادی ۔ اور قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہونا چاہئے تو ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں ۔

لیکن اگر اس روایت میں مولی سے مراد غلام ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی صریح توہین ہے ۔ اس توہین پر تو ایسے اشخاص کو سزا دینی چاہئے ۔ کیونکہ اس سے بڑی توہین کیا ہوگی کہ ان حضرات کو غلام قرار دیا جائے ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کسی انسان کے غلام نہ تھے ۔

ہمارے علماء جو خود کو مولینا کہلوانے پر فخر کرتے ہیں ۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ اس لفظ سے خود کو مخاطب کرانے سے آپ کا مقصود کیا ہے ۔ اگر آپ اس سے مراد مالک لیتے ہیں تو وہ معنی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

مخصوص ہیں۔ اور اگر اس سے مراد غلامی ہے تو ہم کون جو اس پر اعتراض کریں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے عوام اس سے واقف نہیں کاش آپ حضرات انہیں بتا دیتے تاکہ انہیں بھی یہ محسوس ہو جاتا کہ جنھیں وہ سر پہ اٹھائے ہوئے ہیں وہ خود بخود عوام کے غلام بننے کے لئے تیار ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عوام کے غلام ہیں۔ اس لئے کہ وہ پیٹ کے غلام ہیں۔ اور پیٹ انہیں عوام کا غلام بننے پہ مجبور کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے

جُمیع بن عُمیر تیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟۔ انہوں نے فرمایا فاطمہؓ، پھر ان سے سوال کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب تھا۔ انہوں نے فرمایا ان کے خاوند علیؓ اور جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت روزہ رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰۔

اس کی سند پر تو ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن سب سے اول دو باتیں ذہن نشین کر لیں۔

۱۔ اول یہ کہ حضرت عائشہؓ کا اپنا ذاتی تخیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔

۲۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے جو اس کے مخالف روایات پیش کی ہیں۔ انہیں حسن صحیح کہا ہے۔ اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ترمذی جب کسی روایت کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندات سے مروی ہیں۔ جس میں کچھ سندات صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں۔

ہم اس نقطۂ نگاہ سے جب دیکھتے ہیں تو ترمذی نے اس مضمون پہ چند اور روایات بھی پیش کی ہیں۔ اولاً آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ترمذی نے حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو سب

سے زیادہ محبوب کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کیا مردوں میں کون محبوب ہے۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص۲۵۱

نیز حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ عرض کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب ہے۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص۲۵۱۔

تمام علمأ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے افضل تھے۔ اور آپؐ کے سب سے بڑے رفیق اور محبوب تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ اور اس بات سے ایک ایک صحابی واقف تھا۔ اور پھر یہ روایت صحیح ہے۔ اور صحیح کی موجودگی میں غریب کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

پھر جمیعؒ نے حضرت عائشہؓ کا قول پیش کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ان کی ذاتی رائے قرار پائے گی بشرطیکہ وہ ان کا قول ہو اور حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کر رہے ہیں۔ اور قول رسول کے مقابلہ میں قول صحابی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں اس قول کو صحابی کی ذاتی رائے تصور کر کے رد کر دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ اقرار فرما رہے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ اور اس کے باپ ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ام المؤمنین اس کے برعکس اپنا کوئی اور خیال ظاہر فرمائیں۔ اگر واقعتہً ام المؤمنین نے ایسی بات فرمائی تھی تو پھر سبائی برادری کو ان سے آخر کیوں ناراضگی ہے۔ اور اگر ہے تو انہیں اب اس ناراضگی کو دور کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہؓ کے اس قول کو ان سے جُمیع بن عُمیر التیمی نے روایت کیا ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ اس کا اتا پتہ حافظ ذہبی سے معلوم کیجیے۔

جُمیع بن عُمیر التیمی تیم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا۔ اس سے ترمذی، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ترمذی نے اسکی بعض روایات کو حسن کہا ہے۔ اس کی سنن میں تین روایات

پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کوفہ کا باشندہ ہے۔ نیک آدمی ہے۔ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہیں جنہیں اور کوئی بیان نہیں کرتا۔

بخاری کہتے ہیں اس نے ابن عمرؓ و عائشہؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر اعتراض ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ تو سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا۔ کہا کرتا تھا کہ کراکی نامی پرندہ فضا میں اڑتے ہوئے بچے دیتا ہے اور اس کے بچے زمین پر نہیں گرتے۔

یہ روایت کہ اے علیؓ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے اسی کی پیش کردہ ہے میزان ج ۱ صلا۴۲۱

یہ حضرت کتنے درجے کے رافضی ہیں اور ان کی روایت پیش کر کے ترمذی نے جو حسن کہا ہے فریق مخالف اس پر کس طرح تالیاں پیٹتا ہے۔ وہ عبدالحسین شرف الدین موسوی کی زبانی سنئے۔

ابن حبان کہتے ہیں جیسا کہ میزان میں ہے رافضی ہے۔ اس سے علاء بن صالح ۔

جمیع بن عمیر صدقہ بن المثنیٰ اور حکیم بن جبیر نے روایت نقل کی ہیں۔ اور یہ ان تینوں کا شیخ ہے۔ سنن میں اس کی تین روایات موجود ہیں۔ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس کا اقرار ذہبی نے بھی کیا ہے۔ اس کا شمار تابعین میں بھی ہوتا ہے۔ اس نے ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ابن عمرؓ سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ المراجعات صلا ۔

شرف الدین کے قول کا مقصد یہ ہے کہ ہم کوئی نئی بات تو نہیں کہہ رہے ہیں ہم تو وہی بات کہہ رہے ہیں جو اسے سنیو تمہارے راویوں نے بیان کیں۔ اور تمہارے علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ اسی کو کہتے ہیں جس کا جوتا اسی کا سر۔ ۔ کاش ہمارے اہل سنت علماء کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔

اس جمیع سے یہ داستان نقل کرنے والا ابو الجحاف ہے۔ آئیے امام ذہبی کی زبانی اس کا حال بھی معلوم کریں۔

ابوالجحاف اس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ترمذی کے بعض نسخوں میں ترمذی کا یہ قول بھی موجود ہے کہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں یہ پسندیدہ انسان تھا۔ امام احمد اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ لیکن

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی روایت قطعاً حجت نہیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ مثلاً۔

اے علیؓ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔

اے علیؓ تو اور تیرے تمام شیعہ جنت میں جائیں گے۔ میزان ج ۲ ص۱۔

ہمارے اہل سنت بھائی غالباً اسی لیے شیعوں کے ساتھ اتحاد کے نعرے لگاتے ہیں کہ شاید شیعوں کی مہربانی سے انھیں بھی کوئی کوٹھی مل جائے۔ چلو جنت میں نہ سہی دنیا میں سہی۔

عبدالحسین موسوی نے یہاں کیا مزے لوٹے ہیں؟ تو آئیے کچھ آپ بھی مزے لوٹ لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ابن عدی نے اس داؤد کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں ہوتی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

یا للعجب غور کیجئے کہ ابن عدی کے اس قول کی کیا حیثیت ہے کہاں ناصبیوں (سنیوں) میں سے ——— سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور علی بن عابس نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ جن کا شمار اس دور کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور نسائیؒ نے اس کی حدیث کو حجت مانا ہے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ نسائیؒ کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ذہبی نے یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ اور کیا ناصبیوں کے لئے (راے سنیوں) اتنی بات کافی نہیں کہ ابوداؤد اور نسائیؒ نے اس سے روایات لی ہیں۔ المراجعات ص۸۴۔

اسے عوامی زبان میں کہا جاتا ہے۔ بھیگا ہوا جوتا۔ ہم تو اپنے اہل سنت بھائیوں سے یہی عرض کر

سکتے ہیں کہ

ع ۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گویا اس روایت کے دو راوی سبائی ہیں۔ اور جمیع تو بہت بڑا فنکار ہے۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حضرت بریدہؓ کی جانب منسوب ہے۔ جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے محبوب فاطمہؓ اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علیؓ تھے۔ ابراہیم جوہری جو ترمذی کے استاد ہیں ان کا بیان ہے کہ اس محبت کا تعلق اہل بیت سے ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کے علاوہ اس کی کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو حضرت بریدہؓ اپنا تخیل ظاہر فرما رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی ان کا تخیل صحیح ہو۔ یہ اُن کی ذاتی رائے ہے بشرطیکہ اسے تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنا اس قسم کا کوئی تخیل ظاہر فرمایا تھا۔ ہمارا تخیل یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کا اس قول سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ بات ان کی جانب منسوب کر کے اندرونی راز پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ . . .

کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس خمس کی وصول یابی کے لئے روانہ فرمایا . . . . اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا۔ (اس خمس کی ایک باندی کے ساتھ ہم بستر ہو کر) میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی حرکت دیکھی . . . ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کی۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں؟ آپ نے فرمایا علیؓ سے بغض نہ رکھو کیونکہ علیؓ کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ٦۲۳۔

اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے وقت پیش آیا۔ اگر حضرت بریدہؓ کے نزدیک حضرت علیؓ سب سے زیادہ

محبوب ہستی ہوتے تو حضرت بریدہؓ ہرگز ان سے بغض نہ رکھتے۔ یہ بات ان کی جانب اس لئے منسوب کی گئی ہے تاکہ خم غدیر کی اصل کہانی پر پردہ ڈالا جا سکے۔

حضرت بریدہؓ کی اس روایت کا ایک راوی جعفر بن زیاد ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمری الکوفی اس کی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں یحیٰی ابن معین کہتے ہیں۔ ضعیف ہے احمد فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ عثمان الدارمی کا بیان ہے کہ یحیٰی بن معین نے اسے بے کار قرار دیا۔

ابو داؤد کہتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں نیک آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ وہاں حکومت کے خلاف سازش شروع کی۔ منصور کو اس کی اطلاع ملی۔ اس نے اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیا۔ اور اسے جیل میں ڈال دیا۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اس کے پوتے حسین بن علی کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر نے اسے خط بھی تحریر کیا تھا پھر اسے ساجور مقام میں شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ کافی طویل عرصہ قید رہا ۱۶۷ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ میزان ج ۱ ص ۱۸۰۔

گویا حضرت بریدہؓ کی یہ روایت ایک شیعہ کی عمل داری میں تیار ہوئی۔ رہ گیا محدثین کا یہ فرمان کہ فلاں شخص سچا ہے شیعہ ہے۔ یا فلاں شخص نیک ہے شیعہ ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلاظت دیکھ کر یہ کہے کہ یہ غلاظت ہے۔ لیکن اس میں سے خوشبو مہک رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور کم از کم موجودہ دور میں ہماری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عطاء جعفر الاحمری یہ روایت عبداللہ بن عطاء الکوفی سے نقل کرتا ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ عبداللہ متروک ہے۔ اور نسائی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۴۶۱

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں غلطیاں کرتا ہے۔ اور مدلس ہے۔ تقریب ص ۱۸۲۔

یہ عبداللہ بن عطا یہ روایت حضرت بریدہؓ کے صاحبزادے سے نقل کر رہا ہے۔ اور صاحبزادے

کا نام بیان نہیں کرتا۔ اگر صاحبزادے سے مراد ان کا بیٹا سُلیمانؒ ہے تو انہوں نے اپنے والد سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ اور اگر صاحبزادے سے مراد بریدہ کے بیٹے عبداللہ ہیں تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن محدثین ان کو پسند نہیں کرتے۔ وکیعؒ کا قول ہے کہ عبداللہ سے بہتر ان کے بھائی سلیمان ہیں۔ سلیمانؒ کی حدیث زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

احمدؒ بن محمد ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام احمدؒ بن حنبل رحمہ اللہ سے ان دونوں بھائیوں کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا سُلیمانؒ کی جانب سے تو میرے دل میں کوئی شک نہیں۔ لیکن عبداللہ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد امام صاحب خاموش ہو گئے۔ میزان ج ۲ ص ۲۹۶۔

ممکن ہے یہ روایت اسی عبداللہ سے مروی ہو، اور راوی نے دھوکہ دینے کی غرض سے اس کا نام ذکر نہ کیا ہو۔ لیکن عبداللہ بن بُریدہ اتنے گئے گزرے نہیں جتنا جعفر الاحمر شیعہ، یا جتنا عبداللہ بن عطاء الکوفی۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت ان دونوں میں سے کسی نے تیار کی ہے۔

جوتے بچانے والا

بُرنعیؒ بن حراش کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے رحبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب حدیبیہ کا دن آیا تو مشرکین سے کچھ افراد ہمارے پاس آئے جن میں سُہیلؒ بن عَمرو بھی تھا اور مشرکین کے کچھ اور بھی سردار تھے۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہمارے بچوں، بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ افراد بھاگ کر آپ کے پاس آگئے ہیں۔ اور ان میں دین کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں ہے۔ یہ لوگ مالوں، ور جائیدادوں سے بھاگ کر آگئے ہیں۔ آپ انہیں واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے معشر قریش یا تو تم اپنی حرکات سے باز آجاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اتار دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے۔ ابوبکرؓ نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا! وہ خاصف النعل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے جوتے دئے تھے جنہیں وہ

بجایا کرتے تھے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمیں اس روایت کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵۔

یہ روایت اتنی مہمل ہے کہ اس پر بحث کرنا بھی ایک حماقت ہے۔ حتیٰ کہ اس کی عربی تک درست نہیں، کہیں یہ کسی راوی کا کشف تو نہیں۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو آج تک کسی مؤرخ اور سیرت نگار نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ حالانکہ حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ عمل میں لایا گیا۔ اسے حضرت علیؓ نے تحریر کیا تھا۔ اور اس میں انہوں نے محمد رسول اللہ لکھا تھا جسے سہیل بن عمرو نے یہ کہہ کر کٹوایا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیتے تو پھر اختلاف ہی کیا باقی رہتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپ نے اسے کٹوا کر محمدؐ بن عبداللہ لکھوایا۔

لیکن اس روایت کا راوی اس روایت کی ابتداء میں بیان کرتا ہے کہ مشرکین نے عرض کیا یا رسول اللہ۔۔۔

یعنی جب ان لوگوں نے آپ کو رسول اللہ مان لیا تھا تو پھر وجہ اختلاف کیا تھی۔

یہ بھی تاریخی اور حدیثی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ معاہدہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے، آپ نے انہیں واپس فرمایا۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت علیؓ کی اس مشکل کشائی اور اسد اللہی کا سوائے ان تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔ نہ اہل خاندان کو نہ غیر اہل خاندان کو، نہ مسلم کو اور نہ کافر کو۔ اگر حضرت علیؓ واقعی اتنی خوبیوں کے مالک تھے کہ تن تنہا کافروں کی گردن کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔ تو بجائے اس کے کہ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ تنہا حضرت علیؓ کو مکہ روانہ کر دیا جاتا۔ تاکہ وہ مکہ کو کفار سے پاک کر دیں۔ بلکہ یہ کام تو ہجرت سے قبل ہی انجام دے لینا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دب کر صلح فرمائی۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک تمام راوی ثقہ ہوں لیکن ہمارے نزدیک دو راوی ناقابل قبول ہیں۔ سفیان بن وکیع اور شریک بن عبداللہ۔

سُفیان بن وکیع اس سفیان سے ترمذی اور ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ یہ وکیع بن الجراح کوفی کے صاحبزادے ہیں۔ امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں اس پر جھوٹی احادیث بیان کرنے کا الزام ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان پر اس لئے اعتراض ہے کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے اور سامع اپنی رائے سے کوئی بات کہتا یہ اسے بھی حدیث میں داخل کر لیتے۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کاتب ان کی احادیث میں تبدیلیاں کر دیتا۔ اس طرح اس کاتب نے ان کی روایات کو ملط کر دیا۔ اور سفیان وہ روایات بیان کرنے لگے۔ (گویا یہ کوئی بہت پہنچے ہوئے صوفی تھے)

ابن عدی نے ان کی چند منکرات نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ کہ ان کی روایات میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ان کے کاتب کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ وہ موقوف (قول صحابی) کو مرفوع (قول رسول) بنا تا اور مرسل (جس میں سے راوی چھوٹ گیا ہو) کو موصول (جس کے پورے راوی موجود ہوں) بنا تا اور سند میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔

ابن حبان لکھتے ہیں۔ یہ خود تو بہت فاضل اور اچھے آدمی تھے۔ لیکن ان کی روایات میں تمام خرابیاں ان کے کاتب کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ (میزان ج ۲ صہ ۱۷۳)۔

گویا حدیبیہ کی یہ داستان اسی کاتب کی وضع کردہ ہے۔ اس سفیان کی روایات تمام محدثین کے نزدیک نا قابل قبول ہیں، صرف امام ترمذی واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

اس روایت کا ایک اور راوی شریک بن عبداللہ ہے اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں اس کی روایات قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ وہ سبائیت کا علمبردار ہے۔ اور محدثین کے نزدیک کسی شیعہ کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس کا تعلق اہل بیت سے ہو۔

قاضی شریک

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔ یہ شریک سچا آدمی ہے۔ واسط کا قاضی تھا۔ نہایت عادل۔ فاضل۔ عبادت گزار اور بدعات کی مخالفت میں بہت سخت تھا۔ آخر میں کوفہ کا قاضی بنا۔ اس وقت سے اس کا حافظہ

خراب ہوگیا۔ تقریب ص۱۴۵

کوفہ کی آب و ہوا ہی ماشاء اللہ ایسی ہی تھی کہ اچھے اچھوں کا نہ صرف حافظہ بلکہ ذہن تک خراب کر دیتی تھی۔ قارئین آئیے ذرا حافظ ذہبی سے معلوم کریں کہ ان کا واقعتاً حافظہ خراب تھا۔ یا دماغ میں کوئی خرابی تھی۔

شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ قاضی تھا۔ حافظ الحدیث تھا سچا تھا اور اماموں میں سے ایک امام تھا بخاری کے علاوہ سب نے اس سے روایات لی ہیں۔ اس نے علی بن الاقمر، زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث نقل کی ہیں۔

امام علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام یحیٰی بن سعید القطان اسے انتہائی ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابن المثنیٰ کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن سعید اور عبدالرحمان بن مہدی کو اس کی کوئی حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا یحیٰی بن سعید القطان مزید فرماتے ہیں کہ شریک کی اصل روایات میں خلط ملط ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن سعید القطان سے عرض کیا لوگوں کا خیال ہے کہ شریک آخر عمر میں روایات میں خلط ملط کرنے لگا تھا۔ انہوں نے فرمایا وہ تو ہمیشہ ہی خلط ملط کرتا رہا ہے (یعنی حافظہ کی خرابی کا تو بہانہ ہے)

یحیٰی ابن معین فرماتے ہیں کہ اس شریک کا نسب نامہ یہ ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس النخعی ہے۔ اس کا دادا سنان بن انس قاتل حسین ہے۔ امام ابن المبارک کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی جوزجانی لکھتے ہیں۔ اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ یہ مائل تھا (یعنی تشیع کی جانب)

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ اس نے چار سو روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ معاویہ بن صالح نے یحیٰی بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ شریک ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور اس کی روایت کے خلاف روایت کرے تو وہ دوسرا شخص ہمیں پسند ہے۔ ابو یعلیٰ نے یحیٰی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شریک اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور حدیث کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھتا۔ اور اس کے باوجود خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔

عبدالرحمان بن شریک کا قول ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار مسائل تو جابر جعفی کے بیان کردہ تھے (جابر جعفی فقہ جعفریہ کا راوی ہے) اور ان کے پاس دس ہزار غریب روایات تھیں۔
امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ شریک سفیان سے زیادہ اہل کوفہ کی روایات کو جانتا تھا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ جب شریک کوئی ایسی روایت بیان کرے جسے کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو شریک قوی نہیں۔ یعنی یہ کسی دوسرے سہارے کا محتاج ہے۔
ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے دریافت کیا، کہ کیا شریک کی روایت کو حجت سمجھا جائے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا ہے اور غلطیاں کرتا ہے اس پر فضلک الصائغ نے ان سے فرمایا۔ اس نے واسط میں رہتے ہوئے تو باطل روایات بیان کی تھیں۔ ابوزرعہ بولے کہ باطل نہ کہو۔
ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی صحابی کو کسی پر فضیلت نہ دے تو کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ احمق ہے کیا ابوبکرؓ و عمرؓ کو فضیلت نہیں دی گئی۔
ابوداؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ میں نے شریک کو یہ کہتے سنا، کہ علیؓ خیر البشر ہیں، اور جو شخص اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔
عبدالسلام بن حرب کہتے ہیں میں نے ایک روز شریک سے کہا کہ آپ اپنے بھائی مالک بن مغولؒ کی عیادت کو نہیں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا جو علی اور عمار پر تنقید کرے وہ میرا بھائی نہیں۔
علی بن قادم کا بیان ہے کہ عتاب اور ایک اور شخص شریک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگوں نے شریک سے سوال کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تجھے صحابہ کے معاملہ میں شک ہے۔ اس نے جواب دیا اسے احمق میں شک کر سکتا ہوں۔ میری تو آرزو یہ تھی کہ کاش میں اس زمانہ میں ہوتا۔ اور علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر ان صحابہؓ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا۔ (جس طرح شریک کے دادا سنان نے اپنے ہاتھوں کو حضرت حسین کے خون سے رنگا)
حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے شریک سے خود یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات ہوئی۔ اور مسلمانوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ ان لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جو ابوبکر سے افضل ہے۔ تو اگر انہیں یہ معلوم ہوتا تو یہ سب اسے گھیر لیتے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

اگرچہ اس نے حق اور انصاف کو قائم کیا۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے چھ افراد کی مجلس شوریٰ قائم کر دی۔ اور ان سب نے عثمانؓ کو خلیفہ بنا لیا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ ان چھ افراد میں کوئی عثمانؓ سے بھی افضل ہے تو یہ سب انہیں گھیر لیتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے شریک کی زبان سے واضح بات ظاہر کرا دی (یعنی خلاف تقیہ) اللہ کی قسم شریکؒ شیعہ ہے۔

نیز اس شریک کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا اور کہا وہ بہت بردبار تھے۔ اس پر شریکؒ نے جواب دیا جس نے حق کو چھپایا اور علیؓ سے قتال کیا وہ بردبار نہیں ہو سکتا۔ یہ شریک ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۰۔

عبدالحسینؒ شرف الدین موسوی لکھتے ہیں۔

کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شریک اہل بیت کے مذہب کی طرف مائل تھا۔ اس نے یہ روایت بیان کی علیؓ میرے وصی اور وارث ہیں۔ اور یہی وہ ہستی ہے جس نے بنی امیہ کے دور میں امیر المومنین کے فضائل کی اشاعت کی۔ اور اسی شریک نے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب معاویہ کو تم میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ المراجعات ص ۹۱۔

ہمیں افسوس یہ ہے کہ شریک نے یہ روایت اس وقت بیان کی جب امیر معاویہؓ کی اولاد بھی دنیا سے ختم ہو گئی تھی۔ اسے تو یہ روایت اس وقت بیان کرنی چاہیے تھی جب امیر معاویہؓ منبر رسول پر تشریف فرما تھے۔ اور اس وقت تک جناب شریکؒ پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا بھی ہو جاتے تو مدینہ منورہ اور دمشق کو اللہ نے تشیع کی غلاظت سے پاک رکھا تھا۔ اسی لئے کسی سبائی بچہ کو اس کی ہمت نہ ہو سکی۔

قارئین کرام آپ سفیانؒ بن وکیع اور شریکؒ کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ہم تو ایسی صورت میں ایسی روایت کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔ کجا کہ حدیبیہ کے اس واقعہ کو حسن صحیح قرار دیا جائے۔

حضرت علیؓ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں ہم انصار منافقین کو بغض علیؓ سے پہچانا کرتے تھے ترمذی لکھتے ہیں یہ روایت غریب ہے۔ اور شعبہ نے ابو ہارون العبدی کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور یہ روایت اعمش سے بھی روایت کی گئی ہے اور اعمش نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے ابو سعید سے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵۔

یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت علیؓ نے منافقین کے خلاف کون سا خصوصی کارنامہ انجام دیا تھا۔ جیوہ تعارف کا ذریعہ بن گئے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ منافقین کی اصطلاح ان معنی میں استعمال ہوتی ہو۔ جن معنی میں یہ سبائی طبقہ اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ سبائیوں کے نزدیک منافقین سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ اور مہاجرین مکہ ہوتے ہیں۔

ترمذی نے خود اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کے راوی ابو ہارون العبدی کی ذات پر شعبہ کو اعتراض ہے۔

ابو ہارون العبدی

اس ابو ہارون کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ امام شعبہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ یا تو ابو ہارون کی روایت قبول کر لو یا خود اپنا گلا کٹوانا منظور کر لو تو مجھے اپنا گلا کٹوانا قبول ہوگا لیکن اس کی روایت بیان کرنا نہیں۔ یہی شعبہ فرماتے ہیں کہ میں ہو مسافر سے اس کا حال معلوم کرتا۔ اتفاق سے یہ ہمارے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت میں منکر روایات جمع تھیں۔ حماد بن زید کا قول ہے یہ ابو ہارون کذاب ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ کذاب ہے مفتری ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں اس کی کسی روایت کو ہرگز سچا نہ مانا جائے نسائی لکھتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ متلون مزاج ہے۔ کبھی خارجی بن جاتا ہے اور کبھی رافضی۔ اور ابن حبان لکھتے ہیں یہ حضرت ابو سعید خدری کے نام سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔

شعبہ کہتے ہیں میں نے اس کے پاس جو کتاب دیکھی تھی اس میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی جانب یہ بات بھی

منسوب کی گئی تھی کہ جب عثمان رضؓ کو قبر میں اتارا گیا تو وہ اللہ کا کافر بن چکا تھا۔

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں وہ اپنی اس کتاب کو صحیفۃ الوحی کہا کرتا تھا۔ صالح بن محمد کا قول ہے کہ وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۷۳۔

ابو ہارون سے یہ کہانی نقل کرنے والا جعفر بن سلیمان الضبعی ہے۔ اب ذرا اس کا بھی کچھ حال ملاحظہ کر لیجئے۔

جعفر بن سلیمان الضبعی

مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ یہ بنو حارث کا غلام تھا۔ اور خاندان بنی ضبیعہ میں اس نے قیام کیا تھا۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد علماء میں ہوتا ہے۔

یحیٰی بن معین کہتے ہیں جعفر ثقہ ہے۔ لیکن یحیٰی بن سعید اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس کی کوئی روایت نہ لکھتے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں۔ یہ صنعا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس سے روایات نقل کیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ امی تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں یہ ثقہ ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے اور یہ شیعہ تھا۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے لوگوں سے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس جائے وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ اس لئے کہ عبدالوارث معتزلی سمجھا جاتا تھا اور جعفر بن سلیمان رافضی۔

سہل بن ابی حذویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر سے سوال کیا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ جعفر نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔

جریر بن یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پیغام دے کر جعفر الضبعی کے پاس بھیجا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔ جریر بن یزید بن ہارون فرماتے ہیں یہ جعفر رافضی ہے، در حقیقۃً گدھے کی طرح ہے۔

عمر بن علی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے کچھ سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ تو نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ جعفر نے کہا ہاں۔ کیا تو نے ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا ہاں۔ کیا تو نے یونس کو دیکھا ہے؟ ہاں۔ ابن المبارک نے آخری سوال کیا کیا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تو تو نے ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہ علم حاصل کیا۔ اور تو عوف کے پاس بیٹھ کر علم حاصل کرتا ہے۔ اللہ کی قسم عوف احمق اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک اپنی ذات میں دو بدعات جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۷۔

اس طرح سے اس روایت کی تمام سندی حیثیت قارئین کے سامنے آگئی ہے۔ اب ذرا ایک اور لحاظ سے بھی اس پر نظر ڈال لیں تو بہتر ہے۔

خود ترمذی نے حضرت براء بن عازب انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ان سے جو محبت کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ترمذی ج ۲ ص ۲۵۲۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

نیز بخاری نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کی علامت انصار کی محبت اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ منافقین کی پہچان کا ذریعہ انصار ہیں حضرت علیؓ نہیں۔ اصل میں سبائی برادری کا ایک اصول یہ ہے کہ جہاں انہیں کسی صحابی کی کوئی فضیلت نظر آئی اس میں ترمیم کر کے حضرت علیؓ پر چسپاں کر دی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی ذات ان فرضی اور مصنوعی فضائل سے بہت بلند ہے۔

اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے دیکھا اے اللہ تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک مجھے علیؓ کو نہ دکھا دے۔

امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص۲۳۸۔

حضرت ام عطیہؓ صحابیہ سے روایت کرنے والی عورت ام جمیل ہے۔ یہ کون ہے؟ ذہبی کہتے ہیں اسے کوئی نہیں جانتا۔ اور جابر بن صبیح کے علاوہ اس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص۶۱۳۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ تقریب ص۴۷۵

یعنی یہ عورت مفقود الخبر ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ امام ترمذی اس سے واقف تھے یا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے لاپتہ لوگوں کی کھوج لگائی ہے۔ لیکن یہاں انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ترمذی کو بھی اس کا کوئی کھوج نہیں ملا۔ لیکن پھر یہ روایت حسن کیسے بن گئی۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم اپنی کم علمی کے باعث آج تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ حسن آخر کون سی ہے؟ جو کبھی صحیح روایت کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور کبھی منکر روایت کے ساتھ۔ ہم آج تک اصل میں یہ عقدہ حل نہ کر سکے۔ اور ہمارے متاخرین علماء جب کسی موضوع اور منکر روایت پر اپنے اجتہاد کی بنیاد رکھتے ہیں تو سب سے اول اسے حسن قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہم جیسے لاعلم یہ تصور کر بیٹھتے ہیں کہ یہ روایت عمدہ ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور امام ترمذی نے بہت سی روایات کو حسن کہہ کر ہم سے بڑے بڑے پتھر ہضم کروائے ہیں۔ حیرت تو ہمیں متاخرین علماء کے ہاضمہ پر ہے کہ ان کے پیٹ میں پتھر بھی چبھن پیدا نہیں کر سکے۔ ہمارا تو ان روایات کا نام سن کر ہی ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔

جابر بن صُبیح

ام شراحیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا جابر بن صبیح ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں اس کی روایات ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی کنیت ابوبشر ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ازدی کا قول ہے کہ اس کی روایت درست نہیں ہوتی میزان ج ۱ ص۳۷۵۔

ابوالجراح البہزی

جابر بن صُبیح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابوالجراح البہزی ہے ابن حجر لکھتے ہیں یہ مجہول ہے۔ تقریب ص۳۹۹۔ ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو ترمذی نے

حسن کہتے ہے۔ لیکن اس ابو الجراح سے کوئی شخص بھی واقف نہیں۔ اور اس سے ابو عاصم کے علاوہ کوئی یہ روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص۵۰۳۔

ابو عاصم ابو الجراح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو عاصم ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟ اس کا اتا پتہ اس کے فرشتے ہی بتا سکتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ کون شخص ہے دنیا کے تمام افراد اس کے حال اور نام سے نا واقف ہیں۔ اگر ابو عاصم سے مراد ابو عاصم الکاہلی ہے تو ابن المدینی کہتے ہیں یہ شخص مجہول ہے اور اگر ابو عاصم سے مراد ابو عاصم العبادانی ہے تو یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ حافظ عقیلی لکھتے ہیں یہ ابو عاصم العبادانی منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ ص ۵۴۳

حافظ ابن حجر نے تقریب میں ابو عاصم العبادانی کو کمزور قرار دیا اس پر ف کی علامت بنائی ہے۔ تقریب ص ۴۱۳۔ یہ ق کی علامت بنانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اگر ترمذی میں بھی اس کی روایات موجود ہوتیں تو ابن حجر اس کے نام کے ساتھ ت کی علامت بھی بناتے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابو عاصم نامی کوئی اسو سمی پرندہ ہے جو یہ داستان گا کر چلا گیا۔ اور کسی کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون ہے۔ اور کہاں سے آیا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں۔ تین راوی مفقود الخبر ہیں۔ اور ایک ضعیف ہے لیکن پھر بھی ہمارا اس پر ایمان ہے کیونکہ امام ترمذی نے اسے نقل کر کے حسن قرار دیا ہے۔۔۔۔ ہم نے راویوں کے حالات پیش کر دیئے ہیں۔ اب علماء کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس روایت کا کیا درجہ ہے۔ یا قارئین خود فیصلہ کرلیں۔۔۔۔ ہمیں اس کے لئے مجبور نہ فرمائیں۔

حضرت علی سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے استعمال فرماتے

حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابو لیلیٰ حضرت علیؓ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے ابو لیلیٰ سے

عرض کیا کہ آپ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ سے سوال کریں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز مجھے بلوایا اور اس وقت میری آنکھیں دکھنے آرہی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری آنکھیں دکھنے آرہی ہیں۔ آپ نے میری آنکھوں میں تھوکا۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس سے سردی اور گرمی دور فرما۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بعد سے آج تک میں نے گرمی اور سردی محسوس نہیں کی۔ ابن ماجہ ترجمہ ج ۱، ص ۵۹

اس روایت کے سلسلہ میں سب سے اول تو عرض یہ ہے کہ آج تک خیبر کے واقعات کے سلسلہ میں جتنی احادیث اور جتنی تاریخی روایات پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں یہ کہانی ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ اور حافظ مزی کا دعویٰ ہے کہ ہر وہ روایت جسے صرف ابن ماجہ نے روایت کیا ہو۔ اور کسی اور نے روایت نہ کیا ہو وہ ضرور منکر ہوتی ہے۔

ثانیاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سردی اور گرمی کے کپڑے جداگانہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اون کے موٹے جھوٹے کپڑے جو سردیوں میں استعمال ہوتے وہی گرمیوں میں استعمال کئے جاتے۔ حتیٰ کہ مسجد میں پسینہ سے بدبو پھیل جاتی۔ اسی لئے جمعہ کے غسل کا حکم دیا گیا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ متمول طبقے کے کچھ افراد حیرہ، یمن، شام اور روم کے بنے ہوئے باریک کپڑے استعمال کرتے ہوں۔ لیکن یہ سلسلہ بھی حضرت عمرؓ کے زمانہ فتوحات کے بعد شروع ہوا۔ اور حضرت علیؓ کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کھاتے پیتے افراد میں نہیں ہوتا تھا۔

ہمارے تخیل میں یہ دعا عقلاً ناممکن نہیں لیکن اس کا جو مفہوم راوی پیش کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کے اظہار کے لئے اس نے یہ کہانی وضع کی ہے۔ وہ قطعاً ناکافی ہے۔ دراصل گرمی دور ہونے سے مقصد نگاہوں کی گرمی ہے۔ کیونکہ آنکھیں اکثر گرمی کے باعث دکھنے آتی ہیں۔ آپ کا آنکھوں کی اس حدت کو دور کرنے کے لئے دعا فرمانا اسی طرح ممکن ہے جس طرح آنکھوں میں تھوک لگانا۔ لیکن تاریخی معاملات میں یہ عقلی مدد نہیں چلتی اس کے لئے تاریخی طور پر یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا یا نہیں۔ اگر ابن ماجہ کی اس روایت کی سند عمدہ ہوتی تو ہم خود اسے ایک ثبوت قرار دیتے۔ لیکن اس کی سند اس لائق نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے اس کی سند کے ابتدائی دو راوی قابل اعتراض ہیں یعنی عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ۔

عثمان بن ابی شیبہ

ابوبکر بن ابی ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ ان کا شمار حدیث کے بڑے علماء میں ہوتا ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اکثر علماء نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جنہیں کوئی اور نقل نہیں کرتا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں عثمان کسی دوسرے مددگار کے محتاج نہیں۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔ لیکن ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ لیکن امام احمد نے ان کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے بھی ان کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ ان حضرات کو ہزارہا احادیث یاد تھیں۔ لیکن قرآن کی کبھی ایک آیت بھی صحیح طور پر یاد نہیں ہوئی تفصیل کے لئے ان کا حال آپ ہماری کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" ملاحظہ کیجئے۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ

عثمان بن ابی شیبہ نے یہ روایت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ جو تاریخ میں ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں جو کوفہ کے بہت بڑے فقیہ اور پابند سنت انسان تھے۔ لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں۔ افسوس انہیں جتنا قوی ہونا چاہیے تھا یہ اتنے قوی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ان کی احادیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں میں نے اتنے کمزور حافظہ کا کوئی اور انسان نہیں دیکھا۔ نسائی۔ یحییٰ بن سعید القطان اور ترمذی نے ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ فحش غلطیاں کرتے جس کے باعث ان کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۶۱۳۔

اس لحاظ سے یہ روایت ابن ابی لیلیٰ کی منکرات میں شمار ہوگی۔ لیکن ان سے زیادہ خطرناک عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ کیونکہ ہمارا ذہن ہرگز یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جسے ہزارہا روایات یاد ہوں وہ قرآن کی کوئی آیت صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکے۔ بلکہ وہ ہمارے نزدیک قرآن میں عمداً تحریف کرتا ہے۔ اور تقیہ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور اس نے متعدد موضوع کہانیاں بیان کی ہیں قرآن میں افتراء کا حال ہم نے "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" پیش کیا ہے۔

اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ اور ان کی ذریت قیامت کے روز تک اوصیاء کو ختم کریں گے۔

اس روایت کا راوی بھی وہی نسابہ ہے۔ اور اس روایت کو وہ دبری سے نقل کرتا ہے۔ اور وہ عبدالرزاق سے۔ یہ ہر دو روایت ایک ہی درجہ کی ہیں۔ اور ان کے راوی بھی وہی ہیں، جو سابقہ روایات میں پائے جاتے ہیں۔

چونکہ ہمارا تعلق اوصیاء سے نہیں اس لئے عرض یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی پانچ اولادیں ہوئیں یعنی حسن، حسین، محسن، زینب اور ام کلثوم۔ لیکن لڑکیوں کو ان کی اولاد ہونے سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا۔ محسن بے چارے بچپن میں انتقال کر گئے۔ رہ گئے حضرت حسنؓ چونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی اولاد وصایت و ولایت سے محروم ہوئی۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور چونکہ پہلی تینوں صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ لہذا ان کے نام بھی لینا جرم ہے۔

اس طرح یہ وصایت و ولایت تین صاحبزادیوں اور ان کی اولاد کو محروم کر کے بلکہ انھیں اولاد رسولؐ ہونے سے خارج کر کے ایک بیٹی اور اس کی اولاد پر یہ عمارت تعمیر کی گئی۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیاں چونکہ دشمنوں کے نکاح میں گئیں یا ان کے ساتھ رہیں۔ اس لئے وہ بھی ولایت و وصایت کے منصوبے سے خارج ہوئیں۔ اور چونکہ حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اور یہ سب معاملہ اس وقت پیش آیا جس وقت حسنؓ جانشین بن چکے تھے۔ اور انھوں نے ایک اموی سے صلح کی اور یہ ناقابل معافی جرم تھا۔ لہذا جہاں اولاد حسنؓ خلافت سے محروم ہوئی۔ وہاں ایک لازمہ یہ بھی قرار پایا کہ بنو امیہ ہمیشہ کے لئے مبغوض بن گئے۔ اور اس بغض کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران اور برصغیر میں کوئی اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی اولاد قرار نہیں دیتا۔ ہاں یہ ضرور

ہوتا رہا کہ تاریخ میں جب بھی کوئی انقلاب آیا تو کچھ نئے لوگ سید ضرور بن گئے۔ اور خود کو اولاد فاطمہ کہلانے لگے۔ اس طرح تاریخ میں ہزار ہا بار سادات کی پود میں اضافہ ہوتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر رافضی سید بن گیا جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا، کہ جس سے یہ بیان کیا گیا ہو کہ اس کے بعد یہ کام کس کی ذمہ داری میں ہوگا۔ کیا اللہ نے آپؐ سے بھی یہ بات بیان فرمائی ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں وہ شخص علیؓ ہے۔ میزان ج ا صـ ۵۸۴

یہ کون سا اصول تھا جس کی تعلیم سلمانؓ کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جا رہی ہے۔ اگر واقعتاً یہی اصول ہمیشہ کارفرما ہے تو بتائیے کہ حضرت یوسفؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے بعد کون ان کا جانشین ہوا، اور کون ان کے قریب رہا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ سلمانؓ سے یہ روایت حضرت ابوہریرہ نے نقل کی ہے ہمارے نزدیک بلحاظ علم حضرت ابوہریرہؓ کا مقام حضرت سلمانؓ سے بہت زیادہ ہے۔ اور کوئی ایسی روایت نہیں جو حضرت ابوہریرہؓ نے سلمانؓ سے نقل کی ہو۔

حکیم بن جُبیر اس کا راوی حکیم بن جبیر ہے۔ اس حکیم سے تمام اصحاب ستہ نے احادیث نقل کی ہیں۔ یہ سعید بن جبیر اور ابوجحیفہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شعبہ اور زائدہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے منکر الحدیث ہے۔ بخاری کہتے ہیں شعبہ کو اس پر اعتراض تھا۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ معاذ کہتے ہیں میں نے شعبہ سے عرض کیا کہ مجھے حکیم بن جبیر کی حدیث سنائیے فرمایا اس کی حدیث بیان کرنے سے مجھے جہنم میں جانے

کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا۔ اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ شعبہ نے حدیث صدقہ کے باعث اس کی روایت ترک کردی تھیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی روایات بیان کرتے اور عبد الرحمٰن قطعاً نہ بیان کرتے۔ اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ اور اس میں بھی منکرات پائی جاتی ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور حکیم نے اس روایت کو عبد العزیز بن مروان کی جانب منسوب کیا ہے اور عبد العزیز بن مروان تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا۔ وہ ایسی کہانی کیسے نقل کرتا۔ میزان ج ا ص ۲۰۵

حکیم بن جبیر سے یہ کہانی نقل کرنے والا مشہور دجال زمانہ یعنی مؤرخ محمد بن اسحاق ہے۔ جس کا حال بارہا پیش کیا جا چکا ہے۔

سلمۃ بن الابرش مورخ ابن اسحاق سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا سلمۃ بن الفضل الابرش ہے۔ اس نے ابن اسحاق سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابو داؤد میں پائی جاتی ہیں۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی بعض احادیث منکر ہوتی ہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے غزوات کی روایات لکھی ہیں۔ اور غزوات کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مکمل کسی کی کتاب نہیں۔ (بات مکمل کی نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ صحیح کی ہو رہی ہے)۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ذنیج کا بیان ہے کہ میں نے سلمۃ الابرش سے سنا ہے کہ میں نے ابن اسحاق سے اس کی مغازی دو بار سُنی ہے۔ اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں ہیں لے اس کی اور

روایات لکھی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی کوئی روایت ایسی نہیں ملی جو از حد منکر ہو۔ لیکن علی ابن المدینی فرماتے ہیں۔ ہم رے سے جب واپس چلے تو ہم نے اس کی تمام لکھی ہوئی روایات لغو سمجھ کر زمین پر پھینک دیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ سلمہ رازی ہے شیعہ تھا۔ اس کی روایت لکھی جاتی ہیں بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ ابوزرعہ رازی کا قول ہے۔ کہ رے کے باشندے اسے پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اول تو اس کا مذہب بدترین تھا۔ اور دوسرے رے کے لوگوں پر اس نے مظالم بھی بہت کئے تھے۔ ۱۹۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

سلمۃ الرازی سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن حمید الرازی ہے۔

محمد بن حمید الرازی

یہ مورخ ابن جریر کا استاد ہے۔ سلمۃ بن الابرش سے ابن اسحاق کی مغازی کا ناقل ہے۔ اسکی روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہیں۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔ معلومات اس کی کافی وسیع تھیں۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی احادیث پر اعتراض ہے۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ فضلک الرازی فرماتے ہیں میرے پاس اس کی پچاس ہزار روایات لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی روایت کا بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ ہمیں محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی پڑھ کر سنائی اور دعوی کیا کہ اس نے یہ کتاب سلمۃ للابرش سے سنی ہے۔ اس کے بعد میرا علی بن مہران کے پاس جانا ہوا۔ وہ کتاب المغازی پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ان کا بھی یہی دعوی تھا کہ انھوں نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ میں نے سوال کیا۔ کیا محمد بن حمید نے بھی یہ کتاب سلمۃ سے پڑھی تھی؟ وہ حیرت میں

پڑ گئے اور فرمایا۔ اس نے یہ کتاب مجھ سے پڑھی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ مورخ محمد بن حمید جتنی روایات بیان کرتا ہے۔ ہم سب اس کی روایات کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ اللہ سے بے خوف ہو۔ اس کے یہاں اللہ سے ڈر کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہ دوسرے راویوں کی روایات لے کر ان میں ردو بدل کرتا اور پھر انھیں اپنی جانب منسوب کرتا۔

ابن خراش فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ابن حمید جھوٹا ہے۔ اور دیگر اکثر محدثین کا قول ہے کہ یہ حدیث چور ہے۔ دوسروں کی روایات چوری کر کے اپنی جانب منسوب کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے اور صالح جزرہ کہتے ہیں۔ میں نے محمد بن حمید اور ابن الشاذ کوفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اس فن کے ماہر تھے۔

ابو علی النیسابوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے عرض کیا۔ آپ محمد بن حمید کی روایات کیوں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا امام احمد کو اس کے حالات کی خبر نہ تھی۔ اگر انھیں اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

امام فضلک الرازی کا بیان ہے کہ میں ایک روز محمد بن حمید رازی کے پاس گیا۔ وہ اس وقت روایات کی سندات وضع کر رہا تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اس روایت کا ہر راوی شیعہ اور ہر راوی فارس وایران کا باشندہ ہے۔ اور تین راوی اپنے اپنے دور کے مشہور مورخ اور مشہور کذاب ہیں۔

علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں" ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ شعبہ سے اس

سند کے علاوہ کسی اور سند سے یہ روایت مروی نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ رام کہانی اس صحیح حدیث کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔ جو حضرت ابوبکرؓ کے سلسلہ میں مروی ہے "کہ ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیاں بند کر دو"

حافظ ابن حجر اپنی روایت پرستی کے زعم میں رقم طراز ہیں۔ اس روایت کی متعدد سندات ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ لہٰذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اسے رافضیوں نے اس حدیث صحیح کے مقابلہ پر وضع کیا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں مروی ہے۔

ہمارے نزدیک ان سبائیوں کا یہ خاص دستور ہے کہ جہاں بھی انھیں کسی صحابی میں کوئی فضیلت نظر آئی۔ فوراً حضرت علیؓ کے لئے وہ کہانی تیار ہوگئی۔ حافظ ابن حجر جو روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں اور صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی متعدد سندات مروی ہیں یا نہیں تو سبائی بچوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں دو ہزار روایات پیش کی ہیں اور تقریباً اتنی ہی روایات ولایت و امامت کے سلسلہ میں مروی ہیں تو کثرت سندات کے باعث ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ اس نظریہ کے بچاریوں کو ذرا سوچ سمجھ کر بات کہنی چاہئیے۔ اور عقل سے کام لے کر کوئی نیا اصول وضع کرنا ہوگا۔ ورنہ کثرت سندات کے باعث امامت اور تحریف قرآن پر ایمان لانا لازمی ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس روایت کے واضعین کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ ابوبکرؓ کا مکان مسجد کے قرب و جوار میں نہ تھا جو اس کے جواب کے لئے یہ دروازے والی کہانی وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کا مکان تو عقیق میں تھا۔ اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کر دو۔ اس روایت میں کھڑکی سے مراد خلافت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہو کر رہی۔ سبائیوں کا اگر دل چاہے تو بیشک وہ حضرت علیؓ کے پورے گھر کو دروازوں میں تبدیل کر دیں ــــــ سنیوں کا مقصد تو حاصل ہو چکا۔

ترمذی کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بقیہ سندات جس سے ابن حجر بھی دھوکہ کھا گئے، ترمذی کے بعد تیار کی گئیں۔ ترمذی کے زمانہ

یعنی تیسری صدی ہجری تک ان سندات کا وجود نہ تھا اگر یہ سندات بنو بویہ کے زمانہ میں معزالدولہ کی سرپرستی میں تیار کرلی گئی ہوں تو اس کا علم امام ترمذی کو ہرگز نہ ہوسکتا تھا کیونکہ وہ بنو بویہ کی آمد سے قبل انتقال کرچکے تھے۔

عمرو بن میمون

اس روایت کا اولین راوی عمرو بن میمون ہے۔ جو قناد کے لقب سے موسوم ہے حیرت اس پر ہے کہ ابن عدی۔ ذہبی، بخاری نسائی اور دیگر ماہرین رجال نے اس کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ صرف عبدالرحمن بن مہدی نے یہ تحریر کیا ہے کہ یہ ابوزہیر عبدالرحمان بن مغرا سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے صالح بن زیاد الرقی نے روایت نقل کی ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد ابو حاتم سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا یہ کون ہے اور اس کی یہ حدیث منکر ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۶ صفحہ ۲۵۰

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔ عمرو بن میمون القناد عبدالرحمن بن مغرا سے روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۳۷۶

گویا ابو حاتم کے علاوہ کسی نے اس پر تبصرہ نہیں کیا۔

یحییٰ بن ابی سلیم الفزاری

اس کی کنیت ابو بلج ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ اسے یحییٰ بن معین، نسائی، دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا یہ اکثر اللہ کا ذکر کرتا رہتا۔ لیکن امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ امام بخاری یہ جملہ اس وقت فرماتے ہیں جب کسی راوی کو وہ جھوٹا سمجھتے ہوں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس نے حدیث منکر روایت کی ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کہتے ہیں یہ روایت اس کی منکرات میں داخل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ ثابت البنانی کہتے ہیں میں نے اس روایت کا تذکرہ حسن بصری کے سامنے کیا۔ انھوں نے اس روایت کا انکار کردیا۔

ابراہیم بن المختار الرازی

اس کی سند کا ایک راوی ابراہیم بن المختار الرازی ہے۔ یہ مؤرخ محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ابوغسان زنیج کہتے ہیں میں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ میزان ج امت[۶۵]

ترمذی کی سند کا آخری راوی محمد بن حمید الرازی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے محمد بن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ اور مؤرخ ابن جریر کا استاد ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں

حاصل کلام یہ کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

اس روایت کو امام احمد اور نسائی نے یحییٰ بن ابی سلیم کے ذریعہ عمرو بن میمون سے نقل کیا ہے اور عمرو بن میمون نے ابن عباسؓ سے یہ کہانی نقل کی ہے اور عمرو بن میمون ناقابل اعتبار ہے۔ اور یحییٰ بن ابی سلیم بھی قابل وثوق نہیں۔

امام احمد نے یہ روایت زید بن ارقمؓ سے بھی نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح پیش کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کے دروازے مسجد میں کھلے ہوتے تھے۔ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کردو۔ یہ سنکر چند حضرات نے آپؐ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ آپؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا۔ امابعد میںؐ نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تم میں سے بعض افراد نے اس پر اعتراض کیا۔ اللہ کی قسم نہ میںؐ نے اپنی مرضی سے بند کئے اور نہ اپنی مرضی سے کھولے۔ لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا میںؐ نے اس کی اتباع کی ہے۔

یہ روایت حضرت زید بن ارقمؓ سے میمونؒ ابوعبداللہ نے نقل کی ہے۔ اور میمون سے نقل کرنے والا عوفؒ بن ابی جمیلہ ہے اور اس سے محمد بن جعفر نے روایت کی ہے۔ جس سے امام احمد روایت کر رہے ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۳۴۳

میمون ابوعبداللہ

یہ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ کا غلام تھا۔ اس کی روایات نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحیٰی بن محمد بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ شعبہ کہتے ہیں یہ تو ایک رذیل انسان تھا۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۵

عوف الاعرابی

میمون سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابوسہل اس کی کنیت ہے۔ تمام اصحاب ستہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ اس سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ایک جماعت نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

عمرو بن علی المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو دیکھا وہ جعفر بن سلیمان سے کہہ رہے تھے۔ تو نے ابن عون، ایوب اور یونس کو دیکھا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تو ان کے پاس نہیں بیٹھا اور ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ اور تو نے انھیں چھوڑ کر عوف کی صحبت اختیار کی۔ اللہ کی قسم عوف کا دل ایک بدعت پر خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرلے۔ ایک تو وہ قدری ہے اور ایک شیعہ ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جب تو چند ہم عصر لوگوں میں مقابلہ کرکے دیکھے گا مثلاً ابن عون اور ایوب کا مقابلہ عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحرانی سے کرکے دیکھے گا۔ حالانکہ یہ دونوں حسن بصری کے شاگرد ہیں۔ جس طرح ابن عون اور ایوب ان کے شاگرد ہیں۔ تو ان دونوں پارٹیوں میں تجھے زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ بلحاظ فضیلت بھی اور بلحاظ نقل روایات بھی اگرچہ عوف اور اشعث کی روایات کو بھی رد نہیں کیا جاتا لیکن ان دونوں میں احتیاط کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو ابن عون اور ایوب میں موجود ہے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کہتے ہیں۔ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے

اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

بندار یعنی محمد بن جعفر لوگوں کو اس عوف کی روایات سُنا رہے تھے۔ سُنانے کے بعد انھوں نے فرمایا۔ اللہ کی قسم عوف قدری تھا۔ رافضی تھا۔ شیطان تھا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۰۵

اتفاق سے عوف سے یہ روایت بندار ہی نے نقل کی ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی بیان کردیا ہے۔ کہ وہ رافضی ہے۔ اور یہ روایت اس کی رافضیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس روایت کے راوی شیعہ ہیں۔

پھر بندار کا دعوٰی تو یہ ہے کہ عوف نے اس روایت کو حضرت زیدؓ بن ارقم کی جانب منسوب کیا اور ابوالاشہب کا بیان ہے۔ کہ اس نے یہ روایت حضرت براءؓ بن عازبؓ کی جانب منسوب کی۔ اس طرح یہ ایک کی بجائے دو روایتیں تیار ہوگئیں۔ ابوالاشہب کا نام جعفر بن الحارث ہے۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابو یعلیٰ موصلی نے یہ روایت حضرت سعدؓ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ لوگوں نے اس پہ باتیں بنائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ دروازہ خود نہیں کھولا بلکہ اسے اللہ نے کھولا ہے۔

ہمارے لئے تو اس روایت کی تردید کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اور صحابۂ کرام اس پر اعتراض کریں اور اسے تسلیم نہ کریں۔ یہ خالص سبائی منطق ہے ابو یعلیٰ نے جو سند بیان کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سعدؓ سے اسے نقل کرنے والا خثیمہ ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں، ان کے والدِ محترم کون ہیں اور یہ کہاں کے باشندے ہیں یہ سب کچھ بعد کے راویوں نے اپنے پیٹ میں ہضم کرلیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا ہاضمہ خراب ہو گیا۔ اور ہم نے تمام خیثمہ نامی افراد کو تلاش کر ڈالا۔ معلوم ہوا خثیمہ نامی چار افراد گزرے ہیں۔

خثیمہ بن خلیفہ یہ ربیعۃ الرائے سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابوالفتح الازدی کہتے ہیں یہ انتہائی ضعیف ہے۔ یہ امام مالک کا ہم عصر ہے۔ گویا تبع تابعی ہے۔ اس نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ربیعۃ الرائے جو اس کے استاد ہیں انھوں نے بھی صرف حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ جن کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ اور حضرت سعدؓ تو ۵۰ھ میں وفات فرما چکے تھے۔

خثیمہ بن محمد الانصاری ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول ہے یہ واقدی سے نقل کرتا ہے۔

خثیمہ بن ابی خثیمہ اسکی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔

خثیمہ بن عبدالرحمٰن الکوفی ثقہ ہے لیکن مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ۸۰ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی ایسا خثیمہ موجود نہیں جس نے حضرت سعدؓ سے روایات سنی ہوں۔ اور جو بھی یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ وہ درمیان سے کسی خبیث کو گرا رہا ہے۔ حضرت سعدؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً جھوٹ ہے۔

ہمیں حیرت حافظ ابن کثیرؒ پر ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دروازہ کھلا رہنے کی فاطمہؓ کی وجہ سے اجازت دی تھی جو آپ کی حیات تک تھی لیکن جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو یہ اجازت بھی ختم ہوگئی تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اجازت وفاتِ رسولؐ تک محدود تھی؟ اس طرح حافظ صاحب نے اس کا وجود تسلیم کر لیا۔ اور ان روایات پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جبھی تو ان کے شاگرد ابن حجرؒ نے یہ فرمایا کہ یہ روایت حسن ہے۔

خثیمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مسلم نامی کوئی فرد ہے۔ ہم نے جب مسلم نامی افراد پر نظر ڈالی تو حقدہ یہ کھلا کہ مسلم نامی اکیاون افراد کا ذکر حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں کیا ہے۔ اور سینتیس افراد کا ذکر ذہبی نے میزان میں کیا ہے۔ اب ہم نے اس مسلم کی تلاش کرنی شروع کی جو خثیمہ سے روایت نقل

کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ معلوم کرنا تو بہت آسان ہے کہ یہ فلانے کھیت کی مولی ہے۔ لیکن ایسے مسلم کو تلاش کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

ہم نے اس سے آگے بڑھ کر مسلم کے شاگرد غسان بن بُسر الکاہلی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ ہم اتنے کاہل الوجود ہیں کہ اب ہمیں مزید کسی کاہلی کی کوئی حاجت نہیں۔ مجبور ہو کر ہم نے ان کاہلی کے شاگرد محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الطحان کی تلاش شروع کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ہی موسمی پرندے تھے۔ ان کی تلاش میں زندگی ختم ہو جائے گی۔ افسوس تو یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر جیسے حضرات اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

حضرت علیؓ کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیے گئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیے جس میں سے ہر باب سے مزید علم کے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ج ا ص ۶۲۴

اس روایت کا راوی حیی بن عبداللہ بن شریح بن معافر المعری ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ اس سے نقل کرنے والا ثقہ ہو۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن عدی نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اس کی تقریباً بیس روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان روایات میں تمام شک بعد کے راویوں کی جانب سے پیدا

ہوا ہے۔ یہ تمام روایات عبداللہ بن لہیعہ نقل کرتا ہے۔ لہٰذا یہ الزام عبداللہ بن لہیعہ پر قائم ہوتا ہے نہ کہ یحییٰ بن عبداللہ بن شریح پر۔ گویا امام ذہبی کے نزدیک ایسی بے ہودہ روایات کا مجرم عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ لہٰذا خود حافظ ذہبی کی زبانی اس کا خاکہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عبداللہ بن لہیعہ اس کی کنیت عبدالرحمٰن ہے۔ مصر کا قاضی تھا۔ اور وہاں کے علماء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے کبار تابعین سے علم حاصل کیا تھا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے اور اس کی روایات حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اسے ہیچ تصور کرتے۔ نعیم بن حماد کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن مہدی فرماتے تھے۔ میں ابن لہیعہ سے جو بھی روایت سنتا ہوں اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ علی المدینی نے عبدالرحمان بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ میں ابن لہیعہ کی کوئی روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔

یحییٰ بن بکیر کا بیان ہے کہ ۱۷۰ھ میں اس کے مکان میں آگ لگ گئی۔ اور اس کی سب تحریرات جل گئیں۔ لہٰذا اس کے بعد اس نے حافظہ پر بھروسہ کرتے ہوئے احادیث بیان کیں جس میں غلطیاں کیں۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ یہ بھی ابن لہیعہ کا ایک جھوٹ ہے کہ اس کی تحریرات جل گئیں۔ اس کے مسودات میں کوئی آگ نہ لگی تھی میں نے عمارہ بن غزیہ نے روایات اس کی تحریرات سے آگ کے واقعہ کے بعد نقل کیں ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ جب اس کے گھر میں آگ لگی تھی تو اس کے روبرو چند اوراق رکھے ہوئے تھے وہ جل گئے تھے۔ (اس نے اس معمولی سی بات کا افسانہ بنادیا۔ بلکہ اس واقعہ کو اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا)

عثمان بن صالح مزید فرماتے ہیں میں اس کی اصلی بیماری سے واقف ہوں۔ قصہ یہ

پیش آیا تھا کہ میں اور عثمان بن عتیق نمازِ جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ ہمارے آگے ایک گدھے پر سوار ابن لہیعہ جا رہا تھا۔ اچانک اس پر فالج گرا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ عثمان بن عتیق یہ دیکھ کر جلدی سے لپکے اور ابن لہیعہ کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور ہم اسے اٹھا کر گھر لے گئے یہیں سے اس کی بیماری کی ابتداء ہوئی۔ (غالباً عثمان بن صالح کا مقصد یہ ہے کہ فالج گرنے کے باعث اس کا دماغ جواب دے گیا تھا)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس نے عمرو بن شعیب کی حدیثیں محمد بن المثنیٰ سے سنی تھیں۔ بعد میں دعویٰ کرنے لگا کہ اس نے عمرو بن شعیب سے یہ حدیثیں براہ راست سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے عبداللہ بن لہیعہ آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور آگ لگنے کے بعد بھی ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھے بشر بن السری نے نصیحت کی کہ اگر تیری ملاقات ابن لہیعہ سے ہو تو اس کی کوئی روایت نہ لینا۔

فلاس کہتے ہیں آگ لگنے سے قبل اس کی روایات معتبر ہیں۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس سے ابن المبارک اور مُقریؒ وغیرہ روایت کریں تو صحیح ہے۔ لیکن ابو زرعہ کہتے ہیں یہ بات قابل اعتبار نہیں۔ رہا ابن المبارک اور ابن وہب کا اس سے روایت لینا تو اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ معتبر تھا۔ بلکہ یہ دونوں خود امام الحدیث تھے۔ وہ صرف اس سے صحیح روایات لیتے۔

ابن ابی مریم کا قول ہے کہ میں آخر عمر میں ابن لہیعہ کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے پاس بربریوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ اور یہ انہیں احادیث سُنا رہا تھا۔ اور یہ تمام احادیث منصور اعمش اور اہل کوفہ کی تھیں۔ میں نے ابن لہیعہ سے سوال کیا تم کے اہل کوفہ کی احادیث کہاں سے سُنیں تیرے تو تمام استاد مصری ہیں۔ کہنے لگا ایسے ہی کان میں پڑ گئی تھیں۔ میں انھیں لکھ نہ سکا تھا۔ اس لئے بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک ایسی صورت میں روایت

بیان کرنا جائز نہیں۔

جوزجانی کہتے ہیں ابن لہیعہ کی روایت میں کوئی نور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی روایت قابل حجت ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ ۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۴ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ خود نیک آدمی تھا لیکن اس میں عیب یہ تھا کہ ضعیف راویوں سے روایت لیتا اور پھر ان کے نام درمیان سے حذف کر دیتا۔

ابن عدی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ اور یہ ساری آفات خود اس کی ڈھائی ہوئی ہیں

میزان ج ۲ ص ۴۷۵

عبدالحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب میں اس کا شمار شیعہ علماء میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اس کی روایت ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ پھر عبدالحسین نے اس کی ایک روایت پیش کی جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ المراجعات ص ۹۱

ابن عدی نے بھی وہ روایت پیش کی اور ذہبی نے بھی بیان کی۔ اور ان دونوں حضرات نے اسے غالی شیعہ قرار دیا۔ ہمارے قارئین کرام بھی اس روایت کو ملاحظہ فرمالیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو ابوبکر رض بلائے گئے۔ آپ نے ابوبکر رض کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا میرے لئے میرے بھائی کو بلاؤ تو عثمان رض بلائے گئے۔ آپ نے ان کی جانب سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر علی رض بلائے گئے۔ آپ نے دیکھ کر انہیں اپنے کپڑے میں چھپالیا۔ اور ان پر جھک گئے۔

جب علی رض آپ کے پاس سے باہر آگئے تو لوگوں نے ان سے سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا حضور نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دئیے۔ ہر باب سے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ص ۴۸۲۔ المراجعات ص ۹۱

یہی روایت شیعوں کی امامت اور صوفیاء کے علم سینہ بسینہ کا ماخذ ہے۔ گویا تیئیس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ اور حضرت علیؓ کو تعلیم دیتے رہے وہ تو ایک لایعنی شے رہی۔ اصل تعلیم تو یہ تھی جو چند منٹ میں پھونک مار کر پلادی گئی۔ جس طرح عثمان ہرونیؒ نے معین الدین اجمیریؒ کو پھونک مار کر انگلی شہادت میں اٹھارہ ہزار عالم دکھا دیتے تھے۔ اور وہ انہوں نے پلک جھپکتے میں گن بھی لئے تھے ہمارا خیال یہ ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں میں کچھ کمزوری تھی جو صرف اٹھارہ ہزار عالم نظر آتے۔ ورنہ ایک ہزار کو ایک ہزار سے ضرب دو تو ایک لاکھ بنتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور میر اجمیری صاحب نے ایک پھونک میں سلوک کی منزلیں طے کرلیں اور پھر اس کے پھونک کا اتنا پھیلا کہ مادر زاد ولی پیدا ہونے لگے۔

حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ

حضرت علیؓ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ان کی زرہ ایک یہودی نے اٹھالی۔ مقدمہ قاضی کے یہاں پہنچا۔ لیکن حضرت علیؓ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت علیؓ کے اس عدل وانصاف کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا قصہ نویسوں نے اس قصے کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن قارئین اب آپ اصل قصہ جو راوی نے بیان کیا تھا حافظ ابن عدیؒ اور حافظ ذہبیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمالیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

راوی نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس دیکھی اور اسے پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے جو فلاں روز گر گئی تھی۔ اس پر یہودی نے جواب دیا یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ لہٰذا میرا اور آپ کا فیصلہ قاضی المسلمین کر سکتا ہے۔

الغرض یہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے۔ جب قاضی شریح نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو اپنی کرسی عدالت چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا۔

اگر میرا دشمن مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ نہ تو غیر مسلموں کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھاؤ۔ اور نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ بلکہ انھیں

راہ میں بھی تنگ سے تنگ جگہ چلنے پر مجبور کر دو۔ اگر وہ تمہیں برا کہیں تو ان کی پٹائی کرو، اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کر دو۔ پھر اس یہودی کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا یہ میری ہی زرہ ہے۔

یہودی نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین سچ کہتے ہیں لیکن گواہ لایئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے غلام قنبرؓ اور اپنے بیٹے حسن کو بلایا۔ انہوں نے شہادت دی۔ اس پر قاضی شریح نے فرمایا غلام کی شہادت تو قبول ہے لیکن بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو نے عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ حسن و حسین نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے۔ شریح نے جواب دیا اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا تو حسن کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم تو بھی ہمارے پاس فیصلہ لے کر آئے گا۔ یقیناً اس کے گھر والوں کے درمیان چالیس روز کے اندر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے زرہ یہودی کو دے دی۔

اس یہودی نے عرض کیا ایک تو امیر المؤمنین آپ میرے کہنے سے قاضی کے پاس جانے پر راضی ہو گئے پھر آپ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ آپ اس پر بھی راضی ہو گئے تو یہ آپ ہی کی زرہ ہے جو میں نے پڑی ہوئی اٹھالی تھی۔ یہ لیجئے۔ اور اس کے بعد وہ یہودی اسلام لے آیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا یہ زرہ بھی تیری۔ جا یہ گھوڑا بھی لے جا۔ اور پھر حضرت علیؓ نے اس کا وظیفہ متعین کر دیا۔ آخر کار وہ یہودی جنگ صفین میں قتل ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۹۔

ہم اس کی سند اور اس کے رواۃ پر تو بعد میں بحث کریں گے۔ اولاً تو اس کی معنوی حیثیت پر غور کر لیا جائے کہ عدل و انصاف کے نام سے کیا کیا خرافات جمع کی گئی ہیں۔

۱۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ حسن و حسین نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے تو یہ روایت قطعاً منکر ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے تو یہ سرے سے مروی نہیں۔ اور اگر یہ روایت بالفرض درست بھی ہو تو اس سے عدالتوں کے فیصلوں میں کیا فرق واقع ہوتا ہے۔ اسلامی قضا کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ کیا اس قانون کو توڑنے کا نام عدل و انصاف

ہے۔ میرے نزدیک تو یہ حضرت علیؓ کی ذات پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔ جس سے ان کی عظمت میں کافی فرق آتا ہے اور اسلام کا بھی مذاق اڑتا ہے۔

۲۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ غیر مسلموں کے مزاج پرسی مت کرو، نہ ان کی تیمارداری کرو۔ بلکہ انھیں تنگ راستہ پر چلنے پر مجبور کرو، اگر ان میں سے کوئی تمہیں برا کہے تو مارو اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کردو۔ یہ روایت پڑھنے کے بعد ہمیں برہمن مذہب یاد آگیا۔ ان کے یہاں اسی قسم کے اصول اچھوتوں کے ساتھ اختیار کیے جاتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن نے غیر مسلموں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۔ البقرہ	اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو تم ان پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی انھوں نے کی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کفار و مشرکین بھی آکر بیٹھتے، آپ ان کے بیماروں کی تیمارداری فرماتے۔ تمام صحابہ کا اس پر عمل رہا۔ آپ کے اور صحابہ کے یہ اخلاق دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے۔ جہاں تک برا کہنے پر مارنے کا تعلق ہے تو ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۔	برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔ لیکن اگر کسی نے معاف کیا اور صلح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ اللہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا۔

لہٰذا یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک صریح جھوٹ ہے۔ جس نے پورے دین اسلام کی بنیادیں ہلادی ہیں۔ بلکہ یہ روایت جس نے وضع کی وہ کوئی انتہائی قسم کا جاہل ہے یا اول درجہ کا دجال ہے۔ جس نے حضرت علیؓ کے عدل و انصاف کے پردے میں ان کے علم کا مذاق اڑایا ہے بلکہ ان کی عزت کر دا غدار کیا ہے۔

۳۔ یہ کون سا شرعی اصول اور انصاف ہے کہ جب کوئی امیر مدعی بن کر عدالت میں جائے تو قاضی یا جج کو کرسی سے ہٹا کر خود جج بن کر بیٹھ جائے اور جب جج قانونی اعتراض اٹھائے تو مدعا علیہ کو دھونس دی جائے۔ اور اسے اس کے بیوی بچوں سے علیحدہ کرنے کی دھمکی دے جائے۔ ایسا اصول تو آج کل کے

سارے قانون میں بھی نہیں پایا جاتا۔

۴۔ جیسے بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ اسی طرح غلام کی مالک کے حق میں شہادت قابل قبول نہیں۔ یہ دونوں ہی شہادتیں باطل تھیں۔

۵۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی شریحؒ انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ ان کا یہ فعل قانون عدالت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں ان کا کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں۔

۶۔ جب قاضی شریحؒ نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ اور حضرت علیؓ اس پر بیٹھ گئے۔ تو مدعی اور مدعا علیہ برابر کہاں رہے۔ اور جب عدالت مدعی کا ساتھ دے تو اس فیصلہ کی پوزیشن کیا ہے۔ اس خبیث راوی نے حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ دونوں کو بدنام کیا ہے۔

۷۔ کیا کوئی سبائی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ واقعہ کس جگہ پیش آیا۔ اور وہ کونسی سرزمین تھی جہاں مسلمان یہود کے ساتھ آباد تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ کوفہ کا ہے تو اس حد تک بات درست ہے کہ شریحؒ کوفہ کے قاضی تھے۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضرت علیؓ کا دارالخلافہ کوفہ تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہاں کچھ یہودی بھی بستے ہوں لیکن ہماری معلومات تو یہ کہتی ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے شام کا رخ کیں۔ اور شام کی سرحد پر چھ ماہ تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ پھر ۳۷ھ میں جنگ صفین واقع ہوئی اور اس جنگ میں وہ یہودی قتل بھی ہو گیا۔

حضرت علیؓ جمل و صفین کے درمیان صرف چند روز کے لئے کوفہ آئے تھے۔ بقول مورخ طبری چند روز کوفہ میں قیام کر کے اور لشکر تیار کر کے شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ تو کیا اس دوران میں یہ سانحہ پیش آگیا۔

کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ جنگ صفین کے بعد پیش آیا۔ تو وہ یہودی نومسلم جنگ صفین میں قتل ہو چکا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسے مقتول ہونا ہی تھا کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو تردید کا امکان باقی رہتا۔ اسی لئے اس کا نام پتہ تک بیان نہیں کیا گیا۔

۸ - اس روایت میں ہے کہ اس کا وظیفہ بھی متعین کیا گیا. لیکن وہ اس کی وصولیابی سے قبل ہی چل بسا.

۹ - اس واقعہ کو نقل کرنے والے آخری راوی ابراہیم تیمی ہیں جو اس واقعہ کے ناقل بیان کئے جاتے ہیں. ابراہیم تیمی سے مراد ابراہیم بن محمد بن طلحہ التیمی ہیں. یہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں. ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوا. تقریب ص۲۲. اس لحاظ سے یہ ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور جس وقت جنگ صفین پیش آئی اور وہ یہودی مقتول ہوا تو یہ اس وقت مدینہ میں اپنی والدہ کا دودھ پی رہے تھے اور چند ماہ کے بچہ تھے. لہذا یہاں دو ہی امکان پیدا ہو سکتے ہیں.

۱. یا تو کسی نے یہ واقعہ گھڑ کر ان کی جانب منسوب کیا.

۲. یا انہوں نے یہ واقعہ کسی گرے پڑے راوی سے سنا تھا. انہوں نے اس کا نام بیان نہیں کیا. اور اس طرح بلا تحقیق یہ روایت مرسلاً بیان کر دی. اور لوگوں میں پھیل گئی. اور ابراہیم اکثر مرسل روایات بیان کرتے ہیں.

ابراہیم تیمی سے یہ روایت نقل کرنے والے اعمش ہیں. ان کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے لیکن اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ تدلیس سے کام لیتے اور ضعیف اور سبائی بچوں سے روایات لیتے اور درمیان سے ان کا نام غائب کر دیتے. حتیٰ کہ امام ابن المبارک اور مغیرہ کا بیان تو یہ ہے کہ اہل کوفہ کو خراب کرنے والے یعنی تدلیس کا مرض پیدا کرنے والے دو شخص ہیں. ابو اسحاق سبیعی اور اعمش. اور ویسے بھی ماشاء اللہ وہ شیعہ تھے. اور اس روایت کے راوی وہی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا. قیامت کے روز میں جنت اور دوزخ تقسیم کروں گا. ان کا تفضیلی حال تو ہم اور کسی جگہ پیش کریں گے. ان کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہے. ہاں ہمیں یہ شبہ ضرور ہے کہ ابراہیم تیمی مدنی سے ان کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی جو انہوں نے اعمش کو یہ افسانہ سنا ڈالا. ہو سکتا ہے کہ اعمش اور ابراہیم کے درمیان اسی طرح ایک راوی غائب کر دیا گیا ہو جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم کے درمیان غائب کر دیا گیا.

اگر ابراہیم سے مراد ابراہیم النخعی ہیں جو اعمش کے استاد ہیں اور کوفہ کے عالم ہیں تو وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چار سال بعد پیدا ہوئے. اور ان کی ذات اس قسم کی لغویات سے پاک ہے.

حکیم بن خزام

اعمش سے اسے نقل کرنے والا حکیم بن خزام ہے۔ قواریری کا بیان ہے کہ میں اس سے ملا ہوں یہ اللہ کا ایک بہت نیک بندہ تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے بخاری کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص۵۸۵۔

نیک بندہ ہونا بظاہر بہت اچھی بات ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مدح ملیح ہے۔ کیونکہ محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں بہت نیک آدمی تھا تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت کے باعث حفظ حدیث کی جانب اس کی توجہ نہ تھی۔ یہ نیک لوگ جو بات سنتے اس کو حدیث بنا دیتے۔ اسی لئے نیک لوگوں کی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ امام یحیٰی بن سعید القطان فرماتے میں نے ان نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں جھوٹ بولتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور امام مسلم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ لوگ عمداً تو جھوٹ نہ بولتے لیکن ان کی زبانوں پر ہر وقت جھوٹ جاری رہتا۔

اس کی اگر تصدیق کرنی ہو تو صوفیاء کی کتابوں کی روایات کا رجال اور کتب حدیث کی رو سے مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر ایک فی صد بھی صحیح روایت مل جائے تو یہ بھی ایک عجوبہ ہوگا۔ کیونکہ صوفیاء کا ایک طبقہ حدیث میں جھوٹ بولنے کو کار ثواب تصور کرتا رہا۔ حکیم بن خزام سے یہ کہانی نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ابو الاشعث العجلی ہے۔

الغرض یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور قاضی شریح سب پر مخفی تبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت علیؓ نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرما دی تھی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز مبعوث ہوئے۔ اور منگل کے روز حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اسے مسلم الاعور کے علاوہ کوئی

روایت نہیں کرنا۔ اور مسلم الاعور محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ نیز اس مسلم نے یہ روایت حبۃ کے ذریعے حضرت علیؓ سے بھی نقل کی ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳۔

محدثین کا دستور یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی سند میں متعدد راوی ضعیف ہوں تو وہ صرف ایک راوی پر جرح کر کے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے یہاں صرف مسلم پر جرح کی ورنہ اس روایت کی سند میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

لیکن سب سے اوّل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت انسؓ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جو مدینہ کے باشندہ تھے اور وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اس طرح یہ روایت مرسل صحابی ہوئی۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب حضرت علیؓ اسلام لائے تو ان کی عمر کیا تھی بعض مورخین نے پانچ اور بعض نے سات سال بیان کی ہے اور بعضوں نے اس سے کچھ زیادہ بھی لیکن اس سے بھی اہم مسئلہ یہ ہے کہ جب غار حرا میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس کے بعد ایک سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اور سورۃ علق کی ابتدائی آیات میں نماز کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ یک سال بعد سورۃ مدثر نازل ہوئی۔ پھر سورۃ مزمل۔ سورۃ مزمل میں رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ گویا نماز کی ابتدا نبوت کے ایک سال بعد ہوئی تو حضرت علیؓ نے اگلے روز نماز کیسے پڑھ لی۔ یہ سبائی طبقہ اس قسم کی بے پر کی گپیں اڑا کر لوگوں کو اسی طرح بے وقوف بناتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سنیوں کو اس طبقہ کے شر سے بچائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی مسلم الاعور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ بلکہ یہ اپنے دل سے روایت اور سند وضع کرتا ہے۔ امام جعفر بن غیاث کا بیان ہے کہ اس نے میرے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ حدیث کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا ابراہیم نخعی سے اور وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ سے۔

یہاں تک تو بات درست معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ ابراہیم علقمہ کے شاگرد ہیں اور علقمہ عبداللہ بن

مسعود کے۔ لیکن جعفر بن غیاث نے فوراً سوال کیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے۔ کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالانکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بھی نہیں سنی۔ انہوں نے ایک آدھ روایت حضرت ابوبکرؓ سے سنی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کو عبداللہ بن مسعودؓ کے استاد ہونے کا فخر حاصل نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے صحابہ کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

گویا یہ مسلم الاعور یا تو نمبر ایک کا احمق تھا جسے اتنی سی معمولی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ اور اگر وہ جاہل نہ تھا تو پھر دس نمبر یہ چال باز تھا۔ اور روایات خود دل سے وضع کر کے بڑے بڑے اشخاص کی جانب منسوب کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ جھوٹ کسی وقت کھل بھی سکتا ہے۔

فلاسی کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے یحیٰی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۱۰۶۔

علی بن عابس مسلم الملائی سے اس داستان کو نقل کرنے والا علی بن عابس ہے۔ امام ترمذی نے اس کے سلسلہ میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اس کا لقب ازرق ہے۔ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی، جوزجانی اور رازی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں فحش غلطیاں کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ترک کر دینے کا مستحق ہے میزان ج ۲ صفحہ ۱۳۴

اسمٰعیل بن موسیٰ اس کا ایک راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو خود کو سُدی کا بھانجا کہتا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں

امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ یہ سُدی کا بھانجا ہے۔ سُدی سے اس کی بہت دور کی قرابت ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

عبدان کا بیان ہے کہ ہم پریشان ہوئے اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے اعتراض کیا کہ کیونکہ ہم اسماعیل سے احادیث سننے جاتے۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اس فاسق کے پاس جاتے ہو جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے میزان ج ۱ ص ۲۵۱۔

عبدالحسین موسوی نے اسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (المراجعات)

اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے

صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ آپ نے میرا نکاح ایسے فقیر سے کیا جس کے پاس کوئی مال نہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں صرف دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے ایک تیرے خاوند کا اور ایک تیرے باپ کا۔

ابراہیم اس کا راوی ابراہیم بن الحجاج ہے جو اسے عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے۔ اسے کوئی شخص نہیں جانتا اور اس کی روایت باطل ہے۔ اور یہ ابراہیم بن الحجاج نہ شامی ہے اور نہ نیلی ہے۔ بلکہ کوئی تیسرا شخص ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

عبدالسلام بن صالح اس روایت کو عبدالرزاق سے عبدالسلام بن صالح نے روایت کیا ہے جو ہالکین میں سے ایک ہے۔ امام ذہبی کے الفاظ میں یہ عبدالسلام بن صالح کون ہے۔ ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوالصلت ہے۔ ہرات کا باشندہ ہے۔ علی رضا سے روایت کرتا ہے۔ بلکہ کٹر شیعہ ہے۔ علی رضا کے نام سے اس نے ایک کتاب وضع کی ہے۔ جس میں متعدد خرافات بھری ہوئی ہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص میرے نزدیک سچا نہیں۔ ابوزرعہ نے اس کی روایت پر غصہ میں ہاتھ مارا۔ عقیلی کا بیان ہے۔ کہ رافضی ہے خبیث ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ متہم ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں رافضی ہے خبیث ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ ابن سیار کا بیان ہے کہ صحابہ کی مذمت میں روایات وضع کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب وضع کی۔ جس میں وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھی گئی ہے کہ علوی کتا ہو امیہ سے بہتر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۸۶۔

ابراہیم بن الحجاج اور عبد السلام بن صالح۔ ہر دو شخص یہ روایت عبد الرزاق بن ہمام سے نقل کر رہے ہیں۔ ان کی صحیح حیثیت کیا ہے۔ اگر ہم اس پر کچھ تبصرہ کریں گے تو اہل علم حضرات ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم خود کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام ذہبی نے ان کے بارے میں اچھا یا برا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ہم قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا بلکہ ابن عدی کی تلخیص پیش کی ہے۔

عبد الرزاق بن ہمام امام ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ صنعا کے باشندہ ہیں مشہور لوگوں میں سے ایک ہیں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور بیس سال کی عمر میں طلب علم میں مشغول ہوئے۔ سات سال تک امام معمر سے حدیث حاصل کرتے رہے۔ تجارت کی غرض سے شام گئے اور حج بھی کیا۔ اور دوران سفر ابن جریج۔ عبید اللہ بن عمر، عبد اللہ بن سعید ابی ہند۔ ثور بن یزید اوزاعی اور ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ اور بہت کچھ احادیث لکھیں اور ایک کتاب جامع کبیر تصنیف کی۔

ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل۔ محمد بن یحیی ذہلی۔ اسحاق بن راہویہ اور رمادی جیسے حضرات نے سفر کر کے ان سے علم حاصل کیا۔

ابو زرعہ دمشقی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کہ کیا عبد الرزاق معمر کی احادیث یاد رکھتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ان سے دریافت کیا ابن جریج کے بارے میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ابن جریج یا برسانی۔ انہوں نے جواب دیا عبد الرزاق۔ اور ہم عبد الرزاق کے پاس ۲۰۰ھ

سے قبل کئے تھے۔ اس وقت تک اس کی بینائی بھی خراب نہ ہوئی تھی۔ اور جن لوگوں نے عبدالرزاق سے بینائی جاتے رہنے کے بعد روایات سنی ہیں۔ وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ وہ سننے میں ضعیف تھا۔

ہشام بن یوسف کا بیان ہے کہ ابن جریج ۲۱۸ھ میں جب یمن پہنچا تو عبدالرزاق اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اثرم کا بیان ہے کہ ابو عبداللہ (یعنی احمد بن حنبل) سے دریافت کیا گیا کہ یہ روایت النار جبار کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ روایت باطل ہے۔ اسے عبدالرزاق سے کس نے روایت کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے احمد بن شبویہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان لوگوں نے عبدالرزاق سے جو روایات سنی تھی وہ اس کے نابینا ہونے کے بعد سنی تھیں۔ یہ روایات اس کی کتابوں میں موجود نہیں۔ ان لوگوں نے عبدالرزاق سے ایسی مسند احادیث بیان کی ہیں جو عبدالرزاق کی کتاب میں موجود نہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ عبدالرزاق کے نابینا ہونے کے بعد لوگ اسے جو بتاتے تھے وہ اسے اپنی حدیث سمجھ کر لوگوں سے بیان کرتا۔ اور ان لوگوں نے اس طرح اس کی روایات اپنی کتابوں میں درج کر لیں۔

نسائی کا بیان ہے جن لوگوں نے اس سے بعد میں روایات لکھیں ان کی روایات پر اعتراض ہے۔ ان سے متعدد منکر روایات مروی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انہوں نے فضائل میں ایسی روایات بیان کی ہیں جن پر ان کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ اسی طرح کچھ صحابہ کی مذمت میں روایات بیان کیں۔ اور محدثین اسے تشیع کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

دارقطنی کا قول ہے کہ عبدالرزاق اگرچہ ثقہ ہے لیکن یہ اکثر کی احادیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے۔ کہ عبدالرزاق کئی ایسی احادیث بیان کرتا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ تمام روایات تم نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں۔ وہ بولا کہ اس نے بعض سنی ہیں۔ بعض استاد کے سامنے پیش کی گئیں۔ اور بعض کا ان کے سامنے مذکرہ آیا۔

اور اس طرح کل سنی ہوئی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ میں نے عبدالرزاق سے اس کی کتاب کے علاوہ کوئی روایت نہیں لکھی۔ بجز ایک حدیث کے۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب سے جو روایات لکھی ہیں وہ صحیح ہیں۔

محمد بن ابی بکر المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے وہ روایات نہیں سنی جو جعفر بن سلیمان وغیرہ نے برباد کر کے اس سے بیان کی تھیں۔

ابو زرعہ عبید اللہ نے عبداللہ المسندی سے نقل کیا ہے کہ میں نے جب مکہ سے رخصت کا ارادہ کیا تو سفیان بن عیینہ نے رخصت طلب کی اور ان سے عرض کیا۔ اب میں آپ کے پاس سے عبدالرزاق کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ان لوگوں میں داخل نہ ہو کہ جن کی دوڑ دنیا کی زندگی میں برباد ہو چکی ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا عبدالرزاق غالی شیعہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے اس قسم کی کوئی بات تو اس سے نہیں سنی تھی لیکن وہ ایسا شخص ضرور ہے کہ جسے لوگوں کی بیان کردہ باتیں زیادہ پسند تھیں۔

عقیلی نے بالواسطہ مخلد الشعیری سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں عبدالرزاق کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا۔ اس نے جواب میں کہا۔ ہماری مجلس کو ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ذکر سے ناپاک نہ کرو۔ یعنی ہم ایسی روایات سننا نہیں چاہتے۔

محمد بن عثمان الثقفی البصری کا بیان ہے کہ جب عباس بن عبدالعظیم العنبری صنعاء سے عبدالرزاق کے پاس ہوتے ہوئے ہمارے پاس آئے تو اس وقت ہم اور ہمارے پاس ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم سے انہوں نے فرمایا۔ ہم ایک جماعت کے ساتھ مل کر عبدالرزاق کے پاس گئے اور اس کے پاس کافی عرصہ مقیم رہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں یقیناً عبدالرزاق کذاب ہے اور واقدی اس سے زیادہ سچا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس قسم کے معاملات میں امام مسلم نے عباس بن عبدالعظیم کی حمایت

کی ہے۔ اور تمام علماء اس کی روایات کو حجت سمجھتے ہیں۔ لیکن ان متعینہ منکرات میں جو شمار ہو سکتی ہیں اسے حجت نہیں مانتے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ بن المبارک صنعانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زید بن المبارک عبدالرزاق کے پاس ایک عرصہ تک رہے اور اس سے کافی روایات لکھیں۔ پھر عبدالرزاق کی کتابیں پھاڑ دیں۔ اور محمد بن ثور کی خدمت میں رہنے لگے۔

ہم نے علی بن عبداللہ سے دریافت کیا اس کی کیا وجہ پیش آئی۔ انہوں نے جواب دیا ہم عبدالرزاق کے پاس بیٹھے تھے اس نے مالک بن اوس بن حدثان کی حدیث بیان کی۔ لیکن جب حضرت عمر کا یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تو یعنی عباسؓ تو اپنے بھتیجے کی میراث طلب کر رہا تھا اور یہ علیؓ اپنی بیوی کی جو اسے باپ کی جانب سے ملنی چاہیے تھی میراث طلب کر رہا تھا عبدالرزاق نے اس پر یہ جملہ کہا کہ اس احمق کو دیکھو کہ بھتیجا اور بیوی کا باپ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ زید بن المبارک کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد عبدالرزاق کے پاس نہیں گیا اور نہ میں اس سے کوئی روایت نقل کرتا ہوں۔

جعفر بن ابی عثمان الطیالسی کا بیان ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات سنی کہ میں نے عبدالرزاق سے کچھ ایسی گفتگو سنی جس سے میں اس کے شیعہ ہونے کا استدلال کر سکتا تھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے وہ سب اصحاب سنت تھے۔ مثلاً معمر، مالک، ابن جریج سفیان۔ اور اوزاعی۔ تو آخر یہ بدعت کن افراد سے سیکھی۔

اس نے جواب دیا ہمارے پاس جعفر بن سلیمان الضبعی آیا۔ میں نے اسے فاضل اور اچھی ہدایت والا پایا۔ میں نے یہ تمام باتیں اسی سے سیکھیں۔

احمد بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات اس وقت سنی کہ امام احمد یہ فرماتے تھے کہ عبیداللہ بن موسیٰ نے تشیع کے باعث اس کی حدیث رد کر دی تھی۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم عبدالرزاق تو عبیداللہ سے سو درجہ زیادہ غالی ہے بلکہ سو درجہ سے بھی زیادہ میں نے عبدالرزاق

سے ایسی باتیں سنی ہیں جو عبداللہ سے بھی نہیں سنی۔

سلمۃ بن شبیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا۔ اللہ کی قسم مجھے اس امر پر ایک شرح صدر نہیں ہوا کہ میں علیؑ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دوں۔

احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؓ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو خود پہ فضیلت دی تھی۔ اس لئے میں انہیں فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں علیؓ سے محبت رکھتا ہوں اور ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

محمد بن ابی السری کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے دریافت کیا تمہاری فضیلت صحابہ کے بارے میں کیا رائے ہے اس نے جواب دیا۔ سفیان، ابوبکرؓ و عمرؓ کہتے اور خاموش ہو جاتے اور مالک کہتے ابوبکرؓ و عمرؓ اور خاموش ہو جاتے۔

ابو صالح محمد بن اسماعیل الفزاری کا بیان ہے کہ ہم صنعاء میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ وہاں یہ اطلاع ملی کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے عبدالرزاق کی حدیث ترک کر دی ہے یا یہ حضرات اسے برا تصور کرنے لگے ہیں ہم اس بات سے بہت غمزدہ ہوئے اور ہم نے دل میں سوچا کہ ہم نے اتنا مال خرچ کیا۔ اتنا طویل سفر کیا اور اتنے مصائب برداشت کئے پھر ہم مکہ حج کیلئے آئے۔ وہاں ہماری ملاقات یحییٰ سے ہوئی۔ ہم نے ان سے اس معاملہ میں دریافت کیا۔

انہوں نے جواب دیا اے ابو صالح اگر عبدالرزاق اسلام سے مرتد بھی (یعنی رافضی) ہو جائے گا تب بھی ہم اس کی حدیث ترک نہیں کر سکتے۔

عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کہ اگر یہ لوگ علیؓ کو اپنا دلی بنائیں تو اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پائیں گے۔"

عبدالرزاق سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ روایت سفیان ثوری سے سنی ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ سے نعمان بن ابی شیبہ اور یحییٰ بن العلاء نے بیان کی تھی۔

نعمان مجہول ہے۔ اور یحییٰ بن العلاء ہلاکت پھیلانے والا ہے۔

اسے اسرائیل نے ابو اسحاق سے۔ اسرائیل سے عبد الحمید الفراء نے نقل کیا ہے۔ نیز زید بن الحباب نے فضیل بن مرزوق کے ذریعہ ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔ اس طرح سے یہ روایت ابو اسحاق سے تو محفوظ ہے۔ لیکن ابو اسحاق کے استاد زید بن یثیع کے بارے میں کسی جرح سے واقف نہیں۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔

امام ابو عمرو بن الصلاح امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ جس نے عبد الرزاق سے اس کے نابینا ہونے کے بعد روایات سنی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ میں نے اس کی متعدد احادیث دبری کے ذریعہ عبد الرزاق سے نقل کی ہیں۔ جنہیں میں منکر تصور کرتا ہوں جنہیں میں بیان بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ان میں سب سے بدتر وہ روایت ہے جسے احمد بن ابی الازہر نے عبد الرزاق سے نقل کیا ہے اور عبد الرزاق نے تنہائی میں معمر عن الزہری عن عبید اللہ بن ابن عباس کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا۔ تو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار رہے گا۔ جس نے اے علیؓ تجھ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھؐ سے بغض رکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جو ہم نے حذف کردی ہیں۔ عبد الرزاق کا انتقال شوال سنہ ۲۱۱ھ میں ہوا۔

انہی مذکورہ روایات میں ذہبی نے عبد الرزاق کے واسطے سے یہ روایت نقل کی جو ہم نے بطور مرغی پیش کی ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اس کا سہرہ ابو الصلت الہروی کے سر باندھا ہے میزان ج ۲ ص ۶۰۹

زید بن یثیع

اس سے ترمذی کے علاوہ صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں لی۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو اسحاق کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی۔ بعض حضرات نے اس کا نام ابان بن تغلب بن زید بن نفیع بیان کیا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے میزان ج ۴ ص ۱۰۵

ابن ابی حاتم نے اس کا نام زید بن نفیع بیان کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے۔ الجرح و التعدیل ج ۳ ص ۵۷۳۔

الغرض اس روایت کے تمام راوی جو اسحاق کے علاوہ ہیں یا وہ سب باطل ہیں یا مختلف فیہ ہیں۔ اور عبدالرزاق سے نقل کرنے والے سراسر باطل اور کالعدم ہیں۔ لہٰذا یہ روایت باطل ہوئی۔

ایسی صورت میں اس روایت کا کیا مقام ہے۔ اس کا فیصلہ خود قارئین فرمالیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمان غنیؓ پر تبرا ہے۔ کیونکہ ہر دو داماد صاحب مال و زر تھے۔ یعنی ابوالعاصؓ اور عثمانؓ۔ اسی لیے حضرت علیؓ کے فقر و فاقہ کو جھوٹ کے پردے میں چھپانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چونکہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے یہاں ہمیشہ تنگی اور فقر و فاقہ میں گزاری۔ اس لیے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کے خلاف تبرا بھی کیا گیا کہ اس کے پاس مال نہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اسے پردے میں چھپایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تیرے باپ اور علیؓ کے علاوہ کوئی محبوب نہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ حقیقت لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپتی۔ اگر حضرت فاطمہؓ نکاح کے وقت انکار فرما دیتیں تو ہو سکتا ہے کہ حالات تبدیل ہو جاتے۔ اور ہماری تاریخ کے اتنے اوراق کسی اور رنگ میں رنگیں ہوتے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت عبدالرزاق جیسے بھی سنی ہوتے۔

حضرت علیؓ سے سرگوشی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے روز علیؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ اس پر لوگوں نے آپس میں کہا۔ کہ آج تو آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت طویل سرگوشی کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اس سے کوئی سرگوشی نہیں کی۔ اس سے تو اللہ نے سرگوشی کی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے اجلح کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور

محمد بن فضیل کے علاوہ جن لوگوں نے اجلح سے روایت نقل کی ہے انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس نے بتلایا کہ "اس سے اللہ نے سرگوشی کی ہے" کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے مجھے علیؓ کے ساتھ سرگوشی کا حکم دیا تھا ترمذی ج ۲ صـ ۲۴۷ ۔

اس روایت کا اولین راوی جو ترمذی کا استاد ہے وہ علی بن المنذر الطریقی ہے۔

علی بن المنذر

اس سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کہتے ہیں یہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن نسائی نے اگرچہ اس سے روایت لی ہے لیکن یہ وہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ خالص شیعہ ہے۔ ۲۵۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ صـ ۱۵۷

عبدالحسین عراقی نے اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ المراجعات صـ ۱۰۹ ۔

محمد بن فضیل بن غزوان

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ ضبی ہے کوفی ہے۔ سچا عارف ہے لیکن اسے شیعہ کہا جاتا ہے اس سے تمام اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب صـ ۳۱۵ ۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یحیٰ بن معین اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی احادیث اچھی ہوتی ہے لیکن یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ بعض محدثین اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ وہ شیعہ ہے۔ اور ابوداؤد کہتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ میزان ج ۴ صـ ۱۰

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں اسے شیعہ علماء میں شمار کیا ہے۔ عبدالحسین موسوی نے بھی اپنی کتاب میں اس کے شیعہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ المراجعات صـ ۱۱۵ ۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اسے اجلح بن عبداللہ بن حجیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو حجیہ ہے قبیلہ کندہ کا ایک فرد ہے۔ اس کی روایات اربعہ میں موجود ہیں لیکن شیعہ ہے۔ تقریب صـ ۲۵ ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحیٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے اور بدترین مذہب رکھتا تھا۔

یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ میرے دل میں تو اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی کہتے

ہیں اگرچہ سچا ہے لیکن شیعہ ہے جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ زبردست افترا پرداز ہے ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۹۰۔

اس طرح اس روایت کے تینوں راوی شیعہ ہوئے۔ اور اس میں مزید خرابی یہ ہے کہ ابن عجلان نے یہ روایت ابو الزبیر سے نقل کی ہے اور ابو الزبیر اسے عن جابر کہہ کر نقل کر رہے ہیں اور وہ مدلس ہیں۔ اور محدثین کا دعوی ہے کہ اگر ابو الزبیر سے لیث نقل کریں تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔ ورنہ ابو الزبیر کی بقیہ روایت میں تدلیس ہوتی ہے۔

اے علیؓ تو عیسیٰؑ بن مریم کی طرح ہے

حضرت علیؓ کا کہنا ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تجھ میں عیسیٰؑ کی مثال پائی جاتی ہے کہ ان سے یہود کو اتنا بغض پیدا ہوا کہ ان کی ماں پر تہمت لگا بیٹھے اور ان سے نصاریٰ نے اتنی محبت کی کہ انہیں اس منزل پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے۔

خبردار میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا کہ مجھ پر وہ باتیں منسوب کرے جو مجھ میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ عداوت رکھنے والا جو میرے مزاج کو برداشت نہیں کر سکے حتیٰ کہ مجھ پر تہمت لگانا شروع کر دی۔ خبردار میں نہ تو نبی ہوں اور نہ میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث صحیح نہیں۔

حکیم بن عبد الملک یحییٰ ابن معین کا بیان ہے کہ عبد الملک ثقہ نہیں بلکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابو داؤد کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۶۔ حکم بن عبد الملک قوی نہیں کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۰۔

خالد بن مخلد امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ (پہلے حال گذر چکا)

سفیان بن وکیع نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں جب اسے بات کی تلقین کی جاتی تو یہ وہی اختیار کر لیتا ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۷۔

ان تین راویوں کے علاوہ اس روایت کے اور بھی راوی ناقابل اعتبار ہیں مثلاً حارث بن حصیرہ رجعت پر ایمان رکھتا۔ ابوصادق اور ربیعہ بن ناجد یہ سب مجہول لوگ ہیں۔ ہاں یہ روایت ایک اور سند سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اے علیؓ اس امت میں تیری مثال عیسیٰؑ بن مریم کی طرح ہے۔ جس سے ایک قوم نے محبت کی، اور اس میں افراط سے کام لیا اور ایک قوم نے اس سے بغض رکھا تو اس میں حد سے بڑھ گئے اور ان لوگوں نے بھی مذاق اڑانا شروع کر دیا جو عیسیٰؑ کے پاس موجود تھے۔ اس پر کفار مکہ بولے ذرا اس پر غور کرو کہ یہ اپنے چچا کے بیٹے کو عیسیٰؑ سے کیسے تشبیہ دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا	اور جب ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے
قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝	تو تیری قوم اس سے اعراض کرتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ جو اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۸۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اسے مبارک بھی کہا جاتا۔ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۱۵

تیرا بھائی علیؓ بہتر بھائی ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جب مجھے سات مرتبہ

آسمان پر لے جایا گیا تو مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ آگے بڑھو۔ اللہ کی قسم اس مقام پر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل آج تک نہیں پہنچا۔ ہاں پروردگار نے مجھ سے کچھ وعدے فرمائے۔ لیکن جب میں واپس لوٹا تو ایک منادی نے پردہ کے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ تیرا باپ ابراہیم اچھا باپ تھا۔ اور تیرا بھائی علیؓ تیرا اچھا بھائی ہے۔ اسے خیر کی وصیت کرنا۔

میں نے کہا اے جبرئیلؑ میں قریش کو بتا دوں کہ میںؐ نے اپنے رب کی زیارت کی ہے۔ جواب ملا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ قریش میری تکذیب کریں گے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ابوبکرؓ بھی موجود ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ اور وہ اے محمدؐ تمہاری تصدیق کریں گے اور عمرؓ سے بھی میرا سلام کہہ دینا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مسلم بن خالد کچھ نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۰۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے۔

مسلم بن خالد المخزومی ان کے مالک مکہ کے باشندے تھے۔ زنجی کے لقب سے موسوم ہیں فقیہ ہیں سچے ہیں لیکن انہیں وہم بہت ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تقریب التہذیب ص ۳۳۵۔

بخاری کا بیان ہے۔ مسلم بن خالد الزنجی۔ اس کی کنیت ابوخالد ہے۔ ہشام بن عروہ اور ابن جریج سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۰۶۔

نسائی رقم طراز ہیں۔ مسلم بن خالد الزنجی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۹۸

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

مسلم بن خالد الزنجی المکی۔ فقیہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوخالد ہے بنو مخزوم کے غلام ہیں۔ ابن ابی ملیکہ اور عمرو بن کثیر سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان سے شافعی، حمیدی، ہشام اور دیگر متعدد نے روایات لی ہیں۔

یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا ضعیف ہیں ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ ثقہ ہے کے منکر تھے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ اس کی روایت حجت نہیں۔ اور ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ازرقی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہیں۔ عابد ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھتے۔ ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ یہ اہل مکہ کے فقیہ تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں یہ بہت سپید تھے۔ انہیں جو لقب دیا گیا وہ ضد میں دیا گیا۔ ۱۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۳۔

حضرت علیؓ سید العرب ہیں

سلمۃ بن کہیل کا بیان ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا۔ اور اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ موجود تھیں۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا اے عائشہؓ اگر تو سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ سید العرب نہیں۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں امام المسلمین اور سید المتقین ہوں تو اگر سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی سند منقطع ہے۔ اور **محمد بن حمید** کو ابن وارہ اور ابوزرعہ نے کذاب کہا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ لوگوں سے روایات میں تبدیلیاں کر کے نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

یہ محمد بن حمید مشہور مؤرخ ہے جس نے ابن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ ہم اس کا تفصیلی زائچہ پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اس موضوع پر ایک اور روایت ابن عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور علیؑ عرب کے سردار ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں کہ خارجہ بن مصعب ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اسے توجحت میں بھی پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

خارجہ بن مصعب اس کی کنیت ابو الحجاج السرخسی ہے۔ فقیہ ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد نے داری اور یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ قرار دیا حتیٰ کہ ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ بخاری کا کہنا ہے اسے ابن المبارک اور وکیع نے چھوڑ دیا ہے۔ دار قطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں داخل ہے جن کی روایات لکھی جاتی ہیں۔

ابن عدی نے اس کی بیس کے قریب منکر اور غریب روایات نقل کیں اور اس کے بعد کہا اس سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں سے کچھ مسند ہیں اور کچھ منقطع۔ بہر صورت یہ ان لوگوں میں داخل ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔ یہ ان میں غلطی کرتا ہے لیکن عمداً ایسا نہیں کرتا۔ اس کا ۱۶۸ھ میں انتقال ہوا۔ اور خراسان میں یہ بہت بڑا آدمی شمار ہوتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۵۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ خارجہ بن مصعب۔ اس کی کنیت ابو الحجاج ہے۔ متروک ہے اور کذاب لوگوں سے تدلیس کرتا۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۸۶۔

دار قطنی لکھتے ہیں خارجۃ بن مصعب سرخسی ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۸۵

بخاری رقم طراز ہیں خارجۃ بن مصعب اس کی کنیت ابوالحجاج ہے خراسانی ہے ضبعی ہے۔ زید بن اسلم سے روایات نقل کرتا ہے۔ وکیع نے اس کی روایت ترک کی۔ یہ خارجہ غیاث بن ابراہیم سے تدلیس کرتا ہے۔ اور غیاث کی حدیث ردی ہوتی ہے۔ اور اس خارجہ کے علاوہ غیاث سے کوئی صحیح طور پر نقل نہیں کرتا۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۱۔

نسائی لکھتے ہیں۔ خارجۃ بن مصعب خراسانی ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۳۷۔

میری اولاد علیؑ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے لیکن میری اولاد علی کی پشت میں رکھ دی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

یحیٰی بن العلاء کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کی مرویات موضوع ہوتی ہیں العلل المتناہیہ ج ا ص۲۱۵۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یحیٰی بن العلاء بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ رے کا باشندہ ہے یہ زہری اور زید بن اسلم سے روایات لیتا۔ اس سے عبدالرزاق اور جبارۃ بن المغلس روایات نقل کرتے ہیں۔ اس کی مرویات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں یہ بہت فصیح تھا اور بولنے میں خوب ماہر تھا اس کا شمار عاقلوں میں ہوتا تھا۔

ابوحاتم لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے یہ کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ شخص قابل بھروسہ نہیں۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے اس یحییٰ بن العلاء کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تو اس کی فصاحت نہیں دیکھتا۔ میں نے سوال کیا پھر آپ اس کی روایات کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ کھانے کے وقت چپل اتارنے کے بارے میں بیس احادیث بیان کرتا ہے۔

اس نے ایک تو حدیث بالا بیان کی۔ اور ایک یہ روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے علیؓ کے کے بارے میں مجھے تین باتوں کی رمز کی ہے۔ اول وہ سید المسلمین ہیں، دوسرے امام المتقین ہیں اور تیسرے ان لوگوں کے قائد ہیں جن کے اعضاء وضو سپید ہوں گے۔ میزان ج ۴ ص۳۹۷۔

امام بخاری کہتے ہیں۔ اس راوی کے بارے میں وکیع نے کلام کیا ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۳۱۔

نسائی لکھتے ہیں یحییٰ بن العلاء الرازی متروک الحدیث ہے۔ اس سے عبدالرزاق روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۱۰۹۔

دارقطنی بیان کرتے ہیں یحییٰ بن العلاء الرازی البجلی متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۱۷۸۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ یحییٰ بن العلاء البجلی۔ اس کی کنیت ابو سلمہ یا ابو عمرو ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ تقریب التہذیب ص۳۷۹۔

قرآن نے ہمیں اس امر کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو باپوں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے۔

میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں

یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور علیؓ کو چھوڑ دیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور مجھے

چھوڑ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں کس لئے چھوڑا ہے تجھے معلوم ہے؟ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں، اگر تجھ سے اس سلسلہ میں (چچازاد بھائی ہونے میں) کوئی جھگڑے۔ تو تم کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ تیرے بعد جو اس کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے۔

یعنی اگر کوئی اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ یا بھائی ہونے کا دعویٰ کرے تو غرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے اور ان سب کے اولاد تھی۔ اور ان میں سے بہت سے حضرت علیؓ کی وفات کے وقت تک حیات تھے حتی کہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ چچازاد بھائی عبداللہؓ بن عباس وغیرہ حیات تھے۔ گویا کہ یہ سب عیاذاً باللہ جھوٹے لوگ تھے۔ حالانکہ دراصل جھوٹے لوگ تو یہ روایت گھڑنے والے ہیں۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی

عمر بن عبداللہ بن یعلی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں عمر کوئی شے نہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے۔ السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج ۱ ص ۲۱۔

بخاری لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ اس سے مسعودی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتا ہے۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۸۰۔

نسائیؒ لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۸۲
حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ۔ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ۔ کبھی یہ اپنے دادا کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ ضعیف ہے۔ اس سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۲۵۵۔

دارقطنی لکھتے ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ ثقفی اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں ـــــــــــــــــــــــ اس حدیث کو کوئی نہیں جانتا مگر اس کے بنانے سے اس کا علم ہوا۔ اس نے زیاد بن علاقہ کے ذریعہ

منہال بن عمرو سے بھی روایت لی ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی صفحہ ۱۲۸۔

ذہبیؔ میزان میں رقم طراز ہیں۔

عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرۃ الثقفی۔ کوفہ کا باشندہ ہے اپنے باپ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی مرویات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد، یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس کے سلسلے میں کلام ہے۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ زائدہ کہتے ہیں میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۲۱۱۔

حضرت علیؓ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جس شخص نے اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔ اور یہ غدیر خم کا دن ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا میں مومنین کا مولیٰ نہیں ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے۔ اور یہ پہلا روزہ ہے کہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر نازل ہوئے۔

ہم پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عربی زبان میں لفظ مولیٰ دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اول اللہ کے معنی میں اور قرآن کی متعدد آیات ہم نے پیش کیں۔ یا دوسرے غلام یا آزاد شدہ غلام کے معنی ہیں۔

۱۔ پہلے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؓ کے لیے اس کا استعمال صریح کفر

ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین ہے جو ممنوع ہے۔

۲۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو حضرت عثمان شہید ہوئے۔ شیعہ ان کی شہادت کی خوشی منانے کے لیے خم غدیر کا نام لیتے ہیں اور حضرت عثمان اکیس تاریخ کو دفن کیے گئے۔ ان تین روز تک شیعہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتے حتیٰ کہ رات کو اندھیرے میں ماں بہنیں سب حلال ہو جاتی ہیں۔

۳۔ یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم حج کے وقت عرفہ کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کو نازل ہوئی نہ کہ ۱۸ ذی الحجہ کو۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ماہ رمضان میں ملی جیسا کہ قرآن اس پر شاہد ہے۔ شیعوں نے ستائیس رجب مشہور کی۔ حتیٰ کہ ہمارے سنی بھائی بھی اس رات خوشیاں منانے لگے۔

۵۔ اس روایت میں شہر بن حوشب بن موسیٰ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان متعدد ضعیف راوی ہیں۔ جس کے باعث اس حدیث کو حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

محدثین نے ان راویوں پر جو کلام کیا ہے اس پر تفصیلی بحث کرنے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

شہر بن حوشب قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی ص ۵۶۔

مطر بن طہمان الوراق قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمترکین النسائی ص ۹۸۔

یہ ہم نے صرف دو راشار سے کئے ہیں۔ ورنہ اس روایت میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔ پھر سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ روزوں کی فضیلت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی گئی ہے اور حضور کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان فضیلتوں کا کیسے علم ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بطور حجت پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ اور حوشب اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان متعدد راوی ضعیف ہیں۔ اور آیت بلاشک و شبہ عرفہ کے روز نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۲۶۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ یہ روایت کئی وجوہات سے منکر ہے۔ جس میں سے ایک وجہ آیت

الیوم اکملت لکم دینکم کا نزول ہے جو عرفہ کے دن نو ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اس کے مثل ایک روایت ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے لیکن ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں۔

یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمر سے مروی ہے۔

متعدد صحابہ کی جانب یہ روایت منسوب کی گئی ہے من کنت مولاہ۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ ان کے مولیٰ ہیں ان سب کی سندات ضعیف ہیں۔ البدایۃ والنہایۃ ۷ ص ۳۵۰۔

یہ امر ذہن میں رہے کہ ۱۸ تا ۲۲ ذی الحجہ شیعہ طبقہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتا ہے۔ یعنی عثمانؓ کی شہادت کی خوشی میں۔

اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام ہمارے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت تم پر فخر کیا ہے۔ کہ تم لوگوں کی عام طور پر مغفرت فرمائی اور علیؓ کی خاص طور پر مغفرت کی ہے۔ میں اللہ کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اور نہ اپنے قرابت داروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ جبرئیلؑ ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں نیک بخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد محبت کرتا ہو۔ اور بدبخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بغض رکھتا ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور عباد الکلبی کوئی شئے نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۲۴۰۔

حضرت علیؓ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔

اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ کے چپل ٹوٹ گئے تھے۔ آپ نے وہ چپل علی کے پاس پھینک دیئے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جنگ کی ہے۔ ابوبکرؓ بولے یارسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ حضرت عمرؓ بولے کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص یہ جوتے والا ہے۔

اسمٰعیل بن رجاء دار قطنی کا بیان ہے کہ اسمٰعیل بن رجا ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں سے ایسی باتیں نقل کرتا ہے جو انہوں نے نہیں کہی ہوتیں۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۴۲۔

مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ ہیں

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اور ابن جوزی مجہول راویوں سے روایت نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا ص ۲۴۵۔

خطیب لکھتے ہیں کہ یہ شخص مجہول ہے اور اس کی روایت میں غریب اور منکرات کا تی پائی جاتی ہیں۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔

اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میرے نام پر ہوگا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تیرا ا[illegible] لڑکا ہوگا

جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اور جس کی کنیت بھی میری کنیت پر ہوگی۔ (یعنی محمد بن حنفیہ)

حسن بن بشر۔ بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا پیدا وار ہے۔ اس سے بخاری، نسائی اور ترمذی نے روایات لی ہیں۔ اس کی کنیت ابو علی الکوفی ہے۔ یہ اسباط بن نصر اور زہیر بن معاویہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے بخاری، ابراہیم حربی اور متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو حاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں منکر الحدیث۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد بن حنبل کو اس میں تردد ہے۔ ۲۵۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۴۸۱۔

نسائی کا بیان ہے کہ حسن بن بشر بن سلم قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۴۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؓ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ میں نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا تھا تو اللہ نے مجھے چار چیزیں عنایت کیں اور ایک چیز سے منع کر دیا۔

اس نے مجھے تیرے بارے میں جو چیزیں عطا کیں اس میں سے اول یہ ہے کہ تو سب سے پہلا وہ شخص ہے جس کی قیامت کے دن قبر پھٹے گی اور تو میرے ساتھ ہوگا۔ تیرے ساتھ لواء الحمد ہوگا اور تو اسے اٹھائے گا۔ اور مجھے یہ بھی عطا کیا کہ تو میرے بعد ولی المؤمنین ہوگا۔

گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام بھی حضرت علیؓ کے بعد قبر سے برآمد ہونگے۔ اسی باعث حضرت علیؓ لواء الحمد اپنے ہاتھ میں سنبھال لیں گے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نعمت سے محروم ہوں گے۔ جیسا کہ مذہب شیعہ میں یہ سب حقوق حضرت علی کے لئے مخصوص ہیں

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور ہم نے پہلے

ابن حبان کا قول نقل کیا ہے کہ

عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا تھا العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صـ ۲۲۴۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اسے مبارک بھی کہا جاتا ہے۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۳۱۵

اے علیؓ تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپ کے صحابہ جمع تھے آپ نے ان سے فرمایا اے اصحاب محمد اللہ نے مجھے اس جگہ پر تمہاری منزلیں دکھا دی ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ اے علیؓ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جنت میں تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں میری منزل تیری منزل کے بالمقابل ہوگی:

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ

عمار بن سیف الضبی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے

محاربی اس کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی ... شے

الواہیہ ج ۲ صفحہ ۲۵۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عمار بن سیف بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

احمد عجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے۔ عثمان بن یحییٰ بن معین نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے ثقہ ہے لیکن احمد بن زہیر نے یحییٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابوداؤد کا بیان ہے یہ مہمل انسان تھا۔ صرف عجلی کا یہ بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ثابت ہے عبادت گزار ہے۔ سنت کا پابند ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۱۶۵۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔

اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے کوفہ کا باشندہ ہے حدیث میں کمزور ہے۔ عبادت گزار ہے۔ نویں طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب صفحہ ۲۵۰۔

محاربی کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مدلس تھا۔ تقریب التہذیب صفحہ ۲۰۹۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عبدالرحمان بن محمد المحاربی سے تمام اصحاب صحاح نے روایات لی ہیں ذہبی کہتے ہیں ثقہ ہیں حدیث کے ماہر ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتے ہیں ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ سچے ہیں لیکن مجہول راویوں سے منکر احادیث نقل کرتے ہیں۔ اسی کے باعث ان کی حدیث خراب ہو گئی۔ وکیع کہتے ہیں یہ طویل روایتوں کے کتنے بڑے حافظ ہیں۔

ابو نعیم کا بیان ہے کہ ہم سفیان کے پاس ہوتے۔ سفیان جب ایسی حدیث سے گزرتے جس کا تعلق احادیث زہد سے ہوتا تو کہتے یہ روایت تم لے لو۔ اس کا تعلق تم سے ہے۔ عبدالرحمان بن احمد کا بیان ہے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ محاربی تدلیس کرتا اور ہم یہ نہیں جانتے

کہ اس نے معمر سے کوئی روایت سنی ہے۔ ان کا انتقال ۳۱۹ھ کے بعد ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۵
اس کی روایت سے بچنا ضروری ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

اس روایت کا ایک راوی علی بن الحسن الغروجرد کا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۲۔

سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرش کی داہنی طرف حضور اور بائیں طرف حضرت ابراہیمؑ اور درمیان میں ہمیں خبر نہیں کہ عرش معلی پر اللہ تعالیٰ ہوگا یا حضرت علیؓ ہوں گے۔

ہم بے خبر اس لئے ہیں کہ پہلی روایت کی رو سے دونوں کے محل جنت میں ہوں گے اور حضرت علیؓ درمیان میں اور اس روایت کی رو سے یہ تمام قصہ عرش کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور چونکہ درمیان میں اللہ تعالیٰ کا عرش ہوگا۔ اس لیے وہاں حضرت علیؓ کو بٹھایا گیا۔ کہتے ہیں جب حضور معراج کو گئے تو عرش پر سے ایک ہاتھ نکلا جو حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا۔

علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ جنت میں ایسے چمکتے ہوں گے جیسا کہ اہل دنیا کے لیے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح طور پر ثابت نہیں۔ اور فاطمی متہم ہے اور ابراہیم بن ابی یحییٰ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۲

اس روایت کے ایک راوی حماد بن سلمہ ہیں اگرچہ ان کے ثقہ اور محدث ہونے پر سب کا اعتماد ہے۔ لیکن یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان سے بے پناہ غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

اگر اس روایت کا سابقہ روایات کے پیش نظر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے قارئین کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام روایات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دروغ گوئی کا ایک مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔ آپ حضرات بھی ان جھوٹوں کا مطالعہ کریں اور اس جھوٹ پر ان حضرات کو نمبر عنایت کریں۔

علیؓ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اگر ابو بکرؓ کو والی بناؤ گے تو انہیں دنیا میں زاہد، اور آخرت پر راغب پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے جسم میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اگر تم عمرؓ کو ولایت سپرد کرو گے تو انہیں قوی پاؤ گے امین پاؤ گے۔ اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ اور اگر تم علیؓ کو ولی بناؤ گے تو انہیں ہدایت کرنے والا ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت زید بن یثیع نے نقل کی ہے اور ان سے ابو اسحاق نے در اصل یہ روایت سفیان نے ابو اسحاق سے نقل کی ہے اور وہ زید بن یثیع سے نقل کرتا ہے۔ اور زید بن یثیع کبھی حذیفہؓ کا نام لیتا ہے۔ کبھی سلمانؓ کا اور کبھی علیؓ کا گویا اس زید کو خود یہ خبر نہیں کہ یہ روایت کس سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ زید بن یثیع حضرت علیؓ سے ناقل ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ تو اسے قوی امین پاؤ گے اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کرے گا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی پاؤ گے مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس زید بن یثیع نے حضرت سلمانؓ فارسی سے یہ آخری الفاظ نقل کیے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر وقت فرمایا کہ اگر تم ابوبکرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو اسے اللہ کے کام میں قوی اور اپنی ذات کے معاملہ میں کمزور پاؤ گے۔ اور اگر تم عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں اللہ کے کام میں بھی قوی پاؤ گے اور اپنی ذات کے معاملہ میں بھی۔ اور اگر تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے اور تم ہرگز بھی ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس روایت کے الفاظ پر غور کیجیے تو ان میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور اس روایت میں حضرت عثمانؓ کا نام ضرور حذف کیا گیا ہے کیونکہ ان کا نام سامنے آنے سے دوسرا داماد سامنے آتا ہے اور وہ قبل داماد تھے اور ان کا تعلق بنو امیہ سے ہے۔ لہٰذا اس کا حل یہی ہے کہ ان کے نام کو حذف کر دیا جائے۔

ہمارے قارئین پہلے تو یہ ذہن میں رکھیں کہ زید بن یثیع سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور نہ انھیں کوئی جانتا ہے۔ جہاں تک ابو اسحاق کا تعلق ہے انھیں اگرچہ ثقہ مانا جاتا ہے لیکن یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ مدلس ہیں۔ اور مدلس کی وہ حدیث قابل قبول نہیں جو عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے۔

علیؓ مقتول ہو کر مریں گے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کے لیے گیا۔ وہاں ابوبکرؓ و عمرؓ پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بھی ایک جگہ بیٹھ گئے اور علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنے لگے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ علیہما السلام نے حضور کی جانب دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے نبی ہم آپ کو رنجیدہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اس وقت ہرگز نہ مرے گا اور تیری موت قتل

کی حالت میں ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی۔

ناصح ۔ ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اسمٰعیل بن ابان

امام احمد فرماتے ہیں اس نے بہت سی موضوع روایات بیان کیں اس لیے ہم نے اس سے روایات لینا چھوڑ دیا۔ یحییٰ بن معین اور ابو حاتم الرازی کا بیان ہے کہ یہ اسمٰعیل کذاب ہے۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات بیان کرتا۔ موضوعات ج ا ص۴۰۲

ذہبی لکھتے ہیں کہ ناصح کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ جولاہا تھا۔ یہ سماک بن حرب اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اسمٰعیل بن عمرو البجلی روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔

نسائی وغیرہ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ حسن بن صالح نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا یہ نیک آدمی ہے اچھا آدمی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی تین منکر روایات پیش کیں۔ جن میں سے دو روایات ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ میزان ج ۴ ص۲۴۰۔

اس کا دوسرا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یہ درزی تھا۔ اسے یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ہم نے پہلے اس کے ذریعہ ہشام بن عروہ کی روایات لکھی ہیں پھر اس نے فطر وغیرہ سے موضوع روایات نقل کیں۔ لہٰذا ہم نے اس کی روایات چھوڑ دی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے اس نے سفیان کے نام ایسی روایات منسوب کیں جو سفیان نے بیان نہ کی تھیں۔ مسلم اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اور نسائی نے ایک بار کہا ثقہ نہیں

ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۱۔

بخاری لکھتے ہیں کہ ناصح بن عبداللہ۔ یہ سماک وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۶۔

نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۱۰۱

ناصح بن عبداللہ

اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶۷ للنسائی

اسمٰعیل بن ابان الغنوی۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ حکم، عطیہ اور فضیل بن عمرو الخیاط کے ذریعہ ہشام بن عروہ سے نقل کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۵۷۔

اسمٰعیل بن ابان

ہشام بن عروہ سے روایات لیتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۶۔

اس طرح دونوں راوی ناقابل اعتبار ہیں۔

علیؓ تو حضور کا نفس ہیں

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد سب سے بہتر کون ہے آپؐ نے جواب دیا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ابوبکرؓ کے بعد کون بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا عمرؓ۔ فاطمہؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے علیؓ کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہؓ، علیؓ میرا نفس ہیں اور کوئی شخص اپنے نفس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے۔

اس روایت کا راوی

خالد بن اسمٰعیل ثقہ راویوں کے نام سے روایات وضع کرتا۔ ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

محمد بن المہدی۔ دارقطنی کہتے ہیں محمد بن المہدی کذاب ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۱

خالد بن اسمٰعیل یہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ بنی مخزوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالولید ہے۔ ہشام بن عروہ، ابن جریج اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے اور ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۷۔

شیعہ مذہب کی رو سے حضرت علیؓ کو امام ہونے کی حیثیت سے وہی مقام حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ بعض صورتوں میں حضرت علیؓ کا مقام حضورؐ سے بڑھ کر ہے۔

سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے تمام ارواح جسموں سے دو ہزار قبل پیدا فرمائی تھیں۔ پھر وہ عرش کے نیچے گھومنے لگیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں میری اطاعت کا حکم دیا۔ تو سب سے قبل جس روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

عبداللہ بن ایوب ازدی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ایوب اور اس کا باپ دونوں کذاب ہیں جن سے روایت نقل کرنا حلال نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن ایوب بن ابی علاج الموصلی، سفیان بن عیینہ اور امام مالک سے روایات نقل کرتا ہے بہت بڑے نیک لوگوں میں سے تھا یعنی پہنچا ہوا بزرگ تھا، لیکن مشہور کذاب تھا، وضع حدیث میں مشہور تھا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بہت عبادت گزار تھا۔ وہ انگوٹھیاں بنایا کرتا، اور اس میں نگینے پروتا، اور جو کچھ اس کی روزی سے فاضل ہوتا وہ صدقہ کر دیتا۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد موضوع اور منکر روایات پیش کیں جو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔ اور یہ باطل روایات ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ترمذی نے علی بن حرب کی والدہ کو لکھا کہ بہتر نہیں کہ اس عبداللہ بن ایوب سے توبہ کراؤ اور اسے ادب سکھاؤ۔ (یعنی بدعا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بکواس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جائے جو ہمیشہ صوفیا کرتے رہے ہیں)

ایوب بن ابی علاج یہ عبداللہ بن ایوب کے والد ایوب بن ابی علاج ہیں۔ یہ ابو جعفر محمد بن علی سے، یعنی جنہیں امام باقر کہا جاتا ہے، روایات نقل کرتا ہے یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ ساقط الاعتبار ہے اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن ایوب اس سے بھی زیادہ واہی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۹۳۔

رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جن میں کچھ رکوع میں تھے اور کچھ قیام میں اور ایک سائل سوال کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مگر اس رکوع کرنے والے نے، اور اس نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا

انہوں نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے۔

عیسیٰ بن عبداللہ یہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

یہ روایت ابن مردویہ، ابن جریر اور عبدالرزاق بن ہمام نے بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک سند حسب ذیل ہے۔ عبدالرزاق۔ عبدالوہاب بن مجاہد، مجاہد بن جبیر۔ ابن عباس۔

لیکن ذہبی عبدالوہاب بن مجاہد کے حالات میں رقم طراز ہیں۔ کہ ابن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ اس عبدالوہاب کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری نے وکیع سے نقل کیا ہے کہ اس عبدالوہاب نے اپنے والد سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا میزان ج ۲ ص ۶۸۲

عبدالرزاق آخر عمر میں رافضی ہو گیا تھا اور ۲۱۰ھ میں نابینا بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی روایات قابل قبول نہیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت کسی سند سے بھی صحیح نہیں۔ اور نہ حضرت علی کی فضیلت میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں نے جو یہ بات پھیلا رکھی ہے کہ یہ آیت۔

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	تو تو بس نبی ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہدایت ہے۔ (ہدایت گذار)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا	اور لوگوں کو محبت کے باوجود مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اور اسی طرح یہ آیت

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ	کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی عمارت

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ — تعمیر کرنا کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ — جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

اسی طرح کچھ اور آیات حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں اور اسی طرح ابن عباسؓ کا یہ قول کہ علیؓ کے بارے میں جتنا قرآن نازل ہوا ہے اتنا کسی کے بارے میں نازل نہیں ہوا نیز یہ روایت کہ علیؓ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے نہ یہ اور نہ وہ۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷، ص ۳۵۸

حضرت علیؓ کو مولینا کا خطاب

امام احمدؒ نے ریاح بن الحرث سے نقل کیا ہے کہ رحبہ میں حضرت علیؓ کے پاس ایک جماعت آئی اور کہنے لگی۔ السلام علیک یا مولینا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں تمہارا مولا کیسے بن سکتا ہوں حالانکہ تم تو عرب قوم ہو۔

انہوں نے عرض کیا ہم نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولا ہیں۔

ریاح بن الحرث کا بیان ہے جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تھے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کی ایک جماعت تھی جس میں ابو ایوبؓ انصاری بھی تھے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷، ص ۳۴۸۔

حافظ ابن کثیرؒ نے مسند احمد کے حوالہ سے البدایہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ ریاح بن الحرث کا بیان ہے کہ ہم رحبہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک شخص آیا جس پر سفر کے نشانات تھے اور اس نے آکر کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ۔ لوگوں نے پوچھا یہ مولا کون ہے ابو ایوبؓ نے

جواب دیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں
البدایۃ والنہایہ ج ۷، ص ۳۴۷۔

یعنی اس بے چارے رباح بن الحرث کو یہ بھی معلوم نہیں آنے والے کتنے حضرات تھے۔
کبھی ایک جماعت کی حاضری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اکیلے ابو ایوبؓ کی آمد کا، اور وہ بھی غالباً حضرت
علیؓ کی مولایت کے اظہار کے لئے تشریف لائے تھے اور یہ بات کہتے ہی فوراً واپس چلے گئے۔

سب سے اہم اس روایت میں نکتہ یہ ہے کہ بقول راوی حضرت علیؓ صرف اس کے مولیٰ بن
سکتے ہیں جو عرب نہ ہو۔ اور جس کا تعلق عربوں سے ہو وہ اس کے مولیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہند و پاکستان
میں جتنے علوی۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری اور اہل عرب کی نسل سے پائے جاتے ہیں حضرت
علیؓ ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے اور جن کا تعلق کوفہ اور ایران سے ہو بے شک حضرت علیؓ انکے مولیٰ بن
سکتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان غلاموں کے مالک رہے
ہوں۔ اور جن کے وہ مالک نہیں رہے ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے۔ کم از کم ہم تو اس روایت کا مطلب یہی
سمجھتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے راویوں میں سے ایک راوی

حنش

نامی ہیں۔ انھیں حنش بن المعتمر بھی کہا جاتا ہے۔ ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے ان
سے روایات لی ہیں۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے روایات
نقل کرتا ہے۔ اس سے حکم، سماک، اسمٰعیل بن ابی خالد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔
اسے ابو داؤد نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ نیک آدمی ہے لیکن محدثین اس کی
حدیث کو حجت نہیں سمجھتے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث
میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے ایسی نرالی
باتیں نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں بخاری نے اس کو کتاب الضعفاء
میں تذکرہ کیا ہے۔

اس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے
کہ میں آپ کی جانب سے دو مینڈھے ذبح کروں۔ اور میں اس کام کا کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۹
بخاری لکھتے ہیں۔ حنش بن المعتمر الصنعانی۔ اس کی کنیت ابو المعتمر ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے
کہ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے۔ اس سے سماک اور حکم بن عتیبہ کوفی روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس
کی حدیث میں کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۳۵۔

نسائی کا بیان ہے کہ حنش بن المعتمر اس سے سماک نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں ص ۳۶۔

حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ

طبری نے اپنی سند سے ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ اس کا راوی طارق بن شہاب ہے
واقعہ بیان کرنے سے قبل ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مورخ طبری نے حضرت عثمانؓ کے
کے زمانہ سے حضرت حسینؓ کے واقعہ تک جو بھی قصے نقل کئے ہیں ان میں بیشتر واقعات میں یہ نظر آئے
گا کہ فلاں واقعہ فلاں داستان مجھے فلاں نے لکھ کر روانہ کی گویا طبری نے صرف اتنا کام کیا ہے کہ وہ
داستانیں قارئین کے سامنے پیش کر دیں۔

گویا جن راویوں سے انہوں نے یہ روایات نقل کی ہیں ان میں سے بیشتر حضرات سے انہوں
نے ملاقات بھی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے اپنے گھر کو دفتر الملاعات بنا رکھا تھا کہ جس نے جو چاہا لکھ
کر بھیجدیا۔ اور جناب طبری نے آنکھیں بند کر کے اسے نقل کر دیا اور خاص طور پر سری بن اسمٰعیل
کی جتنی روایات ہیں وہ سب سری کے مراسلات ہیں جو اس نے طبری کو قبر ہی سے لکھ کر روانہ کئے
ہیں۔ کیونکہ یہ سری بن اسمٰعیل عامر شعبی کا چچازاد بھائی ہے اور شعبی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں
پیدا ہوئے لازماً ان کا یہ چچازاد بھائی اگر ان سے بیس سال بھی چھوٹا ہوا تب بھی یہ ۱۵۰ھ سے قبل
مر گیا ہو گا۔ اور تحریرات لکھ کر بھیج رہا ہے طبری کو جو ۲۲۴ھ میں پیدا ہوا۔ لیکن پھر بھی طبری

نے ان تمام روایات کو عوام الناس کے سامنے چھان پھٹک کر پیش کیا ہے۔ ہم ان چھانی ہوئی داستانوں میں سے ایک داستان . . . صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ یہ داستان ہشری بن اسمٰعیل نے اپنی وفات کے تقریباً ڈیڑھ پونے دو سو سال بعد طبری کو بکو کر کوفہ سے طبرستان روانہ کی تھی۔ طبری نے وہ داستان کتاب میں تحریر کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

اس داستان کے آخری راوی طارق بن شہاب ہیں جن کے بارے میں ابوداؤد کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ گویا یہ صحابی رسول ہیں۔ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔

حضرت طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ ہم لوگ کوفہ سے عمرے کے خیال سے چلے۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے تھے۔ ہم کوفہ سے چل کر ربذہ پہنچے۔ عین صبح کا وقت تھا۔ دیکھا لوگ چلا چلا کر ایک دوسرے کو بلا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں۔

لشکری۔ یہ امیر المؤمنین ہیں۔

طارق۔ آخر امیر المؤمنین کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

لشکری۔ طلحہ و زبیر نے بغاوت کی ہے۔ امیر المؤمنین ان دونوں کے پاس اس لئے جا رہے ہیں تاکہ انھیں واپس لوٹا لائیں لیکن ربذہ میں حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ طلحہ و زبیرؓ اپنا راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے ان دونوں کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی۔ اور یہ سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں علیؓ کے ساتھ مل کر طلحہ و زبیر اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر علیؓ کے مقابلہ پر کھڑا ہوں۔

میں حضرت علیؓ سے ملنے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

حضرت علیؓ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے جناب حسنؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

"میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی لیکن آپ نے میری بات نہ مانی۔ نتیجۃً آپ بھی کل بے بس بنا کر قتل کر دئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(یہ ترجمہ آزاد ہے۔ ورنہ اصل میں عبارت کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا وغیرہ وغیرہ)

حضرت علیؓ:۔ تو تو ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جو تو نے مجھ سے کہی تھی اور میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

حضرت حسنؓ:۔ جب حضرت عثمانؓ محصور ہو گئے تھے تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل ہونا آپ کے لئے بہتر نہیں۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجئے، جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لئے وفد نہ آجائیں۔ اور تمام اہل شہر آپ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب نہ کر لیں، پھر جب طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ کی مخالفت کی تھی تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر بیٹھ جائیں۔ اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود فیصلہ کر لیں میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو۔ اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرت علیؓ:۔ اے میرے بیٹے حضرت عثمانؓ محصور تھے تم نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں عثمانؓ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمانؓ کو گھیر لیا گیا تھا۔ (لہٰذا بہترین حل یہ تھا کہ قاتلین کے اشاروں پر چلا جائے) تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک خلافت قبول کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں تو در اصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے (یہ ہر جگہ نمائندے

کھڑے کرنا ایک حماقت ہے ا۔ اور میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت ہم لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائے۔

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ زبیر و طلحہ اور دیگر لوگوں کو خود صلح کر لینے دو تو یہ اہل اسلام کے لئے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا۔

اللہ کی قسم مجھ پر شروع سے قہر توڑے جاتے رہے اور جب خلافت ملی تو وہ بھی ناقص۔ میرے نزدیک ان مخالفین کی کوئی حیثیت نہیں۔

تم نے جو یہ کہا تھا کہ میں گھر بیٹھ جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جب لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اُس گوہ کی طرح کیسے چُھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو۔ اور اُس گوہ کو پکڑنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہاں گوہ موجود ہی نہیں۔ اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ باہر نکل آئے۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اس کی فکر نہ کروں گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا۔

اے میرے بیٹے اب تم ان مشوروں سے باز آجاؤ۔ تاریخ طبری ج ۲۔ ج ۲ ص ۸۲۔

ہمیں اس روایت میں بظاہر کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جو اس پر تنقید ضروری ہو۔ ہاں اس روایت میں صرف ایک جملہ ہے جو خلاف واقعہ ہے اور کم از کم اہل سنت کا نظریہ تو یہی ہے کہ حضرت علیؓ پر کسی قسم کا کوئی قہر نہیں توڑا گیا۔ . . .

اب اگر کسی فرقے کے نزدیک حضرت علیؓ پر قہر توڑا جاتا رہا۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان پر ظلم توڑتے رہے۔ تو پھر یہ سب ہی حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے رہے۔ اور حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اہل مدینہ ان کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں . . . ورنہ اہل مدینہ میں سے سعد بن ابی وقاصؓ، ابن عمرؓ، عبیداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ، زبیرؓ اور ان کی اولاد، طلحہ اور ان کا خاندان۔ زید بن ثابت۔ ابوسعید خدری۔ جابر بن عبداللہ اور سہل بن سعد وغیرہ حضرات نے حضرت علیؓ کا کیوں ساتھ نہیں دیا۔ اور یہ تمام حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے

رہے۔ اگرچہ حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی رائے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس واقعے سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ ابتدا ہی سے خلافت کے متمنی تھے۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر اقدام کرنے کے لئے تیار تھے اور اگر کوئی ان کو صحیح مشورہ دیتا تو تمنائے خلافت میں اسے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

۲۔ حضرت حسنؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت عبداللہؓ بن سلام اور قیسؓ بن سعد کے مختلف مشورے۔ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے صحابہ میں سے کسی کے مشورے کو قابل اعتنا تصور نہ کیا۔ بلکہ اس اختلاف کو تلوار کے زور سے ختم کرنا چاہا۔ نتیجۃً اس نے ایک سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔

۳۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے حامی نہ تھے۔

۴۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ سے زیادہ سمجھ دار تھے۔

طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ میں اس روایت پر کوئی تنقید نہ کروں اور اسلام کے ٹھیکہ داروں کے روبرو بطور تحفہ پیش کر دوں۔ لیکن مجھے عوام الناس کے ذہن خراب نہیں کرنے ہیں۔ بلکہ انھیں یہ بتانا مقصود ہے کہ تاریخ اسلام جس چڑیا کا نام ہے۔ یہ چڑیا ایک خاص قسم کے ذہن کے لوگوں نے بنو عباس کے دور میں تیار کر کے ہوا میں اڑائی تھی اس پر یقین کرنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے اور علی الخصوص صحابہؓ کے معاملہ میں۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اس تاریخ سے فیصلہ کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم قرآن و سنت کو خیر باد کہدیں۔ کیونکہ قرآن نے صحابہ کا جو مقام بیان کیا ہے وہ تاریخ کے ان نظریات کے قطعاً مخالف ہے۔ یا ہمیں قرآن چھوڑنا ہو گا یا اس تاریخ کو خیر باد کہنا ہو گا جو محمد بن اسحاق۔ سلمۃ بن الابرش محمد بن حمید الطبری، مسعودی۔ واقدی وغیرہ جیسے رافضیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

ہم تاریخ کے اس حصہ کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں جس سے صحابہ کی اس عظمت میں فرق

آنا ہو جو قرآن نے ان کی بیان کی ہے۔ اور پھر تاریخ پر یہ فیصلہ کہ ہم راویوں کی تحقیق و تنقید بھی نہ کریں۔ اور من و عن اسے قبول کرتے جائیں۔ یہ دعویٰ ایک سبائی کی زبانی تو برداشت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس شخص کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں جو اپنی پیشانی پر اہل سنت کا لیبل چپکا ئے ہو۔ کم از کم اس لیبل کا تو خیال کرنا چاہیے۔ ورنہ اب تو بہت سے افراد یہ بھی کہتے ہیں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب نے زندگی کا بیشتر حصہ تقیہ میں گزارا اور آخر میں خلافت و ملوکیت پر کتاب لکھ کر تقیہ کے جامہ سے باہر آگئے اور خمینی کی امامت کو تسلیم کر کے مرتے وقت اپنی سبائیت کا ثبوت پیش کر گئے۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔ لیکن ان کی خلافت و ملوکیت نے قوم کو نقصان عظیم پہنچایا۔ حتیٰ کہ اس کتاب کا سب سے بڑا فساد یہ ظاہر ہوا کہ یہ جماعت خمینی کی امامت کی بھی قائل ہو گئی۔ اگرچہ اب خانہ کعبہ کے ہنگامہ سے اس میں اب کچھ سختی پڑے ہیں اب آیئے اس روایت کے راویوں پر بھی اچٹتی سی نظر یہ ڈال لیں۔

سیری بن اسمٰعیل اس روایت کا اولین راوی سیری ہے جس نے یہ تمام تفصیلات لکھ کر طبری کے پاس روانہ کی ہیں۔

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

سیری بن اسمعیل الہمدانی الکوفی متروک الحدیث ہے۔ تقریب ص۱۱۱

نسائی کتاب الضعفاء میں تحریر کرتے ہیں۔

سیری بن اسمٰعیل کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے شعبی سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن سعید القطان کا قول ہے کہ اس کا جھوٹا ہونا تو کھلی مجلس میں ظاہر ہو چکا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۵۶

بخاری لکھتے ہیں۔ سیری بن اسمٰعیل کوفی متروک الحدیث ہے۔ الضعفاء الصغیر ص۵۲

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیری بن اسمٰعیل شعبی سے روایات کرتا ہے۔ یحیٰ ابن سعید کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اس کا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ امام احمد کا قول ہے لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ نسائی کہتے

ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ صـ۱۱۷۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔

سری بن اسمٰعیل شعبی سے روایت کرتا ہے۔ اس سے جریر، یزید بن ہارون اور ہیاج بن بسطام وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ عمرو بن علی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمان بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو یہ فرماتے سنا کہ جریر بن عبدالحمید سے اس سری کی کوئی روایت نہ لکھو۔ ابن المبارک نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ سری بن اسمٰعیل قوی نہیں۔ لیکن مجھے عیسیٰ الحناط سے زیادہ پسند ہے۔ ابوطالب کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

عباس بن محمد الدوری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ سری کچھ نہیں۔

عبدالرحمان کا بیان ہے کہ میرے والد ابوحاتم سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ردی ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ اور مجالد سے کم ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ صـ۲۸۴۔

اس قصہ کا دوسرا راوی سیف بن عمرو التمیمی ہے۔ یہ بھی کوفہ کی یادگار ہے۔ مؤرخ ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں تاریخ میں اچھا ہے لیکن ابن حبان کا کہنا ہے یہ بدترین انسان ہے۔ تقریب صـ۱۴۲۔

بخاری لکھتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری صـ۵۱۔

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیف بن عمرو بنوضبہ قبیلہ کی ایک شاخ اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس کا تعلق بنوتمیم سے ہے۔ یہ ہشام بن عروہ اور دیگر مجہول راویوں سے روایات نقل کرتا ہے۔

مشہور مؤرخ ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے بلکہ ایک پیسہ بھی اس سے بہتر ہے
ابوداؤد کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ تو زندیق
ہے۔ اسلام کا دشمن ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں ابن نمیر
کہتے ہیں یہ تو روایات وضع کیا کرتا تھا۔ یہ زندیق ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۵۔

شعیب اس روایت کا تیسرا راوی شعیب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اس سے سیف روایات نقل کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۵

یہ ہے طبری کا وہ تحقیق شدہ مواد جو چھان پھٹک کر جمع کیا گیا ہے۔ اسی لیے تو یہ اصول
وضع کیا گیا کہ اگر تاریخ میں رجال کی تحقیق اور علل کو اپنایا گیا تو پھر اتنی طویل کتابیں کیسے تیار
ہوں گی۔ اور خلافت و ملوکیت جیسی نامی کتابیں کیسے وجود میں آئیں گی۔ ہم تو اللہ کے شکر گزار
ہیں کہ عوام کے سامنے مؤرخین اور ان کے راویوں کے نجس چہرے سامنے آ گئے۔

سب سے اوّل حوض پر حضرت علیؓ آئیں گے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حوض
پر وہ آئے گا جو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا۔ یعنی علیؓ بن ابی طالب ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث
صحیح نہیں۔

ابومعاویہ الزعفرانی: امام احمد فرماتے ہیں ابومعاویہ الزعفرانی حدیث میں کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث
ردی ہوتی ہے۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابوعلی بن محمد کا بیان ہے کہ یہ حدیث وضع کیا
کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۷

اس روایت کو ابومحمد الزعفرانی کی طرح سیف بن محمد نے بھی نقل کیا ہے اور سیف تو
ابومعاویہ سے زیادہ بدمعاش ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۷

ذہبی نے میزان میں اس ابو معاویہ کے حال میں تحریر کیا ہے کہ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ نیشاپور اور بغداد جاکر اس نے حمید اور ابن عون سے روایات نقل کر کے بیان کیں۔ اس سے صنعانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

عبدالرحمان بن مہدی اور ابو زرعہ نے اسے کذاب کہا ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی حدیث چلے کار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اس کی ایک منکر حدیث نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۸۳۔ نسائی لکھتے ہیں عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی متروک الحدیث ہے۔ بدوی ہے۔ نیشاپور چلا گیا تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۶۸۔ دار قطنی لکھتے ہیں اس عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی کی کنیت ابو معاویہ۔ بصرہ کا باشندہ ہے لیکن نیشاپور چلا گیا تھا۔ متروک ہے الضعفاء والمتروکین دار قطنی صفحہ ۱۱۱

سیف بن محمد الکوفی۔ یہ سفیان ثوری کا بھانجا ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ یہ عاصم احول اور اعمش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمود بن خداش احمد بن ابی سریج اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ سیف کذاب ہے۔ عثمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ کذاب خبیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خود تو کذاب ہے۔ لیکن اس کا بھائی عمار ثقہ ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ دار قطنی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ سیف اور عمار ہر دو سفیان ثوری کے بھانجے ہیں لیکن دونوں قوی نہیں بلکہ قوی ہونے کے قریب بھی نہیں۔

میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۶

دار قطنی لکھتے ہیں سیف بن محمد سفیان ثوری کا بھانجا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اعمش، حصین اور ثوری سے روایت کرتا ہے متروک ہے، الضعفاء والمتروکین للدار قطنی صفحہ ۱۰۳۔ محشی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد کہتے ہیں کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

ابو حاتمؒ کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں انسان جب کبھی اس کی حدیث سنے تو اسے اس کی گواہی دینی چاہیئے کہ یہ روایت اسی سیف نے وضع کی ہے۔ حاشیہ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۱۳۳

نسائیؒ لکھتے ہیں کہ سیف بن محمد ثقہ اور مامون نہیں ہے متروک ہے۔
کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵۰

اے علیؓ تو میرا وارث ہے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تو میرا وارث ہے۔

غالباً ابن عباسؓ نے یہ بات خلفاءؓ ثلثہ کے اٹھ جانے کے بعد کہی ہوگی ورنہ ہم نے تو تاریخ طبری میں یہ پڑھا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کیا تو وہ بصرہ کا تمام خزانہ اپنے ساتھ لے گئے اور یہ بھی کہتے چلے گئے کہ ابھی تو میں نے اپنا حق وصول بھی نہیں کیا۔

اس لحاظ سے ابن عباسؓ خود کو وارث سمجھتے تھے۔ اصل بات ہے کہ یہ سب جھوٹ بغیر اسکیم کے تیار ہوا۔ ورنہ شاید یہ اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ روایت مامون کے زمانہ تک خلفاء بنی عباس میں چکر کاٹتی رہی۔ اور کسی عباسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ وراثت لوٹا دیتا۔ بلکہ جو اولاد علیؓ میں سے وراثت کا لعرہ لگا کر مقابلہ پہ آرہے تھے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔

ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں یہ روایت ابنزاری نے تیار کی ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص۳۲۶۔ ابنزاری صاحب کا حال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بقول حضورؐ نے معراج میں جنت کے سب پھل کھائے ان سے آپ کی پشت میں پانی تیار ہوا۔ واپس آکر خدیجہؓ سے ہم بستر ہوئے اور فاطمہؓ وجود میں آئیں۔ اور چونکہ معراج ہجرت سے ایک سال

قبل ہوئی جب کہ خدیجہؓ وفات پا چکی تھیں۔ لہٰذا پہلے آپ چراغ رہبانے کر یہ تلاش کیجئے کہ فاطمہؓ کی والدہ کون تھیں۔

ثانیاً اس اعتبار سے جب فاطمہؓ ڈھائی سال کی ہوئیں تو حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس طرح فاطمہؓ اپنے بیٹے حسنؓ سے بقول شیعہ زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین سال بڑی تھیں۔ اسے سنو تم اب بھی نہیں بھی تو تم کو خدا سمجھے۔

علیؓ کی خلافت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات جنات آئے حضورؐ لمبے لمبے سانس لینے لگے اور فرمایا میرا سانس رک رہا ہے اے ابن مسعودؓ۔ میں نے عرض کیا تو آپ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کسے خلیفہ بناؤں۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ جب ایک ساعت گذر گئی تو آپؐ نے پھر زور زور سے سانس لینا شروع کر دیئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ کیا بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے میرا سانس رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جلدی سے آپ خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کس کو۔ میں نے عرض کیا علیؓ بن ابی طالب کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم علیؓ کی اطاعت کرو گے تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

تاریخ میں لیلتہ الجن کے نام سے جو واقعہ مشہور ہے وہ ابتدائے نبوت میں ہے اور کوئی صحابی اس میں شریک نہ تھا اگر آپؐ واقعتاً علیؓ بن ابی طالب کو اس وقت خلیفہ بنا رہے تھے تو خود سبائی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ تو علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن لوگوں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ خم غدیر کے موقعہ پہ آپؐ کو ڈانٹ پلائی گئی تو آپ نے اعلان فرمایا۔ اور لیلتہ الجن کے موقعہ پر حضرت علیؓ خود بچہ تھے اور اس وقت تک نہ وہ حضورؐ کے داماد بھی تو نہ تھے۔ بلکہ بقول شیعہ حضرت فاطمہؓ بھی پیدا نہ ہوئی تھیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور تمام الزام مینا پر واقع ہو رہا ہے۔

مینا:- اور مینا عبدالرحمانؓ بن عوف کا غلام ہے حد درجہ غالی شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مینا ثقہ نہیں تھا یہ تو اپنی ماں کی پیشاب گاہ چاٹتا رہتا یہاں تک کہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں بھی بولنا شروع کر دیا۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۷۳۔ یہ غالی شیعہ تھا۔ تمام ناقدین حدیث اس کے کذاب ہونے پر متفق ہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفاء للدارقطنی ص ۳۶۱، کتاب الضعفاء للنسائی ص ۱۰۱

یہ تو عبدالرزاق بن ہمام کے دادا کا حال تھا۔ عبدالرزاق کا تفصیلی حال پہلے عرض کیا جا چکا ہے حتی کہ یحییٰ بن معین جیسا سخت انسان بھی یہ کہہ اٹھا کہ (اگر عبدالرزاق مرتد بھی ہو جائے گا تو ہم اس کی روایت ترک نہ کریں گے) غالباً جناب اس کے قارئین مرتد ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے لیکن یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ دادا اور اس کے پوتے کے حال سے تو ہم واقف ہو گئے لیکن درمیان کی کڑی یعنی بابا جان کا کیا حال ہے۔ کیونکہ یہ روایت اپنے بابا جان کے واسطے سے پیش کر رہے تھے تو اس کا حال بھی امام ذہبی کی زبانی سن لیجئے۔

ہمام:- یہ عبدالرزاق کے والد ہیں۔ ان سے عبدالرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ ان کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۰

اے علیؓ جب تم عائشہؓ پر غالب آؤ تو اسے اس کی جگہ پہنچا دینا

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ عنقریب تیرے اور عائشہؓ کے درمیان ایک معاملہ پیش آئے گا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت تو میں بہت ہی بدبخت ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا

نہیں۔ (یعنی تم بدبخت نہیں ہو گے) لیکن جب ایسا واقعہ پیش آئے تو عائشہؓ کی امن کی جگہ لوٹا دینا۔ مسند احمد ج ۶ صفحہ ۳۹۳

ابو اسماء:۔ حضرت ابو رافعؓ سے یہ کہانی نقل کرنے والے ابو اسما مولی بنی جعفر ہیں۔ اتفاق سے مجھے ان کا حال تلاش کے باوجود نہیں ملا۔

محمد بن ابی یحییٰ:۔ ابو اسما سے یہ کہانی نقل کرنے والے محمد بن یحییٰ سمعان الاسلمی ہیں مدینہ کے باشندہ تھے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور قطان نے روایات لی ہیں۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ قطان نے اس پر کلام کیا ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۶۱
اس کے علاوہ کوئی اور محمد بن ابی یحییٰ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔

فضیل بن سلیمان:۔ یہ نمیری بصری ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔
انہوں نے منصور بن ابی صفیہ، عمرو بن ابی عمرو اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات لی ہیں۔
ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ کمزور ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی چند احادیث گنوائیں جن میں غرابت پائی جاتی تھی۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۶۱
رہے امام احمد کے استاد حسین بن محمد وہ بھی بہت سے ہیں جن میں سے کچھ ثقہ ہیں اور کچھ ضعیف ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ روایت ابو اسما مولی بن رافع نے وضع کی ہے جس کا کوئی اتہ پتہ معلوم نہیں۔

بت اکھاڑنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے یہاں تک ہم خانہ کعبہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپؐ میرے مونڈھے پر چڑھ گئے میں آپؐ کو لے کر اٹھنے لگا۔ لیکن مجھے کمزوری محسوس ہوئی۔ آپؐ نیچے اتر آئے اور خود بیٹھ گئے۔ اور فرمایا میرے

مونڈھے پر چڑھ جاؤ۔ میں آپؐ کے مونڈھے پر چڑھ گیا اور آپؐ مجھے لے کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں آسمان کے افق کو چھو لوں گا۔ غرض میں خانہ کعبہ کی چھت پر سوار ہو گیا۔ اور ایک پیتل یا تانبے کا بت تھا۔ میں نے اسے دائیں بائیں آگے پیچھے زور سے ہلایا یہاں تک کہ میں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے پھینک دو۔ میں نے اسے نیچے پھینک دیا۔ وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسے شیشے چکنا چور ہو جاتا ہے۔ پھر میں اوپر سے اتر آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ لگاتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم مکانوں کے درمیان روپوش ہو گئے۔ ہمیں ڈر تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱۔

واقعہ کی نوعیت سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپؐ مکہ میں مقیم تھے کیونکہ بت گرانے کے بعد چھپنے کا مطلب بغیر اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ ایک خفیہ سے وہ روپوش رہنا چاہتے ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرزمین مکہ میں اس قسم کی کوئی حرکت کی جاتی تو اس کا شبہ لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا۔ لہٰذا یہ اصل واقعہ پر پردہ ڈالنے والی بات ہے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جاسکے کہ کعبہ کے بت اکھاڑنے والے سب سے پہلے علیؓ ہیں۔ حالانکہ اگر ہجرت سے قبل اس قسم کا واقعہ رونما ہوتا تو اہل مکہ حضورؐ کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ لیکن راوی اس حد تک کھا گیا۔

ہم پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ جس شخص کو حضورؐ نے کاندھے پر بٹھایا تھا وہ علیؓ بن ربیعہ تھے۔ علیؓ بن ابی طالب نہ تھے اور یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا تھا۔ راوی اس بات کو ہضم نہ کر سکے انہوں نے اس واقعہ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ جوڑ دیا لیکن نقل کرتے وقت یہ بھول گئے کہ ہجرت سے قبل یہ ممکن ہی نہ تھا۔

۲۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ پیتل یا تانبے کا بت یا مورتی وہ بھی شیشہ کی طرح چکنا چور۔ نیچے گر کر بے شک اس کی صورت و ہیئت تو بگڑ جائے گی لیکن وہ اس طرح ٹوٹتا نہیں۔ اور ہم حضرت علیؓ

کو اتنا کم عقل تصور نہیں کرتے جو اتنی بات بھی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس واقعہ کے راوی نے کبھی پیتل یا تانبے کا برتن بھی نہ دیکھا ہو۔ اور چونکہ ہم ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان دھاتوں کی خصوصیات سے بھی واقف ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کعبہ کی بلندی سے جو بت ہٹا کر پھینکا گیا تھا وہ شیشے کا بنا ہوا ہو۔ لیکن اس کی آواز تو اتنی ہیبت ناک ہو گی کہ قرب و جوار کے سیکڑوں لوگ آ کھڑے ہوں گے۔

ابو مریم:۔ حضرت علیؓ سے اس کہانی کو نقل کرنے والا ایک ابو مریم ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ میں ابھی تک اس کے حال سے باخبر نہیں ہو سکا۔

نعیم بن حکیم:۔ ابو مریم سے یہ کہانی نقل کرنے والا نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد میں مروی ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ ابو مریم سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۶۷

اسباط بن محمد القرشی:۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق موالی قریش سے ہے۔ اعمش اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔ اس سے امام احمد اور ابن نمیر وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ مصنفین صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن عمار الموصلی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے تین ہزار روایات سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن اہل کوفہ اسے ضعیف کہتے

نسائی کا بیان ہے کہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اسے بسا اوقات وہم ہوتا ہے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن مبارک سے اسباط اور ابن فضیل کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد جب مجھے دیکھا تو بولے اے حسن ہم اپنے ساتھیوں کو ان دونوں سے راضی نہیں پاتے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ اس کا ۱۰ھ کی ابتدا میں انتقال ہوا۔ یا رکوئی بن حاتم کا بیان ہے کہ یہ ۸ھ میں پیدا ہوا۔

آخری وصیتیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ایک طباق لاؤ جس میں ایسی باتیں تحریر کر دی جائیں کہ امت آپؐ کے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ حضور اس سے قبل ہی وفات نہ پا جائیں۔ لہذا میں نے عرض کیا آپ ارشاد فرمائیں میں ہوشمندی کے ساتھ یہ باتیں یاد رکھوں گا۔ آپ نے نماز، زکوٰۃ اور لونڈی غلاموں کے بارے میں وصیت کی۔ مسند احمد ج ۱ ص ۹۰

اصل میں تقیہ جزو ایمان ہے۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے تقیہ فرما لیا۔ اور عام باتوں کا حکم دے کر چلتا کر دیا۔ حالانکہ وفات کے وقت کچھ پوشیدہ امور بیان کرنے چاہئیں تھے لیکن اتفاق یہ پیش آیا کہ حضرت علیؓ وہاں موجود ہی نہ تھے۔ بخاری نے اسود بن یزید سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے ام المومنین عائشہؓ کے روبرو اس کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت علیؓ کو کب وصیت کی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی کہ آپ نے پانی کا طشت مانگا اور میری گود میں جھک پڑے مجھے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وصیت کس وقت کی تھی۔ بخاری ج ۲ ص ۶۴۰

یعنی وفات کا آخری وقت حضرت عائشہؓ کے پاس گزرا۔

یہ بھی حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ام المومنینؓ کے سینہ پر ٹیک لگائے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی عبدالرحمانؓ کو بلا لے تاکہ میں ان کے لئے کچھ لکھ دوں میں نے اٹھنا چاہا لیکن آپ اپنے سہارے سے نہ بیٹھ سکے تو آپ نے فرمایا اچھا رہنے دے کیونکہ اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے۔

اسی لئے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضور نے حضرت علیؓ کو دیکھ کر تقیہ کر لیا ہوگا۔ اور پھر صحابہ
بھی تقیہ کئے رہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی خلیفہ نہ بننے دیا۔ اور یہ تقیہ قاتلین عثمانؓ کے ذریعہ
ختم ہوا۔ چونکہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ ہے۔ لہذا ہم آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔

سورۃ توبہ کا قصہ

زید بن یثیعؒ نے حضرت ابوبکرؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل مکہ
کے پاس سورت براءت دے کر روانہ کیا کہ یہ سورۃ اہل مکہ کو سنا دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک
حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے اور جنت میں مسلم کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔
اور جس کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے درمیان کوئی مدت معین ہو تو وہ اپنی مدت
تک برقرار رہے گا۔ اور اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ابوبکرؓ لوگوں
کو لے کر تین رات تک چلے۔ پھر آپ نے علیؓ سے فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے ملو اور اسے میرے پاس بھیج دو
اور تم خود اہل مکہ کے سامنے اس اعلان کو پہنچاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ علیؓ نے یہی کیا۔
ابوبکرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رو دئے تھے اور بولے یا رسول اللہ کیا میرے
بارے میں کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے بارے میں
خیر کے علاوہ کوئی بات نازل نہیں ہوئی لیکن مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان آیات کو میرے یا اس شخص کے
علاوہ کوئی نہ پہنچائے جو مجھ سے ہو۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳

زید بن یثیع الہمدانیؒ:۔ حضرت علیؓ اور ابوذرؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے ابواسحاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ اس کی روایات ترمذی
اور مسند احمد میں پائی جاتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص [illegible]

ذہبیؒ نے اس کے علاوہ کچھ تحریر نہیں کیا لیکن میزان میں ذکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا
ہے کہ وہ اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج تک اس کی جتنی روایات نظر آئی ہیں ان سب کا

تعلق فضائلِ علیؓ سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی سبائی تحفہ ہے۔

اتفاق سے اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جو تشیع کے اثرات سے پاک ہو۔
لیکن ہمارے نزدیک ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ جب درمیان حج سے واپس آ گئے تو ان
کے حج کا کیا ہوا۔ راوی اپنے جھوٹ میں یہ بھی بھول گیا کہ اس طرح سے زبردستی ایک حج قضا
ہو جائے گا۔ اور اس حج کی ادائیگی کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حنش نے حضرت علیؓ سے نقل کی ہے جس کی صورت یہ ہے
حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت برأت کی دس
آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کو بلایا اور انہیں اس کام کے لئے بھیجا کہ جا کر یہ
آیات اہل مکہ کو سنائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا تمہیں ابوبکرؓ جہاں
ملیں ان سے دستاویز لے لینا اور اسے اہل مکہ کے پاس لے کر جانا اور انہیں پڑھ کر سنانا۔ ابوبکرؓ
سے میں جحفہ پہنچ کر ملا۔ ان سے وہ دستاویز لی۔ ابوبکرؓ وہیں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
لوٹ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا؟ حضور نے فرمایا نہیں لیکن
جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے فرمایا۔ آپ کی طرف سے کوئی شخص اس امر کو ادا نہیں
کر سکتا یا تو آپ خود کریں گے یا آپ کے خاندان کا کوئی فرد کرے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱)

حنش :- اس روایت کو حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا حنش نامی حضرت علیؓ کا شاگرد ہے
جو حنش الصنعانی کے لقب سے مشہور ہے۔ دمشق کا باشندہ ہے عسقلان میں آکر سکونت
اختیار کر لی تھی۔ اسے ابن عبداللہ اور ابن علی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو رشدین ہے۔
افریقہ میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔
اس نے حضرت علیؓ۔ ابن عباسؓ، فضالہؓ بن عبید اور دیگر لوگوں سے روایات لی ہیں۔ اور
اس سے بکر بن سوادہ۔ ابو کبیر الجلاح۔ قیس بن الحجاج اور اہل مصر روایات لیتے ہیں۔
اسے ابو زرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم نے بھی اسے نیک کہا ہے لیکن بعض دیگر محدثین

کو اسے حجت سمجھتے نہیں دیکھا۔ اس نے سنہ میں افریقہ میں انتقال کیا۔

سماک :۔ اس کی کنیت ابو المغیرہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محمد بن جابر :۔ سماک سے نقل کرنے والا محمد بن جابر الیمامی الحنفی ہے۔ حبیب بن ابی ثابت قیس بن طلق اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اس کے اساتذہ میں سے ایوب اور ابن عون۔ سفیان اور شعبہ جو اس سے مقدم ہیں اور بعد کے لوگوں میں تو ین مسدد اور اسحاق بن اسرائیل وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابو حاتم لکھتے ہیں اس کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس کے لکھے ہوئے مسودات ضائع ہو گئے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ اس سے بھی زیادہ بدمعاش ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس سے تو وہی احادیث روایت کرے گا جو اس سے زیادہ شریر ہو گا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ در اصل یہ نابینا تھا۔ اس کی لکھی ہوئی یادداشتوں میں لوگ روایات ملاتے رہتے۔ اور جب اس کے سامنے ان روایات کا ذکر آتا وہ انہی کو بیان کرنا شروع کر دیتا۔

اسحاق بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن جابر سے ایک روز شریک کی ایک روایت کے بارے میں مذاکرہ کیا۔ میں نے اس کی دستاویز دیکھی تو دو سطروں کے درمیان عمدہ خط میں کچھ تحریر تھا۔

اس محمد بن جابر نے اعمش اور ابو الوداک کے واسطے سے حضرت ابو سعید سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہم میں قائم ہو گا۔ ہم میں منصور ہو گا۔ ہم میں سفاح ہو گا اور ہم میں مہدی ہو گا۔ قائم کو خلافت ایسے ملے گی کہ ایک ڈھال بھی خون بہانا نہ پڑے گا جہاں تک منصور کا تعلق ہے اس کا کوئی جھنڈا لوٹایا نہ جائے گا۔ سفاح خوب مال اور خون بہائے گا۔ اور مہدی زمین اس طرح عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہو گی۔

یہ روایت خطیب نے قاسم عبد اللہ کے بارے میں نقل کی ہے۔ اور یہ خبر انتہائی منکر ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۹۶

اس صورت حال کے بعد خود قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس روایت کا کیا حال ہوگا۔

ہاں ہمارے قارئین یہ ضرور ذہن نشین فرمالیں کہ یہ آخری روایت عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل نہیں کی بلکہ محمد بن سلیمان لوین سے نقل کی ہے۔ یعنی یہ روایت زوائد امام احمد میں ہے۔ اصل میں نہیں۔

ان دونوں روایات کا یہ حال ملاحظہ کرنے کے بعد اب ایک روایت بخاری کی بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ابوبکرؓ نے اس حج میں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر بنایا تھا ابوہریرہؓ کو اس جماعت کا امیر بنایا کہ جو لوگوں میں یہ اعلان کر رہی تھی۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

حمید بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے علیؓ کو روانہ کیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ لوگوں کو سورت برأت پڑھ کر سنائیں۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے ہمارے ساتھ مل کر قربانی کے دن سورۂ برأت کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے۔ بخاری ج ۲ صفحہ ۶۷۱

اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ ابوبکرؓ واپس آئے تھے اور نہ حضرت علیؓ امیر کی حیثیت سے گئے تھے بلکہ صرف سورۂ برأت سنانے کے لئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی برادری سسٹم قائم نہ تھا جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا ہو۔

اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرمایا

عنقریب تم پر ایک جنتی داخل ہوگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تم پر ایک جنتی جوان داخل ہوگا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ عمرؓ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دیجئے۔ نتیجتاً علیؓ آگئے۔

مسند احمد صفحہ ۳۸۱ ج ۳

اوّل تو اس روایت میں متعدد عیوب ہیں۔

۱۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب الہاشمی ہے۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ ایک جماعت نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی کتابوں میں ابن عقیل کا ذکر تک نہیں کیا لیکن احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اسے حجت سمجھا ہے۔

ابوحاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اسے حجت نہیں سمجھتا۔ ترمذی کہتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن بعض حضرات نے حافظہ کے باعث اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا۔ حدیث کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکتا لہٰذا اس کی روایات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ اور حمیدی اس کی حدیث کو حجت سمجھتے۔ لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ عبداللہ بن عقیل نیک شخص تھا۔ عابد تھا، فاضل تھا لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ قابل اعتماد نہ تھا۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ سند میں اختلاف کرتا رہتا۔ فسوی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے لیکن اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۸۴

اسی عبداللہ بن محمد بن عقیل سے یہ روایت شریک بن عبداللہ نے نقل کی ہے۔ اس کا

ہم تفصیلی حال بیان کر چکے ہیں کہ یہ نہایت بدبودار قسم کا رافضی تھا۔ اور میرے نزدیک اس روایت میں تمام گڑبڑ اسی نے پھیلائی ہے۔ اور اصل روایت اس طرح مروی تھی۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے۔ اور مجھے باغیچہ کی نگرانی کے لئے متعین فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص اجازت طلب کرتا ہوا داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ اچانک دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے۔

پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ دیکھا تو وہ عمرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا اسے بھی اجازت دو اور ایک بڑی آزمائش کے بعد جنت کی بشارت سنا دو۔ اتفاق سے وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ بخاری ج ۱ صـ ۵۲۳

شریک نے پہلی گڑبڑ تو یہ کی کہ روایت کو ابوموسیٰؓ کے بجائے جابرؓ کی جانب منسوب کر دیا اور عثمانؓ کی بجائے علیؓ کا نام لے دیا حالانکہ ایک اور روایت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ ان کے بعد پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور اس کے بعد ایک صحابی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہ دیتے تھے۔ بخاری ج ۱ صـ ۵۲۳

الغرض اس روایت میں عثمانؓ کے بجائے علیؓ کا نام شریک بن عبداللہ نے اپنی جانب سے لگایا ہے۔ کیونکہ ابوداؤد والرمادی نے اس سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے۔ "کہ علیؓ خیر البشر ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اس نے کفر کیا۔" اس لحاظ سے یہ بھی اس کی کرم فرمائی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام باقی رہ گیا۔

اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علیؓ ہیں

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میںؐ اور علیؓ نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اس سے دو ہزار سال قبل ہم عرش

کے دائیں طرف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں مردوں کی پشتوں میں ڈال دیا۔ پھر ہمیں عبدالمطلب کی پشت میں کیا۔ پھر ہمارے نام اپنے نام سے وضع کئے۔ پس اللہ محمود ہے۔ میں احمد ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے۔ اور علیؑ علیؓ ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے۔

جعفر بن احمد:۔ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ جعفر احادیث وضع کرتا۔ الموضوعات ج ا صفحہ ۳۴۲۔ (اور لطف یہ ہے کہ اس جعفر کا دادا بھی علی تھا)

ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ۔ اس کی کنیت ابوالفضل ہے۔ یہ ابن ابی العلاء کی کنیت سے مشہور ہے۔ ابن عدی نے اس کا نسب بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے ۲۹۹ھ اور ۳۰۴ھ میں اس سے روایات لکھی تھیں اور میرا خیال ہے کہ اسی سن میں اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سی موضوع احادیث بیان کی ہیں ہم اس پر وضع حدیث کا الزام لگاتے بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ یہ رافضی تھا۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا۔

اس کے بعد ذہبی نے اس کی منکرات پیش کیں۔ میزان ج ا صفحہ ۴۰۵

صدیق اکبر حضرت علیؓ ہیں

جعفر بن محمد نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا میثاق (الست) میں میرے روبرو میری امت ذرّوں کی شکل میں پیش کی گئی مجھے پیش ہونے والوں کے نام بھی بتائے گئے اور ان کے باپوں کے نام بھی۔ تو سب سے اوّل جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ علیؓ بن ابی طالب تھے۔ لہٰذا دنیا میں بھی

مجھ پر سب سے اوّل ایمان لانے والا اور میری تصدیق کرنے والا علیؓ ہے۔ لہٰذا وہی صدیق اکبر ہے۔

یعنی یہ سنیوں کا ایک فریب ہے کہ انہوں نے ابوبکرؓ کو صدیق اکبر بنا لیا۔ ابن جوزی کا بیان ہے ہمیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ روایت جناب ذارع نے تیار کی ہے۔

ذارع :- اس کا نام احمد بن نصر ہے ذارع کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا یوموضوعات ج ا ص ۳۴۳

ذہبی لکھتے ہیں اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جو منکر ہیں۔ جو اس کے غیر ثقہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ دار قطنی کا قول ہے کہ یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں۔ میزان ج ا ص ۱۶۱

صدقہ بن موسیٰ بن تمیم :- یہ اپنے باپ کے واسطے سے حمید الطویل سے بھی روایات نقل کرتا ہے لیکن اس سے بجز ذارع کے کسی نے روایت نہیں لی۔ اور وہ کذاب ہے۔ بلکہ ذارع اکثر روایات اسی سے نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۳

ہمیں سبائی برادری سے صرف یہ سوال کرنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے اور نابالغ کا ایمان اور عدم ایمان قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ اگر اس کے باوجود حضرت علیؓ کے ایمان کو اتنا ہی اچھالنا ہے تو حضورؐ کی صاحبزادیاں کس زمرے میں شمار ہوں گی۔

رہا صدیق اکبر ہونے کا مسئلہ تو اگر وہ اُس وقت بالغ ہوتے تو شاید یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔ جب کہ بیان کرنے والے یہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان ۲ھ میں جنگ بدر کے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۲ سال تھی تو اعلان نبوت کے وقت ان کی عمر پانچ سال ہوئی۔ ہاں بقول ملّا باقر جب وہ پیدائش کے تیسرے دن سورۃ المؤمنون کو اس وقت تلاوت کر سکتے ہیں جب کہ حضورؐ کو ابھی نبوت بھی دی ملی تھی تو اس لحاظ سے بے شک وہ پہلے مومن ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں اشکال یہ واقع ہوگا کہ بقول ملّا باقر ان کی والدہ تو اس وقت ایمان لے آئیں تھیں جب حضرت علیؓ پیدا بھی

نہ ہونے تھے۔ اس لحاظ سے سب سے پہلی مومنہ فاطمہؓ بنت اسد ہوئیں۔

یہ روایت ابزاری نے ابنِ عباسؓ سے بھی نقل کی ہے ان کے الفاظ ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات کہتے سُنی۔ علیؓ کو کچھ کہنے سے باز رہو کیونکہ علیؓ میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں کہ آلِ خطاب میں ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھ پر سورج طلوع ہونے سے بہتر ہوتی۔

صورت حال یہ ہے کہ میں، ابوبکرؓ اور ابوعبیدہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گئے اور اُمِ سلمہؓ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اور علیؓ اس وقت دروازے پر سو رہے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے آئے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ابھی تمہارے پاس آئیں گے۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ہم آپ کی طرف بڑھے آپ نے حضرت علیؓ پر ٹیک لگا لی۔ پھر علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

اے علیؓ تو جھگڑنے والا ہے اور تجھ سے لوگ جھگڑیں گے۔ پہلی بات تو تو سب سے اول ایمان لایا۔ تو اللہ کے دنوں کو سب سے زیادہ جانتا۔ تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا۔ سب سے زیادہ تقسیم کرنے والا، رعیت پر سب سے زیادہ مہربان، اخلاق کے لحاظ سے تو سب سے زیادہ عظیم، تو میرا بازو، مجھے غسل دینے والا، مجھے دفنانے والا، ہر سخت اور مکروہ کام میں سب سے آگے اور میرے بعد تو کافر نہ بنے گا (اگرچہ بقیہ صحابہ سب کافر ہو جائیں گے۔) تو لواء الحمد لے کر میرے آگے چلے گا۔ اور تو لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب علیؓ کی وفات ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ زندگی گذارنے میں کشادہ ہاتھ۔ مفلسوں پر مال خرچ کرنے والے۔ تنزیل کے عالم۔ تاویل کے فقیہ اور ہم عصروں میں سب سے بہتر تھے۔

ابنِ جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اور یہ ابزاری کی تیار کردہ ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۷۔

ذہبی حسن بن عبید اللہ الابزاری کے حالات میں لکھتے ہیں۔ اس سے حمزہ خندی نے روایت لی ہے۔ یہ کذاب ہے۔ اس کے پاس تو حیا بھی کم تھی۔ ذہبی مزید لکھتے ہیں کہ اس کا اصل نام حسن بن عبید اللہ نہیں۔ بلکہ حسین بن عبید اللہ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۲

پھر ذہبی حسین بن عبید اللہ بن الخصیب الابزاری البغدادی کے حال میں رقمطراز ہیں کہ یہ ہناد بن السری وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ احمد بن کامل کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا۔

اس کے کذب و اختراع میں سے یہ روایت بھی ہے کہ جس رات مجھے معراج ہوئی جبرئیل مجھے جنت میں لے کر گئے۔ اور جنت کے سب پھل کھلائے۔ جس سے میری پشت میں پانی پیدا ہوا۔ نتیجۃً خدیجہؓ فاطمہؓ سے حاملہ ہوئیں۔ جب میں فاطمہؓ کا پیار لیتا ہوں تو مجھے ان پھلوں کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۳۔

معراج ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ فاطمہؓ کی ماں کون ہیں۔ اور جب فاطمہؓ کا حمل معراج کے بعد ٹھہرا تو ہجرت سے دو ایک ماہ قبل فاطمہؓ پیدا ہوئیں یعنی جب حضرت علیؓ کے نکاح میں گئیں تو ان کی عمر دو سال تھی اور جب ان کے صاحبزادے حسنؓ پیدا ہوئے تو ان کی عمر تین سال تھی۔ تو بات یہ ہے کہ ہم سنی ہیں اور سن سن کر ایمان لائے ہیں۔ لہٰذا اب عمر عائشہؓ کے بجائے یہ مسئلہ پیدا ہو گا کہ کیا حضرت فاطمہؓ تین سال کی تھیں جب ان کے بچہ پیدا ہوا۔؟

یہ روایت حضرت ابوذرؓ سے بھی مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب کے لئے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا۔

اے علیؓ تو سب سے پہلے مجھؐ پر ایمان لایا اور تو قیامت کے روز سب سے اول مجھؐ سے مصافحہ کرے گا۔ تو ہی صدیق اکبر ہے۔ تو ہی فاروق ہے جو حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔ اے علیؓ تو مومنین کا حصّہ ہے اور مال کافروں کا حصّہ ہوتا ہے (لہٰذا ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ اور تمام مہاجرین و انصار چونکہ مال دار ہیں۔ لہٰذا کافر ہیں بلکہ ہر وہ شیعہ بھی کافر ہے جس کے پاس مال ہو)۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس روایت کا راوی

عبادبن یعقوب:- ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے لہذا مستحق ترک ہے۔

علی بن ہاشم:- اس کا ایک راوی علی بن ہاشم ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ مشہور لوگوں سے منکر روایت نقل کرتا ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

محمد بن عبید اللہ:- اس کا ایک راوی محمد بن عبید اللہ ہے۔ یحییٰ کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ عباد بن یعقوب سے بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ موضوعات ج ا صنہ ۳۶۶۔

ہم عباد بن یعقوب اور محمد بن عبید اللہ کا حال پہلے تفصیلاً پیش کر چکے ہیں۔ لہذا علی بن ہاشم کا حال ملاحظہ ہو۔

علی بن ہاشم بن البرید:- اس کی کنیت ابوالحسن ہے کوفہ کا باشندہ ہے خراز ہے۔ قریش کا غلام ہے۔ ہشام بن عروہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے امام احمد اور ابن ابی شیبہ کے دونوں بیٹوں نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔

یحییٰ بن معین وغیرہ کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ خود بھی اور اس کا باپ دونوں غالی شیعہ ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا ثقہ لوگوں کے نام سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس کے غلو فی التشیع کے باعث بخاری نے اس کی روایات سے اجتناب کیا۔ وہ اکثر رافضیوں سے اجتناب کرتے ہیں گویا انہیں تقیہ کا خوف لاحق رہتا ہے۔

جعفر بن ابان کا بیان ہے کہ میں نے ابن نمیر کو یہ کہتے سُنا کہ علی بن ہاشم تشیع میں حد سے بڑھا ہوا تھا منکر الحدیث تھا۔ میزان ج ۳ صنہ ۱۶۰

اے علیؓ میرا اور تیرا جھگڑا نبوت میں ہے

حضرت معاذ بن جبلؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اے علیؓ میں تجھ سے نبوت میں جھگڑا کروں گا۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت اور وصیت میں اصل جھگڑا نبوت کا ہی ہوتا ہے ورنہ اس کے سوا دونوں کے پاس جو کچھ ہے وہ سب کچھ برابر پایا جاتا ہے۔ اور تو لوگوں سے سات چیزوں میں جھگڑے گا۔ اور قریش میں سے کوئی شخص بھی تجھ سے جھگڑ نہ سکے گا۔ اول تو سب سے پہلے ایمان لایا [illegible] تو علوم شہد کی طرح انبیوں سے جو سن لئے تھے اور تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا ہے سب سے زیادہ اللہ کا حکم قائم کرنے والا۔ سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والا سب سے زیادہ رعیت کے معاملے میں عادل۔ سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا اور قیامت کے روز اللہ کے نزدیک تیرا مرتبہ سب سے بلند ہوگا۔

ہمارے نزدیک مذہب سبائیہ میں حضرت علیؓ کا مقام سب سے بلند و بالا ہے۔ [illegible] جبرائیل اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اس لئے حضورؐ کی غیر حاضری میں جبرائیل حضرت علیؓ کے پاس وحی لاتے رہے۔ اور اس طرح سے چالیس پاروں کا قرآن تیار ہو گیا [illegible] میں کم از کم وہ وحی تو ہر کتاب میں نہیں آئی جو حضرت علیؓ پر نازل ہوتی رہی۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس کے وضع کرنے کا الزام

بشر بن ابراہیم پر ہے۔ ابن عدی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔
موضوعات ج ۱ ص ۳۴۳

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ بشر بن ابراہیم انصاری ہے۔ اس پر فالج گر گیا تھا۔ ابو عمرو اس کی کنیت ہے عقیلی کا بیان ہے کہ یہ اوزاعی سے ایسی موضوع روایات نقل کرتا ہے جنہیں اور کوئی نقل نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس کا شمار احادیث وضع کرنے والوں میں ہوتا

ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے علی بن حرب نے حدیث روایت کی ہے اور دراصل یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتے ہیں۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں جن میں سے پہلی روایت تو یہ ہے کہ جب حضورؐ کسی کام کا ارادہ کرتے تو اپنی انگلی میں دھاگا باندھ لیتے اور آخری روایت وہ ہے جو ہم نے پیش کی۔ میزان ج ۱ ص ۳۱۱

غالباً اسی باعث آج کل بہت سے افراد کرتے کے دامن میں یا رومال میں گرہ باندھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس سے بات یاد آجائے گی۔

حضرت علیؓ کی محبت شجر و حجر پر لازم ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک روز بازار میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ایک تربوز دیکھا۔ انہوں نے ایک درہم نکال کر بلالؓ کو دیا اور ان سے کہا یہ تربوز لے لو۔ بلالؓ نے وہ تربوز خرید لیا۔ پس حضرت علیؓ چلے اور ان کے ساتھ ہم بھی چلے حتیٰ کہ انکے مکان پر پہنچ گئے۔ بلالؓ تربوز لے کر آئے علیؓ نے ان سے تربوز لے لیا اور اسے کاٹا۔ پھر اسے چکھا تو وہ کڑوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے بلالؓ یہ تربوز لو اور اسے لوٹا کر ہمارا درہم لے کر آؤ۔ تاکہ میں تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں۔ جب بلالؓ واپس آگئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اے بلالؓ مجھ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اس وقت آپؐ کا ہاتھ میرے مونڈھے پر تھا۔

اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ نے تیری محبت ہر بشر، ہر درخت، ہر پھل اور ہر جنگل پر لازم کر دی ہے۔ جو تیری محبت کو قبول کرے گا وہ میٹھا ہوگا اور مزیدار ہوگا۔ اور جو شئے تیری محبت قبول نہ کرے گی وہ خبیث ہوگی اور کڑوی ہوگی۔ اور میرا خیال ہے کہ اس تربوز نے میری محبت کو قبول نہیں کیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کا واضع برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ عہد و پیمان ان چیزوں سے لئے جاتے ہیں جن میں عقل ہو گویا اس روایت کے واضع کو اتنی بھی عقل نہ تھی۔

جُندی: اس روایت کا واضع ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ ہے جو جُندی کے لقب سے مشہور ہے ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ وہ روایت میں ضعیف سمجھا جاتا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض ہے۔ میں نے اس ابن جُندی کے بارے میں ازہری سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا یہ کچھ نہیں۔ عتیقی کا بیان ہے یہ تشیع میں مشہور تھا۔ موضوعات ص ۲۶۹

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ بغدادی ہے ابن صاعد کا آخری شاگرد ہے۔ شیعہ ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ روایت میں بھی ضعیف تھا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض تھا۔ ازہری کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ لغویات سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے مخلوق نے روایت لی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۸

اچھا ہوا کہ ہمیں بھی ایک نئی پہچان کا علم ہوگیا۔ اب جو بھی پھل کڑوا نکلے گا تو ہم بھی سمجھ جائیں گے کہ یہ حضرت علیؓ کا دشمن ہے اور اگر میٹھا نکلا تو ہم اسے حضرت علیؓ کا محب سمجھ کر مزے لے لے کر کھائیں گے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ حضرت علیؓ کے طفیل میں میٹھا پھل حاصل ہو۔

حوض کوثر پر حضرت علیؓ کا جھنڈا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حوض کوثر پر امیر المومنین اور وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں سپید ہوں گے ان کے امام علیؓ بن ابی طالب کا جھنڈا حوض کوثر پر آئے گا میں اس جگہ سے کھڑا ہوں گا اور علیؓ کا ہاتھ پکڑوں گا جس سے ان کا چہرہ اور ان کے ساتھیوں کے چہرے سپید ہو جائیں گے۔ میں ان سے پوچھوں گا میرے بعد تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔

وہ جواب دیں گے کہ ہم نے اس میں سے بڑی شے کی اتباع کی اور اس کی تصدیق کی اور چھوٹی چیز کی زیارت کی، اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ مل کر قتل کیا اگرچہ بعد میں اسے شہید بھی کر دیا تو میں جواب دوں گا تم خوب سیراب ہو کر پانی پیو۔ اس کے بعد تم کبھی پیاسے نہ ہوگے۔ ان کے چہرے کا اگلا حصہ طلوع ہونے والے سورج کی طرح چمکتا ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمکتے ہوں گے یا آسمان کے سب سے روشن

ستارے کی طرح۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ دراصل یہ کوفہ سے تیار ہو کر نکلی ہے۔ اس کی سند بالکل تاریک ہے۔ موضوعات ج ا ص ۲۸۹ میں نے جب اس روایت کی سند پر غور کیا تو اس میں دو ہستیاں جانی پہچانی نظر آئیں جن میں سے ایک ہستی مشہور زمانہ مورخ مسعودی کی ہے۔

ابو عبدالرحمان المسعودی

اس شخص کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے اور تاریخ میں مسعودی کے لقب سے مشہور ہے اس کی تاریخ کا ترجمہ ایچ ایم سعید کمپنی نے شائع کیا ہے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ مسعودی عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے ہے یہ خالص شیعہ ہے اس پر اعتراضات ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۵۰۰ اس کے بعد ذہبی میزان کی چوتھی جلد میں اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے۔ اس سے فتنوں کے سلسلہ میں ایک روایت مروی ہے جو اس سے عباد بن یعقوب الرواجنی رافضی نے نقل کی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے یہ شیعہ تھا۔

اس نے زید بن وہب الجہنی سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کو گھیرے بیٹھے تھے اس حال میں انہوں نے فرمایا۔ تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تمہارے نبیؐ کے اہل بیت دو حصوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرتے ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ ایسا ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا۔ میں نے عرض کیا۔ پھر میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؓ کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کو لازم پکڑ لو۔ ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے میزان ج ۴ ص ۵۳۶

ہم تو آج تک تاریخ میں یہ تلاش نہ کر سکے کہ حضرت علیؓ کے دور میں اہل بیت کے کون سے دو فرقے بن گئے تھے جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔ رہے حضرت حذیفہؓ انہوں نے بخاری میں روایت کیا کہ ایک دور وہ آئے گا جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور کوئی امام نہ ہو گا۔ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے حذیفہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس وقت کیا کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کسی درخت کی جڑ میں بیٹھ جانا اور اسے دانتوں سے تھام لینا حتی کہ تجھے موت آجائے۔

کہ علیؓ ہدایت کے رہبر ہیں ایمان کے منارے ہیں اور میرے اولیائ کے امام ہیں، اے انسؓ بروزہ علیؓ بن ابی طالب کل قیامت کے روز میرے امین اور میرا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے اور میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کی چابیاں علیؓ کے ہاتھ میں ہوں گی۔

اس کا راوی لاہز بن عبد اللہ ہے۔

لاہز بن عبد اللہ ابوبکر الخطیب کا بیان ہے کہ اس داستان کو لاہز کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ابوالفتح الازدی فرماتے ہیں لاہز ثقہ نہیں اور نہ یہ شخص مامون ہے۔ بلکہ یہ مجہول ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ لاہز مجہول ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک روایت نقل کی ہے۔ اور یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت جابر بن سمرہ رضؓ سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے کہ صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا آپ نے فرمایا جو شخص دنیا میں اٹھاتا تھا یعنی علیؓ بن ابی طالب۔

اس روایت کا راوی ناصح ہے۔

ناصح بن عبد اللہ المحلمی یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں ہے اور کبھی فرمایا یہ کچھ نہیں فلاس کا قول ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے ابواحمد بن عدی کا بیان ہے کہ یہ کوفہ کے شیعہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابوبکر بن مردویہ نے اس حدیث کو متعدد سندات سے نقل کیا ہے۔ جس میں ایک بھی صحیح نہیں۔ اور مجھے اس حافظ حدیث (ابوبکر بن مردویہ) پر حیرت ہے کہ جب وہ جانتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے پھر بھی اس روایت کو نقل کرتا ہے اور جو کچھ جانتا ہے اسے ظاہر بھی نہیں کرتا۔ یہ شریعت میں خیانت ہے موضوعات ج ا ص ۳۸۹

ذہبی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبد اللہ الکوفی المحلمی الحائک (اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں) یہ سماک بن حرب اور یحیٰی بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے عبد اللہ بن صالح العجلی اور اسماعیل بن عمرو البجلی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔

نسائیؒ دمزہ نے اسے ضعیف کہا ہے بخاریؒ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے فلاسؒ کہتے ہیں یہ متروک ہے۔

بن معینؒ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں اور ایک بار کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا اس نے ایک روایت تو وہ نقل کی ہے جو سطور بالا میں گذر چکی ہے اور ایک روایت حضرت سلمانؓ کی یہ ہے کہ میں نے عرض کیا ہر نبی کا کوئی وصی ہوتا ہے اب آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا؟ آپ کچھ دیر تو خاموش رہے پھر فرمایا اے سلمان میرا وصی میرے راز کی جگہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے وعدوں کو پورا کریگا اور میرا قرض ادا کرے گا وہ علیؓ بن ابی طالب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ خبر منکر ہے میزان ج ۲ صفحہ ۔

بغض علیؓ کے باعث اس امت سے بارش روک لی جائے گی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے اس لئے بارش روکتا تھا کہ وہ اپنے انبیاءؑ کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے اور اس امت سے علیؓ بن ابی طالب کے بغض کے باعث بارش روکے گا۔

حسن بن علی ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ روایت میرے نزدیک حسن بن علی الطہرانی نے وضع کی ہے کیونکہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور عبدانؓ کا بیان ہے کہ یہ حسن کذاب تھا۔

ہم تو صرف اتنی بات جانتے ہیں کہ اس روایت کے راوی خواہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہوں لیکن اولین راوی جو یہ داستان عباسؓ سے نقل کر رہا ہے وہ عکرمہ ہے جو مشہور خارجی ہے وہ حضرت علیؓ کو مسلمان کہنے والوں کو بھی کافر کہتا تھا اور ان کا قتل واجب سمجھتا تھا۔ اس داستان کو سننے اور سنانے والے خود ہی اس کا فیصلہ کرلیں کہ ان تینوں میں سے کون زیادہ جھوٹا ہے عکرمہ، یا یہ قصہ وضع کرنے والے یا اس قصہ کو سچ ماننے والے۔

ابوسعید التستری

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے اسے حسن بن عثمان نے محمد بن حماد الطہرانی سے نقل کیا ہے۔ اس کی کنیت ابوسعید التستری ہے۔

اور یہ مشہور کذاب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۱۲۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ ابن عدی نے ایک اور مقام پر اسے امام وقت قرار دیا ہے۔ ابن ابی حاتم اور دار قطنی نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس پر غلطی کا الزام تو قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اس پر وضع حدیث کا الزام کسی نے نہیں لگایا۔ بلکہ اس کا واضع

حسن بن عثمان ہے۔ کیونکہ اس کی ایک اور روایت کو ابن عدی اور ذہبی نے جھوٹ قرار دیا ہے۔ محمد بن حماد نے اسے عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے اور وہ فی خرافات اس نے روایت کی ہیں۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

تازہ کھجوروں کی شاخ

حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھجوروں کی اس تازہ شاخ کو پکڑنا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے وہ علیؓ بن ابی طالب کی محبت کو لازم پکڑلے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس کا ایک راوی

اسحاق بن ابراہیم ازدی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۸۶

یہ اسحاق بن ابراہیم الواسطی ہے جس سے بخاری نے روایت لی ہے۔

ابن عدی اور ازدی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ دراصل یہ اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب بن عباد بن العوام ہے جو اسحاق بن ابراہیم الواسطی کے لقب سے مشہور ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۸۰

علیؓ سے بغض رکھنے والا خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی

بہز بن حکیم نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا جس کی موت اس حال میں ہو کہ اس کے دل میں علیؓ بن ابی طالب کا بغض ہو خواہ وہ یہودی

ہو کر مرے یا نصرانی

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا الزام

علی بن قرین

پر ہے عُقیلی کا بیان ہے کہ اس نے یہ روایت وضع کی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان
ہے کہ یہ کذاب ہے خبیث ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ بولتا تھا موضوعات ج ۱ ص ۳۹۵

ذہبی رقم طراز ہیں

علی بن قرین عبد الوارث اور منکدر بن محمد بن منکدر سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے
کہ یہ خبیث ہے اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ موسیٰ بن ہارون
کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔ عُقیلی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے اس
[illegible] ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ بغداد آکر مقیم ہو گیا تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۱

علی بن قرین نے یہ روایت جارود بن یزید سے نقل کی اب ذرا کچھ اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جارود بن یزید

اس کی کنیت ابو علی العامری ہے۔ نیشاپور کا باشندہ ہے۔ [illegible]
ہے ابو اسامہ نے کذاب کہا ہے۔ علی بن المدینی نے ضعیف کہتے ہیں
ہے کہ یہ ثقہ نہیں نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے حافظ محمد بن یعقوب سے بارہا سنا وہ فرماتے تھے [illegible]
جب بھی اپنے دادا جارود بن یزید کی قبر کے پاس سے گذرتا تو کہتا اے میرے باپ اگر آپ فضائل [illegible]
والی روایات بیان نہ کرتا تو میں تیری قبر کی زیارت کرتا۔ سراج کا بیان ہے کہ اس جارود [illegible] ۲۳۰ [illegible]
ہوا پھر ذہبی نے اس کی متعدد موضوعات نقل کیں میزان ج ۱ ص ۳۸۵

بخاری لکھتے ہیں کہ جارود بن یزید نیشاپور کا باشندہ ہے منکر الحدیث ہے۔ ابو اسامہ اسے کذاب کہتے
الضعفاء الصغیر ص ۲۶

نسائی لکھتے ہیں کہ یہ جارود نیشاپور کا رہنے والا ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین [illegible]

کتاب الضعفاء والمترکین للدار قطنی ص۲۶۷

علیؓ کے محافظ فرشتے دیگر فرشتوں پر فخر کرتے ہیں

حضرت عمارؓ بن یاسر کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ علیؓ بن ابی طالب کے محافظ فرشتے تمام محافظوں پر فخر کرتے ہیں۔ اول تو اس باعث کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوسرے اس باعث کو وہ اللہ کے پاس ایسی چیز لے کر نہیں چڑھتے کہ جس بات پر اللہ ناراض ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ خطیب لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں متعدد راوی مجہول ہیں، یہ روایت ابو سعید بن الحسن بن علی العدوی کے پاس نظر آئی۔ لوگ اسے مارنے کے لئے لپکے۔ اس نے یہ روایت ن ؟ بن علی بن راشد کے ذریعہ شریک سے نقل کی ہے۔ حالانکہ ابو سعید العدوی مشہور کذاب، وضاع اور تہمت باز انسان ہے۔ اور جناب شریک تو شیعوں کے امام ہیں۔ (شہادت علیؓ کے موقع پر کیا فرشتے سو گئے تھے؟)

علیؓ قیامت تک حجت ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے علیؓ کو آتے ہوئے دیکھا، فرمایا میں اور یہ شخص قیامت تک میری امت پر حجت ہوں گے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کے وضع کرنے کا الزام مطر پر ہے۔

مُطر بن ابی مطر یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا اس کی روایت بیان کرنا بھی حلال نہیں موضوعات ج ۱ ص ۳۸۳

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

مطر بن میمون۔ اس کا لقب اسکاف ہے۔ قبیلہ محارب سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت انسؓ اور عکرمہ سے

روایت کرتا ہے۔ اس سے عبداللہ بن موسیٰ اور یونس بن بکیر نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں

بخاری، ابو حاتم اور نسائی کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے مطعون ابی حمزہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی چار روایات نقل کی ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں اور سب ماشاء اللہ شیعیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آخر میں ذہبی کہتے ہیں۔

ان روایات کے وضع کرنے کا الزام مطر یا مطر سے پہلے لوگوں پر ہے۔ کیونکہ عبیداللہ ثقہ ہے شیعہ ہے لیکن اس قسم کی بکواس کی روایت سے پاک ہے میزان ج ۴ ص ۱۲۷ لیکن اس قسم کی بکواس کی نقل تو اس کے سر ہے اور بقول امام احمد میں تو اس عبیداللہ کو دیکھ کر اسے ایسے نظر انداز کر گیا جیسے کوئی کتے کو دیکھ کر کترا جاتا ہے ہم بھی اس کتے کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔

رہا ذہبی کا یہ کہنا کہ مطر سے اوپر کسی راوی نے وضع کی ہوگی تو مطر سے اوپر تو حضرت انسؓ ہیں جو صحابی ہیں لہذا مطر سے اوپر وضع حدیث کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اب جو کچھ بھی الزام واقع ہوگا وہ یا تو مطر پر ہوگا یا عبیداللہ بن موسیٰ پر واقع ہوگا۔ عبیداللہ رافضی کا پارٹ صرف اس باعث ادا کرنا کہ وہ بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ دراصل ہمارے علماء کی غلط فہمی ہے وہ تقیہ کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان ائمہ محدثین کے روبرو اس عبیداللہ نے تقیہ سے کام لیا ہو اور اندرون خانہ وہ اس قسم کی روایات بیان کرتا ہو اور اگر بیان نہیں کرتا تو نقل ضرور کرتا اور کسی شیعہ کے بارے میں یہ تصور کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے خود فریبی سے کم نہیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ پہلے ہم تسلیم کر لیں کہ وہ شیعہ نہیں۔ ورنہ شیعیت اور جھوٹ لازم و ملزوم ہیں اور تشیع کی روایت کی رو سے دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین جھوٹ بولنا ہے۔ لہذا یہ امکان خلاف عقل ہے کہ کوئی خالص شیعہ ہو اور خالص جھوٹ نہ بولتا ہو، بلکہ بہ الفاظ دیگر شیعہ وہ ہوتا ہے جس نے کبھی سچ بولنا نہ سیکھا ہو۔

اے علیؓ میں دجال نہیں ہوں

حجر بن عنبس کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے فاطمہؓ کے لئے پیغام نکاح دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اے علیؓ یہ تیرے لئے ہے میں کوئی دجال نہیں ہوں۔

غالباً یہ محسوس ہوتا ہے کہ راوی نے کسی سے دجال کا لفظ سن لیا تھا اس کو کسی جگہ اسے چسپاں کرنا تھا بالآخر حضرت علیؓ کے سلسلہ میں تمام کام ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ نے انجام دیے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے لئے جو نام رکھے تھے وہ سب پر حضرت علیؓ کے لئے تھے لیکن طبقۂ سبائیہ کو چونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بغض ہے لہٰذا اسے ہر صورت میں منطبق خواہ اس کے لئے واقعہ کی صورت کیوں نہ تبدیل کی جائے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

موسیٰ بن قیس اس روایت کو موسیٰ بن قیس نے وضع کیا ہے۔ اور وہ غالی قسم کا رافضی تھا۔ اور وہ خود کو عصفور الجنت (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ تو انشاء اللہ حمیر النار (دوزخ کے گدھے) میں داخل ہوگا اس نے علیؓ کی مدح کے لئے ابوبکرؓ و عمرؓ کو نشانہ بنایا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ تو روی اور باطل حدیثیں روایت کرتا ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۸۲

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔

موسیٰ بن قیس حضرمی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد الفراء ہے۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں۔ عصفور الجنۃ اس کا لقب تھا سچا آدمی ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے تقریب التہذیب ص ۳۵۲

عبدالحسین شرف الدین الموسوی رافضی المراجعات میں تحریر کرتا ہے۔

موسیٰ بن قیس الحضرمی، اس کی کنیت ابومحمد ہے۔ عقیلی نے اسے غالی رافضیوں میں شمار کیا ہے سفیان ثوری نے اس سے ابوبکرؓ اور علیؓ کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا مجھے تو علیؓ محبوب ہیں۔

اس موسیٰ نے اپنی سند کے ذریعہ مالک بن جعونہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ام سلمہؓ کو یہ کہتے سنا کہ علیؓ حق پر ہیں جو شخص ان کی اتباع کرے گا وہ بھی حق پر ہے اور جس نے علیؓ کو چھوڑا اس نے اس حق کو چھوڑا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ روایت ابونعیم فضل بن دکین نے موسیٰ بن قیس سے نقل کی ہے۔

اس موسیٰ نے اہل بیت کی فضیلت میں بہت سی ایسی صحیح روایات نقل کی ہیں جو عقیلی کو بری

لکیں ورنہ جو اس نے کہنا چاہا وہ کہا۔ اس کی روایات سنن میں موجود ہیں۔ اس نے سلمہ بن کہیل اور قیس بن مسلم سے روایات نقل کی ہیں اور اس سے فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ جیسے ثابت لوگوں نے روایات لی ہیں۔ ابن موسیٰ نے منصور کے زمانہ میں انتقال کیا۔ **المراجعات** ص ۱۱۹

حافظ ذہبی ابن موسیٰ کے حال میں رقم طراز ہیں۔

موسیٰ بن قیس جس کا لقب **عصفور الجنہ** ہے۔ جس سے ابو داؤد وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ حجر بن عنبس وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ابو نعیم فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہیں۔

عقیلی کا بیان ہے کہ وہ رافضیوں میں شامل تھا۔ اس کے بعد ذہبی نے ام سلمہ کی وہ حدیث ذکر کیا جو اس موسیٰ بن قیس نے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد ذہبی لکھتے ہیں

عقیلی کا بیان ہے کہ اس نے باطل اور ردی روایات نقل کیں۔ لیکن یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا اور ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ **میزان الاعتدال** ج ۴ ص ۲۱۷ اتفاق سے یہ روایت ابن موسیٰ سے فضل بن دکین نے نقل کی ہے۔ جو ابو نعیم کی کنیت سے مشہور ہے اور بخاری اور مسلم کا راوی ہے اور کٹر رافضی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ابو نعیم اگر کسی کی تعریف کرے اور کہے کہ فلاں بہت اچھا آدمی ہے۔ تو یقیناً وہ شیعہ ہوگا اور اگر کسی کی برائی کرے تو سمجھ لو کہ وہ سنی ہے

اہلِ فضل کو اہلِ فضل ہی پہچانتے ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو آپ کے ساتھیوں نے گھیر رکھا تھا۔ اچانک علیؓ بن ابی طالب آ گئے وہ کھڑے ہوئے اور سلام کیا اور ایسی جگہ دیکھنے لگے کہ جہاں بیٹھ سکیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے چہروں پر نظر ڈالی کہ دیکھیں کون علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔

ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے کھسک گئے اور

بولے اے ابوالحسن آپ یہاں آ جائیے۔ علیؓ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی دیکھی، پھر آپ نے ابوبکرؓ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکرؓ اہل فضل ہی کو اہل فضل نظر آجاتا ہے اور اسے اہل فضل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اس کا ایک راوی

محمد بن زکریا الغلابی ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور

ذارع۔ کذاب ہے دجال ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو غلابی نے وضع کیا اور ذارع نے اسے چوری کیا موضوعات ج ۱ ص ۳۸۰

اس روایت میں متعدد راوی قابل بحث ہیں۔ اول راوی

عباس بن بکار ہے یہ شخص بنو ضبہ سے تعلق رکھتا ہے، بصرہ کا باشندہ ہے۔ اپنے ماموں ابوبکر الہذلی سے احادیث روایت کرتا ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ عباس کذاب ہے الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۸

ذہبی کا بیان ہے کہ اس پر اس حدیث کے باعث الزام لگایا گیا کہ قیامت کے روز جب فاطمہؓ گذرے گی تو اہل حشر سے کہا جائے گا اے لوگو اپنی نگاہیں نیچی کر لو تاکہ فاطمہؓ گذر جائے

اس عباس سے اور بھی اس قسم کی مہملات مروی ہیں جو ذہبی نے بیان کی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۴

صدقۃ بن موسیٰ اس کا ایک راوی صدقۃ بن موسیٰ ہے یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے لیکن اس سے ذارع کذاب کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی۔ بلکہ اکثر اس سے روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۴

صدقۃ سے اس روایت کو احمد بن نصر الذارع نے روایت کیا ہے۔ احمد بن نصر بغداد کا باشندہ ہے حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور ایسی منکر روایات پیش کرتا ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ ثقہ نہیں، پھر ذہبی نے اس کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب ذارع کا جھوٹ ہے

اس روایت کا ایک راوی محمد بن زکریا الغلابی ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے مورخ تھا۔ اس نے عبداللہ بن رجاء الغُدانی اور ابوالولید سے روایات لی ہیں اور اس سے طبرانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں اور یہ ضعیف ہے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اگر یہ ثقہ راوی سے روایت کرے تو اس کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراضات ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔

اس غلابی نے سفیان کے واسطے ابوالزبیر سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت جابرؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں علی بن حسین آگئے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ایک بار حسینؓ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چپٹا لیا اور فرمایا اس کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا۔ سید العابدین کھڑے ہو جائیں تو زین العابدین کھڑے ہو جائیں گے۔ اور ان کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ فرمایا اے جابرؓ جب تو اس لڑکے کو دیکھے تو اسے میرا اسلام پہنچا دینا۔

یہ غلابی کا جھوٹ ہے۔

اس طرح اس روایت میں متعدد کذاب جمع ہیں۔

میرے لئے صحیفہ اور دوات لاؤ

عطیہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ اور حفصہؓ موجود تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے دوست کو بلا دو۔ ان دونوں نے ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیجا وہ آئے اور سلام کیا اور اندر داخل ہوئے اور بیٹھ گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے آپ نے ان دونوں ازواج کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ۔ ان دونوں نے عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا عمرؓ آئے اور

سلام کر کے اندر داخل ہوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا لہٰذا وہ اٹھ کر چلے گئے

آپ نے ان دونوں ازواج سے فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ ہم نے علیؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا، وہ آئے اور سلام کر کے اندر داخل ہوئے جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے عائشہؓ اور حفصہؓ کو حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ جب وہ دونوں اٹھ گئیں تو آپ نے فرمایا اے علیؓ کاغذ اور دوات لاؤ، جب کاغذ اور دوات آ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے املا کرایا علیؓ نے لکھا اور جبریلؑ نے شہادت دی، پھر کاغذ لپیٹ دیا گیا (اور وہ اس راوی کے ہاتھ لگا)

اب اگر تم سے کوئی یہ بیان کرے کہ صحیفہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ اسے جانتا ہے اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ اسے سوائے تین شخصوں کے کوئی نہیں جانتا۔ ایک تو لکھنے والا۔ ایک املا کرنے والا اور ایک شہادت دینے والا۔ ان کے علاوہ تجھ سے کوئی بیان کرے تو تصدیق نہ کرنا

غالباً جریرؓ بن عبداللہ البجلی کو اس لئے خراسان کی گورنری سے حضرت علیؓ نے معزول کیا تھا کہ وہ راز برسر پردہ اظہار بن جاتے تھے اور اسی لئے وہ دمشق امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے۔

ابن جوزی اپنی موضوعات میں لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ یہ روایت تو منقطع ہے اس لحاظ سے کہ عطیہ تابعی ہے اور درمیان سے صحابی غائب ہے

عطیۃ العوفی اسے سفیان ثوری، ہشیم، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نصر بن مزاحم اسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کا بیان ہے یہ نصر بن مزاحم حق سے ہٹا ہوا تھا اور مائل تھا ابن جوزی کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ غالی قسم کا رافضی تھا اور ضعیف راویوں سے منکر روایات نقل کرتا موضوعات ج ۱ ص ۳۷۸

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ نصر بن مزاحم کوفہ کا باشندہ ہے قیس بن الربیع سے روایات نقل کرتا ہے کٹر قسم کا رافضی ہے۔ اسی لئے محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں ۲۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے نوح بن حبیب اور ابو سعید الاشج وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے اس کی حدیث میں بہت زیادہ خطا ہے اور بہت غلطیاں ہیں ابوخیثمہ کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ ابوحاتم رازی کا قول ہے کہ واہی الحدیث ہے متروک ہے دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے میزان ج ۳ ص ۲۵

حضرت علی کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گی

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح علیؓ اور اس کی ذریت قیامت تک تمام اوصیا کو ختم کرے گی۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے اس روایت کو حسن بن محمد الغنوی کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

حسن بن محمد الغنوی حفاظ حدیث کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا موضوعات ج ۱ ص ۲۷۶ اس کا ایک اور راوی

ابراہیم بن عبداللہ ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا اور روایات تیار کرتا تھا اور ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا جو ان کی احادیث میں نہ ہوتے اس لحاظ سے ترک کا مستحق ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۷۶

دراصل یہ ابراہیم بن عبداللہ عبدالرزاق بن ہمام کا بھتیجا ہے۔ یہ عبدالرزاق سے روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للہ نعیم ص ۴۹ ذہبی نے دو روایات نقل کر کے اسے کذاب قرار دیا ہے میزان ج ۱ ص ۳۱

حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود ہے

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرا نام قرآن میں موجود

ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ علیؓ کا نام بھی قرآن میں موجود ہے وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ اور حسن و حسین کا نام بھی قرآن میں وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا اور بنو امیہ کا نام بھی ہے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معشر قریش میں دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف دے کر بھیجا گیا ہوں، میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں لوگوں نے جواب دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ کا رسول نہیں، میں بنی ہاشم کے پاس آیا اور ان سے کہا۔ اے بنی ہاشم میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی عزت لے کر آیا ہوں ان سب بنی ہاشم نے جواب دیا تو نے سچ کہا۔ ان میں سے جو مومن تھا وہ ایمان لایا یعنی علیؓ بن ابی طالب اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے بھی تصدیق کی (غالباً صورت یہ بنی ہوگی کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس طرح تصدیق بھی ہوئی اور کفر بھی ہوا گویا ابو طالب نے بھی یہی منافقت اختیار کی) تو اللہ تعالےٰ نے اپنا جھنڈا بنی ہاشم میں گاڑ دیا۔ تو قیامت تک اللہ کا یہ جھنڈا ہم میں رہے گا اسی لئے ہر پیر کے ساتھ ایک جھنڈا ہوتا ہے) اور قیامت تک ابلیس کا جھنڈا بنو امیہ میں رہے گا۔ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کی شاخیں ہماری شاخوں کی دشمن ہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے۔ ابن الباد نے ہم سے بیان کیا کہ بعد میں میں نے علی بن عمرو الجزیری سے ملاقات کی اس نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ بلکہ اس کی سند میں تین راوی مجہول ہیں اور یہ روایت فی الواقع موضوع ہے۔ اس کے مجہول روات یہ ہیں حوشی، موسیٰ بن ادریس اور موسیٰ کا باپ بلکہ موسیٰ کا دادا اور یہ روایت کسی سند سے بھی صحیح نہیں۔
موضوعات ج ۱ ص ۳۷۱

سورۃ الشمس مکہ کی ابتدائی سورتوں میں ہے اور جب یہ نازل ہوئی اس وقت تک ابن عباسؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ رہ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا سوال اس کے لئے اس تاویل کی کیا ضرورت تھی، حضور کے اسم گرامی سے ایک صورت معنون ہے سورۂ محمد، اور پھر سورۂ فتح میں بھی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لہٰذا حضور کی ذات اس لغو تاویل سے پاک ہے

رہ گیا حسن حسینؓ کا مسئلہ تو جب سورۃ الشمس مکہ میں نازل ہوئی تھی تو اس وقت تک حضرت فاطمہؓ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ حسن و حسینؓ کہاں سے پیدا ہو گئے تھے۔

رہ گیا بنی ہاشم میں جھگڑے کا مسئلہ تو اس کا صحیح جواب یا تو علیؓ کے بھائی عقیلؓ دے سکتے ہیں جنہوں نے علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا یا بھتیجے عبداللہ بن جعفرؓ جواب دے سکتے ہیں جن کی وفاداریاں ہمیشہ بنو امیہ کے ساتھ رہیں یا صاحبزادے محمدؒ دے سکتے ہیں جن کے نزدیک یزید سے زیادہ زاہد و متقی کوئی نہیں ہو سکتا یا عباس علمدار دے سکتے ہیں جنہوں نے اپنی صاحبزادی نفیسہ یزید کے بیٹے خالد کے نکاح میں دی۔

حضرت علیؓ میں پانچ انبیاؑ کی خصوصیات

ابو الحمراؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ آدمؑ کو علم میں دیکھے، نوحؑ کو فہم میں دیکھے، ابراہیمؑ کو حکمت میں دیکھے، یحییٰؑ بن زکریا کو زہد میں دیکھے اور موسیٰؑ بن عمران کو ان کی پکڑ میں دیکھے وہ علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور ابو عمر متروک ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۷۰

ابو عمرؒ سے یہ کہانی نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ ہے جو امام بخاری کا راوی ہے لیکن وہ ناقص شیعہ ہے بلکہ انتہائی درجہ کا غالی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اسے مکہ میں طواف کرتے دیکھا لیکن اس طرح سے اس سے گذر گیا جیسے کوئی کتے کے پاس سے گذر جاتا ہے۔

ہمارے علماء ابن جوزی پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بخاری و مسلم کی بعض روایتوں پر جرح کی ہے تو ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے ورنہ یہ عبیداللہ بن موسیٰ کٹر رافضی تھا۔ بلکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کی مرویات تمام صحاح میں موجود ہیں۔ اور ہم نے چونکہ یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ بخاری و مسلم انسانیت سے بالاتر ہیں اس لئے ان سے غلطی ہونا ممکن نہیں، اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

آدم سے غلطی ہوئی لہذا ان کی اولاد سے غلطی ہوتی رہے گی اور آدم سے بھول ہوئی لہذا آدم کی اولاد سے بھول ہوتی رہے گی، لیکن بخاری و مسلم کے راویوں سے نہ خطا ہو سکتی ہے اور نہ بھول۔

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر روایت سے اہل حدیث کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو احناف کے نزدیک وہ روایت مشکوک ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ہر وہ روایت مشکوک ہے کہ جس سے مذہب حنفیہ کی تائید ہوتی ہو۔

حضرت علیؑ کی محبت برائیوں کو کھا جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب کی محبت برائیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

آخر میں اس محبت کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شیعہ بچہ گناہوں سے پاک اٹھتا ہے خواہ وہ کچھ بھی عمل کرتا رہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں محمد بن مسلمہ سے اوپر کے راوی سب ثقہ ہیں اور یہ حدیث باطل ہے گویا کہ یہ سند اس روایت کے لئے تیار کی گئی ہے۔

محمد بن مسلمۃ اللہ لکائی

انتہائی ضعیف ہے۔ موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۷۰

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ یہ واسطی ہے یزید بن ہارون کا شاگرد ہے۔ غیلانیات میں اس کی روایت عوالی میں شمار ہوتی ہے۔ اس نے ایک باطل روایت نقل کی جس کے باعث اس پر اتہام ہے ابوالقاسم اللہ لکائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن عدی نے عبدالحمید الوراق سے نقل کیا ہے کہ ہم نے کچھ اجزائے حدیث محمد بن مسلمہ کو سنانے شروع کئے ان میں ایک طویل حدیث بھی تھی، اس پر بولا یہ حدیث کتنی عمدہ ہے اللہ کی قسم میں نے اس سے قبل کبھی بھی نہ سنی تھی، حالانکہ یہ اسی محمد بن مسلمہ کی مرویات تھیں۔

کذاب تھا۔ ابوزید کا بیان ہے کہ میں جابر سے زیادہ کسی جھوٹے انسان سے نہیں ملا موضوعات ج ۱ ص ۳۰۵
جابر جعفی کا حال ہم پہلے بارہا بیان کر چکے ہیں۔ رہ گیا علی بن عابس تو اس سے ترمذی نے
روایت لی ہے۔ یہ بینگا تھا قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا تھا۔ کوفہ کی یادگار ہے۔ علاء بن المسیب اور لیث
بن ابی سلیم سے روایات نقل کرتا ہے۔

عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے یہ کچھ نہیں جوزجانی، نسائی اور ازدی کا بیان ہے کہ ضعیف
ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے اس لئے ترک کا مستحق ہے۔

اس نے ابو سعید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، وات ذا القربا حقہ
(اور قرابت داروں کو ان کا حق دو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔
ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے (اور اگر حضورؐ فی الواقع فدک عطا فرما چکے تھے تو فاطمہؓ
ابوبکرؓ کے پاس کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں) میزان ج ۳ ص ۱۳۴ علی بن عابس کا استاد اس روایت میں حارث
بن حصیرہ ہے اب ذہبی کی زبانی ذرا اس کا بھی حال سن لیجئے۔

حارث بن حصیرہ

قبیلہ ازد سے تعلق ہے ابو النعمان کنیت ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ زید بن وہب
عکرمہ اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اس سے مالک بن مغول اور
عبد اللہ بن نمیر وغیرہ نے روایت کی ہیں۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ علی بن عابس رجعت پر ایمان رکھتا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ
علی بن عابس ثقہ ہے لیکن خشبی ہے (یعنی اس لکڑی کا پجاری ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی)
نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے اور یہ کوفہ میں ایک آگ لگانے
والا شیعہ ہے۔

زنیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا تو نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب
دیا ایک بوڑھا شیخ تھا۔ بہت خاموش رہتا۔ لیکن ایک بڑی بات پر اصرار کرتا۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ جریر خود شیعہ ہے

عباد بن یعقوب الرواجنی (رافضی) نے عبداللہ بن عبدالملک المسعودی (رافضی) کے ذریعہ حارث بن حصیرہ سے نقل کیا ہے اس نے زید بن وہب کے ذریعہ حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد جو یہ دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔ حضرت علیؓ کے ہی سب کے چچا زاد ماموں زاد، خالہ زاد اور پھوپھی زاد بھائی سب بھائی ہونے سے خارج ہو گئے۔ ابو حاتم الرازی کا بیان ہے یہ ان غلاموں میں سے تھا جو آزاد کئے گئے تھے اور شیعہ تھا۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو اسے ترک کر دیا جاتا میزان ج ا ص۴۳۲ علی بن عابس سے یہ روایت ابراہیم بن محمد بن میمون نے نقل کی ہے۔ اب ذرا اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابراہیم بن محمد بن میمون ذہبی لکھتے ہیں یہ کٹر قسم کا شیعہ تھا اس نے علی بن عابس سے ایک عجیب کہانی نقل کی ہے۔ اس سے ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتا ہے میزان ج ا ص۶۳

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اس کی کنیت ابو جعفر ہے قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا رہنے والا ہے حافظ الحدیث ہے۔ اس نے اپنے باپ عثمان بن ابی شیبہ، علی بن المدینی، احمد بن یونس اور ایک بڑی جماعت سے روایات نقل کی ہیں اس سے بغوی، شافعی [illegible] اور طبرانی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ حدیث و رجال کا ماہر تھا۔ اس کی بہترین تالیفات ہیں صالح جزرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی اور اس کے بارے میں عبدان کا فیصلہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں درست ہے۔

لیکن عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔

ابن خراش کہتے ہیں کہ یہ محمد بن عثمان احادیث وضع کرتا۔ مطینؒ کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہر چیز نگل لیتا تھا، دارقطنی کہتے ہیں کہ اس نے اس کتاب سے روایات لی ہیں جو اس سے بیان نہ کی گئی تھی۔

برقانی کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ لوگوں کو اس پر اعتراض کرتے سنتا رہا۔ اس کا انتقال ۲۹۷ھ میں اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن اسامۃ الکلبی ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ محمد بن عثمان کذاب ہے اور داؤد بن یحییٰ نے مزید کہا کہ اس محمد بن عثمان نے ایسے لوگوں کے نام سے روایات وضع کی ہیں جو ان لوگوں نے کبھی بیان نہیں کی میزان ج ۳ ص ۶۴۲

محمد بن احمد بن علی

اس محمد بن عثمان بن ابی شیبہ سے یہ روایت محمد بن احمد بن علی بن الحسین بن شاذان نے روایت نقل کی ہے محمد بن احمد بن علی وہی راوی ہے جس نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام جھاڑ قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام جن حساب دان لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے میں مشغول ہو جائیں تو علیؓ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

یہ روایت خالص جھوٹ ہے اس ابن شاذان سے نور الہدیٰ ابوطالب الزینبی نے روایت نقل کی ہے۔ اس ابوطالب الزینبی نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا سے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علیؓ کے لئے فضائل رکھے ہیں جو شمار نہیں ہو سکتے، جو شخص ان کی ایک فضیلت کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہ معاف فرمائے گا اور جو ان کی ایک فضیلت لکھے گا فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے جب تک یہ لکھا ہوا باقی رہے گا۔ اور جس شخص نے ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت [illegible] اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے جو اس نے نگاہ سے کمائے ہوں علیؓ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک اس میں علیؓ کی محبت اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن شاذان نے جتنی روایات نقل کی ہیں ان میں یہ سب سے بدتر ہے۔

اخطب خوارزم نے اس دجال ابن شاذان سے بہت سی باطل اور رکیک روایت نقل کی ہیں اس ابن شاذان نے امام مالک کے نام سے یہ روایت وضع کی کہ جو شخص علیؓ سے محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ انسان کے بدن سے پسینے کے ہر قطرے کے بدلے جنت میں ایک شہر تیار کرے گا۔

الغرض اس روایت کے جتنے راوی ہیں سب الا ماشاء اللہ مشہور کذاب اور مشہور دروغ بانی ہیں۔

علیؓ و فاطمہؓ کی منت

اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ حسنؓ و حسینؓ اچانک بیمار ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے ان دونوں بچوں کو دیکھ کر عمرؓ نے علیؓ سے کہا اے ابوالحسنؓ آپ نذر مان لیجئے کہ اگر اللہ نے ان دونوں بچوں کو عافیت دی تو آپ بطور شکرانہ اللہ عزوجل کے لئے فلاں کام کریں گے اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر اللہ نے میرے بچوں کو عافیت دے دی تو میں بطور شکر اللہ کے لئے تین روزے رکھوں گا۔ یہی بات حضرت فاطمہؓ نے فرمائی۔ ان دونوں کے پاس ایک کالی باندی تھی۔ اس نے بھی نذر مانی کہ اگر اللہ نے میرے ان دونوں سرداروں کو عافیت دی تو میں بھی اپنے مالکوں کے ساتھ تین دن کے روزے رکھوں گی، جب صبح ہوئی تو دونوں بچے صحیح سالم تھے اور ان سب لوگوں کے روزے تھے، لیکن حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے پاس کوئی مال نہ تھا نہ تھوڑا نہ زیادہ۔

حضرت علیؓ ایک یہودی شخص کے پاس جس کا نام جار بن شمر الیہودی تھا گئے اور اس سے کہا مجھے تین صاع جو سلف کے طور پر دیدے اور کچھ سوت دیدے جسے محمدؐ کا گھرانہ تیرے لئے کاتے گا اصبغ کا بیان ہے کہ اس یہودی نے حضرت علیؓ کو یہ چیزیں دیدیں حضرت علیؓ نے انہیں کپڑے کے نیچے چھپایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے کر گئے اور فرمایا یہ سوت رکھ لو اسے کاتنا۔ باندی اٹھی۔ اس نے ایک صاع جو لئے اور انہیں گوندھا اور اس سے پانچ روٹیاں تیار کیں (غالباً یہ روٹیاں نہ تھیں بلکہ ہاتھی کے روٹ تھے اس لئے کہ ایک صاع میں پونے ۲ سیر آٹا آتا ہے اور پونے ۳ سیر آٹے کی پانچ روٹیاں غالباً اصبغ کے گھر تیار ہوتی ہوں گی) - علی علیہ السلام نے مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پھر گھر واپس لوٹے اور کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا تاکہ آپ کھا لیں۔ آپ کھانا کھانے بیٹھے تاکہ افطار کریں۔

نوٹ: اس روایت کے جھوٹ ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ حضورؐ نے قے فرمائی اور بلا وضو نماز پڑھی۔

(یعنی ابھی تک افطار نہیں کیا تھا غالباً اپنے روزہ رکھ کر اسی طرح بھول جاتا ہوگا) اچانک دروازے پر ایک مسکین آگیا اور رو رو کر کہہ رہا تھا۔ اے اہل بیت مسلم مساکین میں سے تمہارے دروازے پر ایک مسکین کھڑا ہے۔ اللہ تعالے تمہیں جنت کے دستر خوانوں پر کھانا کھلائے۔

راوی کہتا ہے علیؓ نے اپنا ہاتھ اٹھالیا اور فاطمہؓ نے بھی اٹھالیا اور حسینؓ نے بھی ہاتھ اٹھالیا (یعنی غالباً حضرت حسن کھاتے رہے) اس مسکین نے یہ دیکھ کر چند اشعار کہے پھر فاطمہؓ نے ان کا شعر میں جواب دیا اور کھانا اٹھا کر مسکین کو دے دیا۔

اس طرح راوی نے ایک طویل بیان نقل کی کہ یہ روز کھانا تیار کرتے اور ہر روز فقیران کے دروازے پر آ بیٹھتا وہ کھانا اٹھا کر اسے دے دیتے اور ہر روز وہ بھی اشعار پڑھتا اور فاطمہؓ بھی اشعار دیتیں۔ اور اشعار بھی ماشاءاللہ انتہائی گرے درجہ کے اور پھر پوم پورا کھانا سائل کو دیتے حالانکہ آپ کے دو سوتے بیٹے تھے (بلکہ ایک بیٹی بھی تھی یعنی ام کلثوم جسے راوی نے اپنے بغض کے باعث ظاہر نہیں کیا)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کے اشعار اتنے رکیک اور گرے درجے کے ہیں کہ ان کا اعادہ بھی ہمارے برداشت سے باہر ہے۔ بہرصورت قصے کے آخر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ آل محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جیسے مریم پر نازل کی گئیں تھیں پھر فرمایا۔ اچھا جاؤ اور اپنی کوٹھری میں داخل ہو، فاطمہؓ اپنی کوٹھری میں داخل ہوئیں تو وہاں طباق جوش مار رہا تھا اور اس میں ثرید تیار ہو رہا تھا اور یہ طباق جواہرات سے مرصع تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہمیں اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اس کے ثبوت کے لئے یہ رکیک اشعار اور وہ افعال کافی ہیں جن سے یہ حضرات منزہ تھے۔

اصبغ بن نباتہ

یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ اصبغ بن نباتہ کسی شئے کے برابر نہیں اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے ہم نے محمد بن کثیر کی روایات پھاڑ کر پھینک دی ہیں اور عبداللہ السمرقندی کی کسی نے توثیق نہیں کی۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲

ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ اصبغ بن نباتہ حنظلی المجاشعی ہے کوفہ کا باشندہ ہے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے

روایات نقل کرتا ہے اس سے ثابت بنانی، اجلح الکندی اور فطر بن خلیفہ اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں۔ ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کا ضعف ظاہر ہے ابوحاتم کا بیان ہے یہ حدیث میں منکر ہے نقل کرتے ہیں یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حب علیؓ میں مبتلا ہوا اس کے نتیجہ میں اس نے کچھ اس طرح [illegible] ترک کر دیا گیا۔ میزان ج ۱ ص ۲۸۱

نسائی لکھتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۲

دارقطنی لکھتے ہیں اصبغ بن نباتہ کوفی ہے منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص [illegible]

محمد بن کثیر الکوفی

یہ قریش خاندان سے تعلق رکھتا ہے کوفہ میں رہتا [illegible] اس کی روایت ابو اسحاق سے ہے لیث اور حارث بن حصیرہ سے روایت کرتا ہے [illegible] فرماتے ہیں ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دی تھیں۔ امام بخاری کا قول [illegible] الحدیث ہے ابن المدینی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے عجیب و غریب روایات لکھیں اور [illegible] سب پر قلم پھیر دیا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر ہے میزان [illegible]

میں (علیؓ) سترہ رمضان کو زخمی ہوں گا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سترہ رمضان کو زخم لگایا جائے گا اور ۲۲ رمضان کو میری موت واقع ہوگی یہ وہی رات ہے جس رات عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی

اصبغ بن نُباتہ
یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کسی شے کے برابر نہیں

سعد الاُسکاف۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ کسی کے لئے اس سے روایت کرنا حلال نہیں، ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سعد تو فی البدیہ روایات وضع کرتا۔ موضوعات ج ۱ ص۳۹۳ دارقطنی لکھتے ہیں اصبغ بن نباتہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۶۰ نسائی نے لکھا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص۲۳

ابن حجر لکھتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ التیمی الحنظلی الکوفی۔ اس کی کنیت ابوالقاسم ہے، متروک ہے اس پر رافضی ہونے کا الزام ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں یہ تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص۳۸

ذہبی لکھتے ہیں۔ اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی الکوفی اس نے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور اس سے ثابت البنانی، اجلح الکندی اور فطر بن خلیفہ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا ضعف ظاہر ہے ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ شخص حُبِ علیؓ میں مبتلا ہوا اور اس کے نتیجہ میں جھوٹ بکنا شروع کیا۔ اسی باعث یہ ترک کا مستحق ہے۔

ذہبی نے اس کے بعد اس کی دو مردود روایات نقل کیں جن میں سے ایک روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان ج ۱ ص۲۷۱

اس روایت کو اصبغ سے سعد الاُسکاف نقل کر رہا ہے۔ اس کا پورا نام سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ یہ

رافضی تھا چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص۱۱۸

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی عکرمہ اور ابو وائل سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اس شخص سے روایات نقل کرے۔ امام احمد اور ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ نسائی اور دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ فی الفور احادیث وضع کرتا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے تشیع میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں میزان ج ۲ ص۱۲۲ کتاب الضعفا الصغیر ص۱۱۵

سعد بن طریف متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین نسائی ص۴۶

سعد بن طریف الاسکاف متروک ہے کوفی ہے۔ عکرمہ اور اصبغ سے روایات نقل کرتا ہے کتاب الضعفا والمتروکین للدار قطنی ص۱۰۱

یہ تو وہ امور ہیں جو ہمارے سنی علماء نے بیان کئے ہیں اب ایک شیعہ عالم عبد الحسین موسوی کی باتیں بھی سن لیجئے جو انہوں نے المرجعات میں لکھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی، ذہبی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر ت رق کا نشان بنایا ہے یعنی مصنفین سنن نے بھی اس سے روایت لی ہیں اور فلاس کا یہ تو قول بھی نقل کیا ہے کہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ غالی شیعہ ہونے کے باوجود ترمذی وغیرہ نے جب اس سے روایات لی ہیں اور صحیح ترمذی میں اس کی روایات عکرمہ اور ابو وائل سے موجود ہیں، نیز اس نے اصبغ بن نباتہ، عمران بن طلحہ، عمیر بن مامون سے نقل کی ہیں اور اس سے اسرائیل حبان اور ابو معاویہ نے روایات لی ہیں۔ المراجعات ص۸۳

ایسی صورت حال کی موجودگی میں کہ اس شیعہ راوی سے اہل سنت بھی روایات لیتے ہوں تو اس کی روایات نقل کرنے میں کیا حرج ہے بجا فرمایا کوئی حرج نہیں بس ہم اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

میری شرم گاہ علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے

حضرت سائبؓ بن یزید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری برہنگی یا میری پیشاب گاہ کو علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس روایت کے وضع کا الزام عبدالملک بن موسیٰ پر ہے جو دراصل عمیر بن موسیٰ الوجیہی تھا۔ ابن جوزی یہ بھی لکھتے ہیں کہ راوی نے اپنی کمزوری کے باعث اپنے نام کو تبدیل کیا یہ بات دارقطنی نے کہی ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲

عمیر بن ابن الجوزی آگے لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمیر بن موسیٰ ثقہ نہیں۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو حدیث کا متن بھی وضع کرتا اور سند بھی۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲

یحییٰ بن یعلی الاسلمی

اس روایت کا ایک راوی یحییٰ بن یعلی الاسلمی القطوانی ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں، اس نے یونس بن جناب اور اعمش سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے قتیبہ اور ابو ہشام الرفاعی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف، ترمذی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور ہم اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے نہیں پہچانتے جو اس کی تصدیق ہو سکے میزان ج ۴ ص ۴۱۵

اس کے اور بھی متعدد رواۃ ناقابل قبول اور متعدد مجہول ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو علیؑ آپؐ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری ہوئی تو آپ عائشہؓ

کے ٹھہرنا تھے۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا میرے پاس میرے محبوب کو بلاؤ تو میں نے آپ کے لئے ابوبکرؓ کو بلایا۔ آپ نے انہیں دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھ دیا اور فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ تو آپ کے لئے عمرؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے ان کی جانب دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھدیا۔ پھر فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس علیؓ بن ابی طالب کو بلاؤ۔ اللہ کی قسم، اللہ علیؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتا۔ جب آپ نے علیؓ کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ پر پڑا ہوا تھا پلٹ دیا اور علیؓ کو کپڑے میں لپیٹ لیا۔ علیؓ اس وقت تک ان سے چپٹے رہے جب تک حضورؐ کی وفات نہیں ہو گئی۔ اور علیؓ کا ہاتھ آپ پر رکھا ہوا تھا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور میرے گلے کے درمیان ہوئی۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹۲

مسلم الملائی اس روایت کی سند میں ایک راوی مسلم الملائی ہے جو یہ روایت ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ اس کے باپ کا نام کیسان ہے۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ حضرت انسؓ اور ابراہیم نخعی سے روایات نقل کرتا ہے اس سے ثوری اور وکیع کے والد جراح بن ملیح روایت نقل کرتے ہیں۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک الحدیث ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام ہے۔ یحییٰ کا بیان یہ بھی ہے کہ محدثین کا خیال ہے کہ یہ روایات میں خلط ملط کرتا۔

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اس مسلم ملائی سے دریافت کہ تم نے یہ روایت کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا میں نے ابراہیم سے سنی، اس نے علقمہ سے ہم نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی اس نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ سے ہم نے سوال کیا عبداللہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالانکہ عبداللہؓ نے عائشہؓ سے کوئی روایت نہیں سنی. نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک ہے. اسی نے حضرت انسؓ سے پرندے کے گوشت والی روایت نقل کی ہے.

بخاری لکھتے ہیں مسلم بن کیسان کی کنیت ابو عبداللہ ہے بنو ضبہ سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے. مکہ میں جا کر مقیم ہو گیا تھا. بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو حمزہ ہے محدثین کو اس پر کلام ہے. کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۱۰

نسائی لکھتے ہیں کہ مسلم بن کیسان الاعور ملائی ہے. متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین. نسائی ص۹۸

حضرت علیؓ عرش کے بائیں طرف کھڑے ہوں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. اے علیؓ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے اول ابراہیم علیہ السلام کو دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے اور انہیں عرش کے داہنی طرف کھڑا کیا جائے گا. پھر مجھے بلایا جائے گا. اور مجھے دوہرے ہرے کپڑے پہنائے جائیں گے اور پھر مجھے عرش کے بائیں طرف کھڑا کیا جائے گا. پھر اے علیؓ تجھے بلایا جائے گا اور تجھے دوہرے سبز کپڑے پہنائے جائیں گے اور تجھے میرے داہنی طرف کھڑا کر دیا جائے گا. اب بتا تو کیا اس پر راضی نہیں کہ اے علیؓ مجھے جہاں بلایا جائے تجھے بھی بلایا جائے اور جو لباس مجھے پہنایا جائے وہ تجھے بھی پہنایا جائے اور جہاں میری شفاعت قبول کی جائے وہاں تیری بھی شفاعت قبول کی جائے.

دار قطنی کا بیان ہے کہ اس کا واحد راوی بسرۃ بن حبیب ہے اور اس سے صرف

حکم بن ظہیر نقل کر رہا ہے. یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ حکم کذاب ہے. سعد کا بیان ہے یہ ساقط الاعتبار ہے. نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے. ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے. موضوعات ج ۱ ص۳۹۶

ذہبی رقم طراز ہیں۔

حکم بن ظہیر کوفہ کا باشندہ ہے بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں ابو نعمان انصاری جب اس سے روایت نقل کرتے ہیں تو اسے حکم بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں۔ اس نے عاصم بن بہدلہ اور سدی سے روایت نقل کی ہیں اور اس سے ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں جن میں آخری افراد عباد بن یعقوب الرواجنی اور حسن بن عرفہ ہیں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کوئی شے نہیں، بخاری کا بیان ہے کہ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے اور ایک بار فرمایا۔ یہ منکر الحدیث ہے ۱۸۰ھ تک یہ حیات رہا۔

عباد بن یعقوب نے اس حکم بن ظہیر کے ذریعہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم معاویہؓ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو لیکن افسوس کہ کسی شیعہ میں اس کی جرات نہ ہو سکی اور وہ بیس سال تک خلافت پر براجمان رہے۔

یہ وہی حکم بن ظہیر ہے جس نے سدی کذاب کے ذریعہ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے کہ جنہیں یوسفؑ نے خواب میں سجدہ کرتے دیکھا تھا۔ آپؐ اسے کوئی جواب نہ دے سکے، تھوڑی دیر میں جبریل آئے اور انہوں نے آکر بتایا۔ آپؐ نے اس یہودی کو طلب کیا اور فرمایا۔ اگر تجھے میں ان ستاروں کے نام بتاؤں گا تو اسلام لے آئے گا۔ پھر آپ نے یہ نام گنا دیئے خرتان۔ ذیال۔ طارق۔ کتفان قابس، وثاب، عمودان، فیلق، مصبح، ضروح اور ذو الفرغ۔ یہ تفصیلی روایت ہے جو سعد بن منصور نے حکم سے نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں کہ حکم بن ظہیر سدی اور عاصم سے نقل کرتا ہے۔ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۳۱

نسائی رقم طراز ہیں۔ حکم بن ظہیر کوفہ کا باشندہ ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص ۳۱

دارقطنی لکھتے ہیں حکم بن ظہیر الفزاری عاصم، علقمہ بن مرثد اور سدی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے مروان الفزاری نے روایات نقل کی ہیں۔ متروک ہے کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۲۶

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں

حکم بن ظہیر الفزاری۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے اور اس کے باپ کی کنیت ابو لیلیٰ ہے اور ایک قول ہے کہ باپ کی کنیت ابو خالد ہے یہ متروک ہے اس پر رفض کا الزام ہے۔ ابن معین نے اسے متہم قرار دیا ہے۔ تقریب التہذیب ص۷۱

حضرت علی قیامت کے روز ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے

حضرت انسؓ سے بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کی لمبائی تیس میل طویل ہوگی۔ پھر عرش کے درمیان سے ایک منادی ندا کرے گا۔ محمد کہاں ہیں۔۔ آپؐ اس کا جواب دیں گے۔ آپؐ سے کہا جائے گا۔ اس کے اوپر چڑھ جاؤ اس طرح آپ بلندی پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے۔ پھر دوبارہ ندا کی جائے گی علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں۔ وہ بھی اوپر چڑھ جائیں گے۔ جس کے باعث تمام مخلوق یہ بات جان لے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور علیؓ سید المومنین ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں اس کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ اس کے بعد علیؓ سے کون بغض رکھے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے انصار کے بھائی علیؓ سے قریش میں سے کوئی بدبخت ہی اس سے بغض رکھ سکتا ہے۔ اور انصار میں سے کوئی یہودی اور عرب میں سے کوئی دعویدار اور بقیہ تمام لوگوں میں سے کوئی بدبخت ہی ایسا ہوگا جو اس سے بغض رکھتا ہو۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اس کا ایک راوی علی بن زید ہے جو مجہول ہے اور اس روایت کے وضع کا الزام

اسماعیل بن موسیٰ یہ غالی درجہ کا شیعہ ہے ابوبکر بن ابی شیبہ اسے فاسق کہا کرتے تھے موضوعات ج ۱ صہ ۳۹۶

ذہبی لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن موسیٰ علی بن یزید الذہلی کے ذریعہ ابن حنیفہ سے ایک باطل روایت نقل کرتے ہیں ابن جوزی نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ پھر ذہبی نے سابقہ روایت پیش کی۔

میزان الاعتدال ج ۱ صہ ۲۵۳

دوزخ پر سے گزرنے کیلئے پاسپورٹ کی ضرورت ہے

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یا دوزخ پر سے گذرنے کا کوئی پروانہ ہوگا؟ آپ نے جواب دیا ہاں میں نے عرض کیا وہ پروانہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت۔

محمد بن فارس العبدی ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابونعیم کا بیان ہے کہ محمد بن فارس غالی قسم کا رافضی ہے۔ حدیث میں کمزور ہے ابو الحسن بن الفرات کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں اور مذہب کے لحاظ سے پسندیدہ انسان نہیں موضوعات ج ۱ صہ ۲۹۹

ذہبی لکھتے ہیں۔ محمد بن فارس بغدادی المطوعی یہ برقانی کا شیخ ہے۔ بہت بغض رکھنے والا رافضی ہے یہ ثقہ نہیں ہے ابونعیم الحافظ کا بیان ہے کہ اس نے شریک سے حب علی کے سلسلہ میں ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۴ صہ ۳

اس محمد بن فارس کے علاوہ اس روایت میں شریک اور لیث بن ابی سُلیم بھی ضعیف ہیں اور شریک تو شیعوں کی مسجد کا امام ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ اس روایت کا کیا حال ہے۔

اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کا راوی سوار ثقہ نہیں۔

جُمیع ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ جعلی احادیث وضع کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۷

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ جُمیع متروک ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اس کا پورا نام جُمیع بن عمر بن سوار ہے میزان ج ۱ ص ۴۲۱

سَوَّار جُمیع نے یہ روایت سوار بن مصعب الہمدانی الکوفی سے نقل کی ہے۔ اس سوار کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ نابینا تھا، مؤذن تھا عطیۃ العوفی اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے ابوالجہم وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ سوار ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ کوئی شے نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں سنہ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ اسے یحییٰ بن معین نے دیکھا ہے میزان ج ۲ ص ۲۴۶

دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۰۳

بخاری لکھتے ہیں، سوار بن مصعب الہمدانی کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۵۶

نسائی لکھتے ہیں، سوار بن مصعب کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۵۱

علیؓ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم پر سے نہیں گذر سکتا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور جہنم پر پل صراط قائم کیا جائے گا تو کوئی شخص اس وقت تک جہنم پار نہ کر سکے گا جب تک اس کے ہاتھ میں ولایت علیؓ کی برأت نہ ہوگی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے مقطوع ہے کیونکہ مالک اور ذی النون کے درمیان سے کوئی راوی گرا دیا گیا ہے اور یہ روایت یا تو ذی النون نے وضع کی ہے یا کسی ایسے شخص سے بیان کی ہے جس نے اسے وضع کیا۔ اور ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی متروک ہے موضوعات ج ۱ ص ۲۹۹

ہمارے نزدیک اس روایت میں متعدد نقائص ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یہ روایت جعفر بن محمد نے اپنے باپ کے ذریعہ علی سے نقل کی ہے۔ جعفر کے باپ محمد ہیں جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ ۵۷ھ میں پیدا ہوئے وہ یہ روایت علی سے نقل کرتے ہیں ان کے باپ کا نام بھی علی ہے جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں تو اگر علی سے یہ مراد ہیں جس کا آج تک کوئی قائل نہیں ہوا۔ تو ان علی سے قبل ہزار ہا افراد اٹھ چکے تھے جن میں ان کے دادا علیؓ بن ابی طالب بھی تھے۔ اور اگر علی سے مراد حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں تو جناب باقر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ۴۰ھ میں دنیا سے اٹھ گئے تھے۔ کیا ان دونوں کی ملاقات عالم برزخ میں ہوئی تھی۔ اور وہیں یہ روایت سنی اور سننے کے بعد اپنے بیٹے جعفر کو خواب میں بتا گئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر ذی النون مصری مشہور صوفی نے اسے مالک بن انس سے نقل کیا ہے اور ماشاءاللہ وہ اکثر روایات ان سے نقل کرتے ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں یہ ذوالنون مصری صاحب یا تو اول درجہ کے کذاب ہیں یا اول درجہ کے احمق اس لئے کہ یہ ذی النون مصری صاحب ۱۸۰ھ میں مصر کے ایک گاؤں اخمیم میں پیدا ہوئے اور مالک بن انس ۱۷۹ھ میں اس وقت انتقال کر گئے تھے جب یہ عالم وجود میں بھی نہ

آتے تھے رہ گئے جناب ذی النون سے نقل کرنے والے تو

ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی

ذہبی لکھتے ہیں. انہوں نے ذی النون مصری کے ذریعہ امام مالک سے ایک باطل روایت نقل کی ہے

پھر ذہبی نے روایت بالا پیش کی اور اس کے بعد لکھا. اس کا ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ذکر کیا ہے. اور کہا ہے کہ ابراہیم متروک الحدیث ہے میزان الاعتدال ج ۱ ۴۴

اے علیؓ جس سے تم بغض رکھو اسے جہنم میں داخل کردو

شریک بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم اعمش کے پاس تھے اور اعمش اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے تو اتنے میں ابوحنیفہ، ابن ابی لیلی اور ابن شبرمہ آئے تو ابوحنیفہ اعمش کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے کہنے لگے

اے ابومحمد اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارا پہلا روز ہے جب تم اللہ سے ملاقات کروگے اور دنیا کے دنوں میں سے یہ آخری دن ہے اور تم نے علیؓ کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں اگر تو ان سے رُک جاتا تو وہ تیرے لئے بہتر ہوتا. اعمش نے جواب دیا تم مجھ جیسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہو، مجھ سے ابوالمتوکل الناجی نے بیان کیا انہوں نے ابوسعیدؓ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا روز ہوگا اللہ تعالٰے مجھ سے اور علیؓ سے فرمائے گا تم دونوں جس سے محبت کرتے ہو اسے جنت میں پہنچادو اور جس سے تم دونوں بغض رکھتے ہو اسے جہنم میں پہنچادو. اور اللہ تعالٰے جو فرماتا ہے "ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈالو" (یعنی جو علیؓ کی محبت کا منکر ہو)

اس پر ابوحنیفہ بولے کہ اے لوگو یہاں سے کھڑے ہوجاؤ اس لئے کہ اس سے زیادہ ظاہر بات کوئی نہیں ہوسکتی، اے لوگو یہاں سے اٹھو اس سے زیادہ بکواس کوئی نہیں ہوسکتی. اللہ کی قسم پھر ہم نے

کبھی اعمش کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا حتیٰ کہ اعمش کا انتقال ہو گیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اعمش کے نام سے وضع کی گئی ہے اس کا واضع

اسحاق النخعی

ہے اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کا شمار غالی اور کذاب رافضیوں میں ہوتا ہے اور اس نے یہ روایت حمانی کے نام سے وضع کی ہے اور وہ بھی کذاب ہے موضوعات ابن جوزی۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اسحاق بن محمد بن ابان النخعی یہ احمر کے لقب سے مشہور ہے کذاب ہے انتہائی غالی قسم کا رافضی ہے اس نے عبیداللہ بن محمد العیشی اور ابراہیم بن بشار رمادی سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن المرزبان اور ابو سہل القطان وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

خطیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالواحد بن علی الاسدی کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اسحاق بن محمد النخعی انتہائی خبیث المذہب تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ علی اللہ ہیں۔ یہ برص کی بیماری میں مبتلا تھا جس سے اس کی رنگت بدل چکی اس لئے اسے الاحمر کہا جاتا تھا۔ مدائن میں ایک جماعت تھی جو خود کو اس کی جانب منسوب کرتی۔ ان لوگوں کو اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں کچھ شیعوں سے اس اسحاق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے وہی باتیں بتائیں جو مجھ سے عبدالواحد نے بیان کی تھیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور انہوں نے بہت اچھا کیا۔ اس لئے کہ یہ تو زندیق ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی قسم کا رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ حاشا کلا رافضی بھی اس کے قائل نہیں کہ علیؓ اللہ ہیں۔ جو شخص اس قسم کی بات کرے وہ کافر ہے۔ ملعون ہے۔ نصاریٰ کا بھائی ہے دراصل یہ نصیریہ کی ایک شاخ ہے۔

حسن بن یحییٰ النوبختی نے اپنی کتاب "الرد علی الغلات" میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جن لوگوں نے پاگل بنا دیا ہے اور جو غلو میں حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ان میں اسحاق بن محمد الاحمر ہے۔ جو اس بات کا

دعویدار ہے کہ علی اللہ ہیں، جو پردہ حسن میں ظاہر ہوتے پھر حسین میں اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا، اور اپنی کتاب میں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر د، ایک ہزار نبی ہوتے تب بھی وہ ایک ہی ہوتا۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی اس میں بجز جنوں اور خلط مبحث کے علاوہ کچھ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں بلکہ اس کتاب میں زندقہ اور قرامطہ کے عقائد کے علاوہ کچھ نہیں میزان ج ا ص ۱۹۷

اس اسحاق نے یہ روایت یحیٰ بن عبد الحمید الحمانی سے نقل کی ہے۔

یحیٰ بن عبد الحمید الحمانی الکوفی

یہ حافظ حدیث شمار ہوتا ہے۔ شریک اور ان کے طبقہ سے نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ لیکن امام احمد فرماتے ہیں یہ تو کھلم کھلا جھوٹ بولتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں امام احمد اور علی بن المدینی دونوں اس پر کلام کیا کرتے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے اور ایک بار فرمایا کہ ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس یحیٰ حمانی کی مسند بہتر ملتی ہے اس نے کوفہ میں سب سے پہلے مسند لکھی بصرہ میں مسدد نے اور مصر میں سب سے اول مسند لکھنے والے اسد بن موسیٰ ہیں۔

اس حمانی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی جب مکہ سے چلے تو اس کے پاس اپنی کتابیں بطور ودیعت رکھوائیں، لیکن جب واپس آئے تو اپنی کتابوں کو خلط ملط پایا۔ دارمی کا بیان ہے کہ ان کی کتابوں میں سے سلیمان بن بلال کی روایات چرا لی گئیں اور انہیں حمانی نے براہ راست بیان کرنا شروع کر دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی مسند نہیں دیکھی، لیکن ان کی احادیث بہت زیادہ منکر ہوتی ہیں۔ باقی مجھے امید یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص برائی نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے لیکن یہ بہت بغض رکھنے والے شیعہ تھے گویا ہماری اصطلاح میں نہایت بدبودار۔ زیاد بن ایوب کا بیان ہے کہ میں نے اس یحیٰ حمانی سے سنا ہے وہ کہا کرتا تھا کہ معاویہؓ کی موت اسلام کے علاوہ کسی اور ملت پر ہوئی۔ زیاد کہتا ہے یہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے۔ اس کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی میزان ج ۴ ص ۳۹۲

بخاری لکھتے ہیں یحییٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمن ابو زکریا الحمانی کوفی محدثین کو ان میں کلام ہے شریک وغیرہ سے روایات کرتا ہے۔ بعض نے اس کی جانب سے سکوت اختیار کیا۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۲۰

نسائی لکھتے ہیں یحییٰ بن عبدالحمید کوفی ہے ضعیف ہے کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص

دوزخ سے نجات کا پروانہ

بلال بن حمامہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہنستے ہوئے خوش خوش باہر تشریف لاتے تو عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس شئے نے ہنسایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے پروردگار کے پاس سے ایک بشارت آئی۔

کہ اللہ تعالےٰ نے جب علیؓ کا فاطمہؓ سے نکاح کرنا چاہا تو ایک فرشتے کو حکم دیا کہ وہ طوبیٰ درخت کو ہلائے۔ اس نے سے بکھادر گئے۔ اللہ تعالےٰ نے چھ فرشتے پیدا کئے جو وہ سے لوٹ لے۔ جب قیامت ہوگی تو یہ فرشتے مخلوق میں پھیل جائیں گے ان کو وہی دیکھ سکے گا جو شخص ہم اہل بیت کو چاہتا ہوگا اور یہ فرشتے اسے ایک تحریر دیں گے اس تحریر کا تعلق دوزخ سے برات ہوگی۔ تو میرے بھائی، میرے چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے باعث بہت سے مرد و عورت دوزخ سے آزاد کئے جائیں گے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ بلال بن حمامہ اور عمر بن محمد کے درمیان سات راوی ہیں سب مجہول ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۹

جنت میں حضرت علیؓ کی سواری

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہم چار آدمیوں کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس بات پر آپ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض

کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ چار کون ہوں گے؟

آپ نے ارشاد فرمایا بہرحال میں تو اللہ کی سواری براق پر سوار ہوں گا۔ میرے بھائی صالحؑ اس اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی کونچیں کاٹ دی گئی تھیں۔ میرے چچا حمزہؓ جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ میری اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گے۔

میں اور میرے چچا کا بیٹا اور میرا داماد علیؓ بن ابی طالب جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی پشت صحیح سالم ہوگی جس کے پاؤں سبز زمرد کے ہوں گے جو سرخ سونے کے تاروں سے بندھے ہوں گے۔ اس کا سینہ کافور کا ہوگا اور اس کی دم عنبر اشہب کی ہوگی۔ اس کے پاؤں مشک اذفر کے ہوں گے۔ اور اس کی گردن موتیوں کی ہوں گی۔ جس پر اللہ کے نور کا قبہ ہوگا جس کے باطن میں اللہ کی معافی اور جس کے ظاہر میں اللہ کی رحمت ہوگی۔ لواء الحمد اس کے قبضے میں ہوگا۔ فرشتوں کی کوئی جماعت ایسی نہ ہوگی جو وہاں سے گزرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ یہ شخص یا تو ملک مقرب ہے یا نبی مرسل یا کوئی عرش اٹھانے والا فرشتہ جو ایسی اونٹنی پر سوار ہوگا جو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے گی۔

ایک منادی عرش کے قریب یا عرش کے درمیان سے ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے۔ نہ کوئی نبی مرسل اور نہ عرش کو اٹھانے والا۔ یہ تو علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ جو امیر المومنین ہیں، امام المتقین ہیں۔ اور روشن اعضا کے لوگوں کے رب العالمین کے سامنے قائد ہوں گے۔ جنہوں نے ان کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا۔ اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی وہ نقصان میں پڑا۔

یاد رکھو کہ اگر کوئی عبادت گزار رکن اور مقام کے درمیان ایک لاکھ سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہا حتیٰ کہ وہ سوکھی مشک کی طرح ہو گیا۔ لیکن اللہ سے اس نے جب ملاقات کی تو وہ آل محمدؐ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں ابوبکر الخطیب کہتے ہیں۔ اس میں متعدد روات مجہول ہیں۔ اور بعض راوی جو مشہور ہیں وہ ثقہ نہیں۔

اس میں مُفَضَّل تو مجہول راویوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور اصبغ اس کے بارے میں یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ ایک شے کے برابر نہیں۔ موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۹۰۔

اَصبغ بن نُباتَہ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس کا حال گذشتہ صفحات میں تلاش کرلیں۔

عَبایَۃ الاسدی ان کا حال بھی پہلے گزر چکا۔ یہ وہی حضرت ہیں جنھوں نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس میں آدھی میری ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ

موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۹۵۔

قیامت کے روز چار اشخاص سوار ہوکر آئینگے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہم چار اشخاص کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس پر آپ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں تو براق پر سوار ہوں گا۔ اس کا چہرہ تو انسانوں جیسا ہوگا۔ لیکن اس کے گال گھوڑے کے گال جیسے ہوں گے۔ اس کی لیہ موتیوں کی ہوگی۔ اس کے کان سبز زبرجد کے ہوں گے اور اس کی آنکھیں چمکدار ستارے کی [illegible] جو روشن ستارے کی طرح ٹمٹماتی ہوں گی۔ ان دونوں آنکھوں سے ایسی شعاعیں نکلیں گی جو سب بار نکلے اور دوسری بار اس کے گلے سے یہ محسوس ہوکر اس حلق میں موتی پھنسے ہوئے ہیں اس کی دم [illegible] ہوگی۔ اسکے دونوں ہاتھ اور پاؤں طویل ہونگے۔ اسکے کھُر گائے کے کھُروں کی طرح سبز زبرجد کے ہونگے جو اسکی چال [illegible] کی طرح ہوگی۔ وہ دراصل بادل کے ایک ٹکڑے کی طرح ہوگا وہ اسی طرح سانس لے گا جیسے انسان سانس لیتا ہے۔ انسانی کلام کو سنیگا اور سمجھے گا۔ وہ گدھے سے بڑا ہوگا اور خچر سے چھوٹا ہوگا۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ سوار کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا میرا نیک بھائی صالحؑ اونٹنی پر سوار ہوگا جس کی کونچیں اس کی قوم نے کاٹ دی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے دریافت

کیا یا رسول اللہ اور کون ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا چچا حمزہؓ بن عبد المطلب ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہے جو تمام شہیدوں کا سردار ہوگا۔ وہ میری اونٹنی پر سوار ہوگا۔ (حضرت حسینؓ کو سید الشہدا کا خطاب دیا گیا ہے اس کا کیا بنے گا اور خطاب شیر خدا کا بھی جو حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔)

حضرت عباسؓ نے عرض کیا اور کون یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرا بھائی علیؓ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔ جس کی لگام تازہ موتیوں کی ہوگی۔ جس پر یاقوت کا محمل ہوگا ان کے سر پر نور کا تاج ہوگا۔ اس تاج کے ستر کونے ہونگے۔ اور کوئی کونہ ایسا نہیں ہوگا جس میں سرخ یاقوت نہ لگا ہو جو سوار کے لئے روشنی دیتا ہوگا۔ یہ شخص دو حلے پہنے ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ اور علیؓ ندا کرتا ہوگا لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ۔ یہ سن کر مخلوق کہے گی کہ یہ شخص نبی مرسل ہے یا ملک مقرب۔

تو عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو نبی مرسل ہے اور نہ مقرب فرشتہ یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے امام ہیں جن کے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے۔ (لیکن یاد رکھئے کہ اس میں پاؤں داخل نہ ہوں گے کیونکہ شیعوں کے نزدیک ان کے دھونے کی ضرورت نہیں)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا راوی عبد اللہ بن لہیعہ ہے۔ اور وہ ذاہب الحدیث ہے یحییٰ بن سعید القطان اس کو کچھ نہ سمجھتے، اسے یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور یہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا۔ ہم اس عبد اللہ بن لہیعہ کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۴۔

علی کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی اس روایت کا ناقل عدوی ہے جو کذاب اور وضاع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ تمام محدثین کو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اسے نہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا۔ نہ حضرت عائشہؓ نے اور نہ ان کے بھانجے عروہ نے بلکہ یہ روایت ابوالربیع الزہرانی اور محمد بن عبد الاعلی الصنعانی پر ایک اتہام ہے۔ دراصل اس روایت کا راوی

حسن بن علی العدوی

ہے۔ اور عدوی کا یہ دستور تھا کہ ان لوگوں سے روایات نقل کرتا جنہیں اس نے زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا۔ اور جنہیں دیکھا تھا ان کے نام سے جھوٹ بولتا رہتا۔ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے ایک ہزار موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اور جن میں تبدیلیاں کی ہیں وہ اس کے ماسوا ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس عدوی نے جتنی روایات بیان کی ہیں عام طور پر وہ موضوع ہیں۔ بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ ان روایات کو اسی عدوی نے وضع کیا ہے موضوعات ج ۱ صـ ۳۴۶۔

دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ حسن بن علی بن صالح العدوی الخ حدیث وضع کرتا تھا۔ اس نے خراش کے ذریعہ حضرت انسؓ سے جو وہ احادیث نقل کیں۔ اور ایک ایسی جماعت سے بھی روایات نقل کی ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے یہ حسن بن علی بن زکریا العدوی بغداد میں آکر سکونت پذیر ہوا۔ اور عمرو بن مرزوق اور مسدد سے روایات نقل کرنی شروع کیں اس سے ابوبکر بن شاذان نے۔ دارقطنی اور کتانی نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی ولادت سنہ ۲۱۰ میں ہوئی۔ اس نے یہ روایت نقل کی ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس حسن بن علی کے واسطے سے حضرت سلمانؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میںؐ اور علیؓ ایک نور تھے جو ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے

دغلطی سے ہمارے اہل سنت اس دوسرے نور کو بھول گئے ورنہ یہ تھوڑا بہت اختلاف بھی باقی

نہ رہتا)

خطیب بغدادی نے اس عدوی سے نقل کیا ہے کہ میں بصرہ میں راہ سے گزر رہا تھا تو وہاں ایک جگہ پر لوگ جمع تھے۔ میں نے ایسے ہی اچھل کر دیکھا جیسے بچے اچھل کر دیکھتے ہیں۔ وہاں ایک بوڑھا شخص نظر آیا لوگوں نے بتایا کہ یہ خراش ہے جو حضرت انسؓ کے خادم ہیں۔ ان کی عمر ایک سو اسی سال ہے۔ یہ سن کر میں لوگوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ لوگ ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ایک شخص سے قلم لیا اور تیرہ روایات نقل علیؓ میں لکھیں اور یہ واقعہ ۲۲۲ھ میں پیش آیا اور میں اس وقت بارہ سال کا تھا۔

(اور خراش کے حال میں ہے کہ عدوی نے یہ تمام روایات جوتے کے تلے میں لکھی تھیں)

اس عدوی نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پہلے آسمان میں اسی لاکھ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جو ابوبکرؓ وعمرؓ سے محبت کرتا ہو اور اسی لاکھ فرشتے اس شخص پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہو۔

ذہبی لکھتے ہیں اس شخص کے پاس نام کو بھی حیا نہیں۔ یہ تو اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ کیا جھوٹ بک رہا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں یہ خراش متروک ہے۔

حمزۃ السہمی کا بیان ہے کہ میں نے ابو محمد الحسن بن علی البصری کو یہ کہتے سنا کہ ابوسعید العدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ حضور نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حب علیؓ پر پیش کر کے دیکھیں۔

ابن حبان مزید لکھتے ہیں کہ خراش نے ایک ہزار سے زائد موضوعات ثقہ لوگوں کے نام سے بیان کی ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ صـ۵۰۸۔

یہ تو فن رجال کی بحث تھی جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ عقلی بات صرف اتنی معمولی سی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارکہ کی طرف بشرط اسلام دیکھنا ایک اتنی بڑی عبادت ہے کہ

روئے زمین کے تمام عبادت گزار بھی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کئے جا سکتے حتیٰ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بحالت اسلام حضور کے چہرے کی جانب دیکھنے والا صحابی ہے اور صحابی کے اس عمل پر پورے روئے زمین کے تمام اعمال قربان کئے جا سکتے ہیں۔

مذہب سبائیہ میں حضور کی کوئی خاص پوزیشن نہیں یہ سب کچھ کرامات حضرت علیؓ کو حاصل ہیں لہٰذا یہ تمام روایات ذہن نشین کر کے سامنے لائی گئیں۔ اگر فی الواقع ابوبکرؓ و عمرؓ اور تمام صحابہ کا یہی عقیدہ ہوتا تو کوئی صحابی بھی ایسا نہ ہوتا جو حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرتا۔ حالانکہ جب حضرت علیؓ کی بیعت کی گئی تو بجز اہل کوفہ کے کسی نے بیعت نہ کی حتیٰ کہ بقول محمد بن سیرین صحابہ کرام کی تعداد تقریباً نوے ہزار تھی لیکن ان باہمی فتنوں میں تیس صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ احادیث میں جہاں فتنہ اول کا ذکر آتا ہے۔ اس سے مراد شہادت عثمانؓ سے لیکر اس وقت ہوتا ہے جب کہ امیر معاویہؓ کی متحدہ بیعت ہوئی اور فتنہ ثانیہ سے مراد فتنہ ابن الزبیرؓ ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کے نزدیک ایک امام کی بیعت کرنا اور دوسرے مسلمان پر ہاتھ نہ اٹھانا ہی اسلام ہے تو جب بھی کسی مسلم کے خلاف کوئی کام کیا جائے گا وہ غیر اسلامی ہوگا اور فتنہ ہوگا اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا دور فتنہ اول ہے اور ابن الزبیرؓ کا دور فتنہ ثانیہ ہے۔ اسی باعث تمام بڑے بڑے صحابہ نے نہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ ابن الزبیرؓ کا۔ یہ صحابہ کرام کی رائے تھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

حضرت علیؓ اور ان کے بھائی جعفرؓ کا ایک خاص واقعہ

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو طالب کے ایک میدان میں نماز پڑھ رہا تھا اچانک ابو طالب آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو ان سے کہا کیا آپ سواری سے اتر کر نیچے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھیں گے۔ اس پر ابو طالب نے جواب

فرمایا اے میرے بھتیجے میں خوب جانتا ہوں کہ تو حق پر ہے۔ لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں سجدہ کروں اور میرے چوتڑ اوپر ہوں۔ لیکن اے جعفرؓ تو نیچے اتر اور اپنے چچازاد بھائی کے بازو کو ملا۔ اس پر جعفرؓ نیچے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے دو پر عطا کئے ہیں جن سے تو جنت میں اڑے گا۔ جیسے تو نے اپنے چچا کے بیٹے کے بازو کو ملایا ہے

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت سفیان ثوری سے باطل ہے۔ اس روایت کو ابوالقاسم البغوی نے بیان کیا ہے۔ ابن عدی اور ذہبی نے اس روایت کو سیف بن محمد کی موضوعات میں نقل کیا ہے سیف نے یہ روایت اپنے ماموں سفیان ثوری سے نقل کی ہے انہوں نے سلمہ بن کہیل سے۔ اور سلمہ نے حبہ بن جوین کے ذریعہ حضرت علیؓ سے میزان ۲ صـ ۲۵۷ ۔

سیف بن محمد کا حال ہم سابقہ صفحات میں پیش کر چکے ہیں لہذا آپ ان صفحات میں حضرت علیؓ کے شاگرد حبہ بن جوین کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حبۃ بن جوین العرنی یہ قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت علیؓ سے روایات نقل کرتا ہے غالی قسم کا شیعہ ہے۔ اور یہ وہ بزرگ ذات شریف ہیں جنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ اسی بدری موجود تھے ذہبی کہتے ہیں یہ محال ہے۔ بلکہ ذہبی نے دوسری جگہ پر شعبہ سے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں سوائے حضرت خزیمہؓ کے کوئی بدری شریک نہ تھا۔

جوزجانی کا قول ہے یہ ثقہ نہیں ہے۔ اس سے سلمہ بن کہیل اور حکم نے روایت نقل کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں سلمہ کہتے ہیں نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ابن خراش کا بیان ہے یہ کچھ نہیں ۷۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

دار قطنی لکھتے ہیں حبہ بن جوین حضرت علیؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے صـ ۸۰ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی۔

محشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ عجلی کہتے ہیں تابعی ہے ثقہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ [illegible] النسائی فی کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی [illegible]

علیؓ خیر البشر ہیں

آج تک ہم یہی سنتے اور پڑھتے چلے آئے تھے کہ تمام مخلوق میں سب سے افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بلکہ شاعر کا یہ مصرعہ ہمارے ورد زبان تھا۔

کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن جب ہم نے مذہب تشیع کا مطالعہ کیا تو ہمارے یہ تمام تخیلات مٹنے لگے [illegible] روایت کو اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑا کہ خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ [illegible]

اس موضوع پر آپ یہ روایت ذہن میں رکھئے کہ

علیؓ خیر البشر ہیں جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

ہمارے سنی بھائیوں کے حلق سے شاید آج تک یہ بات [illegible] اس روایت کو متعدد سندات اور متعدد صحابہ سے نقل کر کے اسے باطل [illegible] تو بقول ہمارے علماء بہت متشدد ہیں۔ اور ویسے بھی ہمارا اصول یہ ہے کہ جب روایت کی متعدد ضعیف سندات جمع ہو جائیں تو وہ ضعیف ترقی کر کے حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اگر روایات [illegible] تک پہنچ جائیں تو پھر تو غالباً اس میں شک کرنا بھی کفر ہو گا۔ جیسا کہ [illegible] قرآن اور ولادت علی [illegible] تشیع کا یہ دعوےٰ ہمارے علماء کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

یہ روایت کہ علیؓ خیر البشر ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ جیسا حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ مشہور ہیں۔ اور ہمارے علماء کے فیصلے کے پیش نظر یہ روایت درجہ حسن

میں ہے اس لئے اس پر ایمان بھی لانا چاہیے۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم حدیث کے معاملہ میں ابن جوزی اور ذہبی کے زیادہ معتقد ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے ان تمام روایات کو باطل قرار دیا۔ لہٰذا ہم بھی اسے ایک لغو اور بیہودہ بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہاں اپنے سنی بھائیوں سے یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ سن سن کر ایمان لانے کی عادت نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا لہٰذا اب آنکھیں کھولیے اور کچھ مطالعہ کیجئے۔ اور اپنی عقل اور ذہن کو بھی کشادہ رکھئے۔ کشادہ رکھنے کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ لکڑ بھی ہضم کریں اور پتھر بھی ہضم کریں۔ بلکہ کشادگی کا مطلب یہ ہے کہ لکڑی اور پتھر چباتے وقت ذرا یہ بھی سوچ لیجئے کہ کہیں یہ لکڑ اور پتھر آپ کا ہاضمہ خراب نہ کر دیں۔

تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور علیؓ کو چھوڑ دیا

ابو وائل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمانؓ بن عوف سے سوال کیا کہ تم نے عثمانؓ کی بیعت کر لی اور علیؓ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا اس میں میرا کوئی گناہ نہیں۔ میں نے علیؓ سے ابتدا کی تھی اور کہا تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتا ہوں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت پر۔ علیؓ اس پر بولے کہ جس قدر ہو سکا۔ پھر یہی بات میں نے عثمانؓ کے سامنے پیش کی تو عثمانؓ نے اسے قبول کر لیا۔ مسند احمد ج ۱ ص ۷۵۔

گویا عثمانؓ کا تقرر نہ فضیلت کے باعث ہوا اور نہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عام صحابہ نے ان کی بیعت کی تھی۔ بلکہ یہ عبدالرحمانؓ کا ذاتی فیصلہ تھا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ جب آپ کی بیعت کرتے تو آپ یہی شرط لگاتے کہ جہاں تک مجھ میں طاقت ہو گی۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا صحیح کہا تھا حالانکہ صحیح بخاری میں ہے۔

جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی۔ اور یہ حضرات منبر رسول کے پاس جمع ہوئے تو عبدالرحمانؓ نے تشہد پڑھا اور کہا۔ امابعد۔ اے علیؓ میں نے خلافت کے معاملہ میں لوگوں کے خیالات کا پورے طور پر جائزہ لیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ لوگ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے اے علیؓ تم اپنے نفس پر کوئی

راستہ نکالا۔ پھر عثمانؓ سے کہا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں سنت اللہ سنت رسول اللہ اور آپ کے بعد دونوں خلفاء (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سنت پر۔ پھر لوگوں نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار اور تمام لشکروں کے امراء اور دیگر مسلمانوں نے بیعت کی۔ بخاری ج ۲ صفحہ [illegible]۔

ابو وائل کی روایت کے تمام راوی بجز سفیان بن وکیع کے سب بخاری کے راوی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر راوی پر کچھ نہ کچھ کلام ہے لیکن ہم اسے نظر انداز کرتے ہوئے صرف سفیان بن وکیع پر کلام کرتے ہیں۔

سفیان بن وکیع آپ وکیع بن الجراح کے صاحبزادے ہیں۔ ... کنیت ابو محمد ہے۔ ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان کے بارے میں کلام ہے۔ کیونکہ انہیں لوگوں نے کچھ باتوں کی تلقین کی تھی۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ ان پر جھوٹ کا الزام ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ ان کا کاتب ان کی حدیثوں میں تبدیلی کرتا رہتا۔ اس طرح اس کاتب نے ان کی حدیث خراب کر دی۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ صرف اپنے اصول کی احادیث بیان کیجئے انہوں نے اس کا وعدہ کیا۔ لیکن پھر بھی وہ احادیث بیان کرنے لگے جن میں لوگوں نے خلط ملط کیا تھا۔

ابو احمد نے ان کی پانچ احادیث بیان کیں جن کی سندات منکر تھیں ابو احمد کہتے ہیں ان کی مصیبت تھی کہ جو انہیں تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کر لیتے۔ اور ان کا کاتب قول صحابی کو فرمان رسول بنا دیتا یا مرسل روایت کو موصول بنا دیتا۔ یا کسی شخص کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا نام رکھ دیتا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۲۴۷ھ میں ہوا۔ یہ ایک فاضل شیخ تھا۔ سچا آدمی تھا لیکن ایک بُرے کاتب کے عذاب میں مبتلا ہو گیا تھا جو درمیان میں الفاظ بڑھاتا رہتا۔ اس سلسلہ میں اس سے یہ بات بھی کی گئی لیکن انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔

ابن خزیمہ اس سے روایت سنتے اور اخذ کرتے اور کہتے ہم سے بعض ان لوگوں نے روایت بیان کی جن کا ذکر کرنے سے ہم رک گئے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا ہم نے بارہا ذکر کیا ہے کہ آسمان سے وہ نیچے گریں اور پرندے انہیں اچک لیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے

یہ زیادہ پسند ہے لیکن انھیں لوگوں نے خراب کر دیا۔ ترمذی نے ان کی روایت کو حسن قرار دیا ہے
میزان ج ۲ ص ۱۷۳

گویا اس روایت پر قطعاً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ امام احمد کی مرویات میں داخل بھی نہیں۔
بلکہ ان کے صاحبزادے کے اضافات میں داخل ہے گویا یہ روایت زوائد عبداللہ میں ہے۔
نسائی لکھتے ہیں کہ سفیان بن وکیع کوئی شے نہیں۔ کتاب الضعفاء نسائی ص ۵۵

مسند احمد کی ایک پر لطف کہانی

عمرو بن میمون کا بیان ہے میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ان کے پاس نو افراد کی ایک ٹولی آئی۔ وہ لوگ بولے اے ابن عباسؓ یا تو آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہو جائیں یا ان دیگر افراد سے ہمیں خلوت کا موقع دیجئے۔ اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا میں خود ہی کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب ابن عباسؓ تندرست تھے نابینا نہ ہوئے تھے۔

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ یہ لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے ہمیں نہیں معلوم کیا کیا گفتگو کر رہے تھے۔ لیکن جب ابن عباسؓ ان کے پاس سے آئے تو کپڑے جھاڑ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ اف اور تف یہ ایسے شخص پر اعتراض کر رہے تھے جس کی دس خصلتیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جسے اللہ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا۔ لوگوں نے اس بات پر نگاہیں لگا دیں کہ دیکھیں یہ عہدہ کسے عطا ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ کہاں ہیں۔ اور وہ اس وقت ایک چکی پر آٹا پیس رہے تھے۔ اور کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو آٹا پیس سکتا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں دیکھنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضور نے ان کی آنکھوں پر تھوک لگایا پھر تین بار جھنڈا ہلایا۔ اور انہیں وہ جھنڈا عطا کیا۔ اتنے میں صفیہ بنت حی آگئیں۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص یا ابوبکرؓ کو سورۂ توبہ دے

بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے علیؓ کو روانہ کیا۔ تاکہ علیؓ اس شخص (ابوبکرؓ) سے سورۂ توبہ لے لیں اور فرمایا

سورت میرے پاس سے ایک شخص لے جا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔ اور [illegible]

بھائی [illegible] کے لئے فرمایا تم میں سے کون شخص دنیا و آخرت میں مجھے دوست رکھتا ہے۔ ابن عباسؓ

کا بیان ہے کہ سب چچا زاد بھائیوں نے حضور کو چھوڑ دیا (اور [illegible])

آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا میں آپ سے دنیا و آخرت میں [illegible]

ابن عباسؓ کہتے ہیں حضورؐ نے علیؓ کی بات [illegible] نہیں دیا [illegible] اپنے [illegible] کی

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں سے کون شخص دنیا و آخرت میں مجھ سے دوستی کرتا ہے ان سب

نے انکار کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں دنیا و آخرت میں آپ سے دوستی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا

دنیا و آخرت میں میرے ولی ہو۔

نیز فرمایا علیؓ وہ شخص ہے جو خدیجہؓ کے بعد سب سے اول اسلام لایا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا لیا اور علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ پر رکھ دیا اور فرمایا اے

اہل بیت اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو نجاست سے دور کر دے اور تمہیں پورے طور پر پاک

کر دے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جان بیچ دی۔ [illegible] نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہن کر ان کی جگہ ان کے بستر پر سو گئے (یعنی ہجرت مدینہ کے موقع پر)

مشرکین حضرت علیؓ کو پتھر مارتے رہے۔ اور ابوبکرؓ یہ خیال کرتے رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سو رہے ہیں — ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے نبی۔ علیؓ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو بیر میمون کی طرف چلے گئے ہیں

پس ابوبکرؓ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے

لوگ علیؓ پر اس طرح پتھر مارنے لگے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے جاتے تھے

علیؓ تڑپ اٹھتے تھے اور بل کھاتے تھے۔ انہوں نے اپنا چہرہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا۔ اور اس

وقت تک چھپا رکھا جب تک صبح نہ ہو گئی۔ پھر چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ مشرکوں نے کہا اے بدبخت

تو تم تمہارے ساتھی پر پتھراؤ کرتے تھے وہ بلبلا نہ کھلاتے تھے۔ اور تم کانپ رہے تھے۔ ہم نے اس بات کو سخت ناپسند کیا۔ مسند احمد ق ا ص ۳۳۱۔

ہجرت دن میں ہوئی یا رات میں اور اس میں کون کون سے لوگ تھے۔ اس پر تفصیل بحث تو ہم سیرۃ ابن ہشام میں کر چکے ہیں۔ ہمارے قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں اس وقت صرف اس روایت پر بحث کرنی ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام رات حضرت علیؓ پر پتھر برستے رہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن ہی میں ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں تشریف لے گئے تھے۔ اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابن عباسؓ سے کسی نے جوان ہونے کے بعد بیان کیا ہوگا۔ ورنہ اس وقت ابن عباسؓ کی عمر صرف تین سال تھی۔ اور جس نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا ہے اس کا نام موجود نہیں۔ لہذا اس صورت میں یہ واقعہ مرسل صحابی ہوا۔

عمرو بن میمون اس روایت کا راوی عمرو بن میمون ہے جو قناد کے لقب سے مشہور ہے۔ اصحاب ستہ نے اس سے روایت نہیں لی۔ عبدالرحمان بن معزا سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۰

ابو بلج۔ عمرو بن میمون سے یہ کہانی نقل کرنے والا۔ ابو بلج الفزاری الواسطی ہے۔ اس کا نام یحییٰ بن سُلیم ہے۔ عمرو بن میمون الاودی اور محمد بن حاطب الجمحی سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کیں۔ اس کی مرویات اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے یحییٰ بن معین، نسائی دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں نیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے دیکھا ہے۔

بخاری کہتے ہیں اس ابو بلج کی روایت پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے

ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کرتا ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ حضورؐ نے علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اس کی بلاؤں میں سے ابن عمر کی وہ روایت بھی ہے کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اس کے دروازے بجتے ہونگے اور اس میں کوئی بھی شخص نہ ہوگا۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۔

گویا روایت میں جو بھی گڑبڑ ہوئی ہے وہ اس ابوبلج کی جانب سے ہوئی ہے۔ اور حد سے زیادہ نیکی کا انجام حدیث کی یاد داشت کی جانب سے غفلت ہوتی ہے۔

اس روایت کے موضوع ہونے کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا ہوگا تو وہ بستر یقیناً گھر کے اندر بلکہ حجرے میں ہوگا۔ جہاں گھر کے باہر سے پھینکے جانے والے پتھر اس پر نازل ہو کر کسی قسم کا گزند پہنچانا ممکن نہ تھا۔ یہ تو صرف اس صورت میں ممکن ہو سکتا تھا کہ جب حضرت علیؓ گھر کے اندر کے بجائے کھلے میدان میں سوتے۔ لہذا کافروں کا پتھر مارنا، حضرت علی کا تڑپ اٹھنا، بل کھانا، صبح ہونے کے بعد منہ سے کپڑا ہٹانے کے بعد کافروں کو حقیقت حال کا پتہ چلنا وغیرہ مگر اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ سارا واقعہ تو یہ ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا ہی نہیں۔ کمرے کے اندر خاموشی سے سلا دینے سے کافروں کو کسی قسم کا مغالطہ دینا ممکن نہ تھا۔ کفار لڑکے باہر سے یہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے تھے کہ حضور کے بستر پر کوئی سو بھی رہا ہے یا نہیں۔ یہ دیکھنا اور پتھر مارنا اس وقت ممکن تھا جب یہ ظالم کمرے کے اندر داخل ہوتے جس کا دعویٰ آج تک کسی نے نہیں کیا۔

حضرت علیؓ صدیق اکبر ہیں

عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں اور میرے بعد جو اپنے صدیق ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی تھی۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۶۶

ہم نے [illegible] تھا میں اسی میں سال [illegible] ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اور اس پر نوٹ تحریر کئے تھے جو ان کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت ہم نے تحریر کیا تھا

حاکمؒ نے اسے منہال کے ذریعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور نسائیؒ نے اسے الخصائص علی میں بھی روایت کیا ہے۔ سیوطیؒ "زوائد" میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند کے رواۃ ثقہ ہیں۔ صحیح ہیں۔ لیکن یہ روایت ابن ماجہ میں منفرد ہے۔ اور اس کے شروع کے الفاظ کہ میں اللہ کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ ترمذی میں ابن عمرؓ کی روایت سے مرفوعاً ثابت ہیں امام ذہبیؒ نے حاکم کا قول نقل کر کے تحریر کیا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق تو کیا ہوتی یہ تو قطعاً صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ اور عباد بن عبد اللہ کو ابن المدینی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ پھر ذہبی میزان میں فرماتے ہیں اس عباد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس میں تمام آفت اس عباد کی مچائی ہوئی ہے۔ اس کا ایک اور راوی منہال ہے جسے شعبہ نے متروک قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۶۶۔

علامہ عبد الرشید نعمانی جو مدرسہ نیو ٹاؤن کے ایک اہم رکن ہیں انہوں نے اپنی کتاب "ما تمس الیہ الحاجۃ" ص ۳۵ پر بعینہٖ یہی بحث تحریر فرمائی ہے۔ اور اس روایت کو انہوں نے موضوعات ابن ماجہ میں داخل کیا ہے۔ یہ بہت پرانی یادیں تھیں جو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

لیکن آج سے پندرہ سال قبل ہم نے موضوعات جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس

سلسلہ میں کئی سال تک کام کرتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جو اب تقریباً دس سال سے تاریخی روایات کے اضافہ کے ساتھ مذہبی داستانوں کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے اس سلسلہ میں پرانے مسودات نکالے۔ اور اس روایت کو دیکھا تو ہم نے آج سے پندرہ سال قبل جو تحریر کیا تھا وہ قارئین کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔

ابن ماجہ کی یہ روایت قرآن اور تاریخ کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام صحابہ صدیق ہیں۔ ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ	یہ لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں

نیز ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔	یہ وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ ان میں کچھ انبیاء، کچھ صدیق کچھ شہداء اور کچھ نیک لوگ ہیں۔

یہ آیت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ صدیق متعدد ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جس طرح انبیائے کرام، صالحین اور شہداء لاتعداد ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح صدیقین بھی لاتعداد ہوتے رہیں گے۔ اس لحاظ سے تمام صحابہ صدیق ہیں۔ اور ان صدیقین میں سب سے بڑا مقام اس ہستی کا ہے جسے آج تک تاریخ صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرتی رہی ہے۔ اور چونکہ سبائیوں کیلئے یہ کڑوی گولی سے کم نہیں۔ لہٰذا انہوں نے ایک مصنوعی گولی تیار کی۔ ابن ماجہ نے اس مصنوعی گولی کو مارکیٹ میں ایک چالو مال کی طرح پیش کیا۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ تو یہ بھی ایک حیرتناک امر ہے۔ کیونکہ اولاً رات کی نماز سورہ مزمل میں یہ کہہ کر فرض کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا	اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا

نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ — کرمگر تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے کچھ
عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۙ — کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو

لیکن یہ فرضیت ایک سال تک قائم رہی اور ایک سال بعد یہ حکم نازل ہوا۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ — جتنا قرآن تمہارے لئے آسان ہو اتنا قرآن
عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ — پڑھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں کچھ
وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ — مریض ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو زمین میں سفر
يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ الآیہ — کرتے ہیں تاکہ اللہ کا فضل تلاش کرسکیں۔

یہ آیت وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر رہی ہے کہ اس سال اول میں نماز پڑھنے والے متعدد افراد تھے۔ صرف ایک فرد واحد نہ تھا۔ یہ روایت حضرت علیؓ پر صریح بہتان ہے۔ اور اسی لئے اس روایت کا شمار ابن ماجہ کی موضوعات میں ہوتا ہے۔

محمد بن اسمٰعیل اس کا پہلا راوی محمد بن اسمٰعیل الرّازی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس کی حدیث باطل ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ روایات وضع کرتا ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں جو اس نے وضع کی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۴۸۵

عُبَیدُ اللہ بن موسیٰ العَبَسی الکوفی اس کا دوسرا راوی عبید اللہ بن موسیٰ ہے۔ جسے اگرچہ ابو حاتم اور یحییٰ ابن معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

لیکن ابو داؤد فرماتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اور بہت بُری روایات بیان کرتا ہے۔ بلکہ ان کا موجد بھی وہ خود ہی ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ کسی نے امام احمد سے سوال کیا کہ کیا میں اس سے روایات لوں۔ امام احمد نے منع فرمادیا۔ اس سے بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۶۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ یہ ثقہ ہے شیعہ ہے۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا تقریب ص ۲۲۷۔

علاءُ بن صالح التیمی الکوفی اس کا تیسرا راوی علاء بن صالح ہے۔ اسے اگرچہ ابو داؤد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم اور ابو زرعہ کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ جس کی مثال خود یہ روایت ہے۔ میزان ج ۲ صـ ۱۹۲

منہال بن عمرو الکوفی اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور احمد العجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ حاکم کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ اور انہوں نے اس پر تنقید کی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ضعیف ہے بدترین مذہب رکھتا تھا۔ (یعنی رافضی تھا) ابن حزم نے بھی اس پر تنقید کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس سے بہتر تو ابو بشر ہے اور وہ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔ میزان ج ۴ صـ ۱۹۲

عبّاد بن عبد اللہ الاسدی الکوفی یہ اس روایت کی سند کا آخری راوی ہے بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے حضرت علیؓ کی جانب یہ بہتان منسوب کیا ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے میزان ج ۲ صـ ۳۲۹

یہ تو وہ تخیلات تھے جو ہم نے چودہ پندرہ سال قبل تحریر کئے تھے۔ اب آگے ابن الجوزی کا فیصلہ بھی سنیئے۔ وہ فرماتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا واضع عبّاد بن عبد اللہ ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ یہ عبّاد ایسی روایات پیش کرتا ہے کہ جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اثرم کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ یعنی امام احمد بن حنبل سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت پھینک دو یہ تو منکر ہے۔

الموضوعات ج ۱ صـ ۳۴۱

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا۔ اور حضرت

خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ اسلام لائے تو کہنے والے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں یا بچوں میں سب سے قبل وہ ایمان لائے۔ آخر جب وہ ایمان لائے تو ان کی عمر کیا تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ سال۔ کوئی سات سال۔ کوئی نو۔ اور زیادہ سے زیادہ تیرہ بیان کی جاتی ہے بالفاظ دیگر دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے بعثتِ رسول بلکہ اپنی تخلیق سے قبل ہی نمازیں شروع فرما دی تھیں۔ کیونکہ جب وہ پانچ سال کی عمر میں ایمان لائے تو وہ اپنی تخلیق سے دو سال پہلے سے نماز پڑھتے آئے تھے۔ یہ مسئلہ ظاہر کی رو سے ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس کے لئے کسی ولی پیر کو تلاش کرنا ہو گا تاکہ وہ باطنی علوم کے ذریعہ ہماری برین واشنگ کر سکے۔

علامہ عبدالرشید نعمانی صاحب مدیر "البینات" مدرسہ نیو ٹاؤن کراچی اپنی کتاب "ماتمس بہ الحاجۃ" میں رقمطراز ہیں۔

ابن ماجہ کی دوسری موضوع حدیث وہ روایت ہے جو ابن ماجہ نے فضل علی میں منہال عن عبّاد بن عبداللہ کے ذریعہ نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ اور میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد جو خود کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے اس میں آفت عبّاد ہے اور منہال کو شعبہ نے ترک کیا ہے۔ ذہبی میزان میں عباد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس عبّاد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔

سیوطی نے "تعقّبات علی الموضوعات" میں تحریر کیا ہے۔ یہ روایت نسائی نے خصائص میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے اور حاکم کہتے ہیں یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن ذہبی نے حاکم پر اعتراض کیا کہ عباد ضعیف ہے۔

علامہ نعمانی لکھتے ہیں۔ بلکہ ذہبی نے "تلخیص" میں واضح طور پر یہ بات لکھی ہے۔

کہ حاکم نے جو یہ کہا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے یہ تو ان میں سے ایک کی شرط پر بھی پوری نہیں اترتی۔ بلکہ یہ تو صحیح بھی نہیں۔ یہ تو باطل ہے۔ اس پر غور کر لینا چاہیے کیونکہ

عباد کو ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے۔ ماتس بہ لحابہ ص ۲۹۔

خلیفہ کی پہچان

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ دیکھو کہ یہ ستارہ ٹوٹ کر کس کے گھر میں گرا ہے۔ جس کے گھر میں یہ ستارہ گرا ہوگا۔ وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ ہم نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرا تھا۔ اس پر ایک جماعت بولی محمد تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ ۔ قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹ کر گرے۔

وَمَا غَوٰى ۔ میزان ج ۲ ص ۴۵ ۔ تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا اور نہ گمراہ ہوا۔

اس کا راوی ربیعۃ بن محمد ہے۔ جس کی کنیت ابو زید ہے۔ قبیلہ طے سے تعلق رکھتا ہے۔ ذہبی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ ربیعہ کذاب ہے۔ متروک وہ راوی ہوتا ہے۔ جس کی روایات منکر ہونے کے باعث ترک کر دی جاتی ہیں۔ لیکن اس پر کذب و وضع کا کسی نے کوئی الزام قائم نہ کیا ہو۔ اور ایسی روایت کو منکر کہتے ہیں۔ اور یہ الفاظ ادا کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہم اس جھوٹ کا اگرچہ کسی خاص شخص پر الزام قائم نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور یہ جھوٹ کس نے وضع کیا ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن بہرصورت یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔ ہم اس کی سند کے تمام راوی اور ان کے حالات قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ اس کہانی کا واضع کون ہو سکتا ہے۔

ربیعۃ بن محمد نے یہ کہانی مشہور صوفی ذی النون مصری سے نقل کی ہے۔ یہ مصر کے مشہور فلسفی گزرے ہیں ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یعنی یہ امام احمد بن حنبل اور بخاری وغیرہ کے ہم عصر ہیں۔

امام ذہبی ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ مصر کے باشندہ اور مشہور زاہد اور عارف تھے۔ دار قطنی کا بیان کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں جن پر اعتراض ہے ذہبی لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ان کا نام ثوبان بن ابراہیم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فیض بن احمد ہے۔ اور کنیت ابو لفیض ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کنیت ابوالفیاض ہے محمد بن یوسف الکندی نے "تاریخ الموالی المصریین" میں لکھا ہے کہ اہل مصر کے غلاموں میں سے ذی النون بن ابراہیم الاخمیمی بھی ہیں۔ یہ قریش کے غلام تھے۔ ان کا باپ سوڈانی تھا۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ عالم فصیح اور فلسفی تھے۔ یہ سوڈانی الاصل ہیں۔ ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا

ذہبی کا بیان ہے کہ ان پر بہت مصیبتیں نازل ہوئیں اور انھیں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں کیونکہ لوگوں کے سامنے ایسے علوم کا تذکرہ کیا جس کی دور صحابہ سے اس وقت تک کسی نے تعلیم نہ دی تھی۔ یہ مصر میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مقامات اولیاء اور ان کے احوال پر بحث کی جس پر لوگوں نے انھیں زندیق قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص ۳۳۔

ظاہر ہے کہ جس امر کی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے تعلیم نہ دی ہو اس کا تعلق دین سے تو ہو نہیں سکتا اسے لوگ زندقہ نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ لیکن چونکہ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں لہٰذا ہم اس سے گریز کرتے ہوئے اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں کہ ذی النون کا مقام کیا تھا۔ ہماری غرض تو صرف اس امر سے ہے کہ وہ امام مالک کے نام سے روایات نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ جب امام مالک کا انتقال ہوا تو اس وقت ذی النون یا تو اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے یا نطفہ کی صورت میں اپنے والد کی پشت میں۔ کیونکہ ذی النون ۱۸۰ھ میں عالم وجود میں آئے۔ اور امام مالک ۱۷۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ یہ تو صریح جھوٹ ہے کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مالک نامی کسی اور شخص سے روایت کی ہو اور ان کے معتقدین نے ان کی عظمت میں

چار چاند لگانے کے لئے اس نامعلوم مالک کو امام مالک بنا دیا ہو۔

اس دور میں ایک شخص مالک بن غسان المسمعی بھی تھا یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ ذوالنون اس سے حصولِ علم کی غرض سے کب بصرہ تشریف لے گئے تھے؟ یا مالک بن غسان بصرہ ہی سے گھومتے پھرتے پھرتے کب مصر آیا تھا اور اس کی نگاہِ انتخاب ایک فلسفی ہی پر کیوں پڑی تھی۔ پھر یہ مالک کب پیدا ہوا اور کب مرا۔ کس کس سے اس نے تعلیم حاصل کی؟ یہ سب کچھ پردۂ راز میں ہے۔ ان تمام امور کو ایک باطنی ہی حل کر سکتا ہے۔ ہم تو ظاہر پرست ہیں۔ معرفت کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مالک بن غسان کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ روایت ثابت سے سنی ہے اور ثابت نے حضرت انسؓ بن مالک سے۔ یہ ثابت کون ہیں؟ راوی نے ان کا اتا پتہ بیان نہیں کیا۔ غالباً یہ بھی امام مالک کی قسم کا ایک دھوکہ ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ثابت سے مراد ثابت البنانی ہیں۔ حاشا وکلا ان کے بارے میں اس قسم کی خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا خیال ہے کہ ثابت سے مراد ثابت بن ابی صفیہ ہے۔

ثابت بن ابی صفیہ

حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن المبارک، یحییٰ بن معین، نسائی، ابوحاتم رازی اور احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ سلیمانی کا قول ہے کہ یہ ثابت رافضی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا میزان ج [illegible]

قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ ان چاروں راویوں یعنی ربیعہ بن [illegible]، ذوالنون، مالک اور ثابت میں سے کس نے یہ جھوٹ وضع کیا۔ بہرصورت نشر واشاعت میں تو چاروں یکساں شریک ہیں۔

اب آئیے ذرا اس کی کچھ معنوی حیثیت پر بھی غور کر لیں۔

۱۔ اس واقعہ کو بقول ان کذابین حضرت انسؓ نقل فرما رہے ہیں۔ اور وہ یہ بیان کر رہے کہ یہ واقعہ پیش آنے کے بعد سورۂ نجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ حالانکہ سورۃ النجم متفقہ طور پر مکی ہے۔ اور حضرت انسؓ کو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور حضرت انسؓ اس وقت دس سال کے بچے تھے۔ اس تمام باطنی اور سبائی

روداد کا انہیں کیسے علم ہوا۔ کاش ذوالنون ہمیں بھی یہ راز دیتے! ہو سکتا ہے کہ کشف میں ایسا واقعہ رونما ہوا ہو۔

۲۔ ہمارا کشف یہ کہتا ہے کہ ان حضرات کا یہ کشف تاریخی طور پہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اصل میں صاحب کشف حضرت ابو بکرؓ کے مکان کو حضرت علیؓ کا مکان تصور کر بیٹھا۔

۳۔ مکہ میں حضرت علیؓ کا کوئی مکان نہ تھا۔ وہاں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے مکان تو ان کو اس وقت حاصل ہوا جب انہوں نے شادی فرمائی۔ اور حضرت علیؓ کی شادی شوال ۲ھ یا محرم ۳ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ جبکہ سورۃ نجم مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔

۴۔ تارہ جب ٹوٹتا ہے تو وہ سیدھا نیچے نہیں آتا بلکہ ٹیڑھا جاتا ہے جو ہزارہا میل کے فاصلہ پر جا کر گرتا ہے۔ اور بعض اوقات کافی جسیم ہوتا ہے جو پوری آبادی کو برباد کر سکتا ہے۔ ذوالنون ایک فلسفی تھے۔ اور ابتدائی جوانی فلسفہ میں گزاری۔ کیا یہ بھی کوئی فلسفہ تھا کہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرنے کے لئے وہ تارہ سیدھا آیا۔ اور دنیا نے اسے گرتے بھی دیکھا ہو۔ اور اس نے کوئی نقصان بھی نہ پہنچایا۔ (غالباً اس لئے کہ وہ تارہ مشکل کشا کے نام کا تھا)

۵۔ ہم قارئین کرام کی معلومات کیلئے یہ بھی عرض کر دیں کہ ستارہ کوئی نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت کے لئے پیدا کیا ہے۔ شیطان کو مارنے کے لئے ایک شعلہ پھینکا جاتا ہے جسے شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔ غلطی سے لوگ اسے ستارہ سمجھتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ، وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ	ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کے ذریعہ زینت عطا فرمائی۔ اور اسے ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ وہ ملاء الاعلیٰ کی جانب کان نہیں لگاتے کہ ان پر ہر جانب سے آگ برسائی جاتی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ مگر اچانک جو بات اچک لے تو اس

ثَاقِبٌ ۔ الصفت ۔ کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے ۔

سورۂ جن میں ارشاد ہے ۔

وَاِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ الجن

اور اگر ہم آسمان کو چھو کر دیکھیں تو ہم اسے بھرا ہوا پائیں گے ۔ شدید نگران اور شعلوں سے اور ہم نے سننے کے لئے وہاں جگہ متعین کی ہیں ۔ جب بھی وہاں کوئی بات سننا چاہتا ہے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہوا لگتا ہے

۶ ۔ راوی کہتا ہے کہ سورۂ نجم کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حب علیؓ میں گمراہ ہو گئے ہیں ۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ ہم اپنی شائع ہونے والی کتاب "کیا ہمارا قرآن ایک ہے" میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کی ولایت کا اعلان کیا گیا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ محمدؐ تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں " اس روایت میں کوئی خاص کارنامہ نہیں دکھایا گیا ۔ ہاں صرف ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام حذف کر دیا گیا ۔ اور اس روایت کا اصل مقصود بھی یہی تبرا ہے اور ایک جماعت نے یہ بات کہی کہ اس سے مراد جماعت صحابہ ہے ۔ اس تبرا کا بانی کون ہے اس کا فیصلہ قارئین خود فرمالیں ۔ ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں ۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ خبردار جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو ۔

حضرت علیؓ کا محل کہاں ہوگا

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اللہ عزوجل نے مجھے اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تھا ۔ میرا محل بھی جنت میں ہوگا اور ابراہیمؑ کا محل بھی جنت میں ہوگا ۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے اور علیؓ کا محل میرے اور ابراہیمؑ

ے محل کے درمیان ہوگا۔ تو غور کرو اس حبیب کا کیا حال ہوگا جو دو خلیلوں کے درمیان ہوگا۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور اس کے راوی یزید بن معقل اور عقبہ بن موسیٰ یہ دو مجہول ہیں۔ العلل المتناھیہ فی احادیث الواھیہ ا ص ۲۵۰۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام حضرت علیؓ سے کچھ کم ہی ہے اسی لئے تو انہیں درمیان میں بیٹھایا گیا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے کون سی جگہ پسند کی گئی تو ایک روایت تو یہ کذن کہ جنت میں بٹھایا گیا۔ اور ایک روایت کا آگے مطالعہ فرمالیجئے۔

حضرت علیؓ کے لئے عرش پر قبہ لگایا جائے گا

حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے لئے سرخ یاقوت کا قبہ عرش کے داہنی طرف لگایا جائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے عرش کے بائیں جانب سبز قبہ لگایا جائے گا۔ اور حضرت علیؓ کے لئے ان دونوں کے درمیان قبہ ہوگا جو سپید موتیوں کا ہوگا۔ تو دو خلیلوں کے درمیان کے حبیب کے معاملہ میں کیا خیال ہے؟

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی **داؤد بن حصین** ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسکی روایات ثقہ راویوں کی روایت کے مشابہ نہیں ہوتیں

علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے بنا ہے

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ام سلمہ علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ہے۔ اور یہ میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جس طرح ہارون موسیٰؑ کی جگہ تھے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ داہر اس روایت کا راوی کچھ نہیں جس **داھر**

الانسان میں تھوڑی سی بھی بھلائی ہوگی وہ اس کی روایت نہ کیسے گا۔ العلل لمتناہیۃ لابن جوزی ج ا صفحہ ۲۱ ۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ اس کا راوی عبداللہ بن داہر ہے جو اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کسی نے ان دونوں کا ذکر تک نہیں کیا حتیٰ کہ ابو حاتم رازی جو اسی کے شہر کا باشندہ ہیں۔ انہوں نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳

یہی عبداللہ بن داہر نے یہ روایت اعمش کے واسطہ سے عبایہ الاسدی سے نقل کی ہے۔ وہ حضرت ابن عباسؓ سے۔

عبایۃ بن ربعی

یہ حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اور اس سے موسیٰ بن طریف نے روایت نقل کی ہے۔ اور یہ دو غالی شیعہ ہیں۔ اس عبایہ نے حضرت علیؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۳۸

روایت کا آخری حصہ کہ علیؓ میری جگہ ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ روایت کا اہم حصہ ہے اور ہم اس پر تفصیلی کلام دوسرے حصہ میں کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبداللہ بن داہر نے ابن عباسؓ سے آگے یہ کہانی بھی نقل کی ہے عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا۔ پس جو شخص بھی اس فتنہ کو پائے وہ دو چیزوں کو اختیار کرے۔ کتاب اللہ اور علی بن ابی طالب کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے اور آپ اس وقت علیؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔

یہ پہلا شخص ہے۔ جو مجھ پر ایمان لایا۔ یہی قیامت کے روز سب سے اول مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ یہی اس امت کا فاروق ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرے گا۔ یہ مومنین کا یعسوب ہے۔ اور مال ظلمت کا چھتہ ہوتا ہے۔ یہی صدیق اکبر ہے اور یہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔

یہ فرمانا کہ حضرت علیؓ مومنین (شیعوں) کا مرکز ہیں۔ اور مال ظلمت کا چھتہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ پہلے داماد ابوالعاص اور دوسرے داماد عثمانؓ ہر دو مالدار ہیں۔ لہٰذا یہ حضرات ظلمت کا چھتہ ہیں۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عشرہ مبشرہ اور بیشتر انصار۔ یہ سب ظلمت کے چھتے ہیں۔ عیاذاً باللہ

"میرے بعد خلیفہ بھی علیؓ ہوں گے" وہ صدیق اکبرؓ ہیں۔ لہذا اس سے قبل جو خلفاء ہوئے وہ خلیفہ نہ تھے بلکہ غاصبین تھے جنھوں نے زبردستی خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیس سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب حضرت علیؓ کو خلافت ملی تو وہ تو بالدا ہو گئے تھے۔

میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا ...

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ونصرتہ بعلی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے محمدؐ کی تائید علیؓ کے ذریعہ کی اور علیؓ کے ذریعہ ان کی مدد کی میزان ج ا صفحہ ۵۳۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن عدی نے اس کا واضع حسین بن ابراہیم البابلی کو قرار دیا ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک روایت اور بھی نقل کی۔ عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو۔ اس سے فاقہ دور ہوتا ہے۔ اور داہنا ہاتھ زینت کے زیادہ لائق ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ حسین بن ابراہیم کون ہے۔ اس نے حمید الطویل سے دو موضوع روایات نقل کی ہیں۔ میزان ج ا صفحہ ۵۳۔

مختصراً یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ایک اتہام ہے۔

حضرت علیؓ خیر البریہ ہیں

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ خیر البریہ ہیں (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر)

اس روایت کو ابو سعیدؓ سے نقل کرنے والا عطیہ بن سعد الکوفی ہے جو کٹر شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے باتیں سنتا اور چونکہ کلبی کی کنیت ابو سعید تھی لہٰذا ابو سعید کے نام سے روایت بیان کرتا۔ اس کی مراد اس سے یہ تھی کہ لوگ ابو سعید کی کنیت سے دھوکا کھا کر یہ تصور کریں کہ یہ روایت حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہیں۔ جیسا کہ اس روایت میں واقع ہوا ہے۔ در اصل یہ کلبی کذاب کا قول ہے جو اس نے حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ اور کلبی سے اسے نقل کرنے والا عطیہ کوفی ہے جو کٹر رافضی ہے اور وہ اس سے نقل کرنے والا اشرکیہ ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گذر چکا ہے۔

امام احمدؒ کے قول سے یہ بات سامنے آئی کہ ہر وہ حدیث جسے عطیہ الکوفی ابو سعید سے نقل کرے وہ حدیث رسول نہیں ہوتی اور نہ ابو سعید سے مراد ابو سعید خدریؓ ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد ابو سعید کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور یہ تمام روایات کوفہ کی ٹکسال میں تیار ہوتی ہیں۔ خواہ ایسی روایت حدیث کی کسی کتاب میں پائی جائے۔

اب ایک حدیث صحیح بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے ہمارے قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ خیر البریہ اصل میں کون ہیں۔ اور یہ کہانی کہاں سے بنائی گئی ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا

السلام علیک یا خیر البریہ — اے خیر البریہ آپؐ پر سلام

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ذاک ابراھیم علیہ السلام مسلم ج ۲ صفحہ ۲۶۵ — خیر البریہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اور حضرت ابراہیمؑ ابو الانبیاء اور خلیل اللہ ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں۔ اس طرح کلبی کذاب نے ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ و سید الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تبرا کیا ہے۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت جابرؓ سے ان الفاظ میں نقل کی گئی۔

کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا علیؓ خیر البشر ہیں جو اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی رو سے خیر البشر یا خیر البریہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

ہے ۔ اور چونکہ روافض کے نزدیک بر امام کا رتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے ۔ اس لحاظ سے تو حضرت علیؓ ایک بلند مقام رکھتے ہیں ۔ یہ دوسری بات ہے کہ بھول کر حضرت جبرئیلؑ حضور کے پاس چلے جاتے لیکن ظاہر ہے کہ آپ جب بیت الخلاء وغیرہ جاتے تو حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؓ کے پاس آتے اور ان پر وحی نازل کرتے ۔ لہذا یہ قرآن دو شخصوں پر نازل ہوا ۔ اسی باعث حضرت علیؓ نے اصلی قرآن ایسا غائب کیا کہ امام غائب کی آمد تک ہم قرآن سے محروم ہو گئے ۔ اب ہمیں سب سے پہلے قرآن تلاش کرنا چاہیے ۔ اور چونکہ قرآن حضرت علیؓ نے لکھا تھا اور انھوں نے ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا ۔ اگرچہ حضورؐ نے اسے پھیلانے کی کافی سعی کی ۔ لیکن وہ کوشش اس لحاظ سے اکارت گئی کہ حضرت علیؓ اس قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت نہ ہو ۔ چونکہ روئے زمین پر حکم حضرت علیؓ کا چلتا رہا ۔ کیونکہ خدا کے روپ میں بھی حضرت علیؓ تھے ۔ لہذا اسی لئے اس مصنوعی خدا کو جو حضرت علیؓ کے روپ میں آیا اسے خیر البشر اور خیر البریہ نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے ۔؟

حسن بن محمد

ہمارے نزدیک خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کھلا تبرا ہے ۔ جس کا سہرا ایک علوی کے سر بندھتا ہے ۔ ابن عدی اور ذہبی کے بقول اس کا نام حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن زین العابدینؒ بن حسین بن علیؓ ہے ۔ اس کی کنیت ابو طاہر ہے اور نسابہ کے لقب سے مشہور ہے ۔ یہ روایت اس کے رافضی اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے اس نے یہ داستان اپنی کتاب النسب میں ذکر کی ہے ۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۳۵۸ھ میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس پر اگر یہ جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہوتی تو محدثین کا اس کے پاس اژدھام جمع ہوتا ۔ کیونکہ یہ شخص کافی عمر رسیدہ بھی تھا ۔

دبری

اس نسابہ نے یہ روایت اسحاق دبری سے نقل کی اور اس نے مشہور شیعہ عبد الرزاق بن ہمام سے ۔ عبد الرزاق کے بارے میں ہم کسی موقع پر تفصیلی خاکہ پیش کر چکے ہیں ۔ رہا اسحاق الدبری یہ عبد الرزاق بن ہمام کا شاگرد ہے ۔ اس اسحاق نے عبد الرزاق سے نو سال کی عمر میں ان کی تصانیف سنی تھیں ۔ بعد میں یہ شخص عبد الرزاق کے نام سے منکرات بیان کرنے لگا ۔ جس کے باعث لوگوں کو یہ وہم پیدا ہوا کہ یہ روایت دبری کی وضع کردہ ہے ، یا عبد الرزاق کی ۔ حافظ ابو بکر بن ـــــ الاشبیلی اس کے مدعی ہیں

کہ اس ذہبی نے مصنف میں تخریف کی ہے۔ میزان ج ا ص ۱۹

میرے بعد علم علیؓ اور سلمانؓ سے حاصل کرنا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے بعد علم کی باتیں کس سے لکھیں۔ فرمایا علیؓ اور سلمانؓ سے۔ میزان ج ا ص ۹۵

اس روایت کا راوی احمد بن ابی روح ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث مشتبہ ہوتیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس شخص نے اس روایت کی سند میں جن لوگوں کا نام لیا ہے۔ ان سب پر اتہام ہے۔ میزان ج ا ص ۹۵۔ بلکہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

حضرت انسؓ کو چونکہ علیؓ سے پرخاش تھی اس لئے وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں کبھی حاضر نہیں ہوئے رہ گئے سلمانؓ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اور سبائی اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔ لہذا یہ روایت حضرت انسؓ پر ایک کھلا جھوٹ ہے۔

اس احمد بن ابی روح سے نقل کرنے والا احمد بن ابی حفص السعدی ہے۔ جو امام ابن عدی کا شیخ ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ لیکن خود جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں دوسروں کے جھوٹ کی اشاعت کرنا اور بات ہے۔

اے علیؓ! وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن تجھ سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ا ص ۵۳

بے شک وہ شخص بھی جھوٹ بولتا ہے جو حضورؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتا ہو۔ اور حبِ علیؓ بقول روافض بغضِ صحابہ پر موقوف ہے۔ لہٰذا کسی صحابی سے محبت کرنے والا حضرت علیؓ کا دشمن ہے۔

اس اصول کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو تمام اہل سنت والجماعت بغض علیؓ میں مبتلا ہیں۔ اگرچہ ہم حب علیؓ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اہل سنت والجماعت جہاں محبِ علیؓ ہیں مبتلا ہیں وہاں بغض علیؓ میں بھی مبتلا ہیں۔ اس لحاظ سے نہ ہم ایروں میں ہیں نہ غیروں میں۔ نہ ہم دشمن علیؓ ہیں اور نہ محبِ علیؓ

رہ گیا بغض کا مسئلہ تو حضرت بریدہؓ نے اس امر کا اقرار کیا تھا۔

انا ابغض علیا — میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔

میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا لا تبغضہ فان فی الخمس اکثر من ذلک۔ اس سے بغض نہ رکھنا کیونکہ خمس میں اس کا اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (بخاری)۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علیؓ سے بغض رکھنا کفر میں داخل نہیں۔

حسین بن سلیمان اس کا راوی حسین بن سلیمان الطلحی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شخص معروف نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی متابعت میں کوئی حدیث روایت نہیں کرتا۔ اس نے عبدالملک بن عمیر سے پانچ منکر روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے اور ایک پرندے والی روایت ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ اس حسین نے یہ داستان عبدالملک بن عمیر سے نقل کی ہے۔

عبدالملک بن عمیر یہ مشہور تابعی ہیں کوفہ کے باشندہ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ لخم سے ہے انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت جندبؓ البجلی اور دیگر صحابہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ امام شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی رہے۔ ان کی عمر کافی طویل ہے۔ اسی باعث ان کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ شعبہ اس سے خوش نہ تھے۔ کوسج نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے بہت ضعیف کہتے۔ بلکہ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد سے عبدالملک اور عاصم بن ابی النجود

کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میرے نزدیک عاصم اس سے کم اختلاف کرتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۶

حضرت علیؓ سے محبت کرنیوالے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت حسرت نہ ہوگی اور نہ قبر میں وحشت ہوگی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا راوی احمد بن الحسین العبسیؒ ہے۔ جو اسے ابوزرعہ سے نقل کرتا ہے وہ مجہول ہے۔ اور اس نے اوپر کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ میزان ج ۱ ص ۹۴

ہم پہلے یہ کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جس حدیث کے شروع میں یا علی ہو وہ تمام روایات ایک روایت کے علاوہ سب شیعوں کے جھوٹ ہیں اور اس کی وضاحت ملا علی قاری نے اپنی موضوعات میں کی ہے۔ حتی کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں یا علی ہو سوائے ایک روایت کے وہ یقیناً موضوع ہیں۔ اور چونکہ اس روایت کی ابتداء میں لفظ یا علی ہے لہٰذا یہ یقیناً موضوع ہے۔

حضرت علیؓ کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ علیؓ میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔ اور ایسی ذات ہے جس کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔۔۔۔۔

علی بن الحسین الہاشمی یہ علی بن الحسین اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ یہ علی اور اس کا باپ حسین ہر دو مجہول ہیں۔ انہوں نے یہ روایت امام مالک کی جانب منسوب کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اسے امام مالک کی جانب منسوب کرنا یہ ایک جھوٹ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۱

راوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ امام مالک نے یہ روایت لیث سے سُنی ہے۔ اور لیث نے طاؤس سے۔ حالانکہ یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ لیث دو ہیں۔ لیث بن سعد اور لیث بن ابی سلیم۔ اگر لیث سے مراد لیث بن سعد ہیں تو ان کی امام مالک سے خط و کتابت ضرور ہوئی۔ بلکہ امام لیث نے ایک مراسلہ میں امام مالک کی بعض غلطیاں پکڑی ہیں جس کے ناقل امام شافعی ہیں۔ لیکن اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ امام مالک نے امام لیث بن سعد سے روایت سنی ہے تو ان امام لیث نے طاؤس بن کیسان سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ طاؤس سے روایت نقل کرنے والے امام لیث بن سعد نہیں۔ لیث بن ابی سلیم ہیں۔ کیونکہ لیث بن ابی سعد ۹۴ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور طاؤس بن کیسان کا انتقال ۱۰۶ھ میں یمن میں ہوا۔ بلکہ امام لیث کے جتنے ہم عصر ہیں ان میں سے کسی نے طاؤس سے روایت نہیں سُنی۔

لیث بن ابی سلیم

لیکن اگر لیث بن ابی سلیم مراد لئے جائیں تو یہ کوفہ کے باشندہ ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ ان سے اگرچہ لوگوں نے روایت لی ہیں۔ لیکن یہ مضطرب الحدیث ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ نیز یحییٰ بن معین سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ آخر عمر میں اسے اختلاط ہو گیا تھا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ سنت کا پابند تھا۔ لیکن اس پر لوگوں نے جو اعتراضات شروع کئے وہ اس بات پہ کئے گئے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ عطا، طاؤس اور مجاہد ایک جگہ جمع ہوئے۔

ابو بکر بن عیاش کا قول ہے کہ لیث لوگوں سے زیادہ نماز اور روزوں میں کثرت کرتا۔ لیکن اگر غلطی سے کوئی بات زبان سے نکل جاتی تو اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

ابن شوذب نے اس لیث سے نقل کیا ہے کہ میں نے کوفہ کے ابتدائی شیعوں کو دیکھا ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ پر کسی کو فضیلت نہ دیتے۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں جب بھی اس لیث کے پاس جا کر بیٹھتا تو میں نے اس سے وہ باتیں سنیں جو کبھی میں نے اس سے نہ سُنی تھیں۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو دیکھا وہ جتنی بُری ان تین اشخاص کے بارے میں سمجھتے تھے اتنی بُری ان کے کسی اور کے بارے میں نہ سمجھتے۔ اور اس درجہ تک کسی سے بات کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ تین اشخاص یہ ہیں۔ لیث بن ابی سلیم۔ محمد بن اسحاق اور ہمام

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ لیث بن ابی سلیم عطا بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔ مؤمل بن فضل کا بیان ہے کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے لیث بن ابی سلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں نے جب اسے دیکھا تو اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا۔ بعض اوقات میں جس وقت راہ سے گزرتا تو وہ مناسے پر کھڑا اذان دیتا ہوتا۔ ۱۴۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔

مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں

حضرت سعید کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار علیؓ کے لئے یہ کہتے سنا کہ اے علیؓ مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں۔ اور تو میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے۔ میزان ج

اس روایت کا راوی حفص بن عمر الابلیؒ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ خواہ بلحاظ سند منکر ہوں یا بلحاظ متن، یہ شخص ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ ایک استاد تھا لیکن کذاب تھا۔ ہاں ابن حبان کو یہ ضرور وہم ہوا کہ انھوں نے اُبلی کو حبطی قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد ابن حبان نے تحریر کیا کہ اس نے ابن ابی ذئب۔ ابراہیم بن سعد۔ یزید بن عیاض اور مالک بن انسؓ سے نقل کیا ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم سے زہری نے بیان کیا کہ میں نے سعید سے دریافت کیا تم نے مذکورہ بات حضور سے سُنی، سعید نے اس کا اقرار کیا۔

محمد بن سلیمان بن الحارث کا بیان ہے کہ ہم سے حفص بن عمر الاُبلی نے یہ حدیث بیان کی۔ اور اس حدیث

کا ابتدائی حصہ باطل ہے۔

عقیلی کا بیان ہے یہ حفص بن عمر شعبہ، مسعر، مالک بن مغول اور ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے

میزان ج ۱ ص ۵۶۳

اس حفص کا دعویٰ ہے کہ اس نے روایت امام مالک، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد اور یزید بن عیاض سے سنی ہے۔ اور انہوں نے امام زہری سے۔ اور انہوں نے سعید سے۔ حالانکہ ابراہیم بن سعید زہری کے شاگرد نہیں بلکہ استاد ہیں۔

نیز یہ راوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے۔ کہ زہری نے یہ روایت سعید سے سنی۔ اور سعید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اگر سعید سے مراد سعید بن زید بن عمرو بن نفیل صحابی ہیں تو وہ تو زہری کی پیدائش سے قبل انتقال کر لئے تھے۔ تو زہری ان سے کیسے روایت سنتے۔ اور اگر سعید سے مراد سعید بن المسیب ہیں تو بے شک زہری نے ان سے روایات سنی ہیں لیکن ان سعید نے حضور کو دیکھا تک نہیں۔ کیونکہ یہ سعید ۲۳ھ میں پیدا ہوئے الغرض یہ روایت ہر دو صورت میں جھوٹ ہے۔ لیکن آخری حصہ کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے یہ حصہ ثابت ہے۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اے علیؓ مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں یا کوئی اور شخص مدینہ کے لائق نہیں۔ اس کا فیصلہ تو تاریخ کر چکی ہے۔ کہ ہزارہا افراد نے مدینہ میں جان دی لیکن حضرت علیؓ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے اور وہیں شہید کئے گئے۔ گویا کہ اگر مدینہ نامناسب تھا تو صرف حضرت علیؓ کے لئے۔ اور جن لوگوں کے لائق تھا۔ انہوں نے اپنا خون گوارا کیا لیکن مدینہ چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔

سبائیوں کو ایسی روایات وضع کرنی چاہئیں تھیں جس سے کم ازکم ایک عام انسان مغالطہ کھا سکے اس روایت سے الٹا یہ ثابت ہوگا کہ اے علیؓ تو مدینہ کے لائق نہیں یا مدینہ تیرے لائق نہیں۔ عیاذاً باللہ۔

اونٹ کی خریداری

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اونٹ لے کر آیا تاکہ انہیں فروخت کر سکے۔ عمرانؓ کا بھائی تاذ

کرنے لگے۔ عمرؓ ایک ایک اونٹ کو دوڑانے کی کوشش کرنے لگے اور اس سے یہ جاننا تھا کہ اونٹ کیسا ہے۔ عمرؓ اس کا دل دیکھ رہے تھے۔ اس پر وہ شخص بولا تیرا باپ نہ ہو میرے اونٹوں سے دور ہو جا۔ عمرؓ اس پر بھی باز نہ آئے تو وہ شخص بولا میرا خیال ہے تو بہت برا آدمی ہے۔

جب عمرؓ اس کام سے فارغ ہو گئے تو اس سے اونٹ خریدا اور کہنے لگے کہ اسے کھینچ کر لا اور اس کی قیمت لے لے۔ اس اعرابی نے کہا اچھا میں اس کا کجاوہ اور لگام اتار دوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے جب اونٹ خریدا تھا تو یہ چیزیں اس پر موجود تھیں۔ اس پر اعرابی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بہت برا آدمی ہے۔

یہ دونوں باہم جھگڑ ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؓ آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اونٹ والے سے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔ اونٹ والے نے اقرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے علیؓ کے سامنے سارا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔

اے امیر المؤمنین! اگر اونٹ خریدتے وقت آپ نے کجاوے اور لگام کی شرط لگا لی تھی تب تو یہ آپ کی ہیں ورنہ اونٹ کا مالک اپنے دام میں اس قیمت پر اضافہ کر سکتا ہے۔ الحدیث ..... میزان ج ۱ ص ۲۲۵

حفص بن اسلم الاصغر

اس کا راوی حفص بن اسلم الاصغر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بھی یہی بیان ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے یہ روایت خود وضع کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۲۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے واقعی ایسی بات فرمائی ہو اور اسی لئے حضرت علیؓ پر فیصلہ چھوڑا ہو لیکن راوی نے اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے اسے افسانوی رنگ دے دیا ہو۔ ورنہ جو فیصلہ حضرت علیؓ دے رہے ہیں وہ تو ایک عربی مدرسہ کا طالب علم بھی دے سکتا ہے۔ اور ایک جاہل شخص بھی یہ بات جانتا ہوگا کہ خریداری کے معاملے میں وہ اشیاء داخل ہوتی ہیں جن کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ معاملہ صرف اونٹ کا ہوا۔ اس کے لگام اور کجاوے کا نہیں ہوا۔

ہمارے نزدیک اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی بردباری ثابت ہوتی ہے کہ انہیں برا کہا جا رہا ہے اور ان کے باپ کو بد دعائیں دی جا رہی ہیں۔ لیکن ان کے چہرے پر بل نہیں آتا۔ ویسے رافضیوں سے ہمارا کہنا ہے

کہ جب تبرا کرنا ہو تو کسی افسانہ کے پردے میں نہ کیجیے۔ بلکہ مدبن کر بات کریں۔ ہم لوگ اس قسم کی باتوں کو بزدلی قرار دیتے ہیں۔

مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عہد کر کے توڑنے والے ناکثین، برابری کا دعویٰ کرنے والے قاسطین، حد سے نکل جانے والے مارقین سے۔

یہ روایت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے نام سے اگرچہ پہلے گزر چکی ہے۔ لیکن اول تو وہ روایت ادھوری تھی۔ دوم وہ ابوایوب انصاریؓ سے مروی تھی۔ اور یہ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اس لئے اسے پیش کر رہے ہیں۔

اول تو اس کے اوپر کے دو راوی علقمہ اور ابراہیمؒ اپنے زمانے میں اہل سنت کے امام ہیں۔ ان کا یہ مذہب بالکل نہ تھا۔ نیز ابراہیم نخعی کے بعد کے جتنے راوی ہیں وہ سب روات قابل غور ہیں۔

حکیم بن جبیر اگرچہ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہیں۔ لیکن تب بھی ذہبی لکھتے ہیں کہ شیعی متعلل تھوڑا سا شیعہ ہے) گویا کہ اگر زیادہ شیعہ ہوتا تو پھر کوئی عیب پیدا ہوتا۔

امام احمد کا بیان ہے ضعیف ہے منکر الحدیث ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ شعبہ کو اس میں کلام تھا۔ لیکن تب بھی بخاری نے کتاب الضعفاء الصغیر صفحہ ۳۲ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ۲۰

معاذ کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبہ سے عرض کیا کہ مجھ سے حکیم بن جبیر کی روایت بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت بیان کرنے کے بعد مجھے اپنے جہنم میں جانے کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قول اس امر کا ثبوت ہے کہ شعبہ نے بعد میں اس کی روایت ترک کر دی تھی۔

علی ابن المدینی کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا اس نے بہت کم روایات بیان کی ہیں۔ زائدہ نے اسکی روایت لی ہے۔ اور شعبہ نے حدیث صدقہ کے باعث

اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ جس کے پاس بچاس درہم موجود ہوں اس کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی روایات لیتے لیکن عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی روایات نہ لیتے۔ عبدالرحمان کا یہ بھی بیان ہے کہ اس کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔ لیکن ان میں منکرات بھی شامل ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔ میزان ج ا صفحہ ۵۸۴

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

یہ ضعیف ہے اور اس پر تشیع کا الزام ہے۔ اس کا انتقال ۱۰۰ھ کے بعد ہوا۔ تقریب التہذیب صفحہ ۸۰

نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حکیم بن جبیر کوفہ کا باشندہ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۳۱۔

فطر بن خلیفہ اس حکیم سے یہ روایت نقل کرنے والا فطر بن خلیفہ المخزومی ہے۔ اس کی روایات مسند کے علاوہ اور بقیہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے۔ ۱۵۰ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ تقریب صفحہ ۲۷۶۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ قابلِ حجت نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ انشاءاللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایت اس لئے لینا چھوڑ دی کہ اس کا مذہب بہت برا تھا۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اگرچہ یحییٰ بن سعید القطان نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا یعنی لکڑی کا پجاری۔ (لکڑی سے مراد وہ لکڑی ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔ گویا یہ فرقہ خشبیہ عیسائیوں کی دوسری صنف ہے۔ کیونکہ دونوں صلیب کے پجاری ہیں)

احمد بن یونس کا بیان ہے میں اس کے سامنے سے گذرتا۔ اور اسے اس طرح نظر انداز کر کے نکل جاتا جیسے کوئی کتے کو نظر انداز کرتا ہے۔ امام احمد اور یحییٰ بن معین اسے اگرچہ ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن

وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شیعہ ہے اور خشبی ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے۔ یہ ثقہ نہیں گمراہ ہے۔ ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی کسی شیعہ یا بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو خواہ وہ سچا کیوں نہ ہو۔ اس کی وہ روایت ہرگز قبول نہ کی جائے گی جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور اس روایت سے چونکہ ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً مردود ہے۔

عبید اللہ بن موسیٰ

اس فطرؔ سے نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ اس کی روایات تمام کتب صحاح میں میں پائی جاتی ہیں۔ امام بخاری کا استاد ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ ہے لیکن ابونعیم اس سے بہتر ہے۔ ہاں جب اسرائیل سے روایت کرے تو وہ صحیح ہوتی ہیں لیکن یہ روایت اس فطر سے نقل کی ہے) احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھا کے یا ہنستے نہیں دیکھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا تھا۔ اس نے بدترین قسم کی روایات نقل کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کو پھیلانے والا بھی وہی ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے عرض کیا۔ کیا میں اس سے روایات لے لوں؟ امام احمد نے منع فرما دیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا ۲۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ بہت عابد و زاہد اور متقی انسان تھا۔ (یعنی زہد و تقویٰ کی لبادے میں تشیع کا پرچار کیا کرتا تھا۔ جس پر آج تک تمام صوفیا عمل پیرا نظر آتے ہیں)

علیؓ کے باعث مجھے پانچ خوبیاں دی گئیں

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے علیؓ کے باعث پانچ

خصلتیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک تو علیؓ میرا قرض ادا کرے گا۔ میری شرمگاہ کو چھپائے گا۔ میرے حوض سے لوگوں کو دشمنوں کو ہٹائے گا۔ اور قیامت کے روز میرا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ میں اس سے اس بات سے خائف نہیں کہ پاکدامنی کے بعد وہ زنا کرے یا ایمان کے بعد کفر کرے۔ میزان ج ا ص ۶۶۲۔

جہاں تک قرض کی ادائیگی کا تعلق ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ قرضہ ابوبکرؓ نے ادا فرمایا تھا۔ اور دراصل یہ قرض کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ تھی۔ جو خلیفۂ وقت ہو۔ اور چونکہ حضرت علیؓ خلیفہ نہیں ہوئے۔ اس لئے یہ بار ان کے ذمہ نہیں آیا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے مومنیان بھائی زبردستی حضرت علیؓ کے ذمہ ادائیگی کا بار بھی ڈال دیں۔ تو پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ ابھی تک وہ قرضہ ادا نہیں ہوا۔ ہماری بھی تو خواہش ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جو دشمن بھائیوں سے قرضہ وصول کر سکے۔

حوض کوثر پر ابوبکرؓ ہوں یا علیؓ ان میں سے کوئی بھی ساقی گری نہ کرے گا۔ اس کے ساقی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

جہاں تک جھنڈے کا تعلق ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ولواء الحمد بیدی وادم وما سواہ تحت لوائی۔ — اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم اور ان کے سوا تمام افراد میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

شادی کے بعد زنا اور ایمان کے بعد کفر یہ ایسے عیوب ہیں جن کا کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا۔ اس میں حضرت علیؓ کی تخصیص کیا ہے کہیں یہ کسی پر تبرا تو نہیں۔ یا یہ تو مقصد نہیں کہ وفات رسول کے بعد سب کافر و مرتد ہو گئے تھے۔

خلف بن المبارک

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کا راوی خلف بن المبارک ہے۔ جو اسے شریک سے روایت کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ خلف کون ہے۔ اور نہ یہ روایت خلف کے علاوہ کوئی اور نقل کرتا ہے۔

شریک بن عبداللہ خلیفہ کی جہالت کے علاوہ روایت شریک سے مروی ہے۔ اور شریک بن عبداللہ بن سنان شیعہ ہے اور اس کا حافظہ بھی خراب تھا اگر ضعف معروف نہ بھی ہوتا اور ثقہ بھی ہوتا تب بھی شریک کی موجودگی اس روایت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

شریک نے یہ روایت ابواسحاق سبیعی سے نقل کی ہے۔ جو مسلّمہ امام ہیں لیکن تدلیس سے کام لیتے ہوئے درمیان سے ضعیف راوی گرا دیتے ہیں۔ بلکہ بقول عبداللہ بن المبارک اہل کوفہ کو دو شخصوں نے مرض تدلیس میں مبتلا کیا ہے۔ ابواسحاق اور اعمش۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس روایت کا ابواسحاق سبیعی سے کوئی تعلق نہیں۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ ابواسحاق نے یہ روایت حارث سے نقل کی ہے۔ وہ حضرت علیؓ سے ناقل ہے۔ یہ حارث کون حضرت ہیں۔ ذرا ان کا چہرہ مہرہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حارث الاعور حارث کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔ ہمدان کا باشندہ ہے۔ تابعین میں بڑے علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کے مخصوص شاگردوں میں داخل ہے۔ اس کے شاگردوں میں عمرو بن مرہ اور ابواسحاق شعبی ہیں۔

شعبہ کا بیان ہے کہ اس ابواسحاق نے حارث سے صرف چار روایات سنی تھیں۔ عجلی کا بیان ہے کہ ابواسحاق حارث کی جو روایات نقل کرتے ہیں وہ حارث کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ جو اتفاق سے ان کے ہاتھ آگئی تھی ...... غالباً یہ روایت بھی اس لال کتاب کی ہے۔

مغیرہ نے شعبی تابعی سے نقل کیا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حارث متہم ہے۔ مغیرہ کا بیان ہے یہ حارث حضرت علیؓ سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں بھی یہ سچا نہیں سمجھا جاتا۔

اس کی روایات ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ مجھے حیرت تو امام نسائی پر ہے کہ وہ رجال اور جرح و تعدیل کے امام ہیں اور حارث کو ضعیف کہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ لیکن نسائی نے زیادہ تر اس کی روایات فرائض میں نقل کی ہیں اور سنا ہے کہ حارث فرائض کے

ابوبکر بن ابی داؤد کا بیان ہے کہ حارث اعور سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ فرائض کا ماہر اور سب سے زیادہ حساب جانتا تھا۔ حضرت علیؓ سے اس نے فرائض کا علم حاصل کیا۔

حارث کی روایت سنن اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور نسائی رجال کے معاملہ میں بہت سخت ہیں لیکن انہوں نے اس کی روایت کو اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ اور جمہور علماء اس کی روایت کو ناقابل قبول قرار دیتے اور خاص طور پر وہ روایات جو ابواب کے تحت ہوں۔ جیسے شعبی کہ اسے کذاب بھی کہتے اور اس سے روایت بھی لیتے ہیں۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ گفتگو میں اسے جھوٹوں میں شمار کرتے ہوں۔ لیکن حدیث میں نہیں۔

مرہ بن خالد نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے پانچ شاگرد ہیں۔ جن سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ان میں سے چار کو پایا اور حارث نہ مل سکا حالانکہ یہ لوگ حارث کو ان چاروں سے افضل کہتے۔ حالانکہ حارث ان میں بہتر تھا۔ اور باقی تین میں اختلاف تھا کہ کون افضل ہے۔ علقمہ، مسروق اور عبیدہ۔

حارث کا انتقال ۶۵ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۴۳۵

امام بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ الہمدانی کے بارے میں ابراہیم کا قول ہے یہ متہم ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۲۸۔

امام نسائی لکھتے ہیں یہ حارث قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۹

دارقطنی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۵۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ابواسحاق باطل ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرت علیؓ جنت کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں براق پر سوار ہو کر

اسے علیؓ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے علیؓ سے محبت کی ہے اسے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کی ہے اسے ان کے بیٹوں حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنی چاہیئے۔

یاد رکھو کہ اہل جنت باہم خوشی کا اظہار کریں گے اور ان کے دیدار میں جلدی کریں گے۔ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔ اور جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہا۔ کیونکہ میں نبی مکرم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ تو میرے گھر والوں سے محبت کرو۔ اور میرے بھائی علیؓ سے بھی محبت کرو۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اس کا واضع عبداللہ بن حفص ہے۔ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ قابل اعتبار نہیں ہے۔

آل محمدؐ نبوت کے درخت ہیں

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یقیناً آل محمدؐ شجرۂ نبوت ہیں۔ آل رحمت ہیں۔ رسالت کا مقام ہیں۔ فرشتوں کے آنے کی جگہ ہیں اور علم کی کان ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے اور جویبر اور بجا السقا دونوں متروک ہیں۔ موضوعات ج ۲ ص۵

اس روایت میں پورا مذہب تشیع ظاہر کیا گیا ہے۔ جب آل محمدؐ شجرۂ نبوت ہوئے تو ابھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور چونکہ یہ حضرات آل رحمت ہیں اس لئے ان کے پاس فرشتے آتے رہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ سب حضرات علم کی کان ہیں۔

ابن جوزی نے صرف دو افراد کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے ساتھ کچھ اور بھی افراد

شامل کرتے ہیں۔

ضحاک یہ مزاحم ہلالی کا بیٹا ہے۔ مفسر ہے۔ ابن معین نے اس کی کنیت ابو القاسم بیان کی ہے اور فلاس نے ابو محمد۔ یہ شخص بچوں کو ادب سکھایا کرتا۔ اس کے مکتب میں تین ہزار بچے تھے اور یہ گدھے پر سوار ہو کر ان سب پر چکر لگایا کرتا۔

ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہا۔ یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ شعبہ اس امر کے منکر تھے کہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے ملاقات کی ہو۔

طیالسی نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبد الملک بن میسرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ضحاک نے ابن عباس سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ ہاں وہ رے میں سعید بن جبیر سے ملے اور ان سے تفسیر حاصل کی ہے۔

شعبہ نے مشاش سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشاش سے دریافت کیا کیا ضحاک نے ابن عباس سے کوئی روایت سنی ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک بھی نہیں۔

یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد، یحییٰ بن معین اور ابو زرعہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور یحییٰ بن معین کا یہ بھی بیان ہے کہ ضحاک مشرقی سے مراد یہی ضحاک ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضحاک بن مزاحم مفسر کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ ابو ہریرہؓ اور وہ تمام صحابہ جن سے یہ روایت کرتا ہے۔ اس کی اس بات پر اعتراض ہے اور صحابہ سے اس کی روایت قابل اعتراض ہے۔ ۱۰۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

گویا کہ ضحاک نے یہ روایت جو براءؓ سے نقل کی ہے اس پر اعتراض ہے کہ براءؓ سے اس نے ملاقات بھی کی یا نہیں۔ مصنفین صحاح نے اس کی روایت نہیں لی۔

جویبر ضحاک سے یہ روایت نقل کرنے والا جویبر بن سعید ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے اس کی کنیت ابو القاسم ہے۔ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہے۔ بلخ کا باشندہ ہے

مفسر ہے۔ ضحاک کا شاگرد ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ کی روایت کا مفسرین کے یہاں ایک سلسلہ اس سے چلتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ جویبر کچھ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی مرویات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے یہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے کچھ روایات حضرت انسؓ سے سنی ہیں۔ اس سے حماد بن زید اور ابن المبارک نے روایت نقل کی ہے۔

اس جویبر نے ضحاک کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جو دس محرم کو اثمد کا سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہ آئیں گی۔

ابو قدامۃ السرخسی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے صحابہ سے تفسیر اخذ کرنے میں بہت تساہل سے کام لیا ہے۔ حدیث میں ان کو منہ نہ لگاؤ۔ پھر قطان نے لیث بن ابی سلیم، جویبر، ضحاک اور محمد بن السائب یعنی کلبی کا نام لیا اور فرمایا ان لوگوں کی حدیث میں تعریف نہیں کی جاتی اور ان سے تفسیر لکھی جاتی ہے! میزان ج ۱ ص ۴۲۷۔

بحر بن کثیر یہ بحر السقاء سے مشہور ہے۔ اس کی کنیت ابو الفضل ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ اس کے موالی بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ ریگستان میں حاجیوں کو پانی پلاتا۔ یہ حسن اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے علی بن حجر نے روایت لی ہے۔

یزید بن زریع کا بیان ہے یہ کوئی شئے نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اس کی روایت بھی نہ لکھی جائے۔ میں اس کے مقابلہ پر تمام لوگوں کو محبوب رکھتا ہوں۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں یہ قوی نہیں متروک ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

یہ ابو حفص عمرو بن علی الفلاس کا دادا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس کی روایتیں نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ بحر ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید

النفدان اس سے راضی نہ تھے۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ میں نے اس سے ایک روایت نقل کی۔ اتفاق سے ایک بلے نے جو اس کے کا غذ پر پاخانہ کر گیا تھا۔ چنانچہ میں اس کو نقل کر ...

اہل بیت سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن یہودیت کی حالت میں اٹھے گا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ میں آپ سے سن رہا تھا۔ آپ فرما رہے تھے۔ جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز یہودی اٹھائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور گمان کرتا ہو کہ وہ مسلم ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ خواہ نماز پڑھے، خواہ روزے رکھے خواہ یہ گمان کرے کہ وہ مسلم ہے۔ اس سے صرف یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنا خون گرانے سے بچ جائے گا اور جزیہ ادا کرنے سے بچ جائے گا۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے نام سکھائے جیسے آدم کو تمام نام سکھائے گئے تھے اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی گارے میں پھنسا ہو تو اس پر اصحاب الرایات (جھنڈے والوں) کا گذر ہوا اور پھر وہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعوں کے لیے استغفار کریں۔

حنان کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے یہ روایت بیان کی۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور سدیف غالی رافضی ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۸

سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل بیت اگر عورت کی مناسبت سے بولا جائے

تو خاوند مراد ہوتا ہے اور جب مرد کی مناسبت سے بولا جائے تو بیویاں مراد ہوتی ہیں۔ قرآن میں جس جس مقام پر اہل بیت کا لفظ آیا ہے اس سے بیویاں مراد ہیں یعنی اس لفظ کے لغوی معنیٰ ہیں گھر والی یا گھر والا۔ اور بیٹیاں اور نواسے گھر والے نہیں ہوتے اور علیؓ بالخصوص اُس صورت میں جب کہ انہوں نے اپنا جداگانہ گھر بسا لیا تھا۔ تو اس صورت میں ان حضرات کو بیت علیؓ میں تو شامل کیا جا سکتا ہے بیت النبی میں یہ حضرات ہرگز شامل نہیں ہو سکتے۔

فرقہ سبائیہ نے اولادِ علیؓ کو اہل بیت رسول بنا کر پیش کیا حتیٰ کہ اس کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ اب پاک و ہند کا کوئی شخص ایسا نہیں جو اہل بیت کے معاملہ میں تشیع کا پیروکار نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہمارے ․․․ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ نماز روزہ اور نیک اعمال یہ سب اسلام ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں اصل شئے ایمان ہے اس لئے وہ خود کو مومن کہتے ہیں۔ اور ایمان کی سب سے اولین شرط یہ ہے کہ وہ ولایت علیؓ کا قائل ہو اور ولایت علیؓ کے پہچان کا ذریعہ یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو گالیاں دیتا اور انہیں کافر سمجھتا ہو۔ ان کے دورِ خلافت کو ایک فتنہ گردانتا ہو اور انہیں منافق سمجھتا ہو۔ اگر یہ سب کچھ سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار ہوں تو آپ پکے مومن ہیں۔ آپ کو نہ نماز کی ضرورت ہے اور نہ روزے کی۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ اصحاب الرایات شیعوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ہر وہ شیعہ جو سُنیوں کو قتل کرے وہ صاحب الرایہ ہے اور ہمارے سیدھے سادھے سُنی یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ جھنڈے امام مہدی کے ساتھ آئیں گے۔ غالباً سُنیوں کو قتل کرنے۔ اسی لئے آج کل اس عہدے پر خمینی صاحب براجمان ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے یہاں گنجائش نہیں۔

اس روایت کا ایک راوی سُدَیف ہے۔ جس پر ابن الجوزی نے الزام قائم کیا ہے۔ اب ان کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرما لیجئے۔

سُدَیف اس کے باپ کا نام میمون ہے مکہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ اس نے نفسِ ذکیہ

۔ ـــــــ کے ساتھ خروج میں حصہ لیا۔ منصورؔ نے جب اس پر کامیابی حاصل کی تو اسے قتل کر دیا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی رافضیوں میں سے تھا۔ میزان ج ۲ ص ۱۱۵ ۔

اس روایت کا ایک راوی۔

حَرْب ابن الحسن الطحّان ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ یہ بات ازدی نے کہی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۶۹ ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کا تیار کرنے والا ذارع ہے موضوعات ج ۲ ص ۔

جناب ذارع کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہمارے ناظرین یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ اہل بیت کی محبت کے بغیر تمہارا کوئی کمانا نہیں اور تم ہو دو [illegible] تھوڑے ہے۔

لیکن جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں پورے قرآن میں علیؓ و فاطمہؓ اور حسن، حسین کا نام بھی نظر نہیں آتا ہاں یہ بات ضرور ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو اس کی ایک نہ ایک روز مغفرت یقینی ہے۔ اور اللہ نے قرآن میں تمام نیک اعمال بیان کئے لیکن کسی مقام پر بھی آپ کو اعمال کے سلسلہ میں حُبِّ علیؓ، حبِ فاطمہؓ اور حُبِ حسنین کا تذکرہ نہ ملے گا۔ بلکہ ان چہار تن کی محبت ایک افیون ہے جو آپ لوگوں کو ان سے دور رکھنے کیلئے استعمال کرائی جاتی ہے۔

شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہونگے

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ جب شیعہ قیامت کے روز قبروں سے اٹھیں گے تو ان پر نہ کوئی گناہ ہوگا اور نہ کوئی عیب ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے (کالے کپڑوں میں معمولی سپیدی بھی چمکنے لگتی ہے۔) ان سے سختیاں دور کر

دی جائیں گی۔ ان کے لئے راہیں آسان کی جائیں گی ان کی پیشاب گاہوں کو چھپایا جائے گا۔ اور ان کے دل مطمئن ہوں گے۔ ان کو امن و ایمان عطا کیا جائے گا۔ ان سے غم اٹھا لئے جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈریں گے لیکن انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ اس وقت غمگین ہوں گے لیکن ان لوگوں کو کوئی غم نہ ہوگا۔ ان کے جیبوں تک تسمے پسینہ پر دار اونٹنیوں پر چمکتے ہوں گے۔ اور یہ اونٹنیاں بغیر کسی محنت کے ان کے تابع کر دی جائیں گی۔ ان کی گردنیں سونے کی ہوں گی۔ لیکن یہ سونا سرخ ہوگا ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوگا۔ اور یہ سب اللہ عزوجل کی جانب سے ان لوگوں کی کرامت ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

محمد بن سالم

حافظ علی بن الجنید کا بیان ہے کہ محمد بن سالم متروک ہے

محمد بن علی

ابو الفتح الازدی کا بیان ہے کہ محمد بن علی اور محمد بن سالم دونوں ضعیف ہیں۔

محمد بن سالم کی کنیت ابو سہل ہے۔ یہ ہمدان کا باشندہ ہے کوفہ آکر سکونت اختیار کر لی شعبی کا شاگرد ہے۔ ترمذی کا راوی ہے۔ محدثین نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں اس کی روایت کو دے مارو۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ امام احمد اس کی حدیث روایت نہ کرتے۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۶۔

محمد بن علی الکندی یہ ایک شخص کے واسطے سے جعفرؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ازدی نے ضعیف کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۵۵۔

میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں

دیگر روایات کی طرح یہ روایت بھی عوام و خواص میں مشہور عام ہے۔ لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر خالص جھوٹ ہے اور بازاری گپ ہے۔ امام احمد اس قسم کی روایات کو حدیث السوق، بازاری حدیث کہا کرتے تھے۔

ملا علی قاری رقم طراز ہیں کہ دمیری، زرکشی اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ روایت بے بنیاد ہے سیوطی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ موضوعات کبیر ص۸۲۔

حافظ سخاوی رقم طراز ہیں۔

ہمارے شیخ ابن حجر اور ان سے قبل دمیری اور زرکشی نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس روایت کا کسی معتبر کتاب میں کوئی وجود نہیں۔ المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ ص۲۱۶، تمییز الطیب من الخبیث فی مایدور علی السنۃ الناس من الحدیث ص۷۰، تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر پٹنی ص۱۱۔

وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے

آج کل وطنیت کا فتنہ ایک بہت بڑا فتنہ بن چکا ہے۔ بلکہ اس فتنہ نے قومیت کو جنم دیا ہے۔ آج کے دور میں یہ دونوں فتنے بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کو نگلے جا رہے ہیں۔ ایک جانب تو یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ اس فتنہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ اور انہیں ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک زمانے میں یہی لوگ اقبال کا یہ شعر برسر اسٹیج گا گا کر سنایا کرتے تھے کہ ؏

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

لیکن اب یہی حضرات یہ راگ الاپنے لگے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے"

ہم اس تفصیل میں ہرگز جانا نہیں چاہتے کہ اسلام میں وطن سے کیا مراد ہے اور کیا وطن کی محبت ایمان کا بھی جزو بن سکتی ہے یا یہ بھی بت پرستی کی ایک شکل ہے۔ جس نے مسلمانوں میں "لات و

مناة" کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ہم تو صرف اس روایت کی حیثیت پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔
ملا علی قاری لکھتے ہیں:

زرکشی کہتے ہیں کہ میں اس روایت سے واقف نہیں۔ سید معین الدین صفوی لکھتے ہیں یہ روایت ثابت نہیں۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں مجھے آج تک اس روایت کی سند کا پتہ نہیں چل سکا۔ یعنی یہ روایت ایک بازاری گپ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ موضوعات کبیر صفحہ ۶۱۔ المقاصد الحسنہ صفحہ ۱۹۲۔ تمییز الطیب من الخبیث فی ما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث صفحہ ۶۸۔

جو شخص حضرت علیؓ کے جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے

ہبیرہ بن ابی الجعد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے جو جنگیں لڑیں ہیں ان کے بارے میں حضرت جابرؓ سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا جو ان جنگوں میں شک کرے وہ کافر ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۱
ہمیں تو آج تک کسی جنگ میں بھی شک نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ جنگ صفین اور جنگ نہروان میں بھی شک نہیں ہوا۔ ہاں ان صحابہ اور تابعین کو شک ضرور ہوا تھا جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ ان کی بیعت کی۔ حتیٰ کہ ۴۰ھ میں جب امیر معاویہؓ سے جنگ بندی پر صلح ہوئی اور حضرت علیؓ خلافت سے معزول کئے گئے تو ان کے پاس پورے ممالک اسلامیہ میں سے صرف کوفہ کی حکومت رہ گئی تھی۔ اور لطف یہ کہ حضرت جابرؓ خود حضرت علیؓ کے ساتھ شریک نہ تھے بلکہ وہ اہل مدینہ کے ساتھ تھے۔

سوید اس داستان کا اصل راوی سوید بن سعید الانباری ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے۔ مسلم اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

یہ حافظ الحدیث تھا۔ بہت سے ائمہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ جب اپنے مسودوں سے روایات بیان کرتا تو درست ہوتیں لیکن اگر حافظہ پر اعتماد کر کے بیان کرتا تو غلطیاں واقع ہوتیں۔

اس کی عمر کافی ہوئی۔ اور آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اگر کسی سے روایت بیان کرتا تو لوگ لقمے دیکر اس سے روایات میں اضافہ کراتے رہتے۔ ورنہ بلحاظ تحریر یہ اثبت۔

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ سچا انسان ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ حفاظ حدیث میں سے ہے لیکن امام احمد اپنے بیٹوں کو اس سے محفوظ رکھتے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے اس کی لکھی ہوئی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں (کتاب الضعفاء نسائی ص۵۱) ذہبی نے نسائی کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ اور ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ بے پناہ ضعیف ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ایک انسان امام احمد کے پاس اس سوید کی کتاب الفضائل لے کر آیا جس میں سوید نے حضرت علیؓ کو اول نمبر دیا تھا۔ اور ابو بکرؓ کا بعد میں تذکرہ کیا تھا اس پر امام احمد کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ ممکن ہے کسی مخالف نے اس کی جانب سے یہ بات اڑائی ہو۔ صالح جزرہ کا بیان ہے یہ اگرچہ سچا ہے لیکن آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ لوگ اسے ان امور کی تلقین کرتے رہتے جو اس کی احادیث میں موجود نہ تھی۔

حضورؐ کی تائید حضرت علیؓ سے کی گئی

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے عرش پر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ۔ محمد عبدی ورسولی۔ ایدتہ بعلی۔ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں

زندہ میرا اکیلا ہے، محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں جن کی تائید میں نے علیؓ کے ذریعہ کی
حالانکہ اس عبارت میں وحدی کا لفظ عربی لحاظ سے غلط ہے۔

عباس بن بکار اس روایت کا راوی عباس بن بکار الضبی ابصری ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ عباس کذاب ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۸۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایات میں اکثر وہم پایا جاتا ہے کتاب الضعفاء للعقیلی ص ۱۴۴
ذہبی تلخیص میں کہ اس روایت موضوع ہے ذہبی نے عقیلی سے نقل کیا ہے اس کی اکثر احادیث
منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص

ابن عباس نے یہ روایت خالد بن ابی عمرو الازدی سے نقل کی ہے جو قطعاً مجہول ہے۔

محمد بن السائب خالد نے یہ کہانی محمد بن السائب الکلبی سے نقل کی ہے جو مشہور رافضی اور کذاب ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا
چکا ہے کہ اس نے ابو صالح کے نام سے ایک تفسیر وضع کی۔ جس کا نام تفسیر ابن عباسؓ رکھا اور یہ
بھی بیان کیا کہ ابو صالح نے یہ تفسیر ابن عباس سے نقل کی ہے حالانکہ اس ابو صالح نے زندگی میں
ابن عباس کو نہیں دیکھا اور کلبی نے اس ابو صالح کو نہیں دیکھا۔ اس کلبی کو جب بھی جھوٹ بولنا
ہوتا ہے تو ابو صالح کو قبر سے باہر نکال لاتا ہے۔ موجودہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے جھوٹ کا ایک
شاخسانہ ہے۔

علیؓ سے منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھ سکتا

علی بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے تمہارے منبر پر علیؓ بن ابی طالب کو یہ کہتے سنا ہے کہ
نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا اے علیؓ تجھ سے مؤمن کے سواء کوئی محبت نہیں کر سکتا اور
منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۔

حالانکہ صحیح حدیث یہ ہے کہ حب الانصار من الایمان کہ انصار کی محبت ایمان میں داخل ہے اور انصار کا بغض نفاق میں داخل ہے۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ سبائی بزرگوں کے نزدیک صرف پانچ آدمی مومن باقی رہ گئے تھے۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا۔ اس سے یہ امر تو واضح ہو کر سامنے آگیا کہ کوئی انصاری مذہب سبائیہ میں مومن نہیں ہے۔ اسی طرح مہاجرین بھی سوائے پانچ آدمیوں کے سب منافق ہیں۔ گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالہ تبلیغ کی اس کا حاصل یہ نکلا کہ صرف پانچ آدمی اسلام لائے۔ بقیہ تو منافق تھے۔

ربیع بن سہل

اس کا راوی ربیع بن سہل بن الرکین بن الربیع بن عمیلۃ الفزاری ہے۔ دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں سمجھا جاتا کہتے ہیں یہ خود اپنی روایت کی مخالف روایت بھی نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص [illegible]۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للبخاری ص ۹۰ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی۔ ص ۴۱

احمد بن صبیح

اس ربیع بن سہل سے نقل کرنے والا احمد بن صبیح ہے اور یہ مجہول ہے۔

دلال

احمد بن صبیح سے اسے قاسم بن محمد الدلال نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے میزان ج ۳ ص ۲۷۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص [illegible]

اے علیؓ تجھ سے مومن کے سواء کوئی محبت نہیں کر سکتا

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں علیؓ سے یہ کہتے سنا کہ تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے سواء تجھ سے کوئی بغض نہیں رکھ سکتا میزان ج ۲ ص ۲۵۳۔

سابقہ صفحات میں حضرت بریدہؓ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔

هل تبغض علیا۔ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ اس پہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تبغضه فان له فی الخمس اکثر من ذالک۔ اس سے بغض نہ رکھو۔ کیونکہ خمس میں اس کا حصہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

یعنی اگر بغض کی وجہ باندی حاصل کرنا ہے تو پھر تو بغض نہ رکھو۔ کیونکہ اس کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (اور اگر کوئی اور شرعی وجہ ہے تو دوسری بات ہے)

گویا بلا ضرورت شرعیہ تو کسی مسلمان سے بھی بغض جائز نہیں۔ کجا کہ حضرت علیؓ سے لیکن بغض کو منافقت قرار دینا اور اسے پھر حضرت علیؓ کے ساتھ مخصوص کرنا یہ مسئلہ ضرور غور طلب ہے اور خاص طور پر جب کہ بخاری میں یہ مروی ہے۔

بغض الانصار من النفاق۔ انصار سے بغض نفاق میں داخل ہے۔

اور چونکہ فرقہ شیعہ انصار کو مسلمان بھی نہیں مانتا اس لحاظ سے اس روایت میں ترمیم ضروری تھی۔ لہذا انہوں نے ترمیم کر کے سابقہ روایت تیار کی۔

عبداللہ بن عبدالرحمان اس روایت کا راوی عبداللہ بن عبدالرحمان الانصاری ہے۔ جس کی کنیت ابو نصر ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی یہ روایت منکر ہے۔

مساور الحمیری اس عبداللہ بن عبدالرحمان نے یہ روایت مساور الحمیری سے نقل کی ہے۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس کی روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۹۵۔

جب مساور مجہول ہوا اور اس نے یہ روایت اپنی ماں کے ذریعہ نقل کی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ماں بیٹے سے بھی زیادہ مجہول ہوگی۔

حضرت علیؓ وصی رسولؐ ہیں

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ میرا وصی ہے۔ میرے راز کی جگہ ہے اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جارہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے۔ میزان ج ا ص۶۳۵

ابو عصام خالد بن عبید البصری

اس روایت کا راوی ابو عصام ہے۔ امام بخاریؒ کا قول ہے کہ اس روایت پر اعتراض ہے۔ حاکم کا بیان ہے کہ یہ حضرت انسؓ سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔

ابو عصام سے یہ روایت نقل کرنے والا علاء بن عمران ہے اور علاء سے عبداللہ بن محمود یہ دونوں مجہول ہیں۔ ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی صحیح روایت نظر نہیں آئی جو حضرت انسؓ نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہو۔ انہوں نے صحابہ میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ سے تو روایات لی ہیں ورنہ ان کی تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مروی ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً سوا دو ہزار ہے ایسی روایات جو انہوں نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہوں ان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں۔ وہ بھی شیعوں کی وضع کردہ۔ حضرت انسؓ ان افراد میں شامل ہیں جنھوں نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا کوئی ساتھ نہیں دیا۔ اور امیر معاویہؓ، یزید، عبدالملک بن مروان اور ولید کی بیعت کی اور ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید کی ماتحتی میں شریک ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی

سیوطی نے ابن عدی کے حوالے سے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ

جس تھے۔ جو حضرت علیؓ آپ کے سامنے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے علیؓ ادھر آؤ اپنی پانچ چیزوں کو میری پانچ چیزوں میں شامل کر لو۔ اور یہ فرمایا۔

اے علیؓ میں اور تو ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں اس کی جڑ ہوں تو اس کی شاخ ہے۔ حسنؓ و حسینؓ اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو شخص ان میں سے ایک شاخ تھامے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اے علیؓ اگر میری امت اتنے روزے رکھے کہ کانٹے کی طرح سوکھ جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ چکی کی کیل بن جائے لیکن وہ تجھ سے بغض رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے الٹے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ [illegible] میزان ج ۳ [illegible]

سیوطی کہتے ہیں ابن عدی نے یہ روایت نقل کر کے کہا ہے کہ اسے عثمان بن عبداللہ الشامی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ سیوطی نے ابن عدی کا مختصر تبصرہ نقل کر دیا۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اپنی ہی ایک موضوع کہانی کی تائید میں سیوطی نے یہ روایت پیش کی تھی۔ تاکہ اس کے موضوع ہونے میں شک پیدا کیا جائے اور بکثرت طرق کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا جائے۔

قابل غور بات یہ ہے۔ اس پنجتنی فارمولے میں حضرت فاطمہؓ کو داخل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ آج تک جتنے پنجتنی فارمولے عمل میں آئے ان میں چار دیوتاؤں کے ساتھ ایک دیوی بھی ضرور شامل رہیں۔ ہندوؤں کے پنجنا میں سیتا نامی دیوی موجود ہے۔ قوم نوح کے پنجتن میں سواع نامی دیوی موجود ہے۔ غالباً راوی روایت وضع کرتے وقت یہ بات بھول گیا کہ پنجتنی میں ایک دیوی کا شامل ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ لفظ پنجتن فارسی لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس سبائی فارمولے کے لیے کوئی لفظ نہیں پایا جاتا جو اس امر کی شہادت ہے کہ اس فارمولے نے ایران میں جنم لیا۔ جس طرح مشکل کشا، دستگیر، پیران پیر، غریب نواز اور داتا وغیرہ خالص فارسی الفاظ ہیں۔ یہ سب مال ایرانی فیکٹری کا تیار کردہ ہے۔ ورنہ عربی کتابیں ان ناموں سے پاک نظر آئیں گی۔

عثمان بن عبداللہ الاموی الشامی

اس کے نسب نامہ میں زبردست اختلاف ہے بہرصورت یہ اموی اور شامی ہے۔ امویوں اور

ابن نبوہ ہے جو کذاب ہے۔ اس نے دہری کی جانب غلط بات منسوب کی۔ حاکم کو شرم نہیں آتی کہ اس قسم کی بکواسات نقل کر کے انہیں بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتا ہے۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۶۔

ہمارے نزدیک اس روایت کا ایک بھی راوی ایسا نہیں جو قابل اعتماد ہو۔

اس روایت کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے نقل کرنے والا مینا ابن ابی مینا ہے۔

مینا ابن ابی مینا اس سے ہمام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حاکم نے یہ بے پرکی اڑائی کہ یہ صحابی ہے ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ ابو حاتم رازی کا یہ قول ہے کہ یہ مینا جھوٹ بولتا ہے یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین کو یہ فرماتے سنا کون مینا؟ وہ نہ تو اپنی ماں کی پیشاب گاہ چاٹتا پھرتا ہے۔ اور صحابہ کو برا کہتا ہے۔ الغرض یہ مینا کسی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں میزان ج ۴ ص ۲۳۶

مینا سے یہ داستان نقل کرنے والا ہمام الصنعانی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے کوئی روایت نہیں کرتا یہ ہمام عبد الرزاق بن ہمام کا باپ ہے۔ اور اس سے اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ عقیلی کہتے ہیں اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۳۰۲۔

عبد الرزاق ہمام سے اسے نقل کرنے والا عبد الرزاق ہے۔ یہ متقدمین محدثین کے نزدیک امام الحدیث ہے۔ لیکن آخر عمر میں اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ آخری سب حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ جب کہ محدثین کے ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ وہ رافضی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کرام کے بارے میں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی ایسی روایات قابل قبول نہیں جس سے رافضیوں کی ہمنوائی ہوتی ہو۔

عبد الرزاق سے یہ کہانی نقل کرنے والا احسن بن علی بن عیسیٰ ہے جو ابو عبد الغنی کی کنیت سے مشہور ہے۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایات بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵۔

اس قسم کی خرافات نے سنیوں کو بھی شیعہ بنا دیا۔ ہمارا سُنی بے چارہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ جب جنت پر شیعہ قبضہ جما بیٹھیں گے تو تمہارا وہاں داخلہ اسی طرح ممنوع قرار پائے گا جس طرح عید غدیر اور عید بابا شجاع میں سنیوں

کا داخلہ ممنوع ہے۔ یہ بے چارے نام نہاد سنی کدھر جائیں گے۔ سبائی راوی انہیں اپنے حصہ میں داخل نہ ہونے دے گی اور یہ خود وہاں جانے کے لئے تیار نہ ہوں گے جہاں ان کے بقول نائب رحمٰن اور نانی ہوں گے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اگر عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس قسم کی داستان سے واقف ہوتے تو مجلس شوریٰ میں حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت نہ دیتے۔ ان کا یہ عمل خود اس امر کا ثبوت ہے اور یہ داستان جھوٹی ہے۔

اس میں ایک روایت یہ بھی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن میں اور علیؓ ایک درخت سے پیدا ہوئے۔ میزان ۲ ص ۳۰۶۔

آج تک تو ہم یہ سنتے اور پڑھتے آئے تھے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

لیکن اب یہ پڑھ کر کہ یہ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنے کی فکر دامنگیر ہوتی ہے کہ ہماری پیدائش کس درخت سے ہوئی۔ آپ حضرات اس سلسلہ میں ہماری کچھ مدد فرمائیں اور اپنے متعلق بھی پتہ چلائیں۔

صباح بن یحییٰ عقیلی نے یہ داستان روایت کر کے بیان کیا ہے کہ اس کا راوی صباح بن یحییٰ ہے جو متروک ہے اور اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

حارث بن حصیرہ صباح نے یہ روایت حارث بن حصیرہ سے نقل کی ہے۔ جو غالی رافضی ہے۔ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔

جُمیع بن عفان وہ یہ روایت جمیع بن عفان سے نقل کر رہا ہے۔ اور جمیع مجہول ہے۔

سابقین تین ہیں

طبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اصل سابقین تو صرف تین ہیں۔ اول تو یوشع بن نون جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی جانب سبقت کی۔ دوسرے صاحب یٰسین جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف سابقت کی۔ تیسرے

حضرت علیؓ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سبقت کی ۔

حسین بن حسن

ناصر الدین البانی لکھتے ہیں۔ یہ روایت اگر موضوع نہیں تو شدید ضعیف ضرور ہے۔ کیونکہ حسین بن حسن الکوفی جو الاشقر کے لقب سے موسوم ہے غالی شیعہ ہے۔ بخاری نے اسے نہایت ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ عقیلی نے ضعفاء میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی کامل میں لکھتے ہیں سعدی کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اگرچہ بعض نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ جو روایات پیش کرتا ہے اس میں تمام نقائص صرف اسی کے پیدا کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے نقل کرنے والے بھی کچھ اجزاء اس میں شامل کر دیتے ہیں، اس طرح وہ روایت کئی اشخاص کی فن کاری کا نمونہ ہوتی ہے۔ بلکہ کوفہ کے بعض ضعیف راویوں کی ایک جماعت کا دستور یہ تھا کہ وہ ہر کہانی کو اس حسین کی جانب منسوب کر دیتے۔ گرچہ اس میں کچھ الفاظ حسین کے بھی ہوتے ہیں۔

حسین بن ابی السّری العسقلانی

یہ محمد بن ابی السّری کا بھائی ہے۔ ابوداؤد لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ محمد بن ابی السری جو اس کا بھائی ہے اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی حسین سے کوئی روایت نہ لکھو کیونکہ وہ کذاب ہے۔ (سچ کہا ہے کسی نے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے) میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۶

ابو عروبہ الحرانی کا بیان ہے کہ وہ میرے والد کا ماموں تھا لیکن پکا جھوٹا تھا۔ ابن عدی نے اس کے جھوٹ کے ثبوت کے لئے یہ روایت بیان کی۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں یہ روایت منکر ہے اور اسے حسین اشقر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور شیعہ ہے متروک ہے۔ یہی بات مناوی نے عقیلی سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔ ابن عیینہ سے اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن عیینہ اور ان سے پہلے لوگوں پر کھلا جھوٹ ہے۔ السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص ۳۶۱

نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ الضعفاء والمتروکین صفحہ ۲۳ دار قطنی اپنی الضعفاء والمتروکین

میں لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ہے۔ میزان ج ا ص ۱۳۵ ۔ نمبر ۳۱۵ تاریخ الکبیر ج ۲ ص ۳۹۲ ۔

حسین بن ابی السری نے یہ داستان حسین بن حسن الاشقر سے نقل کی ہے۔ ان کا حال بھی پہلے دس روایت میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حسین بن ابی السری سے یہ داستان نقل کرنے والا بھی حسین نامی ہے۔ اسے حسین بن اسحاق کہا جاتا ہے۔ یہ طبرانی کا استاد ہے۔ ان کے بارے میں تذکرے خاموش ہیں ہے اس لئے رجال شیعہ کی کتب بھی اس کے ذکر سے خاموش ہیں۔

ہم تو قرآن میں جب سورۂ طٰہٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سورت سے ہمارے سامنے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جب کوہ طور پر نبوت ملی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔

اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دیجئے۔ میرے لئے میرا کام آسان کر دیجئے۔ میری زبان کی گرہ کھول دیجئے۔ وغیرہ وغیرہ اور اس دعا میں یہ بھی ہے کہ ہارون کو میرا وزیر بنا دیجئے تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سورت طٰہٰ کے دوسرے رکوع میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ موسیٰؑ نبوت ملنے کے بعد ابھی کہیں گئے بھی نہیں۔ اس صورت میں سب سے پہلی سبقت حضرت ہارونؑ کو حاصل ہوئی۔ حضرت یوشعؑ ان دو افراد میں داخل تھے جنہیں بیت المقدس تحقیق حال کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے واپسی کے بعد صحیح صورت حال بیان کی تھی۔

اور رہ گئی یٰسین کی حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت تو تمام مفسرین اور قرآن کے مترجمین متفق ہیں کہ لفظ یٰسین حروف مقطعات میں داخل ہیں۔ اسے کسی کا نام قرار دینا اور پھر اسے عیسیٰؑ کا حواری بنانا یہ رافضی بچوں کی خود ساختہ ایجاد ہے۔ اس لفظ کا کسی نام سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً اسی لئے ہمارے علمائے اہل سنت نے اسے حضور کا نام بنا دیا۔

حتیٰ کہ ہمارے قرآن شائع کرنے والے اداروں نے جب حضورؐ کے ننانوے نام وضع کئے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ میں کوئی فرق باقی نہ رہے تو ان ننانوے ناموں میں ایک نام یہ بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت کا خانہ خالی ہو گیا۔ اب سبقت کرنے والے بجائے تین کے دو رہ گئے۔ لیکن چونکہ ہم کند ذہن واقع ہوتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ کسی چیز کی

تردید کی ضرورت نہیں۔

حضرت علیؓ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں

خطیب نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیؓ نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کی جائے گی۔ جو انھیں رسوا کرے اسے رسوا کیا جائے گا۔ تاریخ بغداد ج ۴ صفحہ ۲۱۹، المستدرک ج ۳ صفحہ ۱۲۹۔

حاکم نے اسے "المستدرک" میں روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت بل واللہ موضوع واحمد	میں کہتا ہوں بلکہ اللہ کی قسم یہ موضوع ہے،
کذاب فما اجھلک علی سعۃ	اور احمد کذاب ہے حاکم نے اپنی اس وسعت
معرفتک۔	علمی کے باوجود کتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی

یہ شخص سامرہ میں رہتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی موضوع روایات ذکر کیں۔ اس کا انتقال ۳۰۷ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۰۹

عبدالرزاق بن ہمام

یہ تمام صحاح ستہ کا راوی ہے۔ لیکن شیعہ ہے اور آخر عمر میں پاگل ہوگیا تھا شیعہ ہونے کے ناتے وہ روایات قابل قبول نہیں۔ جس سے تشیع کی تائید ہوتی ہو۔

ہم اس کی تفصیل حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم

اس کی سند کا ایک اور راوی عبداللہ بن عثمان بن خثیم المکی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی روایت نہ لیتے۔ اور نسائی کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۰

تعجب تو حاکم پر ہے کہ وہ موضوع روایت کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس لیے محدثین کا قول ہے۔

لا تغتر بتحسین الترمذی و — جس حدیث کو ترمذی حسن کہیں اور حاکم جس

لا بتصحیح الحاکم۔ — حدیث کو صحیح کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔

اس روایت کا ایک راوی شیعہ ہے ایک ضعیف اور ایک وضاع الحدیث ہے۔ پھر بھی حاکم اسے صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور حاکم نے اس قسم کی بے پناہ غلطیاں کی ہیں۔ حتیٰ کہ محمد بن جعفر کتانی نے تحریر کیا کہ مستدرک کا تہائی حصہ منکرات اور واہی روایات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں سو سے زیادہ روایات موضوع ہیں۔ الرسالۃ المستطرفہ صہ ۱۹۔

حاکم ذہبی کی نظر میں

ان کا نام محمد بن عبداللہ الضبی النیسابوری الحاکم ہے ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حافظ حدیث ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔

لیکن اپنی مستدرک میں بہت سی ساقط الاعتبار روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ حرکت اکثر کرتے رہتے ہیں۔ یہ تو میں نہیں جانتا کہ یہ بات حاکم سے مخفی رہی یا کوتاہی سے وہ جاہل رہے۔ اور اگر انہوں نے جان بوجھ کر کام کیا ہے تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر اس معاملہ میں حاکم شیعہ مشہور ہیں۔ ہاں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تبرّا نہیں کرتے حتیٰ کہ —— ابن طاہر تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری سے ابو عبداللہ حاکم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ حدیث میں تو امام ہے۔ لیکن رافضی خبیث ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ وہ رافضی تو نہیں لیکن شیعہ ضرور ہے۔

ان کی بیان کردہ بدبختیوں میں سے ایک بدبختی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے اسی طرح یہ روایت کہ علی وصی ہیں۔ بہر صورت وہ فی الذات سچے ہیں۔ اور ان کی معرفت حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۶۰۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حاکم رافضی ہے۔ اس نے المستدرک میں حدیث طیر روایت کی ہے۔

بقول ذہبی اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرترمذی اور طبرانی میں موجود ہے۔ لہٰذا فیصلہ سب کے لئے یکساں ہونا چاہیے۔

اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے

حافظ ابو بکر بن البزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ تیرے (علیؓ) علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ کیونکہ جو شخص بھی میری شرمگاہ دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں عباسؓ اور اسامہؓ مجھے پس پردہ سے پانی تھما رہے تھے۔

بزار نے جو اس کی سند پیش کی ہے۔ اس کے راوی یہ ہیں۔ محمد بن عبد الرحیم، عبد الصمد بن النعمان، کیسان ابوعمرو، یزید بن بلال، حضرت علیؓ۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بیہقی نے بھی کیسان ابوعمرو سے نقل کی ہے لیکن یہ روایت انتہا سے زیادہ غریب ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ صـ ۲۶۱

یہ روایت ابن سعد نے بھی طبقات میں عبد الصمد بن النعمان سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (علیؓ) وصیت فرمائی کہ تیرے علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ ورنہ جس شخص کی نگاہ میری شرمگاہ پر پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ فضلؓ اور اسامہؓ مجھے پردے کے پیچھے سے پانی دے رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور جب میں کسی عضو کو ہلاتا تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ مجھ میں تیس آدمیوں کی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ میں آپؐ کے غسل سے فارغ ہوا۔ طبقات ج ۴ صـ ۹۴۔

قارئین کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا۔ لیکن حضرت فضلؓ آپؐ کو کروٹیں تبدیل کرا رہے تھے۔ اور عباسؓ، اسامہؓ اور شقرانؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے پانی ڈال رہے تھے۔ اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے بجائے ان کے صاحبزادے

قتل میں شریک تھے۔
ہمیں وحیرت اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی تینوں کتابوں میں ایک ہیں۔ لیکن تینوں روایتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انھوں پر پٹی باندھنے کی کہانی بہت دلچسپ ہے کیا اچھا ہوتا کہ راوی حضرت علیؓ کے بھی یہ پٹی بندھوا دیتا۔ لہذا ہم صرف تین راویوں عبدالصمد، کیسان ابوعمرو اور یزید بن بلال پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

عبدالصمد بن النعمان

یہ بغداد کا باشندہ تھا۔ بزاز تھا۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔ یحییٰ بن معین وغیرہ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ دارقطنی اور نسائی کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۶۲۱۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابراہیم الجنید کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ عجلی کہتے ہیں ثقہ ہے لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۲۳

کیسان ابوعمرو

اسے قصار بھی کہا جاتا ہے۔ یزید بن بلال سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے۔

اس سے عبداللہ بن النعمان، محمد بن ربیع اور عبیداللہ بن موسیٰ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس راوی پر اعتراض ہے۔ اور اس کی یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۱۶۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ اس کیسان ابوعمرو نے یزید بن بلال سے روایت نقل کی ہیں۔ جو اس کا مالک تھا۔ اس سے متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ضعیف الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۷ صفحہ ۱۶۶

یزید بن بلال

کہا جاتا ہے کہ یہ اصحاب علیؓ میں داخل ہے۔ اور محدثین تمام اصحاب علیؓ کو کذاب سمجھتے ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ یزید بن بلال بن الحارث الفزاری حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اس سے کیسان ابوعمرو کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی۔ مجھ سے

میرے والد نے اتنی ہی بات بیان فرمائی ۔ الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۲۵۴ ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یزید بن بلال نے جو حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے۔ اس پر اعتراض ہے۔ اس سے کیسان ابو عمرو البجری روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں

گویا اس کا اتا پتہ معلوم کرنے کے لیے عراق کے کنوؤں میں کانٹے ڈالنے پڑیں گے۔

اس مضمون کی ایک روایت ابن عباسؓ کی جانب بھی منسوب کی جاتی ہے۔ جو انتہائی مختصر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے۔

یہ روایت ان روایات میں داخل ہے جن کے ذریعہ حضرت علیؓ کا وصی ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

زرارہ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کا راوی زرارہ بن اعین الکوفی ہے جو کٹر رافضی ہے۔

نہ صرف رافضی بلکہ فقہ جعفریہ کے چار ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہمارا امام یعنی جناب جعفر جھوٹا ہے۔ اور امام کا دعویٰ یہ تھا کہ زرارہ جھوٹا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے ایک فرقہ کی بنیاد رکھی ۔ جس کا نام زراریہ تھا۔ اور بقول اس کے جعفر نے امامت اسے منتقل کر دی تھی۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعید بن منصور نے ابن السماک سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا۔ قادسیہ کے مقام پر میری ملاقات اس زرارہ بن اعین سے ہوئی۔ مجھ سے بولا کہ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے وہ یہ کہ اگر مدینہ میں تمہاری ملاقات جعفر بن محمد سے ہو تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے میرے بارے میں پوچھنا کہ میں جنتی ہوں یا دوزخی۔ میں نے یہ سنکر انکار کر دیا۔ اس نے کہا وہ یہ بات جانتے ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی، تم سوال ضرور کرنا ۔ حتیٰ کہ اس نے اتنا اصرار کیا کہ میں نے مجبور ہو کر اقرار کر لیا۔

جب میری جعفر سے ملاقات ہوئی تو میں نے زرارہ کا قول نقل کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخی ہے۔ ابن السماکؒ کا بیان ہے کہ اس بات سے میرے دل میں کچھ شک پیدا ہوا۔ میں نے سوال کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ دوزخی ہے۔ انہوں نے جواب دیا جو میرے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں عالم الغیب ہوں۔ وہ دوزخی ہے۔

جب میں واپس آیا تو میں نے زرارہ سے ان کا قول بیان کیا۔ اس نے کہا انہوں نے میرے سامنے جراب کو والی بات نہ کہی۔ میں نے سوال کیا یہ جراب نورہ کیا بلا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ انہوں نے تیرے ساتھ تقیہ کر لیا ہوگا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن ابی حاتم نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ اس نے باقر سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اس نے باقر کو دیکھا تک بھی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۶۹

اس کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ روایت ابوجعفر الباقر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ باقر نے حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔

الغرض اس روایت کا یہ حال ہے کہ سر ڈھکا تو پاؤں ننگے اور پاؤں ڈھکو تو سر ننگا۔ لیکن امت سبائیہ کا عقیدہ یہی ہے۔ اگر آپ حضرات کو یقین نہیں آتا تو ملا باقر مجلسی کی زبانی نئے نئے انکشافات سن لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت رسول خدا سے پوچھا کہ آپ کو آپ کے انتقال کے بعد کون غسل دے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہر پیغمبر کو اس کا وصی غسل دیتا ہے۔ میں نے پوچھا حضرت آپ کا وصی کون ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا وصی علیؓ ہے۔ میں نے پوچھا علیؓ آپ کے بعد کتنے سال زندہ رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا تیس سال۔ جس طرح یوشعؑ بن نون وصی موسیٰؑ بعد موسیٰؑ کے تیس سال زندہ رہے اور صفورا دختر شعیب کہ زوجہ موسیٰؑ تھی یوشعؑ پر خروج کیا اور کہا میں تم سے زیادہ مستحق خلافت موسیٰؑ ہوں۔ یوشعؑ نے اس سے مقابلہ کیا اور قید کر لیا۔ بعد قید کرنے کے اس نے اس کی عزت کی۔

اسی طرح میری زوجہ عائشہؓ دختر ابی بکر ہمراہ چند ہزار نامرد جو میری امت سے ہوں گے علیؓ پر خروج کرے گی۔ اور علیؓ اکثر مردان لشکر عائشہؓ کو قتل اور عائشہؓ کو اسیر کرے گا اور پھر اس پر احسان کرے گا۔

کلینی و صفار و شیخ طوسی و ابن بابویہ و قطب راوندی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر جناب امیر المومنین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا اے علیؓ جب میں انتقال کر جاؤں۔ چھ مشک پانی چاہ غرس سے کھینچ کر مجھے اچھی طرح اس سے غسل دینا اور

کفن و حنوط کرنا اور جب غسل و کفن و حنوط سے فارغ ہونا میرا گریبان کفن پکڑنا اور مجھے بٹھانا اور جو کچھ جی چاہے مجھ سے پوچھنا۔ جو پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ چنانچہ جناب امیر نے ایسا ہی کیا اور فرمایا۔ اس وقت بھی حضور نے ہزار باب مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے۔

اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب امیر المومنین نے فرمایا حضور نے جو قیامت تک گزرے گا اس کی مجھے خبر دی۔ بس کوئی گروہ مردم نہیں مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ ان سے راہ حق پر کون ہے۔ اور گمراہ کون ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے جو فرمایا جناب امیر نے سب کچھ اسی وقت لکھ لیا۔ اور شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسول نے جناب امیر سے فرمایا۔ اے علی! جب میں انتقال کر جاؤں مجھے غسل اس طرح دینا کہ بغیر تمہارے کوئی میری شرمگاہ نہ دیکھ سکے۔ اس لئے کہ جو دیکھے گا اندھا ہو جائے گا۔ جناب امیر نے عرض کی یا حضرت میں تنہا غسل کیسے دے سکوں گا۔ بغیر اس کے چارہ نہیں کہ دوسرا شخص بھی ہو۔ حضرت نے فرمایا بوقت غسل جبرئیل تمہارے معین ہوں گے۔ اور فضل بن عباس کو حکم دو کہ وہ تم کو پانی دے مگر کہہ دو کہ پٹی آنکھوں پر باندھ لے اس لئے کہ اگر اس کی نظر میری شرمگاہ پر پڑے گی تو وہ اندھا ہو جائے گا۔ جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۸۰

قارئین کرام! آپ حضرات کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس کہانی میں کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں۔ اسے مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کے علاوہ اگر آنکھوں پر پٹی باندھے بغیر کوئی غسل دے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ علم غیب کے انکشافات کسی غیر کی موجودگی میں نہیں ہو سکتے اس کے لئے پردہ پوشی ضروری چیز ہے۔

۲۔ صحابہ پر جا و بیجا تبرا کرنا لازمہ سبائیت ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ کو برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی جائے۔

۳۔ انبیاء مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں اور اپنے اولیا کو تعلیم دیتے رہتے ہیں۔

۴۔ ائمہ و اولیاء عالم ماکان و مایکون ہوتے ہیں۔ قیامت تک کے پیش آنے والے تمام امور سے انہیں واقفیت ہوتی ہے۔

۵۔ انبیاء و اولیاء مرنے کے بعد بھی دوسروں کو فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔

۶۔ کشف قبور برحق ہے۔

۷۔ علم سینہ بسینہ مرنے کے بعد بھی روح سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے انہیں قید کیا اور احسان کر کے چھوڑ دیا۔

تبصرہ: یہ شیعوں کے وہ عقائد ہیں جو صوفیا کے ذریعہ شیعوں نے ہم میں پھیلائے اور تمام سنی اب ان امراض میں مبتلا ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم سنی ہیں۔ یہ وہ عقائد ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ اگر ہمیں فی الواقع سنی بننا ہے تو تصوف کے ان عقائد کو ختم کرنا ہوگا۔ ورنہ جب تک ہم تصوف کے غلام رہیں گے اس وقت تک ہم ہرگز سنی نہیں بن سکتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے

موسیٰ بن جعفر اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے ناقل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریاؑ اور علیؓ بن ابی طالب ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے۔

محمد بن خلف یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اور اس روایت میں وضع حدیث کا الزام مروزی کے سر ہے۔ یعنی محمد بن خلف المروزی جو یہ روایت موسیٰ بن ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ محمد ابن خلف المروزی کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ مروزی متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ایک مُغَفَّلْ انسان تھا۔ اسے جو بات بتائی جاتی وہی کہنا شروع کر دیتا۔ اس لئے یہ قابل ترک قرار پایا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۳۹

ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔ محمد بن خلف المروزی کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ ابن

جوزی نے الموضوعات میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵
ہماری سمجھ میں صرف اتنی بات آتی ہے کہ حضورؐ ایک انسان تھے اور انسان ہونے کے ناتے ان کی تخلیق
بھی مٹی سے ہوئی تھی۔ اب آپؐ کونسی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں آپ لوگ لڑتے رہیئے کیونکہ سبائیہ کے
نزدیک حضورؐ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حضرت علیؓ حضورؐ کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن علیؓ اعلیٰ
ہونے کے باعث حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ لیکن امیر معاویہؓ نے اس علیؓ اعلیٰ سے کوفہ
کے علاوہ تمام علاقہ چھین لیا۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمروؓ بن العاص نے حکم ہونے کی حیثیت سے انہیں خلافت
سے معطل کر دیا۔ اور اس طرح ۳۷ھ سے ۴۰ھ تک امیر کوفہ کی حیثیت سے برسر اقتدار رہے۔
اگر حضرت علیؓ کو بلا اتفاق صحابہ خلیفہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اس وقت تک زبردستی خلافت پر
متمکن رہے جبتک ہر دو جانب کے حکمین نے انہیں خلافت سے دستبردار نہیں کر دیا۔

علیؓ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے سات سال
تک حضرت علیؓ پر درود پڑھتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ساتھ علیؓ کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھی تھی
یہ روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ ہیں۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتے مجھ پر اور علیؓ ابن ابی طالب
پر سات سال تک درود پڑھتے رہے لیکن یہ درود آسمانوں پر نہیں چڑھا۔ اور میرے اور علیؓ کے علاوہ زمین سے
آسمان تک کسی کی اس امر کی شہادت کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں سوائے میرے اور علیؓ کے کسی کی بلند
نہیں ہوتی۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا ہوئی تو حضرت علیؓ کی کیا عمر
تھی۔ کوئی کہتا کہ پانچ سال تھی۔ کوئی سات، کوئی نو، کوئی گیارہ اور کوئی تیرہ سال بیان کرتا ہے۔
اگر فرض کر دوں ان کی عمر سات سال تھی تو چودہ سال کی عمر تک ان کے اور حضور کے علاوہ کسی کا درود

آسمانوں پر نہیں پہنچا تو ہم اس صورتحال کو اس طرح قبول کریں گے کہ نبی کا درود نبوت کے باعث بلند ہوتا رہا۔ پھر حضرت علیؓ کا معاملہ تو ان کا درود اس لیے اوپر چڑھتا رہا کہ وہ بچہ تھے اور باقی چونکہ عمر رسیدہ تھے۔ لہذا ان کا درود اس لئے اوپر نہیں چڑھ سکا۔ حضرت خدیجہؓ بھی اگر چہ بڑی عمر کی عورت نہ تھیں بلکہ وہ بھی بچی ہوتیں تو شاید ان کا درود بھی اوپر چڑھ جاتا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت میں محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع ہے۔

محمد بن عبیداللہ

محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۲

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع المدنی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ اس سے مندل اور علی ہاشم حدیث روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ردی قسم کا آدمی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا۔

طبرانی نے اس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اول جو شخص جنت میں داخل ہوں گے ان میں میں اور تم اور حسن و حسین ہوں گے اور ہمارے پیچھے ہماری اولاد ہوگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گے۔ رہ گئی دوسری روایت تو اس کا راوی عباد بن عبد الصمد ہے۔

عباد بن عبد الصمد

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عباد غالی قسم کا شیعہ ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کی عام روایات منکر ہیں۔ اور اس کی عام روایات حضرت علیؓ کے فضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ یہ روایت حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔ جو انشاء اللہ آگے پیش کی جائے گی۔

حضرت علیؓ نے اس امت سے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی

حبہ بن جوین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت اللہ کی عبادت کی تھی۔ جب اس امت کے کسی فرد نے یہ عبادت نہ کی تھی۔ اور تقریباً یہ عبادت پانچ یا سات سال جاری رہی۔

یہ عبادت اسی قسم کی ہوئی جیسے ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں تحریر کیا ہے۔ کہ جب فاطمہ بنت اسد حضرت علیؓ کو پیدائش کے بعد لے کر نکلیں اور گھر پہونچیں تو حضور کی انگلیاں چوسیں اور حضرت علیؓ اس طرح علم کے سمندر چوستے رہے اور تیسرے روز حضرت علیؓ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت نہ ملی تھی لیکن سورۃ مومنون میں مومنین (شیعہ) کا ذکر ہے اس لئے یہ آیات حضرت علیؓ پر پیدائش کے تیسرے روز نازل ہو گئی تھیں۔

یہ روایات اسی وقت عقل میں آسکتی ہیں جب آپ بخاری کے بجائے جلاء العیون پر ایمان لائیں۔ ورنہ تشیع نام ہے۔ اس امر کا کہ ہر خلاف عقل بات پر ایمان لے آؤ۔ اور سبحان اللہ کے نعرے بلند کرو۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے نام سے وضع کی گئی۔ اسکا پہلا راوی جو اسے حضرت علیؓ سے نقل کر رہا ہے اس کا نام حبۃ بن جُوَین ہے۔

حبۃ بن جُوَین ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت حضرت علیؓ کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ جہاں تک حبہ کا تعلق ہے۔ تو وہ ایک حبہ برابر نہیں کیونکہ وہ کذاب ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ غیر ثقہ ہے۔ ابن حبّان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے اور

حدیث میں واہی ہے۔

اجلح امام احمد فرماتے ہیں اس نے کئی منکر روایات نقل کیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اجلح تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا کہہ رہا ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت ان احادیث کے خلاف ہیں جو حضرت ابوبکر، حضرت خدیجہ اور حضرت زید بن حارثہ کے تقدم اسلام کے بارے میں مروی ہیں۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ سات سال تک عبادت کرتے رہے ہیں اور کسی نے یہ کام نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چالیسواں تھا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۴۲

امام ابن الجوزی شیعوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ ورنہ بات مومنین کی ہو رہی ہے منافقین کی نہیں ہو رہی حتی کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو صرف پانچ افراد اسلام لائے تھے۔ باقی سب منافق تھے۔ اور ان پانچوں افراد میں حسن و حسین اور فاطمہ بھی داخل نہ تھیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان افراد کو کیسے داخل کیا گیا۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں یہ حبۃ بن جوین عبد عرینہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق غالی شیعوں سے ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں اسی بدری تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ محال ہے۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اس سے سلمۃ بن کہیل اور حکم اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحیی بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ اور ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ میں نے اس حبہ کو دیکھا ہے۔ اس کی زبان پر سبحان اللہ اور الحمد للہ جاری رہتا۔ بجز اس کے وہ نماز پڑھتا یا حدیث بیان کرتا۔ ۹۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس حبہ سے یہ کہانی اجلح بن عبداللہ ابوحجیۃ الکندی الکوفی نے نقل کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ قطر کے قریب ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے بری رائے رکھتا تھا۔ قطان کہتے ہیں میرے دل میں اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں شیعہ ہے سچا ہے۔ لیکن

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ انجلنغ افترا باز ہے ۔ ۲۱۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ا

اے علیؓ! اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ! اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ مسند احمد بن حنبل ج ا ص۸۷۔

اور چونکہ حضرت علیؓ حضورؐ کی وفات کے بعد خلیفہ نہ بن سکے۔ لہذا اہل نجران جوں کے توں اپنی جگہ برقرار رہے حالانکہ اہل نجران نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرلی تھی۔ اس کے باوجود حضورؐ نے انہیں نکال دینے کا حکم دیا۔ لیکن صورت حال کچھ اس طرح پیش آئی کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہی نہ بن سکے۔ نتیجۃً اہل نجران بھی اپنی جگہ برقرار رہ گئے۔ ورنہ شاید حضرت علیؓ کو اہل نجران سے جنگ کی ضرورت پیش آتی۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے۔ تو ماشاء اللہ اس روایت کا کوئی راوی بھی ایسا نہیں جو قابلِ اطمینان ہو۔ سب سے اول راوی جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں۔ ان کا نام خلف ہے۔

خلف ۔ یہ خلفُ بن ایوب العامری البلخی ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اس خلف نے عوف اعرابی معمر اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے امام احمدؒ ابوکریب اور ایک بڑی مخلوق نے روایات نقل کی ہیں۔

ابوحاتمؒ کا بیان ہے کہ اس سے روایات نقل کی جاتی ہیں۔ ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا مرجئی تھا۔ اور ان لوگوں کا کٹر دشمن تھا جو سنت سے اعراض کریں۔ اسی دشمنی کے باعث اس کی حدیث سے احتراز کیا گیا۔

معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ صاحب علم و عمل تھا۔ بہت اللہ اللہ کرتا تھا۔ بادشاہ بلخ نے ان کی زیارت کی تھی۔ لیکن پھر ان سے اعراض کرلیا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ عوف اعرابی اور قیس سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ امام

احمد کا یہ قول عقیلی نے بیان کیا ہے۔ اور اتفاق سے یہ روایت بھی اسی نے قیس سے نقل کی ہے۔ گویا کہ یہ روایت امام احمد کے نزدیک خور قابل وثوق نہیں۔ خود امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ اس خلف کو قابل اعتبار تصور نہ کرتے۔

اس خلف کی ایک روایت جامع ترمذی میں بایں الفاظ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک اچھے اخلاق اور دوسری دین کی سمجھ۔ ترمذی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ روایت غریب ہے۔ ہم خلف کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں جانتے جس نے یہ روایت بیان کی ہو اور ہم کریب کے علاوہ کسی ایسے شخص سے بھی واقف نہیں جس نے اس خلف سے روایت نقل کی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسا شخص تھا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۲۰۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۱ صد ۲۵۹۔

خلف نے یہ روایت قیس بن الربیع سے نقل کی ہے۔

قیس بن الربیع

یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کا شمار علماء میں ہوتا ہے۔ اگرچہ بذات خود سچا ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔

عفان کا بیان ہے کہ میں لوگوں سے قیس کا ذکر سنتا رہتا اور مجھے کچھ بھی سمجھ نہ آتا۔ ہم کوفہ آیا۔ اس کے پاس آکر بیٹھا۔ تو دیکھا کہ اس کا بیٹا اسے روایت میں الفاظ تلقین کر رہا ہے۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ اس کا بیٹا ایک آفت تھا۔ محدثین نے اس کی کتابوں پر نظر ڈالی اور انھوں نے اس کی حدیث کا انکار کر دیا۔ ان کا گمان تھا۔ کہ اس کی روایات میں تبدیلی اس کے بیٹے نے کی ہے۔

محمد بن عبید الطنافسی کا بیان ہے کہ اس قیس بن الربیع کو خلیفہ ابوجعفر المنصور نے مدائن کا گورنر بنایا۔ وہ اپنی گورنری کے زمانہ میں عورتوں کی چھاتیوں سے چپٹا رہتا اور ان پر بھڑیں چھوڑتا رہتا۔ علم میں یہ سفیان ثوری سے کم نہ تھا۔ لیکن جب یہ گورنر بنا تو اس نے ایک شخص پر حد جاری کی۔ جس سے اس کی موت واقع

ہوگئی۔ وہیں سے اس کا نام بدنام ہوگیا۔

محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ شعبہ اور سفیان اس قیس کی حدیث بیش کرتے لیکن یحییٰ القطان اور عبد الرحمٰن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ عبد الرحمان شروع میں تو اس کی روایت لیتے لیکن بعد میں اس کی روایات لینی چھوڑ دیں۔

ابو النضر نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ قیس نے ایک بار میرے سامنے ابو حصین کی حدیث بیان کی جسے سن کر میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ کاش مکان کی چھت ہم پر گر پڑے تاکہ میں اس کے نیچے دب کر مر جاؤں اور (اس قسم کی بکواس سننے سے بچ جاؤں)

ابو حصین کی روایت ہے کہ اس ابو حصین نے یحییٰ بن آبان سے نقل کی ہے۔ اور وہ ابن عمر سے نقل کرتا ہے کہ حسن و حسین کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبریل کے بازو کے پر بندھے تھے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ اسے کُدیمی نے بھی خلّاد سے نقل کیا ہے اور اسی خلاد سے قیس نے۔

ابو الحسن بن القطان کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک اسی طرح ضعیف ہے۔ جیسے ابن ابی لیلیٰ اور شریک۔ اور یہ کمزوری قضا ملنے کے بعد پیدا ہوئی۔

محمد بن عبید کا بیان ہے کہ قاضی بننے کے بعد بھی یہ ہمیشہ درست رہا۔ لیکن ایک شخص کو قتل کر بیٹھا وہاں سے حالات خراب ہوگئے۔

ساجی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اس کا بیٹا مسعر اور سفیان متقدمین کی احادیث لیتا اور اپنے باپ کی روایت میں داخل کر دیتا۔ اور ابا جان کو خبر بھی نہ ہوتی۔

اس قیس نے یہ روایت اشعث بن سوار الکوفی سے نقل کی ہے۔

اَشعث بن سَوّار

دارقطنی کا بیان ہے یہ اشعث ضعیف ہے۔ متروک ہے۔ اس نے شریک ہشیم اور لیث بن سعد سے روایات لی ہیں۔ الضعفاء والمتروکین دارقطنی صہ ۶۶۔

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

اشعث بن سوار الکندی النجار الافرق الاثرم ۔ یہ تابوت تیار کرتا تھا۔ اہواز کا قاضی تھا۔ ضعیف ہے۔ چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے مسلم ۔ ترمذی نسائی ۔ ابن ماجہ اور بخاری نے ادب المفرد میں روایت نقل کی ہے تقریب التہذیب ص۳۱

حافظ ابن حجر چھٹے طبقہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

چھٹے طبقہ سے ہماری مراد وہ حضرات ہوتے ہیں جن کی روایات بہت کم ہوتی ہیں۔ اور جن کے بارے میں ثابت نہیں ہوتا کہ محدثین نے ان کی روایات کس لئے ترک کی ہیں۔ اور ہم ایسے حضرات کے لئے اگر ان کا ساتھ دینے والا موجود ہو تو ان کو مقبول کہتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو تو مجہول الحال کہتے ہیں۔ تقریب التہذیب ص۱

نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں ۔

اشعث بن سوار الکندی الکوفی ضعیف ہے ص۱۵ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں ۔

یہ اشعث بن سوار قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ تابوت بنایا کرتا تھا کا قاضی رہا ہے۔ یہ بنو ثقیف کا غلام تھا۔ اہواز کا بھی قاضی رہا ہے۔ اس سے مسلم ۔ ترمذی ۔ نسائی او ابن ماجہ نے روایات لی ہیں ۔

مسلم نے اس کی روایات متابعت میں نقل کی ہیں۔ کیونکہ اس اشعث کے اساتذہ بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ۔

ثوری کہتے ہیں یہ اشعث مجالد سے بہتر ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے۔ میرے نزدیک یہ ابن اسحاق سے کم ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کمزور ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے۔ کہ اشعث بن سوار الکوفی ثقہ ہے۔ لیکن عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ ضعیف ہے ۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ محمد بن سالم سے بہتر ہے۔ محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمان کو کبھی اس اشعث بن سوار کی روایت بیان کرتے نہیں دیکھا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اشعث غلطیاں بہت کرتا۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا۔ دارقطنی لکھتے ہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔

فلاس کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۳۔

اس کا ایک اور راوی عدی بن ثابت ہے۔

عدیؓ بن ثابت: اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یہ شیعوں کا عالم ہے۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام ہے۔ اور اگر تمام شیعہ ایسے بن جاتے تو ان کا شر کچھ کم ہوتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے کوئی شیعہ ایسا نہیں دیکھا جو عدی سے زیادہ صحیح بات کہتا ہو۔ اسے امام احمد عجلی اور نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں غالی قسم کا شیعہ ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ رافضی ہے اور انتہائی غالی۔ اگرچہ ثقہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے میزان ج ۲ ص ۱۹۱

یعنی اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں جو قابل اطمینان ہو اور ان میں سے بعض راویوں کو خود امام احمد بن حنبلؒ نے نا قابل قبول قرار دیا ہے۔ لہذا یہ روایت خود امام احمد کے نزدیک نا قابل قبول ہے۔

پھر اہل نجران کا جزیرۃ العرب سے نکالا جانا اس پر موقوف ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ اول بنتے اور جب وہ خلیفہ اول نہ بنے تو وہ اپنی جگہ برقرار رہے کہیں ایسا معاملہ تو نہیں کہ واقعہ مباہلہ جو شیعہ نوازی میں کچھ کا کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کچھ بھی حقیقت نہ ہو۔ اسی لئے اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکالا جانا ہو تاکہ اصلیت پر پردہ پڑا رہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

چونکہ اس روایت کے متعدد راوی مجروح تھے۔ اس لئے ہم نے ایک راوی ابوظبیان کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے صحابہ کرام یا عبداللہؓ بن مسعود کے شاگرد حدیث

روایت کریں تو وہ روایت قابل قبول ہوگی اور اگر حضرت علیؓ کے ساتھی روایت کریں تو وہ سبھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ امام محمد بن سیرین کا قول ہے۔

ان اصحاب علی کلھم کذابون — علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

یہ ابوظبیان حضرت علیؓ کا ساتھی ہے۔ لہٰذا یہ روایت تو قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

اس روایت کے پانچ راوی ہیں اور پانچوں بدعقیدہ اصحاب ہیں۔ حتیٰ کہ خود امام احمد کے نزدیک اس روایت کے بعض رواۃ ناقابل قبول ہیں۔

جنگ صفین میں سترؓ بدری موجود تھے

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں سترؓ بدری شریک ہوئے۔

ابراہیم بن عثمان

اس کا راوی ابراہیم بن عثمان الوشید العبسی الکوفی ہے۔ یہ واسط کا قاضی تھا۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ کا دادا تھا۔ اس نے یہ روایت حکم سے اور انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔

شعبہ کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ ابراہیم بن عثمان جھوٹا ہے میں نے خود حکم سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی ہم نے تو اہل بدر میں سے خزیمہ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو جنگ صفین میں موجود ہو۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ اور عمارؓ موجود تھے۔ امام ذہبی نے بظاہر تو شعبہ کا رد کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو تین افراد کی شرکت سے سترؓ کی شرکت ثابت نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ صفین حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی۔ لہٰذا حضرت علیؓ کی شرکت تو ایک جزو لاینفک ہے۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ کو جنگ صفین سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر تو یہ ثابت ہوگا کہ چند باغی امیر معاویہؓ کے خلاف کھڑے ہوگئے تھے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ

کی شرکت تو لازمی تھی۔ رہی عمارؓ کی شرکت وہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اور بقول شعبہ وحکم کے علاوہ صرف حضرت خزیمہؓ جنگ صفین میں موجود تھے۔ جن کا شمار اہل بدر میں ہوتا تھا۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے یہ خزیمہؓ جو جنگ صفین میں شریک تھے وہ واقعتاً بدری تھے۔ یا انہیں صرف اس لیئے بدری کہا گیا ہے کہ انہوں نے مقام بدر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اس لحاظ سے انہیں بدری کہتے ہیں۔ بات خواہ کچھ بھی ہو لیکن جنگ صفین میں ستر بدری ہرگز شریک نہ تھے۔ کھینچ تان کر آپ انہیں تین تک لا سکتے ہیں۔ اور شعبہ امام مالکؒ کے ہم عصر ہیں اور تشیع میں بھی مبتلا ہیں۔ جب ان کے زمانہ تک جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے علاوہ ایک بدری موجود تھا تو شعبہ کے بعد اور کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گئے۔ امام محمد بن سیرین جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہے۔ اور جن کے رُوبرو یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ وہ فرماتے ہیں۔

هاجت الفتنة واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرات الوف فلم يحضرها منهم مائة بل لم يبلغوا ثلاثين۔

فتن اسی طرح آگے بڑھتا رہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تیس ہزار اور نوے ہزار کے درمیان تھے۔ اور ان جنگوں میں سو صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ شریک ہونے والوں کی تعداد تیس تک بھی نہیں پہنچی۔

امام ابن تیمیہؒ اس کی سند نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هذا الاسناد اصح اسناد على وجه الارض۔

یہ سند روئے زمین پر صحیح ترین سند ہے۔

(منہاج السنۃ ج ۳ ص ۸۶)

اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ صحابہؓ کی تعداد اس وقت کسی صورت میں تیس ہزار سے کم نہ تھی۔ بلکہ وہ تقریباً نوے ہزار کے قریب تھے۔ تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان تمام جنگوں میں اصل تقابل ان لوگوں کا تھا جو صحابی نہ تھے۔ صحابہ کرام تو بمشکل چند ہی شریک ہوئے اور ان کے نام کو اتنا اچھالا گیا ہے کہ پوری تاریخ اس میں دب کر رہ گئی ہے اور صحابہ کرام نے علیحدہ بیٹھ کر ان سب چیزوں کا نظارہ

کیا۔ صرف اس تخیل کے تحت کہ شاید کہ کسی وقت یہ فتنہ ختم ہو اور امت ایک جگہ متحد ہو۔ اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ تمام امت ایک امام پر جمع ہو گئی اور حضرت حسنؓ نے صلح کر کے امیر معاویہؓ کا ہاتھ تھام لیا۔ تو تمام صحابہ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی اور اس سال کا نام ان کے اتفاق پر عام الجماعت (جماعت کا سال) قرار پایا۔

حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس ابھی اس دروازے سے امیر المومنین، سید المسلمین، قائد الغر المحجلین اور خاتم الوصیین داخل ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

امام ذہبی نے میزان میں پوری کہانی نقل نہیں فرمائی۔ کاش وہ پوراشہ پارہ پیش فرما دیتے۔ غالباً ان کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ نتیجۃً انہوں نے روایت کے ابتدائی الفاظ نقل کئے ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابراہیم بن محمد ۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی ابراہیم بن محمد بن میمون ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اس نے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ا ص۶۱

حافظ ابن حجر نے بھی اس ابراہیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی کردار جو روایت پیش کرنے کے لئے وضع کر لیا گیا ہے۔

اتفاق سے اس روایت کی سند میں جتنے راوی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا مجہول۔ اور کسی ایک راوی کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قابل اعتبار ہے۔

قاسم بن جندب: ۔ اسے حضرت انسؓ سے نقل کرنے والا قاسم بن جندب ہے۔ جو قطعاً مجہول شخص ہے۔

حارث بن حصیرہ: ۔ قاسم سے یہ کہانی نقل کرنے والا حارثؒ بن حصیرہ ہے۔ جو قبیلہ ازد سے تعلق

رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ خشبی ہے۔

خَشَبِیَہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسین کی پھانسی کے بعد لکڑیاں لے کر مرنے کے لئے نکلا تھا اور ناکامی کے بعد اس لکڑی کو پوجنا شروع کر دیا۔ جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔ اس فرقہ کو خَشَبِیَہ کہا جاتا ہے۔

ابو احمد الزُّبَیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا یعنی حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے۔ وہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اب جب سے ہم پر بادلوں کی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے تو ہماری یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ اس گرج اور چمک کی حقیقت کیا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اور کوفہ کے ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے کوفہ میں تشیع کی وبا پھیلائی ہے۔ زُنَیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا۔ کیا تم نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، میرے زمانہ میں وہ بہت بوڑھا تھا، اور ایک بڑی بات پر اصرار کیا کرتا تھا۔ یعنی رجعت پر۔ میزان ج ۱ صہ ۴۳۲۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔ اَلضُّعَفَاءُ وَالْمَتْرُوکِیْن صہ ۷۶

اس حارث سے نقل کرنے والا الاعلیٰ بن عابس الْاَزْرَقِ الْاَسَدِیُّ الْکُوْفِی ہے

علی بن عابس۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ جُوزجانی، نَسَائی اور ازدی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے۔ اسی باعث اسے ترک کر دیا گیا۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ تو آپ نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ باطل ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کو فدک عطا فرما دیتے تو پھر وہ کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ میزان ج ۳ صہ ۱۳۴

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

اس کا آخری راوی جو اسے ابراہیم بن محمد بن میمون سے نقل کر رہا ہے۔ وہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ جو عثمان بن ابی شیبہ کا بیٹا ہے جن کی اور جن کے بھائی کی مُصَنَّف محدثین کے یہاں مشہور ہے۔

یہ شخص حافظ الحدیث سمجھا جاتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ لیکن عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ مُطَیَّن کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی طرح ہے جو ہر چیز کو نگل لیتا ہے۔ برقانی کا بیان ہے کہ میں نے محدثین کو ہمیشہ اس پر اعتراض کرتے دیکھا ہے۔

ابن عُقدہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اسامۃ الکلبی۔ ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۴۳۔

رافضیوں کو قتل کر دو

حضرت فاطمہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا یہ جنت میں جائے گا۔ اور اس کے شیعوں میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی جو اسلام کا اظہار کرے گی جن کو روافض کہا جائے گا۔ انہیں تم جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۱

اس کا راوی تلید بن سلیمان الکوفی ہے۔ اور یہ روایت اس کی منکرات میں شمار ہوتی ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

یحییٰ بن معین کا ارشاد ہے یہ کذاب ہے۔ حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر حضرت عثمانؓ کو گالیاں دینے لگا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں کسی فرد کا ادھر سے گزر ہوا تھا۔ اس نے یہ گالیاں سن کر ایک تیر کھینچ مارا۔ یہ کوٹھے سے نیچے گرا۔ اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ خبیث ہے۔ نسائی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ا ص ۳۵۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۶۔

ابوالجحاف تلید نے اس روایت کو ابوالجحاف سے نقل کیا ہے۔ جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اولاد علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۔

امام ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت تلید بن سلیمان کی وضع کردہ ہے۔

میرے نزدیک اس میں ایک عیب اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ زینب بنت علی نے یہ روایت فاطمہؓ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ڈیڑھ دو سال تھی۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے حدیث کب سنی اور کیسے سنی؟ یہ روایت ہر صورت میں منقطع ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ زینب پہلے پیدا ہوئی ہوں اور ان کی پیدائش پر اسی طرح پردہ ڈالا گیا ہو جس طرح ان کی وفات پر پردہ ڈالا گیا ہے۔

میں معاویہؓ کے ساتھ حساب کیلئے رکوں گا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے اول جنت میں ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب دینے کے لئے رکا ہوں گا۔

حضرت علیؓ سے اسے نقل کرنے والا اصبغ ہے۔ لیکن یہ وہ اصبغ بن نباتہ نہیں۔ بلکہ یہ اصبغ ابوبکر الشیبانی ہے۔ یہ سُدّی کا شاگرد اور تبع تابعین کے بعد ہے جب کہ پہلا اصبغ تابعی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔

اصبغ نے اسے سُدّی سے نقل کیا ہے۔ اور سُدّی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔ ہر دو کا حال پہلے عرض کیا جا چکا۔ اور دونوں رافضی ہیں۔ باقی اس روایت میں ہم نے جو اعتراضات کئے

ہیں۔ اصولی طور پر تو ان اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ایسا ہونا بعید نہیں۔ اس لئے کہ ایک شخص سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؓ پر جھوٹ باندھے گا، خلاف عقل ہے۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ نے اپنا کچھ عندیہ ظاہر فرمایا ہو۔ اس صورت میں یہ حضرت علیؓ کا اپنا تخیل ہو گا۔ ممکن ہے کہ قیامت کے روز ہر دو کا حساب ہو یا دونوں معاف کر دئیے جائیں۔

تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا بیان ہے کہ ہمیں تین قسم کے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ ناکثین، قاسطین۔ اور مارقین۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کن لوگوں سے مل کر جنگ کریں۔ ارشاد فرمایا علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ مل کر۔ میزان ج ۱ صفحہ ۲۷۱

اصبغ بن نباتہ

اس روایت کا راوی اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی الکوفی ہے۔ جو حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کا شاگرد ہے۔ اور اصحاب علیؓ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

قاری ابوبکر بن عیاش کوفی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت جھوٹی ہوتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ (بجائے مہدی کے)

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حب علیؓ میں مبتلا ہو کر دل کھول کر جھوٹ بولا ہے۔ اسی باعث یہ قابل ترک ہے۔

اس اصبغ سے یہ کہانی نقل کرنے والا علی بن الحزور ہے۔ میزان ۱ صفحہ ۲۷۱۔

علی بن الحزور

ذہبی کا بیان ہے یہ علی بن الحزور خود ایک بلا ہے۔ یہ تمام روایات اصبغ سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔

مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت عمارؓ بن یاسر کا بیان ہے کہ مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ناکثین کو اس میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ناکثین سے حضرت عمارؓ نے جنگ نہ کی ہو۔

ناکثین سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھی ہیں۔ حالانکہ بقول شیعہ زبیرؓ و طلحہؓ نے عہد کر کے توڑا تھا۔ بقیہ اہل بصرہ اور اہل مکہ جو حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے انہوں نے کوئی عہد نہ کیا تھا۔ لہٰذا انہیں ناکث قرار دینا یہ خود خلاف عقل ہے۔

قاسطین برابری کا دعویٰ کرنے والے۔ اس سے مراد امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔

مارقین سے مراد عہد سے نکل جانے والے یعنی خارجی ہیں۔

جعفر بن سلیمان اس کا راوی جعفر بن سلیمان الضبعی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔

خلیل بن مرہ جعفر بن سلیمان نے بہ روایت خلیل بن مرہ سے نقل کی ہے۔ بخاریؒ کا بیان ہے کہ یہ خلیل بن مرہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۶۷۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۱۔

خلیل نے اسے قاسم بن سلیمان سے نقل کیا ہے اور قاسم اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۷۱۔

علیؓ ہادی ہیں

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ (بیشک تو ڈرانے والا ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میں منذر ہوں لیکن علیؓ تجھے ہدایت کرنے والے یا

اے علیؓ ہدایت یافتہ لوگ تیرے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔ میزان ج ا ص ۲۹۱۔

ذہبی لکھتے ہیں اس آیت اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی یہ تفسیر مفسر ابن جریر

نے حسن بن الحسین کے ذریعہ معاذ بن مسلم سے نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے۔ غالباً

یہ آفت اسی معاذ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آفت ابن جریر نے ڈھائی ہو۔

حسن بن الحسین کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ شخص کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم لکھتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک سچا نہیں۔ اس کا شمار بڑے درجے کے شیعوں میں ہوتا

ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت ثقہ راویوں جیسی نہیں ہوتی۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ

راویوں کے نام سے لغو باتیں روایت کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ا ص ۴۸۳

معاذ بن مسلم ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور اس نے عطاء بن السائب سے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۳۲۔

عطاء بن السائب معاذ بن مسلم نے یہ روایت عطاء بن السائب سے نقل کی ہے۔ عطا اگرچہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن اول تو ان کا آخر عمر میں حافظہ

خراب ہوگیا تھا۔ ثانیاً وہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔

اے علیؓ تجھے جو غصہ دلائے گا میں اسکے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا

حضرت عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو صفا کے قریب دیکھا۔ آپ ایک شخص کی جانب متوجہ تھے جس کی شکل و شباہت ہاتھی جیسی تھی آپ اس پر لعنت بھیج رہے تھے۔ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ یہ کون ہے جس پر آپ لعنت بھیج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان رجیم ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے دشمن میں تجھے قتل کردوں گا اور امت کو تجھ سے راحت دلادوں گا۔ اس نے جواب دیا اے علیؓ کیا یہ تیری جانب سے میرا بدلہ ہے۔ میں نے سوال کیا اے اللہ کے دشمن میری جانب سے تیرا کیا بدلہ ہونا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم تجھے جو غصہ دلائے گا میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنادوں گا۔ میزان ج ا ص ۱۹۷۔

یہ حضرت علیؓ کی تعریف ہے یا تنقیص کہ ایک فرضی گالی سے تمام غصہ کافور ہوگیا اور اس طرح ان پر شیطان کا داؤ چل گیا۔ معاذ اللہ اہل سنت والجماعت تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ یہ رافضی ہیں جو تعریف کے پردے میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔

رہا شیطان کا قتل اگر اس سے مراد ابلیس لعین ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کی مہلت دی ہے اور اگر کوئی اس کا چیلہ مراد ہے تو وہ ہر دور میں لاتعداد پائے جاتے رہے۔ بلکہ ان کے لئے کوئی جن ہونا بھی ضروری نہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ انسان بھی شیطان ہوتا ہے جو اللہ کی سرکشی اختیار کرے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۔	انسانی اور جناتی شیطان ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے قول وحی کرتے رہتے ہیں

معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص شیطان ہے جو خلاف حکم الٰہی دوسروں کو برائی کی تلقین کرے۔ اور اس واسطے ہر اس شخص کو جو ہمارے دلوں میں خلاف احکام الٰہی وسوسے پیدا کرے اسے خناس کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ	میں خناس کے وسوسوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں وہ خناس جو لوگوں کے دلوں

مِنَ الْجِنَّةِ میں وسوسے ڈالتا ہے، وہ جن میں سے بھی ہوتا

وَالنَّاسِ ہے اور انسان بھی۔

تو ہر وہ ہستی جو انسان کے دل میں خلاف شرع وسوسے پیدا کرے وہ شیطان بھی ہے اور خناس بھی۔ اور دونوں انسان بھی ہو سکتے ہیں اور جنات بھی اور دونوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر شیطان سے حضرت علیؓ کی مراد اس قسم کے شیاطین سے تھی تو ایسے شیطان کو قتل کرنے سے امت کو ہرگز نجات نہ ملتی۔ اس لحاظ سے اسے قتل کرنے کا تصور ہی غلط تھا۔

پھر جس شخص نے یہ روایت وضع کی ہے۔ وہ اس کا قائل تھا کہ دراصل علی اللہ ہیں۔ ایسی صورت میں ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رافضیوں کے نزدیک اللہ اور شیطان میں مصالحت ہو گئی اس لئے کہ ہمیشہ سے یزداں اہرمن سے صلح کرنے پر مجبور رہا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو خدائے خیر اور خدائے شر کے پردے میں پیش کیا جاتا رہا۔

اس روایت کا واضع اسحاق بن محمد النخعی الکوفی ہے

اسحاق بن محمد النخعی یہ شخص احمر کے لقب سے مشہور تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ غالی رافضیوں میں بھی حد سے بڑھا ہوا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالواحد بن علی سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے: اسحاق انتہائی خبیث مذہب رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ علی اللہ ہیں۔ اسے برص کا مرض تھا اور برص کے نشانوں پر سرخ رنگ لگاتا۔ اسی لئے اسے احمر کہا جاتا ہے۔ مدائن میں رافضیوں کی ایک جماعت تھی جو اسی کی جانب منسوب تھی اور اسے اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اس اسحاق کے بارے میں شیعوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بھی اسحاق کے بارے میں وہی بات کہی جو عبدالواحد بن زید نے کی تھی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ائمۂ جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اور انہوں نے بھی اچھا کیا کیونکہ یہ ایک زندیق تھا۔ ہاں ابن الجوزی نے موضوعات میں اس

کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مذہب تو رافضیوں کا بھی نہیں بلکہ وہ تو نُصیری ہے اور مذہبی لحاظ سے یہ نصاریٰ کا بھائی ہے اور جو شخص علی کی الوہیت کا قائل ہو وہ کافر ہے۔ ملعون ہے آج کل حکومت شام بھی ان نصاریٰ یعنی نصیریوں کے قبضے میں ہے۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت متعدد گناہوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس سے حضرت علیؓ کی توہین لازم آتی ہے۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔ اس روایت کو اسحاق الاحمر نے وضع کیا (چوتھی صدی میں) پھر اس کے یاروں نے اس کے لئے سند وضع کر دی۔ اس طرح یہ پوری داستان چوتھی صدی ہجری میں تیار ہوئی۔

حسن بن یحییٰ النوبختی جو خود ایک رافضی ہے اور جو اس کا قائل تھا کہ اگر اللہ ہزار ہوں تو ایک ہی رہے گا۔ اپنی کتاب "الرد علی الغلاۃ" میں لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسحاق بن محمد الاحمر ہے جو یہ کہتا ہے کہ علیؓ اللہ ہیں۔ اور وہ بعد میں حسن میں اور پھر حسین میں ظاہر ہوئے۔ (گویا کہ اللہ وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ناکام ہوتا رہے)

صُوحانی کھجور کا اعلان

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی۔ یہ نبی مصطفیٰ اور علیؓ مرتضیٰ جا رہے ہیں .....

نیز اس روایت میں یہ بھی ہے کہ مدینہ کی کھجور کو صوحانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے میرے اور تیرے فضل کا اعلان کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱

احمد بن نصر اس داستان کا ایک راوی احمد بن نصر الذارع البغدادی ہے۔ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ اپنے وقت کا دجال

ہے اور یہ روایت اس کے غریب کاری میں شمار ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱۔

صدقہ اس کی سند کا ایک اور راوی صدقہ بن موسیٰ بن تمیم ہے جو اپنے باپ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے احمد الذارع کذاب نے یہ روایات نقل کی ہے۔ اور اس کی اکثر روایات اسی کذاب سے مروی ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۲۔

صدقہ کا باپ موسیٰ بن تمیم مجہول ہے۔

علی رضا: موسیٰ بن تمیم نے اسے علی رضا سے روایت کیا ہے جو شیعوں کے ایک امام ہیں۔

ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتے ہیں ان کے نام سے متعدد شیعوں نے چند نسخے لکھ کر تیار کئے۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ نسخے ان کی جانب جھوٹ منسوب کئے گئے۔ یا یہ خود اس فعل کے مرتکب تھے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ اور بعد اس میں غلطیاں بھی کرتا اور وہم میں مبتلا رہتا ہے۔ دار قطنی کا بھی یہی قول ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۸

لطف یہ ہے کہ لغت کی مشہور کتابوں القاموس اور لسان المیزان میں ہے کہ صیحانی صیحان کی جانب منسوب ہے۔ اور صیحان چیخنے والے کو کہتے ہیں۔

اہل مدینہ اپنے مینڈھے اور بھیڑیں وغیرہ کھجور کے تنے سے باندھتے تھے اور وہ چیختا رہتا اس لئے مدینہ کی کھجور کو صیحانی کہنے لگے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس کھجور کا نام اس وقت بھی یہی تھا جب حضرت علیؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

نیز لفظ مرتضیٰ جو ہماری اردو زبان میں حضرت علیؓ کے ساتھ عام لگنے لگا۔ صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کسی صحابی کے ساتھ مستعمل نہ تھا جو بعد کے شیعوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ چسپاں کر دیا۔ حالانکہ یہ لفظ از روئے قرآن رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ — مگر اللہ جس رسول سے راضی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

حبشی بن جنادہ کا بیان ہے کہ میں ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابو بکرؓ نے فرمایا جس شخص سے حضور نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ کھڑا ہو جائے تو ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔

یہ سن کر ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اچھا علی کو بلاؤ۔ علیؓ کو بلایا گیا تو وہ آگئے۔ ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا اے ابوالحسنؓ یہ شخص ایسا اور ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ انہیں ہاتھ بھر کر دے دیجئے۔ علیؓ نے اسے ہاتھ بھر کر دیا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ ان کھجوروں کو گنو جو علیؓ کے ہاتھ میں آئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر دو دست میں ساٹھ کھجوریں آئی ہیں۔ اور اس میں ایک بھی زیادہ نہیں ہوئی۔

ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کا رسول سچ کہتا ہے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار کی رات فرمایا تھا۔ میرا ہاتھ اور علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۳۴۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اس کا واضع ابن دارہ ہے۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابو بکرؓ علیؓ کے اس معجزے کو بارہ سال تک چھپائے رہے۔ لیکن اچانک یہ روایت الہام ہوئی۔

ہمارے نزدیک یہ روایت حضرت جابرؓ کی اس روایت کے جواب میں تیار کی گئی ہے جس میں حضرت جابرؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ابو بکرؓ کے پاس مال آیا تو انہوں نے اعلان کیا جس شخص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ اپنا دعویٰ پیش کرے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا اے خلیفۃ رسول اللہ حضور نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب آئندہ مال غنیمت آئے گا تو میں تجھے تین بار دونوں ہاتھ بھر بھر کر مال دوں گا۔ ابو بکرؓ نے فرمایا اچھا تین بار ہاتھ بھر کر مال لے لو۔ جب میں لے چکا تو فرمایا یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ تھا۔ اب میری جانب سے تین بار ہاتھ بھر کر لے لو۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ اہل سنت صاحبان کا قول تھا۔ اور شیعوں کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ

حضرت حسینؓ اپنی شہادت تک اس کا اعلان کرتے رہے کہ حضور نے جس سے [illegible] وعدہ فرمایا تھا

[illegible] اور یہ فضیلت [illegible]

لہٰذا [illegible] حضرت [illegible] عثمانؓ نے [illegible] تو اس لئے

[illegible] حضرات کو [illegible] سوال پیدا ہوتا ہے [illegible] وصول [illegible]

[illegible] اور ایسا نہیں [illegible] عجب ہے۔

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ جن حضرات کو دیا گیا وہ دیا دلایا سب بے کار ہے تو حضرت علیؓ، حضرت

حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے کس کس کو [illegible] دیا۔ گویا کہ نہیں یہ سبق پڑھایا گیا کہ ابوبکر کا دیا ہوا مال

بے کار اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد ہر سال اعلان کرتی رہی۔ لیکن کوئی لینے والا نہیں تھا۔

لہٰذا یہ تمام [illegible] لئے [illegible] حضرت علیؓ کے [illegible]

سے کام کرتے رہے۔

میرے بعد فتنہ واقع ہوگا۔ لہٰذا تم علیؓ کو لازم پکڑ لینا

حضرت ابو لیلیٰ غفاری کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ ہوگا تو تم اس وقت علیؓ کو لازم پکڑ لینا۔ کیونکہ علیؓ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے مجھے دیکھا۔ یہی سب سے پہلا شخص ہے جو قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور یہ علیؓ بلند آسمان میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور یہ علی حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کریگا۔ میزان الاعتدال ص ۱۶

حضرت علیؓ نے جب خلافت سنبھالی۔ اور ان لوگوں سے اعلان جنگ کیا جنہوں نے ان کی خلافت کو قبول نہ کیا تھا تو صحابہ کرام کی اکثریت نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور

یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات بیان کیں۔ جو صحیح بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ حضرت زیدؓ بن ثابت۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت کعبؓ بن مالک۔ حضرت ابوبکرہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی وغیرہ سے مروی ہیں۔ یہ زیر بحث روایت ایک زمانہ دراز بعد ان احادیث کے جواب کے لئے تیار کی گئی۔

اس روایت کی رو سے جہاں ان حضرات پر الزام قائم کیا گیا جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی اور اسے جائز تصور کیا۔ مثلاً ام المؤمنین عائشہؓ۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ۔ حضرت معاویہؓ۔ حضرت عمروؓ بن العاص۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص وغیرہ وغیرہ

اصل میں اس روایت کا واضع اسحاق بن بشر بن مقاتل الکوفی الکاہلی ہے۔ اس کی کینت ابویعقوب ہے۔ مطین کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوبکر بن ابی شیبہ سے کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ لیکن اسحاق کو وہ کذاب کہتے۔ موسیٰ بن ہارون اور ابوزرعہ نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فلاس وغیرہ کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کرتے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس داستان کا واضع اسحاق بن بشر الکاہلی ہے۔ اللہ اس پر کبھی برکت نازل نہ فرمائے۔ میزان ج ا ص ۱۸۸۔

میرے نزدیک اس میں اور بھی نقائص ہیں جو ہم ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔ اسحاق بن بشر الکاہلی نے یہ روایت حسن بصری کی جانب منسوب کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابولیلیٰ سے نقل کی ہے۔ اگر حسن بصری واقعتاً اس داستان سے واقف ہوتے اور وہ نقل کرتے تو جب حضرت علیؓ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کے لئے بصرہ پہنچے تو حسن بصری کو چاہیئے تھا کہ وہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن وہ فتنہ کے خوف سے بصرہ چھوڑ کر ایک گاؤں چلے گئے۔ حتیٰ کہ جنگ کے بعد بھی انہوں نے بصرہ کا رخ نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ

کے گورنر حضرت عبداللہ بن عباسؓ متعین کیے گئے۔ جو حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ حسن بصری نے ان سے ملاقات تک نہیں کی یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حسن بصری کے نام سے جھوٹ بولا گیا ہے۔

۲۔ حسن بصری مشہور مدلس ہیں اور صحابہ سے مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ابولیلی صحابی کو دیکھا تک نہیں۔ الغرض یہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل ہوئی۔

۳۔ حسن بصری سے یہ کہانی نقل کرنے والا عوف اعرابی ہے جو حسن بصری کا شاگرد ہے وہ تاریخ میں عوف القدری کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن امام ابن المبارک جنہیں فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں تبع تابعین کے زاہدوں اور اولیاء میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے ایک روز جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا۔ تو نے ابن عون، یونس اور ایوب کو دیکھا ہے۔ جب اس نے اس کا اقرار کیا تو فرمایا تو پھر اس کی کیا وجہ کہ تو نے ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ان تینوں حضرات کو چھوڑ کر عوف اعرابی کی مجلس میں شرکت کی!

اللہ کی قسم یہ عوف اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرلے۔ کیونکہ وہ قدری (تقدیر کا منکر) بھی ہے اور شیعہ بھی۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ اس عوف کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے قدری

محمد بن بشار المعروف بہ بندار جب اس عوف کی روایت بیان کرتے تو فرماتے اللہ کی قسم عوف قدری ہے۔ رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ مقدمہ مسلم۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵۔

عوف اعرابی سے یہ داستان نقل کرنے والا خالد بن الحارث ہے جو مجہول ہے۔

الغرض اس روایت کی سند کے جتنے بھی راوی ہیں ان میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔

میں نے رسول اللہ کی تائید حضرت علیؓ کے ذریعہ کی ہے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا

ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدنا بعلی۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی تائید علیؓ کے ذریعہ کی ہے۔

اور یہ بھی کہ یہ تحریر زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ میزان ج ا صفحہ ۲٦٦

جب آسمانوں کا کوئی وجود نہ تھا تو جنت کہاں وقوع میں آئی اور کیسے وقوع میں آئی؟

اس روایت کا راوی مشمش ہے جو حسن بن صالح بن حی کا بھتیجا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ احادیث یاد نہ رکھ سکتا تھا۔ میزان ج ا صفحہ ۲٦۹۔

اس کا ایک اور راوی عطیہ العوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ وہ یہ داستان حضرت جابرؓ سے نقل کر رہا ہے۔ حالانکہ اس نے حضرت جابرؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی یحییٰ بن سالم الکوفی ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے میزان ج ۴ صفحہ ۳۔

اس روایت کی سند کا ایک اور راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ بدترین روایات بیان کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں اس کی یہ روایت باطل ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں۔ اس کی روایت میں اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ ایک اور روایت میں کہتا ہے۔

آسمانوں کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل جنت کے دروازے پر لکھا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ زکریا متروک ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ٧٦۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس کی روایت نقل کرے۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ متروک ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے اور اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر

ت۔ میزان ج ۲ ص۱۱۶۔

نیز یہ روایت ابو ایوب انصاری کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ ابو ایوبؓ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک نہ تھے۔ ان کی یہ عدم شرکت روایت کے جھوٹ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب بقول ابی ایوبؓ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ علیؓ کے ساتھ مل کر ناکثین، قاسطین اور مارقین سے قتال کرنا لیکن انہوں نے قتال نہیں کیا جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ابو ایوبؓ انصاری نے حضور کے فرمان کی مخالفت کی جو عمداً کسی صحابی سے ممکن نہیں یا ابو ایوبؓ کے نام سے جھوٹ بولا گیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ناکثین یعنی عہد توڑنے والوں سے مراد زبیرؓ و طلحہؓ ہیں۔ قاسطین سے مراد انصاف چاہنے والے یعنی امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انصاف چاہتے تھے۔ اور مارقین سے مراد ساتھ چھوڑ کر جانے والے یعنی خارجی ہیں۔ ان سے قتال کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور ابو ایوبؓ مع حضرت علیؓ شریک ہوئے اسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کو شیطان ایک ہاتھی کی شکل میں نظر آیا

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے احادیث بیان کر رہے تھے اچانک رکن یمانی کے قریب سے ایک بڑی شے جو تقریباً ہاتھی کے برابر ہوگی نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوکا اور فرمایا تجھ پر لعنت کی گئی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کس سبب سے۔ آپ نے فرمایا یہ ابلیس ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؓ اس پر جھپٹے۔ اس کے پیشانی کے بال پکڑ کے اسے کھینچا اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو یہ جانتا ہے کہ ابلیس نے تجھے ڈھیل دی ہے۔ وہ ایک کنارے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

اے ابن ابی طالب اللہ کی قسم تجھے جو بھی غصہ دلائے گا۔ میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک کردوں گا۔ میزان ج ۱ ص ۱۹۷ ۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ شیطان صفا کے پاس ملا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رکن یمانی کے قریب نظر آیا۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو عبداللہ بن مسعود کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک مجمع جمع تھا۔ (لیکن ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ کسی نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دیا ورنہ شاید یہ اہرمن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔)

پہلی روایت سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت علیؓ نے اسے بلا وجہ چھوڑ دیا اور اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کے مشورے کے بعد چھوڑا گیا۔ لیکن ایک بات ہر دو روایات میں مشترک ہے کہ ابلیس کو حضرت علیؓ سے کوئی خاص اختلاف نہ تھا۔ عیاذاً باللہ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع محمد بن مزید بن ابی الازہر ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۹۸

ذہبی جلد چہارم میں محمد بن مزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے متروک ہے اور متہم ہے۔ اس نے حضرت حسین کی نضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔

خطیب بغدادی کا قول ہے کہ یہ متعدد احادیث کا واضع ہے۔ میزان ۴ ص ۳۵۔

ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرے وصی اور وارث علی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۳۔

حالانکہ حضرت بریدہؓ نے خم غدیر کے موقعہ پر یہ اقرار کیا تھا کہ مجھے علیؓ سے بغض ہے۔ اور بغض کی وجہ بھی بیان فرمائی تھی۔ لیکن اچانک ان پر حضرت علیؓ کے فضائل الہام ہونے لگے۔

شریک۔ اس کا مرکزی کردار قاضی شریک ہے جو مشہور شیعہ ہے۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا

ابن اسحاق شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ محمد بن اسحاق ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" بیان کر چکے ہیں۔

سلمۃ الابرش ابن اسحاق سے یہ داستان نقل کرنے والا مورخ سلمۃ بن الابرش ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔

حمید الرازی سلمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ حمید الرازی ہے جو کذاب ہے۔ مغازی ابن اسحاق کا ناقل یہی ہے

ابو ربیعۃ الایادی شریک نے یہ روایت ابو ربیعۃ الایادی سے نقل کی ہے۔ اس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۰۲

حضرت علیؓ خیر البشر ہیں

عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی تم میں کیا پوزیشن تھی انہوں نے فرمایا علیؓ خیر البشر تھے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے نہ حضرت علیؓ کی بیعت کی اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے بلکہ ان کے صاحبزادے حضرت حسین کو خروج سے منع کیا۔

عطیہ اس روایت کا راوی عطیۃ العوفی ہے جو مشہور رافضی ہے اور اس کی عام روایات کلبی کذاب سے ہوتی ہیں۔ جو عطیہ کا استاد ہے۔ جب عطیہ یہ کہے کہ ابو سعیدؓ سے یہ روایت ہے تو اس سے ابو سعیدؓ خدری مراد نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ جابر سے جابر بن عبد اللہؓ صحابی مراد نہ ہوں بلکہ مشہور رافضی جابر جعفی مراد ہو۔

صالح الخیاط اس کا ایک اور راوی صالح بن ابی الاسود الکوفی الخیاط ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ اور نہ یہ معروف انسان ہے۔ ذہبی

ہ بیان ہے کہ یہ بہت واہی انسان ہے۔ میزان ج ۲ صد ۳۰۶۔

حضرت علیؓ کو دو سپید کپڑے پہنائے جائینگے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ اللہ تعالیٰ جب تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تو میں عرش الٰہی کے داہنے کھڑا ہوں گا۔ اور تو میرے داہنی طرف کھڑا ہو گا۔ اور مجھے دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے۔ تو اے علیؓ مجھے جس بھلائی کی دعوت دی جائے گی تجھے بھی اس کی دعوت دی جائے گی۔ میزان ج ۲ صد ۱۶۵۔

اس روایت کا راوی سفیان بن ابراہیم الکوفی ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ گمراہ ہے۔ ضعیف ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اور اسے عبدالمؤمن القاسم نے تیار کیا ہے میزان ج ۲ صد ۱۴۰

عبدالمؤمن بن القاسم الانصاری عبدالغفار کا بھائی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ اس کی اکثر روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ ج ۲ صد ۶۷

ابان بن تغلب عبدالمؤمن نے یہ روایت ابان بن تغلب الکوفی سے نقل کی ہے اور یہ خالص کٹر شیعہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ سعدی کہتے ہیں یہ کھلا گمراہ ہے ج ۱ صد ۵

عمران بن مقسم ابان نے یہ روایت عمران بن مقسم سے نقل کی ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔

منہال بن عمرو عمران نے یہ روایت منہال بن عمرو سے نقل کی ہے۔ جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے لیکن یحییٰ بن سعید القطان۔ حاکم۔ جوزجانی اور ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اے علی تو قیامت کے روز لوگوں کو حوضِ کوثر سے بھگائے گا

حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی قیامت کے دن تیرے ہاتھوں میں جنت کی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی ہوگی جس سے تو لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۱ ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

سلام بن سلیمان اس روایت کا راوی سلّام بن سلیمان بن سوار ہے۔ ... ثقفی ہے۔ مدائن کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو العباس ہے۔ شبابہ بن سوار کا بھتیجا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی نے اس کی اکثر روایات نقل کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جنہیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ...

زید العمی اس کا ایک اور راوی زید العمی ہے جو زید بن الحواری کے نام سے مشہور ہے۔ ابو الحواری اس کی کنیت ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ہرات کا قاضی تھا۔

یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے لیکن اس کی روایت لکھ لی جائے۔ نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ شعبہ نے جن ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ زید ان میں سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی روایت نہیں لی۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۲ ۔

حضرت علیؓ دوبارہ قتل ہونگے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ پھر اٹھایا جاؤں گا۔ پھر قتل کیا

جاؤں گا اس دوبارہ قتل سے میری موت واقع ہوگی۔ مجھے اریحا مقام پہ ایک یہودی چکنے پتھر سے مارے گا اور وہ میری کھوپڑی پھاڑ دے گا۔ میزان ج ۴ ص ۲۰۸۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت عقیلی نے کتاب الضعفاء میں نقل کی ہے۔ اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں اسے حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا ان کا مشہور شاگرد عبایہ بن ربعی ہے جو غالی شیعہ ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۶۔

عبایہ سے نقل کرنے والا وہی موسیٰ بن طریف ہے۔ جس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے اور وہی اس روایت کا واضع ہے۔ لیکن اس نے اہانت علی کے لئے یہ داستان وضع کی تھی لیکن ہماری رافضی برادری نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس روایت کا آخری حصہ حذف کر دیا۔ حتیٰ کہ اہل تشیع کی مشہور کتاب کوکب دری میں اس کا ابتدائی حصہ موجود ہے۔

حضرت علیؓ دنیا و آخرت میں سردار ہیں

عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا۔ تو دنیا میں بھی سردار ہوگا۔ اور آخرت میں سردار ہوگا۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ میزان ج ۲ ص ۶۱۳۔

اس کے ساتھ حضرت جعفرؒ کا وہ قول بھی لگا لیجئے کہ جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو مسلمان سمجھا اس نے علیؓ سے دشمنی رکھی اسی لئے خمینی صاحب نے اپنی ولایت فقیہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دی ہیں اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ علیؓ سے محبت کرنے والا ابوبکرؓ و عمرؓ کو دشمن ضرور سمجھے گا۔ اور جو شخص ان کو مسلمان سمجھے گا وہ علیؓ کا دوست نہیں ہوگا۔ رہا حضرت علیؓ کا ابوبکرؓ و عمرؓ سے دوستی کرنا تو وہ تقیہ پر مبنی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شیعہ آپ سے دوستی کرتا ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ تقیہ کرتا ہے اس کی بات پر یقین کرنا شاید اتنا دشوار ہے جتنا متعدد خداوں کو ماننا۔

اس روایت کا راوی عبد الرزاق بن ہمام ہے جو خالص رافضی ہے ۔ اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا ۔ احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ عبد الرزاق نے یہ روایت مجھ سے خلوت میں حافظہ کے بل بوتے پر بیان کی ۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ۔ عبد الرزاق کا تفصیلی حال پہلے دیکھ لیجئے ۔

میرے بعد جو خود کو رسول کا بھائی کہے وہ کذاب ہے

زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں ۔ میرے بعد اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے ۔

اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد چچازاد بھائیوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا لیکن حضرت علیؓ کے بعد وہ رسول اللہ کے بھائی نہیں رہے ۔ مثلاً حضرت عباسؓ ۔ ابو لہب ۔ حارث وغیرہ کی اولاد ۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد کوئی اللہ کا بندہ نہیں تو اس کا حکم کہ ذکر ہماری عقل سے بالاتر ہے ۔

حارث بن حصیرۃ الازدی

اس کا راوی حارث بن حصیرۃ الازدی الکوفی ہے ۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو سب اسے ترک کر دیتے یہ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے ۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا ۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خشبی تھا ۔

خشبی وہ طبقہ ہے جو اس لکڑی کی پوجا کیا کرتا تھا جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت لکھی جائے اگرچہ یہ ضعیف ہے اور کوفہ کے آگ رہنے والے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے ۔ میزان ج ا ص ۴۳۲ ۔

حارث نے اس حدیث کو زید بن وہب سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن حب علی میں غلو کی حد تک مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہؓ سے اس روایت کا ناقل ہے کہ اگر دجال ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو عثمانؓ سے محبت کرتے ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۱

حالانکہ حضرت حذیفہؓ کو حضرت عثمانؓ سے اتنی شدید محبت تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد شہر چھوڑ کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے اندر ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علیؓ سے دوستی رکھے

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ میری طرح زندگی گزارے۔ اور میری موت مرے تو اسے چاہیئے کہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب سے محبت کرے۔ میزان ج ۱ ص ۳۲۵۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے جب یہ سنا کہ عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ان کی موت آ گئی۔

بشر بن مہران الخصاف اس کا راوی بشر بن مہران الخصاف ہے۔ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میرے والد نے اس کی حدیث ترک کر دی تھی۔ میزان ج ۱ ص ۳۲۵

بشر نے اسے شریک بن عبداللہ سنان الکوفی سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔

بشر بن مہران سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن زکریا الغلابی ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ مؤرخ ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے جھوٹا قرار دیا۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۔ دار قطنی کا بیان

ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین۔ للدارقطنی رقم [illegible]

علیؓ کے فضائل تیس ہزار کے قریب ہیں

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے [illegible]
عباسؓ سے عرض کیا۔ سبحان اللہ میرا خیال ہے کہ علیؓ کے مناقب تین ہزار [illegible]
اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ تیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ میزان ج ا ص ۲۰۴

اس کا پہلا راوی حسن بن حسین الکوفی ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں محدثین کے نزدیک یہ [illegible]
بہت اونچے درجے کے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی
روایات ثقہ راویوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے [illegible]
بیان کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ا ص ۲۱۳

عیسیٰ بن عبداللہ

اس حسن بن حسین الکوفی نے یہ داستان عیسیٰ بن عبداللہ سے نقل
کی ہے وہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔
اس عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ تمام روایات اپنے
باپ دادا کے نام سے نقل کرتا ہے۔ اس کی عام روایات موضوع ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے
کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵۔

علیؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے میرا سر میرے بدن پر

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ ایسے ہی ہیں جیسا کہ

میرے بدن پر میرا سر۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے اس سند سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں لکھی۔

غالباً یہ ارشاد بھی خم غدیر میں ہوا ہوگا۔ اس لئے کہ خم غدیر میں بقول جعفر بن سلیمان ضبعی حضرت بریدہؓ شکایت کرنے پہنچے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ہاں ابن مردویہ نے حسین الاشقر اور قیس بن الربیع کی سند سے ابن عباسؓ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

حسین الاشقر بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں۔

قیس بن الربیع اور اس روایت کی سند میں قیس بن الربیع بھی ہے یحییٰ کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے یہ شیعہ تھا۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۲

حسین الاشقر اس کا نام حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ نسائی نے اس سے روایت کی ہے۔ یہ حسین بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت اس حسین الاشقر کو بطور حیلہ استعمال کرتی حالانکہ اسکی روایات بھی منکر ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات بیان کیں۔ اور ایک روایت کے بارے میں تحریر کیا میرے نزدیک یہ تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہذلی کا بیان ہے کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں: قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۳۳، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۸۳۔

قیس بن الربیع کا ہم تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں

یہ ذہن میں رہے کہ کسی انسان کی زندگی اس کے سر کی بقا پر ہے۔ اور جو کچھ وہ بولتا اور کہتا ہے وہ سر ہی سے بولتا اور کہتا ہے۔ اگر سر نہ ہو تو یقیناً جسم بے کار محض ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں۔ گویا اگر حضرت علیؓ نہ ہوں تو حضور کی زندگی بے کار اور حضور جو کچھ فرماتے وہ مولا علی کی زبان سے فرماتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بیماری کے وقت حضور نے اپنی جگہ ابوبکر کو امام بنا دیا۔ اور سر بے چارہ سوچتا ہی رہ گیا۔ وہ کیا کرے؟

علیؓ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے جس نے علیؓ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جو مجھ سے حسد رکھتا ہے اس نے کفر کیا۔

ہم نے بخاری کے حوالہ سے حضرت بریدہؓ کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہؓ سے استفسار فرمایا کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اگر صورت حال وہ ہوتی ہے جو مذکورہ بالا روایت میں بیان کی گئی تو آپ کو بریدہؓ سے فرمانا چاہئے تھا کہ تو نے کفر کیا۔ کیونکہ علیؓ سے بغض مجھ سے بغض ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ بغض کا درجہ حسد سے بہت بلند ہے اور جب بغض رکھنے پر حضرت بریدہؓ کو کافر نہیں کہا گیا تو حسد رکھنے پر کوئی کیسے کافر ہوگا۔

سلام

یہ روایت ابن مردویہ کے حوالہ سے ابن جوزی نے اپنی العلل میں نقل کی ہے۔ اور فرمایا اس کا راوی سلامّ بن ابی عمرہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس راوی کو بطور حجت پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۲

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ سلامّ بن ابی عمرۃ الخراسانی سے ترمذی نے روایت نقل کی ہے یہ عکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابن حبانؓ کا بیان ہے کہ اس سلام کی روایت پیش کرنا جائز نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۱۸۱

سب سے پہلے حوض کوثر پر حضرت علیؓ آئینگے۔

حضرت سلمانؓ [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس امت میں سب سے پہلے ایک مسلم کی حیثیت سے حوض پر آنے والا علی بن ابی طالب ہوں گے۔

ماربی ابن جوزیؒ کا بیان ہے۔ محمد بن یحییٰ الماربی منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صـ ۲۱۱

لیکن محشی یعنی شیخ خلیل المیس۔ مدیر ازہر لبنان اس روایت کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں کہ اس محمد بن یحییٰ کو دار قطنی نے ثقہ کہا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے خطیب اور ابن عمر نے ج ۳ صـ ۱۳۶ پر سیف بن محمد کو اس کا متابع بیان کیا ہے۔ اور وہ کذاب ہے ابن عدی نے عبدالرحمان بن قیس ضبی کو اس کا متابع بیان کیا ہے لیکن وہ وضاع ہے۔ حاشیہ العلل صـ ۲۱۱

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ الماربی، یہ سبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ اور دار قطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ایک روایت نقل کر کے تحریر کیا ہے۔

کہ یہ روایت باطل ہے میں نہیں جانتا کہ اس روایت کو کس نے وضع کیا ہے۔ خطاب بن عمر الصفار نے یا محمد بن یحییٰ الماربی۔ میزان ج ۴ صـ ۶۲

سلمانؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا علیم الکندی ہے مجھے اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔

علیؓ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

حضرت عمرانؓ بن حصینؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور علیؓ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے تھے اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "کیا وہ مضطر کی پکار نہیں سنتا اور اس سے تکلیف دور نہیں کرتا اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے"۔

اس پر حضرت علیؓ کے مونڈھے کانپنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا۔ اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

یہ آیت سننے کے بعد حضرت علیؓ کے کپکپانے اور پھر ان کے بارے میں فیصلہ سنانے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ دراصل اس داستان کا راوی **نفیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعمیٰ** ہے۔ اس کی کنیت ابوداؤد ہے۔ یہ ایک تمسخر گو انسان تھا۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ غالی رافضی تھا۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔

اس نفیع کو ابوداؤد الاعمیٰ اور ابوداؤد السبیعی بھی کہا جاتا ہے۔ بعض افراد نے دھوکہ دینے کے لئے اس کا نام نافع بن ابی نافع بھی بیان کیا ہے تاکہ لوگ اسے کوئی غیر شخص تصور کریں۔

قتادہ بن دعامہ جو اس کے ہم عصر تھے۔ وہ کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس ابوداؤد سے روایت اخذ کرنا بھی جائز نہیں۔

ہمام کا بیان ہے کہ یہ ابوداؤد ایک بار بصرہ آیا اور ہمارے سامنے زید بن ارقمؓ اور براءؓ کی احادیث بیان کرنے لگا۔ ہم نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ طاعون جارف یعنی ۶۷ھ سے قبل تو وہ گداگر تھا۔ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ (اور اب محدث بن گیا ہے میزان ج ۴)

یہ ابوداؤد حضرت انسؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عمرانؓ بن حصین اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ جو خود ایک انتہائی مشکوک امر ہے۔ اس لئے کہ نفیع بصرہ میں طاعون جارف کے وقت آ گیا یعنی ۶۷ھ کے بعد جب کہ عمرانؓ بن حصینؓ کا بصرہ میں ۵۲ھ میں اور انسؓ بن مالک کا ۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ براءؓ نے ۷۲ھ

میں کوفہ میں زیدؓ بن ارقم نے مدینہ میں ۶۰ھ میں اور ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں طائف میں انتقال کیا۔ اور ما شاء اللہ یہ سب سے نقل کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام قتادہ فرماتے ہیں اس نے ان صحابہ میں سے کسی سے بھی حدیث نہیں سنی۔ امام مسلم نے تمام تر نقل کیا ہے۔ کہ اس ابوداؤد کا دعویٰ تھا کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ کو دیکھا ہے۔ اس پر امام قتادہ نے فرمایا حسن بصری اور سعید بن المسیب اس سے عمر میں بھی بڑے تھے اور اس سے زیادہ علم دین کے متلاشی تھے لیکن انہوں نے بھی کسی بدری صحابی سے حدیث نہیں سنی ہاں سعید بن المسیب نے صرف ایک بدری صحابی یعنی سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے حدیث سنی ہے۔ مقدمہ مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۔

حارث بن حصیرۃ الازدی

اسی ابوداؤد سے روایت حارث بن حصیرہ الازدی نے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن اس لکڑی کا پجاری تھا جس پر زیدؓ بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ شخص فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو حاتم رازی لکھتے ہیں۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایات نہ لیتے تو سب لوگ اس کی روایات ترک کر دیتے میزان ج ۱ صفحہ ۴۳۲

دار قطنی لکھتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ الضعفاء والمتروکین صفحہ ۲۶

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا ہے غلطیاں کرتا ہے لیکن اس پر رفض کا اتہام ہے۔ تقریب صفحہ ۵۹

عبدالحسین شرف الدین موسوی جو عراق میں شیعوں کا امام تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

ابو حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شیعہ تھا۔ ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ ابو احمد الزبیری کہتے ہیں یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے یہ کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں داخل ہے۔

دیجح کا بیان ہے میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا آپ نے حارث بن حصیرۃ کو دیکھا ہے۔

انہوں نے جواب دیا ہاں دیکھا ہے ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔ اکثر خاموش رہتا لیکن یک بہت بڑی بات پہ اصرار کرتا۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے، خشبی ہے۔ اس حارث سے سفیان ثوری، مالک بن مغول اور عبداللہ بن نمیر نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شیعوں کا شیخ اور ان کا معتبر راوی شمار ہوتا ہے۔ ہم نے یہ سب کچھ میزان سے تحریر کیا ہے۔

نسائی نے عباد بن یعقوب کے ذریعہ عبداللہ بن عبدالملک المسعودی نے اس حارث بن حصیرہ کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ مراجعات ص۲۰۰۔

ان تمام امور کو دیکھنے کے بعد آپ حضرات خود خور فرمالیں کہ نجات شیعہ راویوں کی روایت کو اپنانے میں ہے یا ان روایات سے پیچھا چھوڑنے میں۔

قیامت کے روز حضرت علیؓ جھنڈا اٹھائیں گے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اُٹھائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو اسے دنیا میں اُٹھاتا رہا۔ یعنی علیؓ۔ میزان ج ۱ ص۲۰۰

یہ بات تو اس وقت درست ہوتی جب کہ ہر غزوہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا ہوتا لیکن خیبر کے قلعہ قموص کے علاوہ کسی وقت بھی حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا نہیں رہا۔ ہاں جنگ احد میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو جھنڈا دیا گیا۔ فتح مکہ کے وقت ابوعبیدہؓ زبیر بن العوام اور خالدؓ بن الولید علم بردار تھے۔ جنگ ذات السلاسل میں حضرت عمروؓ بن العاص علم بردار تھے۔ اگر فرض کمزور راوی یہ کہتا کہ قیامت کے روز تمام وہ لوگ بالترتیب جھنڈے اٹھائیں گے جو آپؐ کی زندگی میں جھنڈے اٹھاتے رہے، تو بات کچھ سوچنے کے قابل ہوتی۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر غزوہ میں کم از کم تین جھنڈے ہوتے ایک مہاجرین کا اور دو انصار کے، اس لحاظ سے حضرت جابرؓ کا یہ فرمانا کہ حضورؐ کا جھنڈا اٹھانے

والے صرف حضرت علیؓ تھے۔ یہ بات درست نہیں۔

پھر حضرت جابرؓ ان افراد میں داخل ہیں جو حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے انہیں صرف اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کے امام باقر کے استاد ہیں ورنہ پانچ افراد کے علاوہ سب کافر ہو گئے تھے۔ لیکن ہم بھی ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ بوقتِ ضرورت اپنا کاروبار چمکانے کے لئے انہی حضرات کو جھوٹ بول کر پیش کیا جاتا ہے۔

ناصح بن عبداللہ البجلی

اس داستان کا راوی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ محدثین کا فتویٰ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے ضعیف ہے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں میزان ج ۴ ص ۲۴۰

دارقطنی کا بیان ہے کہ ناصح بن عبداللہ، اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ سماک بن حرب سے روایات نقل کرتا ہے، متروک ہے۔ کتاب الضعفاء و المتروکین للنسائی ص ۱۶۷

امام بخاری لکھتے ہیں، ناصح، سماک اور اپنے ماموں عبدالعزیز بن الخطاب سے حدیث روایت کرتا ہے اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۶

نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ کوفہ کا باشندہ ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء و المتروکین للنسائی ص ۱۰۱

اسمٰعیل بن ابان الغنوی

ناصح سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس نے متعدد احادیث وضع کر کے امام سفیان ثوری کی جانب بھی منسوب کی ہیں۔ نسائی اور مسلم کا بیان ہے کہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۲۱)

نسائی لکھتے ہیں اسمٰعیل بن ابان کوفہ کا باشندہ ہے۔ ہشام بن عروہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء و المتروکین ص ۱۶

دار قطنی لکھتے ہیں۔ اسمٰعیل بن ابان الغنوی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابواسحاق الکوفی ہے۔ تکم علیہ۔ نفیل بن عمرو الخیاط اور ہشام بن عروہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔
کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ

علیؓ سے کیا عہد لیا گیا تھا؟

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ حق پر ہیں اور جو ان کی پیروی کرے وہ بھی حق پر ہے اور جس نے انہیں چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا یہ ایک ایسا عہد ہے جو اس سے قبل لیا گیا تھا میزان ج ۲ [۲۱۵]

یہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی ذاتی رائے بیان کی جاتی ہے۔ بہت سے حضرات حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتے تھے ہو سکتا ہے کہ ام المؤمنین بھی حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتی ہوں۔ لیکن اس معاملہ میں حضورؐ کا یا اللہ کا کسی بات پر عہد لینا اس لئے ممکن نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ہزار ہا صحابہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن چند صحابہ کے علاوہ کسی نے ساتھ نہیں دیا جو اس روایت کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

موسیٰ بن قیس اس روایت کا راوی موسیٰ بن قیس ہے۔ یہ خود کو عصفور الجنۃ (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی قسم کا رافضی تھا۔ اس نے ردی روایات بیان کی ہیں۔

مالک بن جعونہ اس روایت کا ایک اور راوی مالک بن جعونہ ہے جو حضرت ام سلمہ سے یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ اور وہ قطعاً مجہول ہے اور اس سے نقل کرنے والا عیاض بن عیاض بھی مجہول ہے۔

قیامت کے روز سب سے اوّل علیؓ مجھ سے ملاقات کرینگے

لیلیٰؓ غفاری کا بیان ہے کہ میں غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں کی دوا دارو کرتی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی۔ جب علیؓ بصرہ چلے تو میں ان کے ساتھ گئی تو میں نے عائشہؓ

کو کھڑے دیکھا (تن تنہا اور پیدل) تو میں ان کے پاس پہنچی۔ اور میں نے ان سے عرض کیا۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کی فضیلت نہیں سُنی۔ انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے سُنی ہے۔

ایک بار علیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر بیٹھے تھے۔ اور آپ ایک چادر اوڑھے تھے۔ علیؓ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے ان سے عرض کیا، آپ کو اس کے علاوہ کوئی کشادہ جگہ نہیں ملی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہؓ میرے بھائی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ لوگوں میں سب سے اوّل اسلام لایا۔ اور موت کے وقت سب سے آخری عہد اس سے ہوگا اور قیامت کے روز سب سے پہلے یہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔ میزان ج ۲ ص ۲۱

اس روایت کا راوی موسیٰ بن القاسم ہے۔ بخاری کا بیان ہے یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے۔ جو اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔

اس روایت کا پہلا راوی عبدالسلام ابو الصلت ہے۔ جس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بھی ایک اعلیٰ قسم کی بے غیرتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان چچازاد بھائی گھس کر بیٹھ جائے ہم تو حضرت علیؓ کو اتنا بے حیا تصور نہیں کرتے۔ رہ گیا وفات کے وقت کا عہد تو بخاری و مسلم میں توام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اے عائشہؓ! اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی کو بلالے تاکہ میں ان کے لئے خلافت لکھ دوں۔ حضرت عائشہؓ نے اٹھنا چاہا تو آپؐ اپنا بدن سہار نہ سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دے کیونکہ، اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو اختیار نہ کریں گے۔ غالباً یہ کہانی اسی حدیث صحیح کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔

اے اللہ! علیؓ سے مدد طلب کر اور اس سے مدد کی خواہش کر

کدیرہ الہجری کا بیان ہے کہ ابوذرؓ نے کعبہ سے اپنی پشت لگائی، پھر فرمایا۔ اے لوگو! آؤ میں تم

سے دو باتیں بیان کروں جو میں نے تمہارے نبیؐ سے سُنی ہیں۔ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا

کہ انہوں نے علیؓ سے چند کلمات کہے۔

" اے اللہ! اس کی اعانت کر۔ اس سے اعانت کا خواہاں ہو۔ اس کی مدد کر اور اس سے

مدد کا خواہاں ہو کیونکہ وہ تیرا بندہ اور تیرے رسول کا بھائی ہے"

(یعنی اللہ تعالیٰ جس کی مدد کرتا ہے اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔ بہت خوب!)

مُہلَہِل عبدی اس روایت کو کُدَیرۃُ الضَّبِّی سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ دونوں

مجہول ہیں۔

اس روایت کے دونوں جملے قطعاً کفر ہیں ہم اس کفر سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔

حضرت علیؓ کی آنکھوں میں تھوک لگانا

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی آنکھوں میں تھوک کا سرمہ لگایا۔

میزان ج ۳ ص ۱۵۰

معلّٰی اس کا راوی معلّی بن عرفان ہے جو اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ شقیق اس کے چچا امام التابعین ہیں۔ وہ تو اس کذب وافترا سے بری ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کے بھتیجے معلّی کا تعلق ہے تو یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان کہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس نے شقیق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگِ صفین میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود حاضر تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ حضرت عثمانؓ کی حیات میں انتقال فرما چکے تھے۔ لہٰذا یہ روایت بھی اپنے وجود میں آنے سے قبل انتقال کر گئی تھی۔

بخاری لکھتے ہیں معلّی بن عرفان الاسدی الکوفی اپنے چچا شقیق سے روایات نقل کرتا ہے۔

منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا الصغیر ص ۱۱۱

نسائی لکھتے ہیں: معلّی بن عرفان متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین للنسائی ص ۹۷

دار قطنی لکھتے ہیں: معلّی بن عرفان کوفی ہے۔ ابو وائل یعنی شقیق سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا و المتروکین للدار قطنی ص ۱۵۰

محشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں۔

حافظ لکھتے ہیں: تمام ناقدین حدیث کا اس کے کذب پر اتفاق ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ ص ۱۵۱

علیؓ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھا تھا۔ اچانک حضرت علیؓ آگئے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انسؓ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا۔ اے انسؓ، یہ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میری امت پر قیامت کے دن یہ حجت ہو گا۔

سب سے بڑی حیرت تو اس پر ہے کہ حضرت انسؓ ۹۳ھ تک حیات رہے اور مختلف امویوں کی بیعت کی۔ لیکن حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ یہ ان کی جانب سے اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اسے حضرت انسؓ سے

مطر بن میمون المحاربی الاسکاف نقل کر رہا ہے جسے مطر بن ابی مطر کہا جاتا ہے۔ امام ابو حاتم رازی، بخاری اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۲۷۔ دار قطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ کتاب الضعفا و المتروکین ص ۱۶۵ للدار قطنی، بخاری لکھتے ہیں، مطر بن میمون نے حضرت انسؓ اور عکرمہ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے یونس بن بکیر روایات لیتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا الصغیر ص ۱۱۱

اس مطر نے حضرت انسؓ کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

اور یہ روایت کہ میرا بھائی اور میرا وزیر ... میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر مروں گا ان میں سب سے بہتر علیؓ ہیں۔ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ ان سب روایات کا وضاع مطرؒ بن میمون ہے۔

ان روایات کے علاوہ ایک روایت ابن عدیؒ اور ذہبیؒ نے یہ بھی نقل کی ہے کہ علیؓ میرا بھائی ہے، میرا ساتھی، میرے چچا کا بیٹا، اور میں اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے جو میرا قرض ادا کرے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے مطر سے دریافت کیا تم انسؓ سے کہاں ملے تھے۔ اس نے جواب دیا خریبہ میں البصرہ میں ایک جگہ ہے۔

عبیداللہ بن موسیٰ

مطر سے یہ تمام کہانیاں نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہے۔ لیکن ماشاء اللہ بہت کٹر قسم کے رافضی تھے۔ ان کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ عبیداللہ بن موسیٰ سے یہ تمام کہانی نقل کرنے والے علی بن مثنیٰ، علی بن سہل اور عبدالرحمٰن بن سراج ہیں۔ اور تینوں کے الفاظ جدا جدا ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عبیداللہ یا مطر بن ابی مطر نے کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد لہٰذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عبیداللہ بھی صحت حال کا اندازہ کر کے الفاظ ——— گھٹاتا بڑھاتا رہتا

حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی

حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو امیہ ول (حکام) کا تذکرہ آیا حضرت علیؓ نے اس پر کوئی رائے زنی کرنی چاہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم رہو اس لئے کہ یہ امارت نہ تمہارے لئے ہے اور نہ تمہاری اولاد کے لئے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۲

اس روایت کا راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ ہے۔ یہ حضرت طلحہؓ کا پوتا ہے۔ اور

حضرت طلحہؓ چونکہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس لئے اغلب گمان یہ ہے کہ ان کا پوتا حضرت علیؓ سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنے ما فی الضمیر کو حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا چاہتا ہے۔

اسحٰق بن یحییٰ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ اسحاق کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد اور نسائی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔

ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں اسحٰق کا انتقال خلافت مہدی میں ہوا ہے۔ یہ حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔ اور اس میں وہم کا مادہ بھی ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا تذکرہ ضعفا میں کیا ہے لیکن اگر وہ ایسی روایات پیش کرے جنھیں کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔ اور اگر اسے دیگر لوگ بھی روایت کر رہے ہوں تو پھر اس کی روایت کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اتفاق سے اسے وہ تنہا روایت کر رہا ہے۔ اسی لئے ابن عدی اور ذہبی نے اس کی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے میزان ج ۱ صفحہ ۲۰۰۔ علمائے حدیث کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔ اس کی حدیث بطور یادداشت لکھ لی جائے، تاریخ الصغیر صفحہ ۱۲

نسائی لکھتے ہیں یہ اسحٰق متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین للنسائی صفحہ ۱۹

لیکن ہمارے نزدیک یہ اسحاق ضرور ضعیف ہے۔ لیکن کذاب اور وضاع الحدیث نہیں۔ اس لئے یہ روایت خود اس کی وضع کردہ نہیں۔ بلکہ یہ روایت کسی نے گھڑ کر اس کی جانب منسوب کی ہے۔ کیونکہ اس روایت کو اس اسحاق بن یحییٰ سے عثمان بن فائد نقل کر رہا ہے۔

عثمان بن فائد یہ اسحاق اس عثمان سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس عثمان کی حدیث قطعاً حجت نہیں۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے یہ تمام آفت اس عثمان کی ڈھائی ہوئی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس عثمان سے سلیمان کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی نے

اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۷

خیبر کے روز تلوار جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھی

مسیّب بن عبدالرحمٰن جو جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں۔ میں حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات بیان فرمانے لگے انہوں نے فرمایا جب علیؓ نے روز خیبر حملہ کی تیاری کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علیؓ! میرا باپ تجھ پر قربان قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تیرے ساتھ وہ ہستی ہے جو تجھے کبھی رسوا نہ کرے گی۔ تیرے دائیں جبرئیلؑ ہیں ان کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اگر اسے پہاڑوں پر ماریں تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اے علیؓ! تجھے رضوان اور جنت کی خوشخبری ہو۔ اے علیؓ! تو عرب کا سردار ہے اور میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ یہ حدیث کافی طویل ہے۔ افسوس کہ امام ذہبیؒ نے صرف اتنا ابتدائی حصہ بیان کیا

امام بخاریؒ فرماتے ہیں مسیّب کی یہ روایت منکر ہے۔

جب بقول مسیّب اتنی لمبی چوڑی تلوار لئے حضرت جبرئیلؑ ساتھ تھے تو ہو سکتا ہے کہ در خیبر جبرئیلؑ نے اکھاڑا ہو اور یار لوگوں نے اسے حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر دیا ہو۔

رہا ان کے سید عرب ہونے کا مسئلہ تو اہل عرب تو انہیں خلیفہ بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ ان کی خلافت سمٹ سمٹا کر صرف کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اور ساتھ میں صرف ایرانی اور قاتلین عثمانؓ رہ گئے تو وہ کس وقت سید عرب بنے ہمیں اس کی خبر نہیں۔

علیؓ انبیائے کرام کا ایک نمونہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص

بلحاظ علم آدمؑ کو، بلحاظ حکمت نوحؑ کو اور بلحاظ بردباری ابراہیمؑ کو دیکھنا چاہے وہ علیؓ کو دیکھ لے۔

ہمارے نظریہ کے مطابق یہ انبیائے کرام کی صریح توہین ہے کہ کسی غیر نبی کو ان کے مثل قرار دیا جائے۔ لیکن مذہب تشیع کی رو سے ہر امام کا مقام تمام انبیأ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ تشبیہ غلط ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہم مثل ہونا ضروری ہے۔ لہذا جب حضرت علیؓ کو ان سے انبیأ سے تشبیہ دی گئی تو یہ تسلیم کر لیا گیا کہ یہ انبیا حضرت علیؓ کے برابر درجہ رکھتے ہیں لیکن جب یہ عقیدہ مانا جائے کہ معراج میں پس پردہ جو آواز آ رہی تھی وہ بھی حضرت علیؓ کی آواز تھی ..... تو اس لحاظ سے انہیں انبیأ سے تشبیہ دینا یہ بھی سراسر توہین ہے۔ لیکن ہم اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ نہیں دے سکتے۔ اس لحاظ سے یہ تشبیہ بے موزہ ہے۔

مسعر بن یحییٰ النہدی

اس کا راوی مسعر بن یحییٰ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے میں اسے نہیں جانتا اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۹۹۔

مسعر بن یحییٰ نے یہ روایت شریک بن عبداللہ بن سنان سے نقل کی ہے اور وہ خالص شیعہ ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ شریک نے یہ روایت ابواسحاق سبیعی سے نقل کی ہے۔ جو مدلس ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے جو غیر معروف ہے۔ اس روایت پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔

حضرت علیؓ بادلوں میں

جناب باقر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو ایک چادر اوڑھائی۔ اس چادر کو "سحاب" کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ یہ سحاب (بادل) پہن کر تشریف لائے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ علی سحاب میں آ رہے ہیں۔ جعفر کا بیان ہے کہ میرے والد باقر نے فرمایا ان لوگوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور یہ کہنا شروع کیا کہ علیؓ بادلوں میں آ رہے ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۹۹

شیعوں میں سے فرقہ رجعیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ زندہ بادلوں میں اٹھا لئے گئے ہیں۔ یہ

بجلی کی کڑک ان کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے اور یہ بجلی ان کے کوڑے کی چمک ہے۔ اسے تو رجعیہ کہتے تھے۔ جناب باقرؒ نے اس کی خوب عمدہ تاویل پیش کی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب باقرؒ کو یہ چادر اڑھانے کا قصہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ جناب باقرؒ بقول ملا مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور علی بیمار خود کمسن بچہ تھے ان کے یہ صاحبزادے میدان کربلا میں چار سال کے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ کس سے سنا۔ متقدمین اہل سنت کی نظر میں یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

ہاں ذرا شیعہ کے ہاں اس سے زیادہ مقبول کوئی روایت نہیں ہوتی کیونکہ اسے ایک امام روایت کر رہا ہے۔ ان سے ان کے صاحبزادے جعفر نقل کر رہے ہیں۔ جن کی ذات پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں جعفر سے نقل کرنے والا مسعدۃ بن الیسع الباہلی ہے۔

مُسعدہ ابن عدی کا بیان ہے یہ تباہ کن ہے۔ ابوداؤد کا قول ہے کذاب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ایک زمانہ گزر گیا کہ ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دیں۔ قتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔ میزان ج ۴ ص۹۸

دارقطنی لکھتے ہیں کہ یہ مسعدۃ بن الیسع الباہلی بصرہ کا باشندہ ہے جعفر ابن جریج اور محمد بن عمرو سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۵۹

اے اللہ! تو علیؓ سے دوستی رکھ

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ میرے بھائی ہیں۔ اور میں علیؓ کا بھائی ہوں۔ اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ۔ میزان ج ۴ ص۳۱۸

ہمیں حیرت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت کسی بھائی چارے

کا خیال نہیں آیا۔ اور جب خیبر فتح ہو گیا۔ اور ابو ہریرہؓ ایمان لائے تو اس بھائی چارے کا خیال آیا؟

بھائی چارہ ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا۔ اور مہاجرین اور انصار کو باہم ایک کر دیا گیا تاکہ باہم اخوت

تو اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا بھائی چارہ حضورؐ سے نہیں ہوا۔ بلکہ سہلؓ بن حنیف سے ہوا۔ یہ وہ بھائی

چارہ ہے جسے عام مؤرخین مواخات کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

دوسرا بھائی چارہ مہاجرین کا باہم کرایا گیا لیکن یہ عام بھائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ صرف ان مہاجرین

کا بھائی چارہ کرایا گیا جن مہاجرین کا کوئی بھائی نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ مسلمان

تھے۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ کے بھائی چارے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات ہیں

وہ سب رافضیوں کی پھیلائی ہوئی ہیں۔ حضرت علیؓ کا بھائی چارہ سہلؓ بن حنیف انصاری سے ہوا۔

ہیّاج بن بسطام الہروی اس روایت کا راوی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے

ابوداؤد کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔ احمد بن حنبل کا فرمان ہے۔ یہ شخص

متروک الحدیث ہے۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ ابن ماجہ کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی

نسائی لکھتے ہیں۔ ہیّاج بن بسطام ہروی ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۱۰۵

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں۔

ہیّاج بن بسطام التیمی البرجمی الہروی ضعیف ہے۔ اس سے اس کے بیٹے خالد نے بہت

سی منکرات نقل کی ہیں۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب، ص۳۶۷

حضرت علیؓ کے کان

ابوالدنیا کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ

تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور اس کے کان اسے محفوظ رکھتے ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے علیؓ! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تیرے کان ایسے بنا دے۔ میزان ج ۴ ص۵۲۳

اس کا واضع ابوالدنیا الاشج ہے۔ اس نے ۳۰۰ھ کے بعد (یعنی جب بارہویں امام غائب

ہو گئے تھے، یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت علیؓ کی شاگردی میں رہا ہے۔ جس طرح رتن ہندی نے چھ سو سال بعد اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سب افراد اپنے اپنے زمانہ کے دجال تھے۔ اس لئے ان لوگوں کی تمام روایات حضرت علیؓ سے متعلق ہیں کسی اور کی اسے خبر نہیں۔

اہل بیت میں دو فرقے ہونا

زید بن وہب الجہنی کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے نبیؐ کے گھر والے دو فرقوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ ہم نے عرض کیا اے ابو عبداللہ ایسا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا ہو کر رہے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؓ کی طرف دعوت دینا چاہے اسے لازم پکڑو [illegible]

اتفاق سے ان حضرت حذیفہؓ کے متعلق تمام محدثین و مورخین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ مروی ہے کہ جب انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ جنگل میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ پالیس روز کے اندر ان کی موت واقع ہوگئی۔

حضرت حذیفہؓ کو فتنوں کے بارے میں سب سے زیادہ خبر تھی۔ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی شہادت کو اتنا اہم سمجھا کہ کسی اور کی بیعت کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

شیعوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اہل بیت میں یہ دو فرقے کب بنے؟ اور ان کا آپس میں قتال کب ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قتل حسینؓ کے وقت اکثر ان کے بھائیوں اور رشتہ داروں نے ساتھ نہیں دیا حتیٰ کہ بہن زینب شہادت حسینؓ کے بعد جا کر یزید کے پاس بیٹھ گئی۔ تب بھی ان میں آپس میں قتل و قتال نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک پارٹی نے حضرت حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اکثر انہیں منع کرتے رہے۔

مؤرخ مسعودیؔ اس روایت کا راوی ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے عقیلی کا بیان

ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے ۔ اور وہ خالص شیعہ تھا ۔ اس سے یہ داستان نقل کرنے والا عباد بن یعقوب الرواجنی ہے جو کٹر رافضی ہے اور بخاری کا شیخ ہے ۔

مسعودی نے یہ داستان عمرو بن حریث سے نقل کی ہے ۔ جو مجہول ہے ۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت قطعاً جھوٹ ہے ۔ میزان ج ۴ صفحہ ۵۲۲

نور کی چھڑی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے چالیس ہزار سال قبل نور کی ایک چھڑی پیدا فرمائی اس کے آدھے حصے سے مجھے پیدا کیا اور آدھے سے علیؓ کو ۔ میزان ج ۴ صفحہ ۵۲۳

غالباً اسی لئے حضور کی غیر حاضری میں علیؓ پر وحی نازل کی جاتی تھی اسطرح یہ دوہری نبوت چلتی رہی جو بارہویں امام لے کر غائب ہو گئے ۔

اس کہانی کا راوی ابو ذکوان ہے ۔ جو قطعاً مجہول ہے ۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اس نے یہ روایت احمد بن عمرو سے نقل کی ہے ۔ یہ کونسا احمد بن عمرو ہے اس کا کچھ اتا پتہ معلوم نہیں اس احمد بن عمرو نے اپنے ہم نام احمد بن عبداللہ سے حدیث نقل کی ہے اتفاق سے احمد بن عبداللہ نامی سینکڑوں افراد ہیں ۔ احمد بن عبداللہ نے یہ داستان عبیداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے ۔ اور عبیداللہ بن عمرو کوئی شخص نہیں ۔ دراصل یہ سب افسانوی ہیرو ہیں ۔ جن کا وجود کوئی ضروری نہیں ۔ عبیداللہ نے یہ روایت عبدالکریم الجزری سے نقل کی ہے اور یہ منکرات بیان کرنے میں مشہور ہے ۔ عبدالکریم نے اسے عکرمہ سے نقل کیا ہے جو ابن عباسؓ کا غلام ہے اور مشہور خارجی ہے ۔ وہ تو ان لوگوں کا قتل بھی لازمہ زندگی سمجھتا تھا جو حضرت علیؓ کو مسلمان سمجھتے ہوں ۔ اگر واقعتاً اس نے کوئی ایسی روایت سنی اور بیان کی ہوتی تو شاید یہاں تک نوبت نہ آتی ۔

ہاں سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کب اور کس شئے سے پیدا ہوئے ۔ کبھی وہ زمین

کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی جنت کی مٹی سے کبھی درخت سے اور کبھی نور سے۔ کبھی ان کے ساتھ پیدائش میں مخصوص شریک ہوتے ہیں کبھی ان کی بیوی اور ساحبزادے بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی متبعین بھی آخر وہ کیا بلا ہیں۔ آج تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کوئی ہے جو ہماری رہنمائی کرے۔

جنت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ میں اور علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں کی جانب گئے۔ اتفاق سے ہمارا گزر ایک باغیچہ پر سے ہوا۔ حضرت علیؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ باغیچہ کتنا عمدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تجھے جو باغیچہ ملے گا وہ اس سے بہتر ہو گا۔ حتیٰ کہ آپ سات باغوں پر سے گزرے اور ہر بار یہی کہتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اس پر حضرت علیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے جسے یہ ظاہر نہیں کرتے۔ اور میری وفات تک یہی ہوتا رہے گا۔

آخر قوم کے دل میں حضرت علیؓ کی جانب سے کون سا کینہ بھرا ہوا تھا۔ جو پوری قوم اسے دل میں چھپائے بیٹھی تھی۔ اس قوم میں انصار، قریشی، تمیمی، غفار، اوس، بجیلہ، نخع، اشعر اور دیگر قبائل سب شریک تھے۔ بالفاظ دیگر پانچ افراد کے علاوہ پورا عرب ان سے کینہ رکھتا تھا۔ حالاں کہ جہاں یہ بات خلاف عقل ہے وہاں یہ بات خلاف نقل بھی ہے۔ اور آپ کے رونے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لوگ خوش نہ تھے۔ آخر اس مخفی تبرا کی کیا ضرورت تھی۔ کھل کر اور واضح الفاظ میں کہنا چاہیے تھا کہ سب کافر تھے۔

یونس بن خبّاب الاسیدی الکوفی

اس روایت کا راوی یونس بن خباب ہے۔ اس کی روایات ترمذی، نسائی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔

عباد بن حباد کا بیان ہے کہ میں یونس بن خباب کے پاس گیا۔ اور اس سے عذاب قبر کی حدیث دریافت کی۔ اس نے حدیث بیان کی اور پھر کہنے لگا کہ اس حدیث میں ایک جملہ اور بھی تھا۔ جو میں نے ناصبیوں سے چھپا لیا ہے۔ میں نے دریافت کیا وہ جملہ کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ قبر میں یہ بھی سوال ہوگا تیرا ولی کون ہے؟ اگر مرنے والے نے یہ جواب دیا کہ وہ علیؓ ہیں تو نجات پا جائے گا۔ جب ہی تو آج کل ہمارے سنی بھائی کہتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

عباد کہتے ہیں میں نے اس پر کہا کہ تم تو اپنے باپ دادا سے ایسی بات نہیں سنی تھی۔ اس نے سوال کیا تو کہاں کا باشندہ ہے، میں نے جواب دیا بصرہ کا۔ اس پر بولا تو تو عثمانی خبیث ہے۔ عثمانؓ سے نسبت کرتا ہے۔ حالانکہ عثمانؓ نے حضور کی دو بیٹیوں کو قتل کر دیا تھا۔ عباد کہتے ہیں میں نے کہا جب ایک کو قتل کر چکے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوسری بیٹی کا نکاح کیوں فرمایا؟

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ یونس کذاب ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ بدترین انسان تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے روایت لینا بھی حلال نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ ایک بدترین انسان تھا غالی شیعہ ہے۔ بخاری کا قول ہے منکر الحدیث ہے۔

میزان جلد ۴ ص ۴۷۹ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۰۹ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۸۱

حضرت علیؓ امام المتقین ہیں

حضرت سعد بن زرارہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے علیؓ کے معاملہ میں مجھ پر تین باتوں کی وحی کی۔ اول تو وہ سید المسلمین ہیں، امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے قائد ہیں۔ جن کے اعضا وضو سے چمکتے ہوں گے۔

اس روایت کا راوی وہی یحییٰ بن العلاء الرازی ہے۔ جس کا حال سابقہ روایت میں گزر چکا ہے۔

وہ اس کہانی کو

بلال بن ابی حمید سے نقل کر رہا ہے جو قطعاً مجہول ہے۔ یحییٰ بن العلا سے یہ روایت نقل کرنے والا

عمرو بن تسنیم العقیلی ہے ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بے کار ہوتی ہے۔ ابو زرعہ کا بیان ہے۔ یہ بہت واہی انسان ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۵۳

لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام میں سے اس کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت ابوبکرؓ صدیق کو امام متعین کر دیا۔ اس طرح یہ چور دروازہ بند ہو گیا۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سے عثمانؓ کے خاتمہ تک خلافت پر منافقین کا ناجائز قبضہ تھا۔ لیکن اتفاق یہ کہ جب حضرت علیؓ کی صورت میں ایک مومن زبردستی خلافت پر قابض ہوا تو دنیا نے اس کی مخالفت کی اور واقعہ تحکیم کے بعد وہ صرف امیر کوفہ ہو کر رہ گئے۔ اور صحابہ کرام نے ان کی معزولی کا فیصلہ سنا دیا۔

جنّت کے خزانے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو برزہؓ اسلمی کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان سے فرمایا اور میں یہ بات سن رہا تھا اے ابو برزہؓ علیؓ کے بارے میں پروردگار نے مجھ سے عہد فرمایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا علیؓ ہدایت کے جھنڈے ایمان کے منار، میرے اولیاء کے امام اور ان سب لوگوں کے نور ہیں جنھوں نے میری اطاعت کی۔

اے ابو برزہؓ علیؓ میرے امین ہیں کل میرے حوض پر آئیں گے۔ میرا جھنڈا اٹھائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی جنت کے خزانوں کی چابیوں کے ذمہ دار ہوں گے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۵۶

آج تک حضرت علیؓ کے سلسلے میں جتنے بھی عہد بیان ہوئے ہیں۔ ان سب پر کسی انصاری کا تقرر ہوتا ہے۔ اور مہاجرین و قریش سے ان کا اخفا کیا جاتا ہے۔ آخر اس میں کیا راز نہاں ہے کہ وہ منافق ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

ہاں میرا سبائیوں سے یہ سوال ضرور ہے کہ چلو تاریخ و رجال سے یہی ثابت کر دو کہ عروۃ بن الزبیر نے حضرت انس بن مالک سے کوئی حدیث سنی ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت انس کو دیکھا تک نہیں۔ اس لیے کہ حضرت انس حضرت عمر کے زمانہ سے بصرہ میں مقیم رہے جب کہ عروہ مدینہ کے عالم ہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ کے شاگرد ہیں۔

لاھز ابو عمرو التیمی

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی لاہز ابو عمر التیمی ہے۔ جو مجہول ہے اور ثقہ رجال کے نام سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ ذہبی کا بیان ہے یقیناً موضوع ہے۔

سبائیوں سے ہمارا ایک سوال یہ بھی ہے کہ اس روایت کو عروہ سے ان کے صاحبزادے ہشام نقل کر رہے ہیں اور ہشام سے سلیمان بن طرخان التیمی البصری، چلئے یہی ثابت کر دیجئے کہ سلیمان تیمی نے ہشام بن عروہ سے احادیث سنی ہیں۔ اور ہشام کا عراق آنے کے بعد یعنی ۱۳۶ھ کے بعد حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ان کی صرف وہ روایات قابل قبول ہیں جو ان سے صرف اہل مدینہ نقل کریں۔

بغض علیؓ کا انجام

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ! اگر میری امت تجھ سے بغض رکھے گی تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ناک کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ میزان ج ۳ ص ۴۱

اس روایت کو عثمان بن عبد اللہ القرشی الشامی نے ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے۔ اس عثمان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے کوئی اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا ہے۔ عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان۔

خطیب کا بیان ہے کہ حاکم نے اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عبد الرحمن بن الحکم بن ابی العاص الاموی۔

بعض نے اسے حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے اور نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن محمد بن عبدالملک بن سلیمان بن عبدالملک بن عبداللہ بن عتبہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔

ذہبی کا بیان ہے کہ نسب نامہ طویل ہے۔ اور خالص جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ القرشی اور حضرت عثمانؓ کے درمیان دس آباؤ کہاں ہوتے چھ کا ہونا بھی محال ہے۔

ابن عدی کا بیان کہ یہ نصیبین اور دار البلاد میں رہا کرتا تھا۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۴

شیعہ فردوس کے ایک چشمے سے پیدا ہوئے

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے اپنے باپ اور جعفرؒ نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فردوس میں ایک چشمہ ہے جو شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اسی سے اللہ نے ہمیںؑ پیدا کیا ہے۔ اور اسی سے ہمارے شیعوں کو اور یہی وہ میثاق تھا جس کا اللہ نے وعدہ لیا تھا یعنی ولایت علیؓ کا۔ میزان ج ۲ صہ ۲۳

یہ روایت حماقتوں سے معمور ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو زمین سے پیدا فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ۔ — ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا۔ اسی میں لوٹائیں گے۔ اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔

گویا ہم اس مٹی سے پیدا ہوئے اسی لئے مٹی میں دفن ہوتے ہیں۔ شیعوں کو چاہیے کہ وہ فردوس میں دفن ہوا کریں۔ اس زمین سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اپنے کسی مخصوص قبرستان کا نام فردوس رکھ لیا ہو۔ ہم نے کراچی میں متعدد ہوٹلوں کا نام فردوس دیکھا ہے ہاں یہ ضرور غور طلب مسئلہ ہے کہ شیعوں کے امام کہاں دفن ہیں۔ اب اگر وہ مٹی میں دفن ہیں تو ہوسکتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو کوئی مغالطہ ہوا ہو۔ ویسے بھی ہم اپنے ساتھیوں کو ایک پتہ کی بات بتائے دیتے

ہیں کہ علی رضا کا جہاں مقبرہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے مخصوص ساتھی جنھوں نے بیعت یزید کی بنیاد رکھی۔ یعنی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ دفن ہیں۔ یہ بات خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

اس روایت میں لفظ شہد بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ شہد فارسی کا لفظ ہے۔ عربی میں شہد کو عسل بولتے ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ کہانی کسی ایرانی نے وضع کی ہے۔ کیونکہ اولاد علیؓ عربی زبان سے خوب واقف تھی۔ وہ عربی النسل تھے۔ شہر بانو کی اولاد نہ تھے جو ماں کے عجمی ہونے کا اثر آتا۔

عبید بن مہران

اس کا راوی عبید بن مہران ابو عباد المدنی ہے جو مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۳

اس روایت میں ایک لطف یہ ہے کہ اسے حضرت علیؓ کی اولاد میں سے دو شخص روایت کر رہے ہیں ایک جعفر کے دادا زین العابدینؒ جو تابعی ہیں اور انہوں نے حضور کو نہیں دیکھا۔ اور راوی کا راوی وہ بیان نہیں کرتے اس طرح یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے دادا حسن بن علی ہیں یہ بھی تابعی ہے۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ دونوں اپنے دادا سے روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دادا جداگانہ، اس لحاظ سے یہ جملہ عن جد ہی غلط ہوا۔

تو مجھ سے جنگ کریگا' حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا

ابو حزرہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو قسم دے کر سوال کیا، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا تھا کہ اے زبیرؓ تو علیؓ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو ظالم ہوگا؟ زبیرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن میں بھول گیا تھا۔ میزان ج ۲ ص ۶۶

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابو حزرہ جو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا قصہ نقل کر رہا ہے۔ یہ مجہول ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ میزان ج ۴ ص ۵۱۱

عبدالملک بن مسلم الرقاشی ابوحرد سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالملک بن مسلم الرقاشی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں اسے عبدالملک کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن محمد الرقاشی اس عبدالملک بن مسلم سے عبداللہ بن محمد الرقاشی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا جو اس کا پوتا ہے۔ اس سے بجز جعفر بن سلیمان کے کوئی روایت نہیں لیتا۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اس نے زبیرؓ و علیؓ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۸

جعفر بن سلیمان الضبعی اس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ کٹر رافضی تھا۔ خلفائے ثلثہ کو گالیاں دیتا۔

ہماری عرض صرف اتنی ہے کہ جب حسب روایت زبیرؓ نے اپنی غلطی قبول کر لی تھی۔ اور میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا اور قتل کے بعد جب قاتل نے حضرت علیؓ کے سامنے ان کے قتل کا اعلان کیا تو حضرت علیؓ نے اس قاتل سے زبیرؓ کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

علیؓ سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ اچانک علیؓ آگئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی خاطر اس سے مجھ سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا۔ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے۔ اور میری اولاد علیؓ کی پشت میں رکھ دی۔ میزان ج ۲ ص ۵۰۶۔

کیونکہ بقول روافض حضورؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں اور آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اتفاق سے کسی اور کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھ دی گئی۔

ادھر چونکہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ آپؐ کے سگے داماد نہ تھے۔ بلکہ ایسے ہی مانگے

کی بیٹیاں لے کر پال لی تھیں۔ لہٰذا آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اس کا نام علیؓ تھا۔ اور ابوالعاصؓ اور عثمانؓ ایسے ہی زبردستی داماد بن گئے تھے لہٰذا انکی اولاد اولادِ رسول نہیں کہلا سکتی۔ ورنہ پورا ایک دستہ تیار ہو جائے گا۔۔۔۔۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے عبداللہؓ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ اس سے قبل تو مدینہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس پشت سے ام کلثومؓ بھی پیدا ہوئیں جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں گئیں ان ام کلثومؓ سے عمرؓ کی جو اولاد ہوئی۔ زید اور رقیہ وہ بھی اولادِ رسول ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد الحاسب یہ داستان عبدالرحمٰن بن محمد نے نقل کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا اور یہ روایت جھوٹی ہے۔ میزان جلد ۲ صفحہ ۵

حضرت علیؓ کی شبِ عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی میں حاضر ہوئے۔ اور گھر پر بہت عمدہ مٹی کا پلاستر کیا۔ ہمارے روبرو کشمش اور چھوہارے لائے گئے جو ہم نے کھائے اور شبِ عروس میں علیؓ و فاطمہؓ کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۱۲

عبداللہ بن میمون القداح اس روایت کا راوی عبداللہ بن میمون القداح المکی ہے۔ جو یہ کہانی جعفر بن محمد سے نقل کر رہا ہے۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسکی روایت ردی ہوتی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اگر یہ کوئی تنہا روایت بیان کرے گا تو ہرگز قابلِ حجت نہیں۔ ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث واہی ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۱۲

نسائی لکھتے ہیں، عبداللہ بن میمون القداح ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۶۱

قتل عثمانؓ کے روز علیؓ دلدل پر سوار ہو کر آئے۔

علی بن عبداللہ بن نعیم نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جس روز عثمانؓ قتل ہوئے اس روز علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر دلدل پر سوار ہو کر آئے۔

ذہبی کا بیان ہے اسے عقیلی نے مختصراً بیان کیا ہے۔ مجھے پوری روایت کسی جگہ نہیں ملی۔

ابراہیم بن علی الرافعی اس کا راوی ابراہیم بن علی الرافعی ہے۔ بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ا ص۵)

دارقطنی لکھتے ہیں یہ بہت کم روایات بیان کرتا ہے۔ اس نے کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں۔ یہ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۴۴

محشی حاشیہ میں قمطراز ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ خطا بہت کرتا حتی کہ ان لوگوں سے جن کی روایت حجت ہو اسے خارج کر دیا گیا۔ حاشیہ ص۴۴

جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت کرنی چاہیئے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت رکھنی چاہیے۔ اور جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھتا ہے وہ میری شفاعت سے محروم ہوا۔

عبداللہ بن حفص الوکیل اس داستان کا راوی عبداللہ بن حفص الوکیل السامری ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایات لکھی تھیں، اس نے مجھ سے جتنی روایات بیان کیں، سب موضوع تھیں۔ ان میں ایک روایت قارئین کے سامنے

پیش کی گئی۔

ذہبی لکھتے ابن عدی کو اپنی کتاب میں ایسے دجّال کا حال بیان نہیں کرنا چاہیے تھا۔
اس شخص نے جہاں حضرت علیؓ کی فضیلت میں روایات وضع کی ہیں وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں بھی وضع کی ہیں۔ جو ہم انشاء اللہ مناقب معاویہؓ میں پیش کریں گے۔ یعنی جیسا موقع دیکھا ویسے بن گئے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۱۴۱

حضرت علیؓ کے عمامہ باندھنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز میرے ایک عمامہ باندھا۔ اور اس کے دونوں کنارے میرے مونڈھوں پر ڈال لیے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری بدر و حنین کے روز فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی۔ اور وہ فرشتے یہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہے۔ پھر اس کے بعد لوگ آپؐ کے سامنے سے گزرنے لگے۔ اچانک ایک شخص کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ اور ایک شخص کے پاس فارسی کمان تھی۔ آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

تم ان دونوں کو ان کے مشابہ چیزوں کو اور نیزوں کو اختیار کر لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں تمہاری ان کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۹۶

۱۔ اولین مسئلہ یہ ہے کہ ایک عمامہ بدر و حنین کے روز کتنے فرشتوں نے باندھا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہ عمامہ یکے بعد دیگرے باندھا تھا۔ یا ایک ساتھ باندھا تھا۔ اور یہ کتنا طویل تھا جسے پہلے پانچ ہزار فرشتوں نے باندھا اور پھر وہ حضرت علیؓ کے سر پہ آ گیا۔ حالانکہ ہم تو آج تک یہ سنتے آئے تھے کہ عمامہ بقدر حیثیت۔ اگر واقعتاً اس عمامہ میں یہ اہم خصوصیت پائی جاتی تھی تو کم از کم جنگ احد کے وقت اس کی خاص ضرورت تھی۔ لیکن جب حضرت علیؓ پر الزام لگا تو یہ عمامہ باندھ دیا گیا۔ تاکہ اس عمامہ کے ذریعہ اس الزام کی پردہ پوشی کی جائے۔ لیکن صد افسوس کہ اتنا طویل عمامہ

امیر معاویہؓ کے مقابلہ پر کچھ کام نہ آیا۔

۲۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرکین بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔ یہ عمامہ تمام عربوں کا لباس تھا نہ کہ صرف مسلمانوں کا

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غدیر خم پر سے آپ کا گزر حجۃ الوداع کے بعد ہوا اور جو تمام صحابہ احرام باندھ کر حج کو گئے تھے اور اب اہل مکہ سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ اس لئے کوئی ہتھیار ساتھ لے جانے کا کوئی مسئلہ نہ تھا تو وہاں قوس عربی یا قوس فارسی کا کون سا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اور وہ تمام فارسی تو تھے نہیں عربوں کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ میں سلمان فارسی کے علاوہ کوئی فارسی نہ تھا

عبداللہ بن بُسر الحُبرانی الحمصی

اس روایت کا راوی عبداللہ بن بسر الحبرانی الحمصی ہے یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۹۶ کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ۵۵۔

پھر یہ عبداللہ بن بسر حمصی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ روایت حکیم ابوالاحوص نے مجھ سے بیان کی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حالانکہ حکیم صحابی نہیں۔ اس صورت میں یہ روایت منقطع بھی ہو گئی اور کبھی بتاتا ہے کہ یہ روایت ابو راشد الحبرانی نے بیان کی اور اس نے حضرت علیؓ سے سنی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ بولا گیا ہے۔ اور حکیم ابوالاحوص ضعیف ہے اور ابو راشد الحبرانی مجہول ہے۔

علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل

ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں۔ جیسے بنفشہ کا تیل تمام تیلوں سے۔

اس روایت کا راوی عثمان بن عبداللہ الشامی ہے جس کا حال ابھی گزرا ہے۔ جو ثقہ راویوں کے نام سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اس نے یہ داستان باقر کے ذریعہ ابو سعیدؓ خدری سے نقل کی ہے۔ حالانکہ باقر نے ابو سعیدؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ہاں یہ روایت پاکستانی تیل فروشوں کا بینک بیلنس بڑھانے

کے نزدیک کام آ سکتی ہے۔

مسلم بن خالد الزنجی

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی خاص حرج نہیں۔ یحیٰی کے بارے میں عثمان دارمی نے ان سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن بعض لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ ضعیف حدیث کیا کرتے تھے

ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتا۔ علی بن المدینی کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں ابو داؤد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اگرچہ ابو داؤد نے اس سے روایت لی ہے۔ میزان ج ۴ صہ ۱۰۲

میرا قرض ادا کرنے والا علیؓ ہے

حضرت ابو سعید نے سلمانؓ سے نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ آپ کا وصی کون ہے؟ پہلے تو آپ کچھ دیر خاموش رہے (گویا یہ سوچ رہے ہیں۔ کہ سلمانؓ کے روبرو راز فاش کیا جائے یا نہیں)، پھر بعد میں فرمایا۔ اے سلمانؓ میرا[۲] وصی، میرے راز کی جگہ، جن لوگوں کو چھوڑ کر میں جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر[۳]۔ جو شخص میرا[۴] وعدہ پورا کرے گا اور میرا[۵] قرض اتارے گا۔ وہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ میزان ج ۴ صہ ۲

حضرت سلمانؓ کے سوال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لئے خاموشی اختیار کی۔ کیا یہ تو نہیں سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے اہم راز کو کہیں یہ فاش نہ کر دیں۔ اور سلمانؓ نے واقعتاً اسے فاش کر دیا۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہنے پر مجبور ہوں گے کہ سب وعدے ابو بکرؓ نے پورے کئے تھے۔ اور آپؐ کے تمام قرضے ادا کئے تھے۔ پھر حضرت حسینؓ کربلا میں بقول شیعہ حضرات کن قرضوں کی واپسی کی بات کر رہے تھے۔ اگر فی الواقع وہ قرض ادا نہیں ہوئے تھے تو اب ہمیں ادا کر دیئے جائیں۔

مزید لطف یہ ہے کہ راز دارِ رسول کا خطاب حضرت علیؓ کو دیا گیا۔ لیکن لے اڑے حذیفہؓ بن الیمان حتیٰ کہ ان کا لقب رازدارِ رسول ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک درخت کی کھوہ میں یہ

کہہ کر جا بیٹھے کہ اب کوئی امام نہیں۔ حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔ لیکن حضرت علی کو انہوں نے اپنا امام تسلیم نہیں کیا۔

ہاں ہم شیعہ صاحبان سے یہ ضرور سوال کرنا چاہتے ہیں کہ بقول سلمانؓ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے تو حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت اسمعیلؑ کا وصی کون تھا؟

اس روایت کا راوی وہی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ جس کا حال سطور بالا میں گزر چکا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ناصح نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔

سماک بن حرب

اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے۔ قبیلۂ ہذیل سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ مشہور علماء میں سے ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب ستہ نے اس کی روایات لی ہیں۔

ابن المبارک نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ سماک ضعیف ہے۔

جریر الضبی کا بیان ہے، میں سماک سے ملنے گیا۔ میں نے اسے کھڑے پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس لوٹ آیا اور اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ شخص پاگل ہوگیا ہے۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ اگرچہ شعبہ اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

جناد المکتب کا بیان ہے کہ ہم سماک کے پاس جاتے اور اس سے اشعار کا سوال کرتے ایک اہل حدیث بھی آجاتے سماک ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے اچھا سوال کرو، یہ ایک قسم کا بوجھ ہیں۔

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے سماک کو یہ کہتے سنا ہے کہ میری اب نگاہ جاتی رہی، میں نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ دریائے فرات جاؤ اس میں اپنا سر ڈبو دے، لیکن اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تیری بینائی لوٹا دیگا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی لوٹا دی۔ اور سماک یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے اسی صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

امام احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ لیکن اس کی حدیث عبدالملک بن عمیر سے بہتر ہوتی ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن صالح جزرہ اسے ضعیف کہتے۔ نسائی

تو بات یہ ہے کہ جب تنہا کوئی حدیث بیان کرے تو حجت نہیں۔ کیونکہ اسے جو تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کرلیتا۔

بیان ہے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ وہ سماک سے کہتے کچھ لوگوں نے عکرمہ کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے تو وہ فوراً اس کا اقرار کرلیتا۔ لیکن میں نے اسے کبھی تلقین نہیں کی۔

قتادہ نے ابوالاسود دئلی سے نقل کیا ہے اگر تیری یہ تمنا ہو کہ اپنے ساتھی کو جھوٹ بولنا سکھا دے تو اسے لقمہ دینا شروع کردو۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ میں نے اپنے باپ کی تحریر میں ایک نامعلوم شخص کا یہ قول پڑھا ہے سماک بہت فصیح تھا۔ اپنی زبان اپنی فصاحت سے مزین کرتا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ مسلم نے اپنی روایت میں اس سے حجت پکڑی ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں اس سماک سے دو سو کے قریب روایات مروی ہیں۔ ابن عمار کا بیان ہے کہ ان میں غلطیاں کرتا۔ اور لوگوں کی بیان کردہ روایات میں اختلاف کرتا ہے۔

عجلی کا بیان ہے جائز الحدیث ہے لیکن سفیان ثوری اسے تھوڑا سا ضعیف کہتے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں۔ اس کی عکرمہ سے روایات مضطرب ہوتی ہیں۔ سفیان اور شعبہ نے انہیں عکرمہ کی روایت بیان کیا ہے۔ ابوالاحوص اور اسرائیل نے ان تمام روایات کو عکرمہ کے واسطے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ غیر عکرمہ میں نیک ہے۔ لیکن وہ مثبت لوگوں میں داخل نہیں۔

حضرت علیؓ باب حطہ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ باب حطہ ہیں۔ جو اس میں سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا۔ اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔

میزان ج ا ص۵۳

قوم یہود نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس پر جہاد سے انکار کیا تو انہیں چالیس سال تک مقام تیہ میں قید کر دیا گیا۔ جب نئی نسل پیدا ہو کر جوان ہوئی تو حضرت یوشع کے ذریعہ انہیں دوبارہ جہاد کا حکم دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا۔

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ۔ اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو معافی ہے خواہاں ہیں ہم اپنی خطاؤں کی آپ سے مغفرت چاہتے ہیں۔

یہ حکم یہود کے لئے مخصوص تھا۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ جب تم دروازے میں داخل ہو تو یہ کہتے ہوئے داخل ہونا کہ حطۃ۔ ہم معافی کے طلبگار ہیں۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کریں گے انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور ان پر طاعون نازل کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک روز میں ستر ہزار افراد مر گئے۔ اس واقعہ سے تمام کتب تفاسیر معمور ہیں۔

لیکن اس رافضیت نے حضرت علیؓ کو باب حطہ بنا کر اول تو اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا۔ کیونکہ حطہ کسی دروازے کا نام نہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس نے اپنے اس مسلک کی اشاعت کی کہ جس نے علیؓ کا دروازہ اختیار نہیں کیا۔ وہ باب حطہ میں داخل نہیں ہوا۔ اور جو باب حطہ میں داخل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ لہٰذا جو حضرت علیؓ کی ولایت کا قائل نہ ہو اور انہیں مولیٰ تسلیم نہ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اس پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہو جس طرح اس قوم یہود پر نازل ہوا تھا۔ اور کوئی سُنّی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو اختیار کیا ہو۔ لیکن بقول روافض کوئی سُنّی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو ترک نہ کیا ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا دامن نہ تھاما ہو۔ لہٰذا اسکے لئے ضروری ہوا کہ اس پر عذاب نازل ہو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو سبائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر شہید کر دیں اور علیؓ کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں باب حطہ قرار دیں اور یہ تمام من ان کو دیں بیٹھے رہتے ہوں۔ لہٰذا جو شخص ہو خواہ حضرت علیؓ کی قیادت کو قبول نہیں کرتا

وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔ اور جس نے علیؓ کو چھوڑا، وہ کافر ہوا۔

لہٰذا تمام وہ حضرات جو امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مد مقابل ہوئے۔ اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ وہ سب کافر ہے۔ اور ان حضرات کی تعداد اسی نوے ہزار کے درمیان تھی۔ جب کہ حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے والوں کی تعداد بقول ابن سیرین تیس صحابہ سے زیادہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ سب صحابہ کافر تھے۔ حتیٰ کہ ان میں وہ حضرات بھی داخل تھے جن کے نام سے منسوب کر کے ہزارہا روایات وضع کی گئیں۔ مثلاً حضرت جابرؓ، حضرت بریدہؓ وغیرہ۔

اس داستان کا واضع حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے۔ غالی شیعہ ہے صحابہ اور نیک لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بعض ضعیف راوی اس کی ضعیف روایت کا کچھ حصہ لے کر اور اس میں اضافات کر کے اس کی جانب منسوب کرتے۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی منکرات بیان کیں جن کا واضع اسے قرار دیا۔ ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

ابومعمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۲۳۔ ابوحاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ حد سے زیادہ گمراہ تھا۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

دارقطنی لکھتے ہیں یہ حسین کوفہ کا باشندہ ہے۔ اشقر کے لقب سے مشہور ہے۔ شریک قیس بن جعفر الاحمر اور ابراہیم بن سفیان سے روایات نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صفحہ ۸۳۔

اس کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا۔

شریک اس حسین الاشقر نے یہ روایت شریک سے نقل کی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ خالص شیعہ ہے۔ اور اس کا داستان قاتل حسین ہے بالک

شریک نے یہ روایت عطاء سے نقل کی ہے اگر عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح المکی ہیں تو وہ مسلم آ[illegible]
ہیں اور انہوں نے ابن عباسؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ لیکن اعمش جن سے شریک نے یہ روایت نقل
کی ہے۔ انہوں نے ان عطاء سے کوئی روایت نہیں کی اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ لیکن اگر عطاء سے
مراد عطاء بن السائب ہیں اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔ اور اعمش نے ان سے روایات
سنی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس عطاء نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ یہ اس راوی
کی جہالت کا اعلیٰ نمونہ ہے جو ہم نے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

جنّت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علیؓ رسول اللہؐ کے بھائی ہیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا
ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخی رسول اللہ
اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی کادح بن رحمہ ہے۔

کادِحُ بن رَحْمہ ہے۔ جو انتہائی زاہد اور پارسا ہے۔ لیکن ازدیؒ کا بیان ہے کہ روایت حدیث میں کذاب ہے۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں۔ اس کا نام ابو رحمہ ہے۔
خطابیؒ کا قول ہے میں ساٹھ روز اس کے پاس رہا۔ میں نے شب و روز میں کسی وقت اسے لیٹے
نہیں دیکھا۔

بظاہر تو یہ بات بہت نیکی کی ہے۔ لیکن جن لوگوں کا ذہن زہد و تقویٰ میں لگا ہوا ہو وہ حفظ حدیث
کی جانب توجہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا تھا۔

ما رایت اکذب من الصالحین فی الحدیث۔ — میں نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں کسی کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

اور امام مسلمؒ نے یہ تشریح فرمائی ہے۔

بل الکذب یجری علی لسانھم — بلکہ جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔

اس سے یہ قاعدہ ظاہر ہو گیا کہ جو شخص زیادہ نیک ہو گا وہ حدیث میں قطعاً کمزور ہو گا۔

اس کا دوسرا راوی یہ روایت مسعر کے واسطے عطیہ العوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ مشہور شیعہ ہے۔

جنت میں داخلہ کیلئے علیؓ کی محبت لازمی ہے

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میرے پروردگار کی اس جنت میں داخل ہونا چاہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اسے علیؓ سے محبت کرنی چاہیے۔

اس کا راوی قاسم بن محمد بن ابی شیبہ العبسی ہے۔ یہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا بھیجا ہے۔ اس کا انتقال ۲۳۵ھ میں ہوا۔ یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ قاسم بن محمد میرا چچا ہے۔ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! تیرا چچا ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۳۷۹

یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی اس نے یہ روایت یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی سے نقل کی ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ شیعہ ہے، ضعیف ہے۔ تقریب صـ ۳۷۹

بخاری لکھتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ ترمذی نے اس کی روایت کو غریب اور منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ صـ ۴۱۵

عمار بن زریق یحییٰ نے اسے عمار بن زریق سے نقل کیا ہے۔ سلیمانی کا بیان ہے کہ وہ رافضی ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۱۶۳

ابو اسحٰق سبیعی عمار نے اسے ابو اسحٰق سبیعی سے نقل کیا ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ سمجھے جاتے ہیں لیکن مدلس ہیں۔ اور مدلس کی حدیث معنعن قطعاً قابل قبول نہیں ہوتی۔ اتفاق سے

یہ روایت بھی معنعن ہے

زیاد بن مطرف ابو اسحٰق اسے زیاد بن مطرف سے نقل کرتا ہے جو مجہول ہے

اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کے لئے جن اوصاف کو لازم قرار دیا ہے ان میں یہ وصف شامل نہیں کیا گیا۔

مختصراً اس کی کوئی کل بھی درست نہیں۔ اور جب کوئی کل درست ہو جانے کی توجیہ خود کیا جاتا ہے

اے علیؓ تیری جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور آپؐ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ ہم ایک باغیچہ پر سے گزرے، میں نے کہا کتنا خوبصورت باغیچہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں تیرے لئے اس سے بھی زیادہ حسین ہوگا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغیچوں پر سے گزرے اور آپ یہ کہ اسی سلسلہ میں یہی بات فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ جب راستہ سے کنارہ کش ہو گئے

تو آپؐ نے مجھے گلے لگایا اور رونے لگے۔ میں نے سوال کیا آپؐ کے رونے کی کیا وجہ ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا، میریؐ قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ وہ تجھ سے یہ کینہ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کینہ کیا میرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ میزان ج ۳ صہ ۳۵۵

یہ روایت نسائی نے مسند علی اور بغوی نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت تقیہ کا ایک علمی شاہکار ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ سے خائف ہیں کہ انہیں فضیلت علیؓ کا علم نہ ہو۔ اسی لئے شہر سے دور جا کر جب کوئی دیکھنے والا نہ رہے علیؓ کو گلے لگاتے اور بے ساختہ روتے ہیں اور صحابہ کرام جو حضرت علیؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خائف ہیں۔ اور اپنا کینہ ظاہر نہیں کرتے۔ اسی لئے دونوں ہی تقیہ پر مجبور ہیں اس لحاظ سے دین کی سلامتی تقیہ ہی میں ہے۔ اور دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ پر موقوف ہے

لہٰذا ہم تقیہ بازوں کے ڈر سے تقیہ کئے بیٹھے ہیں۔

یہ بھی ہم عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انصار مدینہ کے پاس کھجور کے کچھ باغات تھے۔ اور مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی پھل نہ تھا۔ اور نہ آج تک کسی اور پھل کے درخت پائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہمارے زمانہ تک تو یہی صورت حال ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہو جائیں۔ وہ افغانستان، ایران و کشمیر کا علاقہ نہ تھا جس میں پے در پے سات باغات گزرتے چلے گئے۔ اور وہ بھی سب سر راہ واقع تھے۔ یا رونے کے لئے جنگل میں جانا کوئی ضروری تھا؟

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ کو جنت میں اس سے بہتر باغات ملیں گے تو حضرت علیؓ کا تو بہت بڑا مقام ہے۔ ایک عام مسلم کو بھی جنت میں جو کچھ ملے گا اسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا۔ جب ایک عام مسلم کیلئے ہمارا یہ تصور ہے تو حضرت علیؓ کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اس بہلاوے سے حضرت علیؓ کو دنیا میں کیا فائدہ پہنچا۔ اگر واقعتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات فرمائی تھی تو حضرت علیؓ نے قبولِ خلافت کے وقت اس وصیت کو کیوں نہ ذہن میں رکھا؟

فضل بن عُمَیرۃ القیسی اس روایت کا راوی فضل بن عمیرۃ القیسی ہے۔ محدثین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے۔ عقیلی کہتے ہیں وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جو دوسرا کوئی نہیں بیان کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ لیکن ذہبی لکھتے ہیں یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ بلکہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

میمون فضل نے یہ روایت میمون سے نقل کی ہے۔ پھر بھی یہ کہتا ہے کہ یہ روایت میمون الکردی سے مروی ہے اور کبھی کہتا ہے میمون بن سیاہ سے مروی ہے۔ اور میمون اسے ابو عثمان النہدی سے نقل کر رہا ہے اور ابو عثمان کے شاگردوں میں میمون کردی داخل ہے میمون بن سیاہ نہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ میمون کردی ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۲۔ لیکن اگر میمون بن سیاہ مراد ہے۔ تو ابو داؤد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۳

اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے

حضرت امامہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیا کو مختلف درختوں سے پیدا فرمایا ہے۔ اور مجھے اور علیؓ کو ایک درخت سے پیدا کیا۔ اس درخت کی جڑ میں ہوں فاطمہؓ اس کا تنا ہیں، علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ ان شاخوں میں سے اگر کوئی ایک شاخ تھام لے گا۔ وہ نجات پا جائے گا۔ میزان ۳ صفحہ ۳۲

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں یہ دعویٰ فرمایا ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

حتیٰ کہ اس سلسلہ میں تخلیق آدم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ درختوں سے پیدائش کی کہانی ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور فقہا احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی روایت خلاف قرآن ہو تو اس کی تاویل اگر ممکن ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا۔ اور قرآن اس کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

لیکن شیعہ صاحبان کو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کو قبرستانوں کی بجائے درختوں میں دفن کرنا چاہیے۔ ہم بھی اس تماشہ کے منتظر ہیں۔ لیکن افسوس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما سب مٹی میں دفن ہوئے اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔

فُضَال بن جُبَیر اس روایت کا راوی فضال بن جُبیر ہے۔ جو خود کو ابوامامہ کا دوست کہتا ہے۔ اس کی کنیت ابو مہند ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضال کی روایت کو بطور حجت پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۲

آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علیؓ کی محبت ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا جہنم سے بچاؤ کا کوئی جواز ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۳۳۹

اس روایت کا ایک راوی فارس بن **فارس بن حُمدان بن عبدالرحمٰن العبدی** حمدان العبدی ہے۔ جو روایات وضع کیا کرتا اور یہ روایت موضوع ہے۔ فارس نے یہ روایت اپنے باپ دادا کے واسطہ سے، **شریک بن عبداللہ النخعی** سے نقل کی ہے۔ جو خالص شیعہ ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ شریک نے یہ کہانی،

لیث بن ابی سلیم سے نقل کی ہے۔ اس کے ضعف پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ اور اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔ لیث نے یہ روایت مجاہدؒ کے واسطے طاؤسؒ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ طاؤس و مجاہد نے ایک دوسرے کو زندگی بھر نہیں دیکھا۔

اس سلسلہ میں صرف یہی کہنا کافی ہو گا۔

ع دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

علیؓ کے فضائل حدِ شمار سے باہر ہیں

حضرت علی فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علیؓ کے فضائل حدِ شمار سے زیادہ رکھے ہیں۔ جس نے ان کی ایک فضیلت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرماتا ہے اور جس نے علیؓ کی ایک فضیلت لکھی تو فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ لکھا ہوا موجود ہے اور جس نے فضائل علیؓ میں سے ایک فضیلت سُنی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ جو اس نے نگاہ کے ذریعے کیے ہوں۔

علیؓ کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ایمان علیؓ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے برأت (بیزاری) کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ ص ۴۶۲

ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں جتنی روایات وضع کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے بدترین اور رسوا کن ہے۔ لیکن ہمیں امام ذہبی کی رائے سے اس لئے اتفاق نہیں کہ اگر یہ تمام بکار وجود میں نہ آتا تو ان احکامات الٰہیہ سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے امر ونہی کے سلسلہ میں قرآن میں دیئے ہیں۔ لیکن اعمال سے چھٹکارا اور گناہوں کی معافی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت علیؓ کے دشمنوں پر تبرا بھیجا جائے۔

یہ تو غالباً آپ حضرات جان گئے ہوں گے کہ شیعہ فرقے کے نزدیک دشمنان علیؓ سے کون لوگ مراد ہوتے ہیں۔ اگر آپ نہ جانتے ہوں تو مختصراً یہ سمجھ لیجیے کہ پنجتن کے علاوہ سب کافر تھے۔ ہاں ہم ان کے چند بڑے بڑے کافروں کے نام بتا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اہل سنت والجماعت اسے ہضم کر سکیں۔

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، حبیب بن مسلمہؓ، عبید اللہؓ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ وغیرہ۔ اگر آپ میں سے کوئی شخص ان اشخاص میں سے کسی کو مسلمان سمجھتا ہے تو شیعہ مذہب میں آپ پر بھی تبرا بھیجنا لازم ہے۔

ہم بھی دشمنان علیؓ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت علیؓ کے اصل دشمن وہ قاتل عثمانؓ ہیں۔ جنہوں نے اول حضرت علیؓ کو خلافت پر مجبور کیا۔ پھر انہیں مدینہ سے نکال کر لے گئے۔ اور اس طرح حضرت علیؓ کو اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا دیا۔ اور پھر حضرت حسینؓ کو کوفہ زبردستی طلب کر کے کربلا میں نہیں سرزمین نینوا میں انہیں ختم کر دیا۔ اور خود ہی سینہ کوبی میں مشغول ہو گئے۔ اور آج تک اس پر کاربند ہیں۔

محمد بن شاذان اس داستان کا راوی وہی محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند میں مزید چار مجہول اور موجود ہیں۔ یعنی حسن بن احمد الخلدی۔ حسین بن اسحاق، محمد بن عمار اور جعفر بن محمد بن عمار۔ یہ چاروں راوی

تو مجہول ہیں۔ اور ایک راوی کی ذات پر اختلاف یعنی جعفر بن محمد بن علی یعنی جعفر صادق جو بقول یحیٰی بن سعید مجالد سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اور اس روایت کا ایک راوی مشہور کذاب ہے یعنی **محمد بن زکریا الغلابی**۔ دارقطنی نے اسے واضع الحدیث قرار دیا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۵

فضائلِ علیؓ کا شمار ممکن نہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمام جھاڑ قلم بن جائیں۔ اور سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے لگ جائیں تو وہ فضائل علیؓ کا شمار نہیں کر سکتے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶۶

دراصل یہ داستان قرآن کی اس آیت کے رد میں وضع کی گئی۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ (الکہف)	آپ فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کے کلمات (لکھنے کے لئے) سمندر روشنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے اگرچہ اس جیسی روشنائی اور لائی جائے۔

اس شیطان نے کلماتِ الٰہیہ کو فضائل علیؓ بنا دیا ہے۔ ہاں روایت سے یہ نئی بات مزید معلوم ہوئی کہ شیعہ صاحبان حساب کا کام جنات سے لیتے ہیں۔ ہم تو آج تک یہی تصور کرتے آئے تھے۔ کہ حساب کے موجد انسان ہیں اور انہوں نے اس فن کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ انہی کو حساب و کتاب کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ ہماری غلطی تھی۔ اس کی اصل ضرورت شیاطین کو پیش آتی ہے۔ کیونکہ وہ گمراہوں کا حساب کتاب کرتے رہتے ہیں۔

محمد بن احمد اس روایت کا واضع محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ اس کی روایات نور الہدیٰ ابو طالب الزینبی اور اخطب خوارزمی نے اپنی اپنی کتابوں میں فضائل علیؓ میں نقل کی ہیں۔ اور یہ روایات کافی تعداد میں اور سب باطل اور رکیک ہیں۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶

اس محمد کے سوا، اس روایت کی سند میں چار راوی مجہول ہیں۔ یعنی حسن بن محمد بن بہرام، یوسف بن موسیٰ القطان، معافی بن زکریا اور محمد بن احمد بن ابی الثلج۔ اس کے علاوہ ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ۳ صفحہ ۳۱۵

اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب۔

ابن حبان کا بیان ہے یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۱۵

قریش کے دو بدبخت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں قرآن میں جو یہ آتا ہے۔ وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (اور انہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا۔) اس سے قریش کے دو بدبخت مراد ہیں۔ میزان ۳ صفحہ ۲۹۵

حاشا و کلا جو حضرت علیؓ ایسی بات فرمائے کیونکہ اس روایت میں اقرآن دو بدبختوں سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اس روایت کا راوی وہی شرابی عمرو ذو مر ہے۔ اور اس سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو اسحاق ہے۔ ہمیں تعجب تو اس ابو اسحاق پر ہے کہ تمام محدثین اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ روایت ثابت کر رہی ہے کہ ابو اسحاق بھی رافضی ہے۔ کیونکہ بعد کے تمام راوی معتبر اور اہل سنت کے امام ہیں۔ اس لئے یہ روایت وضع کرنے والا عمرو ذو مر ہے۔ اور اس کی اشاعت کرنے والا ابو اسحاق ہے

اے اللہ جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۴

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ لفظ مولیٰ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رافضیوں نے اپنی کہانیوں میں اسے حضرت علیؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ علیؓ کے پردہ میں اللہ تھا۔ اس لئے لفظ مولیٰ کا اللہ کے سوا کسی اور کے لئے استعمال جائز نہیں۔

عمرو ذومر اس کہانی کا راوی عمرو ذومر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ ذومر ابو اسحاق کے ان اساتذہ میں داخل ہے۔ جو قطعاً مجہول ہیں اور جن کا اتا پتہ کسی کو معلوم نہیں۔ بلکہ ہمیں یہ خبر نہیں کہ ابو اسحاق کو اس کا اتا پتہ معلوم تھا یا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عکرمہ عبداللہ بن سوار کے ہاں ٹھہرا کرتا۔ اور یہ عبداللہ بن سوار ذومر کا باپ ہے۔ عبداللہ بن سوار اپنے بیٹے سے کہتا اس سے احادیث سنو۔ عکرمہ اس عمرو کو تلاش کرتا۔ لیکن یہ عمرو شراب پینے میں مشغول رہتا۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۵

اس روایت میں ایک مزید خامی یہ ہے کہ ابو اسحاق مدلس ہے اور مدلس عام طور پر حرف عن سے روایت کرتے ہیں تاکہ کسی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس نے بیان کردہ راوی سے ملاقات بھی کی تھی یا نہیں اسی لئے حدیث معنعن قابل قبول نہیں ہوتی۔

جابر بن حر ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والا جابر بن حر ہے۔ ازدی کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۷

مخول بن ابراہیم جابر سے یہ کہانی مخول بن ابراہیم نے نقل کی ہے۔ یہ کوفہ کا باشندہ تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا اور اہل سنت سے بہت

بغض رکھتا تھا۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ ایک روز ایک سیاہ فام شخص کو دیکھ کر بولا۔ میرے نزدیک یہ
شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۵۵

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی۔ آپؐ کا ولی۔ آپؐ کا عمزاد بھائی
اور آپ کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ اس کا حقدار کون ہوسکتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۵
اس کا راوی عمرو بن حماد بن طلحہ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ سچا ہے۔ کیونکہ ابوحاتم رازی اور
یحییٰ بن معین نے اسے سچا اور مطینؒ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ عمرو بن حماد
رافضی ہے۔ قنّاد کے لقب سے مشہور ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵
ایک جانب تو ذہبی عمرو بن حماد کو ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت
منکر ——— ہے۔ لیکن اس کی کوئی خاص وجہ بیان نہیں کرتے۔
ہمارے نزدیک اس کے منکر ہونے کی ایک وجہ تو عمرو بن حماد کا رافضی ہونا ہے اور دوسری
اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن حماد نے اسے
اسباط بن نصر سے روایت کیا ہے۔ جسے ابونعیمؒ اور نسائیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی
شیعہ ہے اور اس روایت کا راوی ہے کہ آپ نے علیؓ فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا تم جس سے جنگ
کروگے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے صلح کروگے میں اس سے صلح کروں گا۔ میزان ج ۳ ص ۱۹۶

سماکؒ بن حرب اسباط نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔ اس کا آخر عمر میں
حافظ خراب ہوگیا تھا لوگ اس سے جس بات کو حدیث کہلوانا چاہتے وہ
اسے حدیث کہہ دیتا۔ اور خاص طور پر وہ جتنی روایات عکرمہ سے نقل کرتا ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہیں کہ
لوگوں نے گھڑ کر اس کے سامنے پیش کیں۔ اس نے اپنے پاگل پن سے اسے روایت کردیا۔ اور
اتفاق سے سماکؒ نے یہ روایت عکرمہ سے نقل کی ہے۔ گویا کہ ہر وہ روایت جسے سماکؒ عکرمہ سے

نقل کرے وہ درست نہیں ہوتی۔ میزان ج ۲ صہ ۲۳۳

عکرمہ مولیٰ ابن عباس جہاں تک عکرمہ کا تعلق ہے تو اسے اگرچہ بہت سوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بہت سے اسے کذاب کہتے ہیں۔ مثلاً سعید بن المسیب، محمد بن سیرین، ابن عون اور مالک وغیرہ، اور عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ یہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت عکرمہ نے بیان نہیں کی۔ بلکہ سماک نے اپنے پاگل پن سے اس کی جانب منسوب کر دیا۔ ورنہ عکرمہ تو خارجی تھا اور حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کا قتل واجب تصور کرتا تھا۔ اس لئے وہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔

حضرت علیؓ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے

عبد خیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں جنھیں وہ پہنے رہتے، قوتِ قلب کے لئے یاقوت کی۔ بینائی کے لئے فیروزہ کی اور چینی لوہے کی قوت باہ کے لئے اور عتیق کی پناہ کے لئے۔

عبد خیر سے اس کہانی کو جس متبرک ہستی نے نقل کیا ہے ان کا نام سُدی ہے ان کا حال پہلے گزر چکا۔ اس کا ایک راوی

ابوجعفر الرازی ہے۔ اس کا نام محمد بن احمد بن سعید ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ ساری آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔
میزان ج ۲ صہ ۴۵

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انگوٹھی پہننے کے باوجود کوفہ میں ان کا قتل عام ہو جائے۔ رہ گئی جان کی حفاظت تو عتیق کی انگوٹھیاں بازاروں میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ بعض لوگ آٹھ آٹھ دس دس انگوٹھیاں پہنے پھرتے ہیں۔ لیکن موت اپنے وقت پر آتی ہے۔ یا فیروزے

کی انگوٹھی۔ اس کے پہنے بغیر کوئی شیعہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ فیروزہ فیروز کی یادگار ہے جو قاتل عمرؓ ہے۔
بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے نہ پہنا جائے۔ اسی سے تو سب فالیں کھولی جاتی ہیں۔

جہاں تک ہمارے اپنے تخیل کا تعلق ہے۔ تو حضرت علیؓ کے موحد نظریہ زدہ بت پرست
تھے [illegible] تک پرست [illegible] نے [illegible] انگوٹھی کو سنت رسول سمجھتے ہوئے پہنتے ہوں اگرچہ
اس میں اختلاف ہے۔ محققین کا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا انگوٹھی کو بطور مہر
استعمال کرتے نہ کہ عورتوں کی طرح ہاتھوں میں سجاتے۔

میرے بعد علیؓ کے پاس پناہ لینا

حضرت صفیہؓ بنت حیی زوجہ رسول فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیویاں میں سے
کوئی بیوی ایسی نہیں جس کا قبیلہ موجود نہ ہو جہاں جا کر وہ پناہ نہ لے سکے لیکن میرا تو کوئی قبیلہ نہیں۔ اگر
آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو میں کس کے پاس پناہ لوں۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ کے پاس۔ میزان ج۲
یہ کیا عالم غیب کی باتیں ہو رہی ہیں؟ عالم شہود میں تو ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان کے خرچے اٹھاتے
رہے اور جب حضرت علیؓ خلیفہ بنائے گئے تو مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس داستان کا راوی
مالک بن مالک ہے۔ جو یہ داستان حضرت صفیہؓ سے نقل کر رہا ہے اور اس سے یہ داستان
ابو اسحاق سبیعی نے نقل کی ہے۔ لیکن اس مالک کو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ بخاری کا بیان ہے
کہ اس مالک کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص۴۲۸
ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ضرار بن صرد ہے۔ جو ضعیف ہے۔

ضرار بن صُرَد ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو نعیم الطحان ہے۔ بخاری کہتے
ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک
نعیم النخعی اور ایک یہ ضرار بن صرد۔ اس نے جتنی روایات بیان کی ہیں سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں
بیان کی ہیں۔ میزان ج ۲ ص۳۲۷

حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی سدایت غور طلب ہے ابو زرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں حد سے بڑھا ہوا ہے نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اس کی متعدد منکرات نقل کر کے لکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ ساری بلا اس حسین کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ۲۰۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ گویا اس روایت کے تین راوی ماشاءاللہ ہیں اور رافضی اور کذاب ہیں۔

حضرت علیؓ ابو بکرؓ سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ابو بکرؓ سب کے والی بن گئے، حالانکہ میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۴

کثیر بن یحیٰی بن کثیر اس روایت کا راوی کثیرؒ بن یحیٰی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے شیعہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتا ہے۔ عباس بن العظیم العنبری فرماتے ہیں اس کی کوئی روایت نقل کرو۔

اس کثیر سے نقل کرنے والے ابو عوانہ ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں یہ ابو عوانہ پر جھوٹ ہے۔ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں لی۔ اور اس کثیر سے نقل کرنے والے کا کچھ اتا پتہ نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۴

جب ابو عوانہ پر یہ روایت جھوٹ ہے تو خالد الحذاء، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اور ان کے والد ابو بکرہؓ صحابی کیسے روایت کر سکتے ہیں۔ جب کہ ابو بکرہؓ نے جمل و صفین میں بھی تلوار اٹھانا گوارا نہ کیا۔ اور یہ روایت بیان کی کہ جب دو مسلمان باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔ اور اسی باعث حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ گویا ابو بکرہؓ اس کے کیا قائل ہوتے کہ علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔ وہ تو چوتھا نمبر ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

علیؓ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہوگا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو ایک نور کا منبر ملے گا۔ اور علیؓ کے پاس سب سے طویل اور سب سے زیادہ نورانی منبر ہوگا۔ ایک منادی ندا کرے گا نبی امی کہاں ہیں آتو انبیاء جواب دیں گے ہم سبھی نبی امی ہیں۔ تو کہا جائے کا نبی امی عربی کہاں ہے۔ راوی کہتا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے۔ اور جنت کے دروازے پر آئیں گے۔ اسے کھٹکھٹائیں گے۔ آپ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ آپ اس میں داخل ہوں گے تو پروردگار تجلی فرمائے گا اور یہ تجلی کسی نبی کے لئے قطعاً نہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر آپ سجدے میں گر جائیں گے۔ یہ حدیث انتہائی زیادہ عجیب ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ہر امام کا مقام بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑا ہے۔ لہذا منبر علیؓ سب سے زیادہ طویل اور سب سے زیادہ نورانی ہونا چاہیے۔

سنیوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی امتی کسی نبی کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ کجا کہ اسے تمام انبیاء پر فوقیت ہو۔ اس داستان کا راوی

کثیر بن حبیب اللیثی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہائی غریب ہے اگرچہ اس کثیر کو ابن ابی حاتم نے ثقہ کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۰۳

اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کریگی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۴

جب حضرت علیؓ کو اس بات کا علم تھا تو انہیں خلافت سنبھالنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اور اگر سنبھالی تھی تو کسی کے ساتھ بگاڑ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

کامل بن العلاالسعدی

اس روایت کا راوی کامل بن العلا السعدی الکوفی ہے۔ اس کی کنیت ابو العلاء ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ یہ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ اور صحابی کے قول کو حدیث رسول بنا کر پیش کرتا ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۰۱

کامل نے یہ روایت حبیب بن ابی ثابت سے نقل کی ہے اور حبیب نے

ثعلبہ بن یزید الحمانی سے نقل کی ہے۔ ثعلبہ حضرت علیؓ کی جانب سے پولیس افسر تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ یعنی اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ اس روایت کو ثعلبہ سے حبیب نے نقل کیا ہے۔ اور کوئی اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ا صفحہ ۳۷۰۔ اس ثعلبہ کو اگرچہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن امام شعبی تابعی کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔ اور محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ علیؓ سے جتنی روایات مروی ہیں سب جھوٹ ہیں۔

علیؓ سے محبّت کرنیوالے کو پسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنّت میں ایک شہر ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے علیؓ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن کے پسینہ کے ہر قطرے کے بدلے جنّت میں ایک شہر عطا فرمائے گا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۶۷۴

اس کا واضع وہی ابن شاذان ہے۔ اور اس نے اس روایت میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے۔ حاشا وکلا امام مالک کی مرویات محدثین میں مشہور ہیں ہمیں ان کی مرویات میں یہ روایت کہیں نظر نہیں آتی۔

ہاں ہمیں یہ سنکر ضرور خوشی حاصل ہوئی کہ ہر شیعہ کو جنّت میں شہروں کی صورت میں اتنی

بڑی مملکت عطا فرمائے گا جس پر کسریٰ پرویز بھی حسد کرے گا۔ اور موجودہ دور کے امریکہ اور روس بھی۔
اتفاق سے شیعوں کی ہمیشہ سے تمنا رہی ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے حضرت علیؓ اور حسینؓ
کو سنگھاسن بنا لیا۔ اور جب دنیا میں حسرت پوری ہوتی نظر نہ آئی تو جنت کے ٹھیکیدار بن گئے۔

علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے معاذؓ کو ہمیشہ علیؓ کی جانب دیکھتے دیکھا۔ میں نے ان سے
اس کی وجہ پوچھی آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؓ کے چہرے کی جانب
دیکھنا عبادت ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۶۵

ذہبی لکھتے ہیں اس کا واضع

محمد بن اسمٰعیل الرازی

محمد بن اسمٰعیل بن موسیٰ بن ہارون الرازی ہے خطیب لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع یہی ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد موضوعات نقل کی ہیں۔ اس رازی کا انتقال ۳۵۰ھ کے بعد ہوا۔

موسیٰ بن نصر الرازی

محمد بن اسمٰعیل الرازی کا دعویٰ تھا کہ اس نے یہ روایت موسیٰ بن نصر الرازی سے سنی ہے جو جریر کے شاگرد تھے۔ خطیب کا دعویٰ ہے کہ محمد بن اسمعیل الرازی نے موسیٰ بن نصر سے کبھی ملاقات نہیں کی۔

اس روایت میں ایک عیب یہ ہے کہ محمد بن اسمٰعیل کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن النفیس نے ہوذہ سے نقل کی ہے اور ہوذہ نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابو صالح سے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن ایوب نے ہوذہ کا زمانہ نہیں پایا اور ہوذہ نے ابن جریج کا اور ابن جریج نے ابو صالح کا زمانہ نہیں پایا۔ گویا ان کے درمیان میں کم از کم تین راوی اور ہونے چاہئیں۔

اس کی سند پر اور بھی اعتراضات کئے جا سکتے ہیں لیکن ہماری تو غرض صرف اتنی سی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت معاذؓ کو یہ عمل کرتے کب دیکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ کی حیات میں

دیکھا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر توہین رسولؐ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارکہ چھوڑ کر حضرت علیؓ کے چہرے کو دیکھا جائے۔ اور وہ بھی لگاتار یعنی ٹکٹکی باندھ کر۔ کیونکہ لفظ یدیم دوام ثابت کرتا ہے اور کسی صحابی سے ممکن نہیں۔ لیکن فرقہ شیعہ اس امر کا دعویدار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب دیکھنا کوئی عبادت نہیں۔ لیکن علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

لیکن اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ معاذؓ نے یہ عمل حضورؐ کی وفات کے بعد شروع کیا تو وفاتِ رسول کے بعد صحابہ کرام مرتدین کے قلع قمع میں لگے رہے۔ اور بعد میں معاذؓ شام کی مہمات میں ابوعبیدہؓ کے ساتھ چلے گئے اور وہیں ۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔

دراصل سبائیوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ سُنی جاہل اور بے وقوف ہیں لہٰذا انہیں جو چاہے سبق پڑھا دو۔ تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ ابھی کچھ صاحب علم باقی ہیں۔

اگر کوئی صاحبِ استغراق یہ فرمائیں کہ یہ سب کچھ عالمِ استغراق میں ہوتا تھا۔ تو حضرت معاذؓ ہر دم استغراق جہاد میں تھا۔ اور اس وقت اسی استغراق کی ضرورت تھی۔ انہیں حضرت علیؓ کے سلسلہ میں کسی استغراق کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کُفر نہیں کیا

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔ ایک مؤمن آل یٰسین، ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور ایک علیؓ بن ابی طالب

میزان ج ۴ ص ۲٦

اس روایت کا جھوٹا ہونا اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت آسیہ فرعون کی بیوی پہلے متفقہ طور پر کافرہ تھیں، بعد میں حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائیں۔ اس طرح آل یٰسین بھی کافر تھا۔ بعد میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا۔

جہاں تک حضرت علیؓ کا تعلق ہے تو اگر وہ روزِ پیدائش ہی سے مومن تھے۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے اپنی جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی پیدائش کے تیسرے روز سورۃ

مومنوں کی تلاوت فرمائی جب کہ ابھی حضور کو نبوت بھی نہ ملی تھی۔ اور فاطمہؓ بنت اسد تو حضرت علیؓ کی پیدائش کے وقت بھی مسلمان تھیں۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ فاطمہؓ بنت اسد حضرت علیؓ کی والدہ کا کوئی رافضی حضور کے بعد تذکرہ نہیں کرتا۔ اور لطف یہ کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؓ کو سیدۃ النساء بنا لیا لیکن فاطمہؓ بنت اسد کو قطعاً بھلا دیا گیا۔ حالانکہ وہ تو سب سے پہلے امام کی ماں تھیں۔

ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے۔ اور نابالغ غیر مکلف ہوتا ہے۔ اور فرقہ شیعہ کے نزدیک وہ پیدائش کے وقت ہی مسلمان تھے۔ ایسی صورت میں ان کے اسلام کی کہانیاں کیا معنی رکھتی ہیں اور علی الخصوص ایسی صورت میں کہ حضور کی صاحبزادیوں کے ایمان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ع   ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ بچپن میں حضرت علیؓ کی پرورش حضور نے فرمائی حتیٰ کہ جلاء العیون میں ہے کہ تیسرے روز آپ علی کو لے آتے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے کفر کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

محمد بن المغیرۃ

دراصل اس روایت کا راوی محمد بن مغیرۃ الشہرزوری ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا۔ اور روایت وضع کیا کرتا تھا۔ میزان ج ۴ ص ۲۶

یحییٰ بن الحسین

محمد بن المغیرۃ نے یہ روایت یحییٰ بن الحسین المدائنی سے نقل کی ہے جو ابن لہیعہ سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول الحال ہے۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۳٦

اس محمد بن مغیرہ نے یہ داستان عبد اللہ بن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ ہم اس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

رحمت الٰہی سے مراد علی ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ

وَ بِرَحْمَتِہٖ ۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ۔

ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں فضل اللہ سے مراد محمدؐ اور رحمت اللہ سے مراد علیؓ ہیں

میزان ج ۲ ص ۲۲

سُدّی ابن عباسؓ کے اس قول کا راوی محمدؐ بن مروان ہے جو سدّیؒ صغیر کے لقب سے مشہور ہے تمام محدثین نے اسے ترک کیا ہے اور بعض حضرات نے اسے کذاب کہا ہے ۔ تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ۔

کلبی سدّی نے یہ تفسیر کلبی سے نقل کی ہے ۔ جو مشہور رافضی اور کذاب ہے ۔ یہ تفسیر ابو صالحؒ سے نقل کرتا ہے ۔ جسے اس نے دو ایک بار دیکھا تھا ۔ لیکن اس نے اسے پوری تفسیر گھول کر پلادی ۔ اسی طرح ابو صالحؒ نے کبھی ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا لیکن وہ تفسیر ابن عباس ابو صالحؒ کو دیکھے بغیر گھول کر پلا گئے اور پھر ابو صالحؒ نے اسے کلبی کو گھول کر پلا دیا ۔

بقول ابن حبانؒ کلبی کو جب جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو وہ اس کام کے لئے ابو صالحؒ کو قبر سے باہر نکال کر کھڑا کر دیتا ہے اور پھر اس کے نام سے خوب دل کھول کر جھوٹ بولتا ہے ۔ اور چونکہ ہم جھوٹ کے دلدادہ ہیں ۔ لہذا ہم نے تفسیر کلبی کا نام تفسیر ابن عباسؓ تجویز کیا اور پھر اس نام سے اس کی اتباع شروع کر دی ۔ اس کی تفصیل پہلے بارہا گزر چکی ہے ۔

حضرت علیؓ سے دوستی نہ رکھنے والا جنّت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیگا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اے علیؓ ! اگر کوئی بندہ ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہے ، اس کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل ہو ۔ لیکن وہ شخص تجھ سے دوستی

رکھتا ہو تو وہ شخص جنّت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور اس میں داخل بھی نہ ہو گا۔ میزان ج ۳ ص ۵۹

ہم یہ پہلے تحریر کر چکے کہ جس روایت میں یا علیؓ ہو موضوع ہوتی ہے۔ اس روایت میں یا علیؓ آرہا ہے۔ اور کم از کم ان روایات کے مطالعہ کرنے کے بعد حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کا تصور ذہن سے قطعاً نکل جاتا ہے۔ اور یہ ماننے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ بقیہ صحابہ سب منافق تھے لیکن یہ منافقت کا مرض یا تو یہودیوں میں پایا جاتا ہے یا عجمیوں میں۔ عربوں میں زمانہ کفر میں بھی یہ مرض نہ تھا۔ کیونکہ منافقت کا مرض ہمیشہ کمزور لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

محمد بن عبداللہ البلوی اس کا راوی محمد بن عبداللہ بن محمد البلوی ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ محمد بن عبداللہ کذاب ہے اور یہ روایت قطعاً موضوع ہے۔

ابراہیم بلوی نے یہ روایت ابراہیم سے نقل کی ہے۔ یہ ابراہیم کون سا ہے۔ اس کا علم یا تو کسی عالم الغیب کو ہو سکتا ہے یا یہ جھوٹ وضع کرنے والے کو۔ کیونکہ جب تک ابراہیم کے باپ کا نام معلوم نہ ہو وہ قطعاً مجہول ہے۔ امام ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال میں ۱۳۲ ابراہیم نامی راویوں کا ذکر کیا ہے جو تقریباً سب ضعیف ہیں۔ اور یہ ابراہیم عبیداللہ بن العلاء سے نقل کر رہا ہے جس کا وجود ہمیں تاریخ میں نظر نہیں آیا۔ اور عبیداللہ اپنے باپ علاء سے نقل کرتا ہے۔ یہ علاء کون ہے اس کا بھی ہمیں علم نہیں۔ کتب رجال میں سو کے قریب علاء نامی افراد پائے جاتے ہیں جن میں ستّر سے زیادہ ضعیف ہیں اور اتفاق سے ان میں کوئی ایسا علاء موجود نہیں جو زید بن علی بن حسین سے حدیث روایت کرتا ہو۔ کیونکہ موجودہ روایت کا علاء زید بن علی بن حسین سے روایت کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ علاء علم باطن کا کوئی راز ہو۔ یا امام غائب کی طرح وہ بھی اس دنیا سے غائب ہو۔ ان تمام امور کی وضاحت رافضی صاحبان ہی کر سکتے ہیں نہ ہم رافضی ہیں اور نہ علم باطن کے ماہر ہیں۔

آسمان سے اخروٹ کا نزول

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک اخروٹ تھا۔ جبرئیلؑ نے آپؐ کو وہ اخروٹ دیا۔ آپ نے اسے توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ رکھا ہوا تھا۔ جس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آپ کی تائید علیؓ سے کی۔ اور انہی کے ذریعہ آپ کی مدد کی۔ جس نے مجھ پر میرے فیصلہ میں تہمت لگائی یا مجھ پر رزق میں تاخیر کا الزام لگایا وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۹

عجیب لطیفہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگ رہی ہے۔ تو اخروٹ نازل ہوتا ہے اور وہ بھی کھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جملہ لکھا ہوا ملا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اس جملہ سے بھوک مٹ گئی؟ اگر ایسا وقوعہ پیش آیا تھا تو حضرت علیؓ کے پجاریوں کو بھوکا رہنا چاہیے تھا۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس فرقہ سے زیادہ پیسے کا بھوکا کوئی اور فرقہ شاید ہی ہو۔

محمد بن ابی الزعیزعہ اس کا واضع محمد بن ابی الزعیزعہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۹

اس کا ایک اور راوی میمون بن مہران ہے جو مجہول ہے۔

چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارونؑ، یحییٰؑ اور علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔ آج تک ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کس شئے سے پیدا ہوئے۔ کبھی یہ دونوں حضرات نور سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی درخت سے اور کبھی مٹی سے۔ پھر ان کے ساتھ کبھی تخلیقی عمل میں حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ شریک ہوتے ہیں۔ کبھی اور دیگر افراد

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کبھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتیں۔ اور نہ ان کی اولاد۔ ان حضرات کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ان بیٹیوں کے خاوند اموی ہیں اور ان کی اولاد بھی اموی ہے۔ اور شیعہ نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے کہ بنو امیہ تو حضور کے پکے دشمن تھے لیکن مکی زندگی میں بنو امیہ کے جتنے افراد ایمان لائے۔ بنو ہاشم خاندان میں سے اس کے آدھے بھی ایمان نہ لائے۔ اسی باعث کسی ہاشمی عورت کو ام المومنین ہونے کا فخر حاصل نہیں ہوا۔ جب کہ ام المومنین ام حبیبہؓ حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی آپؐ کے نکاح میں آئیں جو کہ اموی تھیں۔

جس طرح آپؐ کی دیگر صاحبزادیاں اموی ہونے کے باعث آپؐ کی اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم اس خیر سے محروم ہوتی ہیں۔ زینب اس لئے خارج ہیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اور فرمایا کہ میں یہاں اپنے داماد کے پاس رہوں گی۔ اور آج تک ان کا مزار دمشق میں ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ یزید پر قتل حسینؓ کا الزام سراپا جھوٹ ہے۔

رہیں حضرت ام کلثومؓ انہوں نے حضرت عمرؓ سے نکاح فرمایا۔ اور اتفاق سے یہ نکاح پڑھانے والے حضرت حسنؓ تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ کی اولاد بھی بنی ہاشم ہوئی۔ کیونکہ شیعوں کے ہاں نسب عورت سے چلتا ہے مرد سے نہیں۔ لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ حضور کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی ہاشمیہ تھیں۔ اگرچہ وہ اموی کے نکاح میں گئیں۔ لیکن ان کی اولاد بھی تو ہاشمی ہوگی۔ اسی لئے تو حضرت فاطمہؓ کے علاوہ بقیہ صاحبزادیوں کا پتا کاٹا جاتا ہے۔

اس کا راوی محمد بن خلف المروزی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن جوزی نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۳۸

فرشتے سات سال تک حضرت علیؓ پر درود پڑھتے رہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے مجھ پر اور علیؓ بن ابی طالب پر سات سال تک درود پڑھتے رہے۔ اور لا الہ الا اللہ کی شہادت زمین سے آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتی بجز میرے اور علیؓ کے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

جب کلمۂ شہادت حضرت نبیؐ اور حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کا قابلِ قبول نہیں اور نہ وہ آسمانوں پر چڑھتا ہے۔ لہذا حضرت علیؓ کے علاوہ سب کا اسلام غیر مقبول ہے۔ جن میں خاص طور پر حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ بھی داخل ہیں۔ گویا ان حضرات کا بھی نامقبول ہے۔

عباد بن عبد الصمد ذہبی لکھتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی تہمت ہے اور اس کا راوی عباد بن عبد الصمد البصری ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت پر اعتراض ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ بہت واہی النسان ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں ہوتی ہیں یہ غالی رافضی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ عباد غالی قسم کا رافضی ہے عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انسؓ سے اس نے ایک نسخہ نقل کیا ہے جس کی عام روایات منکر ہیں۔ اور اکثر روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں پیش کی گئی ہیں۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے۔ کہ یہ شخص انتہائی ضعیف الحدیث ہے۔ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ موضوعات کبیر ج ۱ ص ۳۴۱

رہا یہ سوال کہ کلمۂ شہادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کا آسمانوں کی جانب بلند نہیں ہوتا تو ارشاد الٰہی ہے۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ

اس کی جانب پاک کلمے بلند ہوتے اور وہ نیک عمل کو اٹھاتا ہے۔

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ لامحدود مخلوق کے نصف پارے، گھٹ اور بڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ اس کی بجائے مسلسل صفحے بھی اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن کی اس آیت ہی میں ناصبیوں نے ترمیم کر ڈالی ہو۔ کیونکہ وہ جب دس پارے فضائل علیؓ سے متعلق ختم کر سکتے ہیں یا ام المومنین عائشہؓ کی بکری انہیں کھا سکتی ہے تو اس آیت میں ترمیم بھی ہو سکتی ہے۔ معاذ اللہ

حضرت علیؓ امیر البررہ ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ نیک لوگوں کے امیر (امیر البررہ) اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ میزان

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا کسی جنگ میں ساتھ نہیں دیا۔ لیکن ان پر سبائی برادری اس لئے زیادہ مہربان ہے کہ سبائیوں کے ایک امام یعنی جناب باقرؒ نے حضرت جابرؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ اس لئے ان کا نام لینا ضروری ہے۔ اگرچہ تمام انصار ان منافقین میں شامل تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کی جگہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اور جو لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کو مسلمان تسلیم کریں وہ سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے نہ صرف حضرت جابرؓ بلکہ موجودہ دور کے تمام سُنی کفار میں شامل ہیں

احمد بن عبداللہ اس روایت کا اوّلین راوی احمد بن عبداللہ بن یزید الہاشمی المؤدب ہے۔ اس کی کنیت ابوجعفر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سامرا میں مقیم تھا۔ اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ سنہ ۲۷۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۱۱۱

عبدالرزاق بن ھمام یہ احمد اس روایت کو عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کر رہا ہے۔ اس پر ہم پہلے تفصیلی کلام کر چکے ہیں کہ اول تو وہ آخر میں رافضی ہوگیا تھا ثانیاً ۲۱۲ھ میں یہ نابینا ہوگیا تھا۔ جس کے بعد اس کی کوئی روایت قابل قبول نہ سمجھی جاتی تھی۔ اور ظاہر ہے

کہ احمد بن عبداللہ نے اگر اس سے کوئی روایت سنی بھی ہے تو ۲۲۰ھ کے بعد سنی ہوگی۔ اس لئے کہ اس احمد کا انتقال ۳۱۰ھ میں ہوا۔ اور اس کا شمار معمرین میں نہیں یعنی جن کی عمر سو۱۰۰ سال یا اس کے قریب یا اس سے زیادہ ہوئی ہو۔ بہذا اصل بات وہی ہے جو ابن عدی نے فرمائی کہ یہ روایت احمد بن عبداللہ بن یزید الہیثمی نے خود وضع کر کے ان لوگوں کی جانب منسوب کر دی ہے۔

ابن خثیم المکی

عبدالرزاق یہ روایت سفیان کے واسطے سے ابن خثیم المکی سے نقل کر رہا ہے اس ابن خثیم کا نام عبداللہ بن عثمان ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی احادیث قوی نہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۹

عبدالرحمان بن بہمان

ابن خثیم نے یہ روایت عبدالرحمان بن بہمان سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ اس عبدالرحمان سے ابن خثیم کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ علی ابن المدینی فرماتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ کون شخص ہے۔ میزان ۲ ص ۵۵۱

گویا اس روایت کے ابتداء سے آخر تک تمام راوی وضاع، رافضی، ضعیف اور مجہول لوگ ہیں ایسی صورت میں اس روایت کی کیا پوزیشن ہوگی۔

ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہونگے

حضرت ابورافع کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ سب سے پہلے جنت کے اندر میں، اے علیؓ تو اور حسنؓ و حسینؓ داخل ہوں گے۔ اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی۔ اور ہمارے دائیں بائیں ہمارے شیعہ ہوں گے۔ میزان ج ۳ ص ۶۳۵

یعنی جنت صرف اولادِ علیؓ اور ان کے ماننے والوں کے لئے بنی ہے۔ تو ہم جیسے لوگوں کا وہاں کیا گذر ہوگا۔ رہے اہل سنت تو وہ حب علیؓ اور حب حسینؓ کے معاملہ میں خالص شیعہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بائیں جانب انہی کا گروہ ہو۔ باقی ہم تو یہ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد

فرمایا میری امت میں ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس میں آپؐ نے حسب عمر کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ اسی لئے ہمیں اللہ سے امید ہے کہ ہم ان میں داخل ہوں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع

اس کا راوی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے جو ابو رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ تمام محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ ابو رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا محمد منکر حدیث ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ انتہائی منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۶۳۵

دار قطنی لکھتے ہیں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ زید بن اسلم، عطا اور حکم سے حدیث روا کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین صفحہ ۴۹ للدارقطنی

کتاب الضعفا کے محشی لکھتے ہیں ابو حاتم اور بخاری کا بیان ہے کہ یہ محمد منکر الحدیث ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفا صفحہ ۱۲۷

امام بخاری لکھتے ہیں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ اور داؤد بن الحصین سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے علی بن ہاشم نے حدیث روایت کی ہے منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا الصغیر صفحہ ۱۰۱

الضعفا والصغیر کے محشی لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ اور اس کا بیٹا معمر کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار شیعان کوفہ میں ہوتا تھا۔ حاشیہ الضعفا الصغیر صفحہ ۱۰۱

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حرب بن الحسن الطحان کے ذریعہ یحییٰ بن یعلیٰ سے نقل کی ہے۔ اور یحییٰ اس محمد سے نقل کرتا ہے۔ حرب بن الحسن الطحان پر بھی اعتراض ہے

اور یہ روایت باطل ہے ۔ میزان ج ۳ ص ۶۳۵

اے علیؓ! جس شخص نے تجھ سے بُغض رکھا اس نے مجھ سے بُغض رکھا

صلصال بن دلہمس البخاری کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علیؓ آگئے ۔ آپؐ نے فرمایا اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو اس کا مدعی ہے کہ وہ مجھؐ سے محبت رکھتا ہے اور اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اسے اللہ نے محبوب بنایا اور جسے اللہ محبوب بنائے ۔ اسے اللہ جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے تجھ سے بُغض رکھا اس نے مجھؐ سے بُغض رکھا اور جس نے مجھ سے بُغض رکھا اور اس نے تو اللہ سے بغض رکھا اور اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا ۔ میزان ۲ ص ۵۸۶

صلصال ۔ صلصال بن دلہمس کا یہ بیان ہے کہ جب یہ دعوت پیش آیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ۔ حالانکہ صلصال نامی کسی صحابی کا وجود نہیں ۔ نیز یہ صلصال بخارا کا باشندہ ہے اور بخارا کا کوئی فردِ بشر صحابی نہیں ۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نہ بخارا تک اسلام پہنچا تھا اور نہ اہل بخارا کو اسلام کے بارے میں کچھ علم تھا ۔ لہٰذا صلصال نامی کوئی صحابی رسول نہیں ۔ بلکہ بخارا کے آتشکدہ کا کوئی پجاری ہوگا ۔

اس صلصال سے اس واقعہ کو نقل کرنے والا اس کا بیٹا ضوء ہے ۔ جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہیں اور ضوء سے نقل کرنے والا اس کا بیٹا محمد ہے ۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی روایت باطل ہے ۔ اور ہمیں یہ اطلاعات ملی ہیں کہ وہ بغداد میں جھوٹ بولنے اور شراب نوشی میں مشہورِ زمانہ ہے ۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اس سے دین کی کوئی بات سننا حلال نہیں ۔ اس لئے کہ وہ کذاب

ہے۔ شراب نوشی اور فسق و فجور میں مشہور ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۶

ہم پہلے یہ کلیہ بیان کر چکے کہ ہر وہ روایت جس میں یا علی کے الفاظ ہوں۔ بجز اس روایت یا علی بمنزلة هارون من موسیٰ کے سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

دس حصوں میں سے نو حصے حکمت علیؓ کو دی گئی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حکمت تقسیم کی گئی تو حضرت علیؓ کو نو حصے دیئے گئے۔ باقی تمام انسانوں کو صرف ایک حصہ دیا گیا۔

احمد بن عمران بن سلمہ اس کا راوی احمد بن عمران ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۶

اس روایت کے جھوٹا ہونے کی متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ نے حصول خلافت کے لئے جو طریقے استعمال کئے وہ سراسر حکمت کے خلاف تھے۔ اسی لئے آخر میں ان کی خلافت کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی حتیٰ کہ اہل کوفہ بھی ان کی [illegible] تشیع کے مخالف رہے۔

۲۔ یہ روایت جن حضرات کی جانب منسوب کی گئی ہے ان میں سے کوئی جھوٹا نہ تھا۔ لہٰذا یہ روایت یقیناً احمد بن عمران کی وضع کردہ ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ کو جو نو حصے حکمت کے دیئے گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز ان کی حکومت میں کمی آتی گئی اور ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ امیر معاویہ سے صلح کرنے پر مجبور ہوئے اور تمام صحابہ نے ان کی بیعت کی۔ اور اس دن کا نام عام الجماعت رکھا گیا۔

اس روایت پر ہم اس لئے مزید کلام کرنا نہیں چاہتے کہ حکمت کے اس بچے ہوئے دسویں حصہ میں انبیاء کرام بھی ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب نو حصہ حکمت حضرت علیؓ کی صورت میں دنیا سے اٹھ گئی تو بیچارے حسنؓ کو بھی بے وقوفوں سے صلح کرنی پڑی اور حضرت علیؓ حکمت کے نو حصے

ے کر لیسے رخصت ہوئے کہ اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ کے لئے خلافت سے محروم کر گئے۔

سیب کی حور

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے رات کو لے جایا گیا تو میں جنت میں داخل ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے ایک سیب دیا۔ اچانک وہ سیب پھٹا۔ اور اس سے ایک حور برآمد ہوئی۔ میں نے اس حور سے دریافت کیا تو کس کے حصہ میں آئی ہے۔ اس نے جواب دیا علیؓ بن ابی طالب کے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۲۰

اس روایت کو خطیبؒ بغدادی نے اپنی تاریخ میں احمدؒ بن علی بن عیسٰی بن ہامان سے روایت کیا ہے۔ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت عبداللہؒ بن سلیمان نے بھی نقل کی ہے۔ لیکن اس نے حضرت علیؓ کے بجائے حضرت عثمانؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۲۰

اس روایت میں صرف یہی عیب نہیں کہ اس کا ایک راوی احمد بن علی بن عیسٰی بن ہامان ہے جو قابل قبول نہیں۔ بلکہ یہ روایت ابو سعید کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور ابو سعید سے یہ کہانی نقل کرنے والا وہی عطیہؒ ہے۔ جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ ابو سعید یعنی کلبی کذاب سے روایت نقل کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ہمارے قارئین کے ذہن سے کلبیؒ کا خاکہ نکل گیا ہو۔ لہذا اس کا حال دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد بن السائب المعروف بہ کلبی اس کی کنیت ابو النضر ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مشہور مؤرخ، مفسر اور ماہر انساب میں شمار ہوتا ہے۔

امام سفیانؒ ثوری کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے اس کلبی نے کہا کہ ایک دن مجھ سے ابو صالح نے

کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کی جتنی روایات بیان کی ہیں وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

دراصل اس کلبی نے ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے پورے قرآن کی تفسیر نقل کی ہے جو تفسیر ابن عباس کے نام سے بازار میں ملتی ہے کلبی اس سلسلہ میں یہ بیان کرتا پھرتا ہے کہ ابو صالح نے یہ سب روایات جھوٹ نقل کی ہیں۔

ابو عوانہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا، اتنی جلد کسی اور نے نہیں کیا۔ یعنی میں نے پورا قرآن صرف چھ روز میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول مجھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ میں ایک روز حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑی تاکہ ایک بالشت سے زیادہ جو ہے اسے کٹوا دوں۔ لیکن نیچے کے بجائے اوپر سے کٹوا دی۔

امام سفیان ثوری کا فرمان ہے کہ اس کلبی سے بچو۔ کیونکہ کلبی نے خود مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ کی جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔ یعنی تفسیر ابن عباس۔

یعلی محاربی کا بیان ہے کہ میں کلبی سے تفسیر پڑھنے جاتا تھا۔ ایک روز کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا۔ جو کچھ مجھے یاد تھا میں سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں تھوک دیا۔ جس سے سب بھولا ہوا سبق یاد آگیا۔ یعلی کا بیان ہے کہ میں نے یہ سننے کے بعد اس کا پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ اس کی کوئی روایت نہ لوں گا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی ہے۔

اعمش کا بیان ہے کہ اس سبائی سے بچو۔ کیونکہ میں نے اپنے زمانہ کے جتنے لوگوں کو دیکھا وہ سب ان سبائیوں کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمش شیعہ تھا۔

ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ اس کلبی نے ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہم شراب زیادہ پیتے ہیں تو ہمیں نشہ ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نو گھونٹ پینے میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دسویں گھونٹ پر نشہ ہو تو حرام ہے۔ یہ شیعہ مذہب پیش کیا

جار ہا ہے۔)

ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ یہ منکر احادیث پیش کرتا ہے۔ اور خاص طور پر جب یہ کلبی ابو صالح کے واسطہ سے کچھ روایت کرے تو وہ یقیناً منکر ہوتی ہے اگویا پوری تفسیر ابن عباس منکر ہے)

ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔ اور ان لوگوں میں داخل تھا۔ جو یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؓ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اسی طرح اسے عدل سے دنیا کے جس طرح کہ ظلم سے بھر دی ہوئی تھی۔ اگر یہ سبائی طبقہ کوئی بادل دیکھتا تو کہتا کہ امیر المومنین اس بادل میں تشریف لے جا رہے ہیں (اور یہ کڑک امیر المؤمنین کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اور یہ بجلی ان کے کوڑے مارنے کی چمک ہے۔ اللہ خیر کرے، دیکھئے امت پر یہ عذاب کب تک نازل ہوتا رہے گا۔)

ہمامؒ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں۔

ابو عوانہ کا قول ہے کہ یہ کلبی کہا کرتا تھا کہ جبرئیلؑ جب حضورؐ کے پاس وحی لے کر آتے تو اگر آپؐ حاجت ضروریہ کے لئے چلے جاتے تو جبرئیلؑ وہ وحی علیؓ پر نازل کرتے (اس طرح ایک وقت میں دو نبی تھے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے علیؓ بن ابی طالب اور جتنا قرآن علیؓ بن ابی طالب پر نازل ہوا وہ گیا۔ ہوں امام کا ذہنی بیٹا لے کر غائب ہو گیا۔)

احمد بن زہیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے دریافت کیا۔ کیا کلبی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباسؓ) دیکھنا جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کلبی ثقہ نہیں۔ جوزجانیؒ کا قول ہے کہ کلبی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک بڑی جماعت کہتی ہے متروک ہے۔

ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ اس کا مذہب تو جیسا ہے ظاہر ہے لیکن اس کا جھوٹا ہونا بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ابو صالحؒ کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے جو تفسیر نقل کرتا ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ اول تو ابو صالحؒ نے ابن عباسؓ کو دیکھا ہی نہیں۔ دوئم کلبی نے ابو صالحؒ سے دو ایک باتیں سنی ہیں۔ جب

کبھی کوئی جھوٹ گھڑا ہو تو بہت تو آسمان کو زمین کی بلندیوں سے [illegible] جیسا کہ [illegible] اس کا [illegible]

[illegible] ذرا بھی خلال نہیں [illegible] افسوس کہ [illegible] کے ذکر سے خالی [illegible]

[illegible] کتاب سے روایات نقل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خدیجہ اور علیؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا

عفیفؓ کا بیان ہے کہ میں ایک تاجر تھا۔ ایام حج میں [illegible]

ابھی ہم ایک خیمہ [illegible] باہر نکلا اس نے آسمان کو دیکھا۔ جب سورج کو دیکھا کہ ڈھل چکا ہے۔ تو [illegible]

نماز پڑھنے لگا۔ پھر اس خیمہ سے جس سے وہ مرد نکلا تھا ایک عورت نکلی وہ عورت بھی [illegible]

ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ میں نے عباسؓ سے دریافت کیا اے ابوالفضلؓ یہ کون ہوتے ہیں۔

عباسؓ نے جواب دیا یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے۔ اور یہ خدیجہؓ ہیں۔ پھر ایک لڑکا نکلا جو بلوغ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ اس پر عباسؓ نے کہا یہ علیؓ ہے اس کے چچا کا بیٹا۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں۔ عباسؓ نے جواب دیا۔ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کا گمان ہے کہ یہ نبی ہے اور یہ بھی گمان کرتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے لئے فتح کر دیئے جائیں گے۔

عفیفؓ اس کے بعد اسلام لائے اور کہا کرتے تھے۔ اگر اللہ نے اس روز میرے لئے اسلام مقدر فرما دیا ہوتا تو میں علیؓ کے ساتھ دوسرا ہوتا۔ میزان ج ۱ صـ ۲۲۳

معنوی لحاظ سے اس روایت میں متعدد ایسی خامیاں پائی جاتی ہیں جو اس روایت کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہیں۔

۱۔ راوی یہ بیان کرنا چاہ رہا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی۔ جو حضورؐ نے آسمان کی جانب یہ دیکھ کر کہ سورج ڈھل گیا ہے ادا کی۔ حالانکہ جب تک پنج وقتہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک رات کو نماز ادا کی جاتی رہی۔ اور پنج وقتہ نماز کی فرضیت معراج میں واقع ہوئی اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل اور نبوت کے بارہ سال بعد نماز فرض ہوئی۔ گویا راوی یہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ کہ نبوّت کے تیرہویں سال تک آپ پر علیؓ کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور حضرت علیؓ اس وقت بھی نابالغ تھے۔ تو تیرہ سال قبل تو وہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہے ہوں گے۔

۲۔ ہمیں افسوس اس امر کا ہے کہ راوی حبّ علیؓ میں مبتلا ہو کر حضورؐ کی صاحبزادیوں کو بھی بھول گیا۔

۳۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال معراج سے قبل ہو چکا تھا۔ اور پنج وقتہ نمازیں معراج میں فرض ہوئی تھیں

۴۔ حضرت علیؓ اسلام لائے تو راویوں کا بیان ہے کہ ان کی عمر بقول بعض ۱۳ سال اور بقول بعض ۹ سال اور بقول بعض اس سے بھی کم تھی۔ لیکن معراج کے بعد یعنی نبوّت کے بارہ سال بعد تو آپ جوان ہو گئے ہوں گے۔ لہٰذا نماز ظہر کے وقت راوی نے جو انہیں نابالغ بچہ کہا تو ہو سکتا ہے کہ یہ عفیف نامی فرضی ہیرو خود بچہ ہو۔

۵۔ ہجرتِ مدینہ سے قبل عورتیں مردوں کے ساتھ نماز نہ پڑھتی تھیں۔ عورتوں کو نماز میں شرکت کا حکم مدینہ آنے کے بعد ملا۔

۶۔ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں مقیم تھے، نہ کہ خیمے میں۔ خواہ وہ مکان آپؐ کے والد کا ہو یا حضرت خدیجہؓ کا۔

جہاں تک سند کا تعلق ہے تو ہمیں عفیف کا حال معلوم نہیں۔ اور نہ تاریخ میں کہیں نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے انہیں صحابی قرار دیا ہے وہ اسی روایت کو پیشِ نظر رکھ کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ روایت فی الواقع غلط ہے۔ تو ان کا اسلام کیسے ثابت ہو گا۔ کیونکہ ان سے اور کوئی روایت مروی نہیں

عفیف سے اس روایت کو نقل کرنے والے ان کے بیٹے ایاس اور یحییٰ ہیں۔ ایاس سے ان کے بیٹے اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس ایاس کی حدیث پر اعتراض ہے رہا عفیف کا دوسرا بیٹا یحییٰ تو بخاری کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں۔ میزان ج ا صفحہ ۲۲۳ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ بھی مجہول ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۹۶

کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے؟

حضرت ابوالطفیلؓ کا بیان ہے کہ میں شوریٰ کے روز دروازے پر موجود تھا۔ اچانک آوازیں بلند ہونے لگیں اور میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی حالانکہ میں اس معاملہ میں ابوبکرؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی ابوبکرؓ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ کافر نہ بن جائیں اور ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔

پھر لوگوں نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اور اللہ کی قسم میں عمرؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی عمرؓ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔ اب تم عثمانؓ کو چاہتے ہو میں اس کی بھی سنونگا۔ اور اطاعت کروں گا۔ عمرؓ نے مجھے پانچ آدمیوں میں داخل کر دیا۔ اور عمرؓ نے میری فضیلت نہیں پہچانی۔ اور شاید لوگ مجھے پہچان سکے۔ اور یہ سب اس معاملہ میں برابر ہیں اگر اللہ کی قسم میں کلام کروں تو کوئی عربی اور عجمی اس کے رد کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کو اپنا بھائی بنایا۔ پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسمیں دے کر سوال کرتا ہوں کیا کسی کے چچا میرے چچا حمزہؓ کی طرح ہیں۔ سب نے کہا نہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کیا کسی کا بھائی میرے بھائی ذوالجناحین (حضرت جعفرؓ) کی طرح ہے جن کے پر دل میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ جنت میں اڑتا پھرتا ہے۔ کیا کسی کے بیٹے میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جو نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم میں کسی

کی زوجہ میری زوجہ کی طرح ہے۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مشرکین کو اسی طرح قتل کرنے والا ہے۔ جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مصیبت میں کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ (لیکن افسوس کہ پھر بھی عثمانؓ کو منتخب کر لیا گیا)

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایک طویل روایت ہے۔ حاشا وکلا ہرگز یہ ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے ایسی باتیں فرمائی ہوں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فلا تذکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی ○ اپنے نفسوں کو پاکیزہ قرار نہ دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ متقی ہے۔

کیا ایک صحابی رسول اس حکم الٰہی کی موجودگی میں اس قسم کی فضول ڈینگیں مار سکتا ہے۔ جس کا اس کی ذات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ یہ باپ دادا، اولاد پر فخر ان لوگوں کو تو زیب دیتا ہے۔ جو خود کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن حضرت علیؓ جیسے صحابی سے متعلق یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ اس روایت کے موضوع ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ اور اہل عرب کبھی اس قسم کے عیب میں مبتلا نہیں رہے۔ یہ مرض تو ان میں ایرانیوں نے پھیلایا ہے۔

نیز وہ صرف چھ آدمیوں کا اجلاس تھا۔ کوئی پاکستان کی پارلیمنٹ کا اجلاس نہ تھا۔ جو اس میں کرسیاں چلیں۔ اور جس کی ہنگامہ آرائی کی اطلاع پوری دنیا میں پہنچ رہی ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایات منکر ہے۔ حضرت ابو الطفیلؓ سے اسے حارث بن محمد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے

حارث بن محمد کہ یہ حارث مجہول ہے۔ اور اس سے زافر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور وہ بھی ایک ایسے انسان کے واسطے سے جو مجہول ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے زافر کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ میزان ج ۱ ص ۴۴۲

مجہول حارث سے نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ہے۔ راوی نے اس کا نام لینا گوارا

نہیں کیا۔ حالانکہ ایسی روایت جس کا راوی مجہول ہو وہ روایت خود مجہول ہوتی ہے۔ اور یہ ابو الطفیلؓ کی جانب منسوب کرنا ویسے بھی خلاف عقل محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ابو الطفیلؓ کی عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ نو سال تھی اور ۱۱۰ تک حیات رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن خلفاء کی بیعت کی وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت امیر معاویہؓ۔

یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، ابن الزبیر، ولید بن عبد الملک، سلیمان بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز، یزید بن عبد الملک۔

زافر بن سلیمان

جہاں تک زافر بن سلیمان کا تعلق ہے۔ یہ شخص قوہستان کا باشندہ ہے۔ آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ قوہستان کے تیار شدہ کپڑے بغداد لاکر فروخت کیا کرتا تھا۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ اگرچہ یہ سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے اور اسے روایت میں بے پناہ وہم ہوتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ جن میں سے ایک روایت مذکورہ بھی ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ امام مالک سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ زکریا ساجی کا بیان ہے کہ اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۲ صہ ۶۳ نیز بخاری لکھتے ہیں اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ الضعفاء الصغیر صہ ۴۹، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صہ ۴۳

اپنی اولاد کو حبِ علیؓ پر پیش کرو

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو محبت

علیؓ بن ابی طالب پر پیش کریں۔ (اور دیکھیں کہ وہ محبِ علیؓ کے قائل ہیں یا نہیں)

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت جابرؓ نے کبھی اس پر خود عمل نہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ کا کبھی حضرت جابرؓ نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ حضرت جابرؓ نے امیر معاویہؓ اور یزید کا ساتھ دیا۔ ہاں یار لوگ ایسی باتوں سے بے وقوف ضرور بن جاتے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ حسن بن علی کی بکواس ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسی حسن سے اگرچہ بہت کم روایات مروی ہیں۔ لیکن سب موضوع ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ روایات اس نے خود وضع کی ہیں۔ دار قطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس نام کو حیا نہیں۔ یہ شخص اتنی بات تک نہیں سوچتا کہ وہ کیا جھوٹ گھڑ رہا ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ ۳۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۵۰

اے علیؓ تیرے لئے مسجد میں وہ اُمور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں کھجور کی شاخ سے مارا اور فرمایا کیا مسجد میں لیٹے ہو حالانکہ مسجد لیٹنے کے لئے نہیں ہوتی۔ پھر آپ ہماری جانب آگے بڑھے۔ لیکن علیؓ بھی آگے بڑھ آتے آپؐ نے فرمایا اے علیؓ آگے آؤ تمہارے لئے مسجد میں وہ اُمور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تو قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو پانی پلائے گا۔

ہمارے یہاں ساقیٔ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب تھا۔ اور آج بھی بہت سے افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساقیٔ کوثر کہتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ اس قسم کی بکواس سے متاثر ہو کر حضرت علیؓ کو ساقیٔ کوثر کہہ کر پکارتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت انتہائی منکر ہے۔ اس کا راوی

حرام بن عثمان الانصاری المدنی ہے۔ یہ حضرت جابرؓ کے دو بیٹوں سے روایت کرتا ہے۔ امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اس حرام بن عثمان کی روایت قبول کرنا بھی حرام ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ غالی درجہ کا شیعہ تھا۔ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا اور مرسل کو مرفوع بناتا تھا۔ امام یحییٰ بن معین اور جوزجانی کا بیان ہے کہ اس حرام سے روایت لینا بھی حرام ہے۔ یعنی حرام ہی خود کو جابرؓ کا بیٹے قرار دیتا ہے۔ کبھی خود کا نام محمد رکھ لیتا ہے۔ اور کبھی عبدالرحمان۔ اگر تو چاہے تو وہ اپنے دس فرضی نام تجویز کر سکتا ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۴۶۸، کتاب الضعفا والمتروکین صفحہ الضعفا السغیر صفحہ ۳۸

سوید بن سعید اس کا ایک راوی سوید بن سعید ہے۔ یہ آخر میں نابینا ہو گیا۔ جس کے بعد اگر کوئی لقمہ دیتا تو انہی الفاظ کو حدیث بنا دیتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ ـــــ امام احمد اپنے دونوں بچوں کو اس کے پاس جانے دیتے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں کہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے متروک ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک نیزہ ہوتا جو اس سے جا کر جہاد کرتا۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۵۱۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گذر چکا ہے۔

قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز بندے

کے قدم اس وقت تک نہیں ہل سکتے۔ جب تک ہم اہل بیت کی محبت کا سوال نہ ہوجاتے۔ اور آپؐ نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا۔

ہم یہ پہلے حصہ میں بیان کرچکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔ قرآن میں اہل بیت کا لفظ بیوی کے لئے آیا ہے۔ اس سے اولاد علیؓ مراد لینا یہ شیعوں کا مذہب ہے۔ اور اس سلسلے میں جتنی روایات مروی ہیں ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں جس میں کوئی شیعہ یا مجہول راوی موجود نہ ہو۔ ذہبیؔ کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور اسے

حارث بن معلوف کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور اس راوی سے تمام دفتر احادیث میں صرف یہی روایت مروی ہے۔ میزان ج ا صـ۴۴۳۔ یعنی اس روایت کے علاوہ حارثؔ کا کوئی حال معلوم نہیں۔

ابوبکر بن عیاش حارثؔ نے یہ روایت قاریؔ ابوبکر بن عیاش سے نقل کی ہے۔ قاری صاحب ذات میں تو مسلّم امام ہیں۔ لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کے دشمن تھے جو قرآن چھوڑ کر حدیث میں اپنی عمر گذارتے تھے۔

معروف بن خَرَّبُوذ حارثؔ المعلوف کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت معروفؔ بن خربوذ سے نقل کی ہے۔ یہ معروف بخاریؔ و مسلمؔ کے راوی ہیں۔ ذہبیؔ کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے۔ لیکن شیعہ ہے۔ ابوحاتمؔ لکھتے ہیں اس کی روایت بلا تحقیق لکھ لی جائے۔ امام احمدؔ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کیسی ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ صـ۱۴۴

شیعہ درخت کے پتے ہیں

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیان ہے۔ انھوں نے فرمایا مجھ سے اس سے قبل سوال کرلو کہ احادیث

ہیں باطل باتیں شامل ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ایک درخت کی مانند ہوں۔ فاطمہؓ اس کی جڑ ہیں، علیؓ اس کی شاخ ہیں، حسنؓ و حسینؓ اس کے پھل ہیں، اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ... ج ۴ صفحہ ۲۳۵

مینا بن ابی مینا

ذہبی کا بیان ہے کہ شاید یہ روایت مینا بن ابی مینا نے وضع کی ہے۔ لیکن جلد ہمام میں لکھتے ہیں شاید یہ روایت ابو عبد الغنی نے وضع کی ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے کوئی اس کا واضع ہے۔ عبد الغنی الازدی کا نام حسن بن علی بن عیسیٰ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایت کسی حال میں لینا جائز نہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۰۵

جہاں تک مینا بن ابی مینا کا تعلق ہے تو اس سے عبد الرزاق کے باپ ہمام کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار یحییٰ کو یہ کہتے سنا۔ کون مینا؟ وہی جو اپنی ماں کی پیشاب گاہ کو چھوتا ہے حتیٰ کہ صحابہ کو بھی برا کہتا ہے۔ یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۳۵

ہمام

اس مینا سے نقل کرنے والا ہمام بن نافع ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں اور ہمام سے اس کے بیٹے عبد الرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ ہمام سے یہ داستان نقل کرنے والا عبد الرزاق رافضی ہے۔ اور عبد الرزاق سے عبد الغنی کذاب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ گویا اس درخت کے پورے پھل سڑے ہوتے ہیں۔

پھر ہمیں اس پر حیرت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کہ جنہوں نے علیؓ کی موجودگی میں عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔ اور اتنی بڑی شاخ کو چھوڑ دیا۔ اور حسنؓ و حسینؓ سے انہیں کبھی بھی واسطہ پیش نہیں آیا۔

سابقین اوّلین سے کیا مراد ہے؟

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس آیت وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی تفسیر فرمائی کہ اس سے دس قریشی اشخاص مراد ہیں۔ جن میں سب سے پہلے علیؓ ابن طالب اسلام لائے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵۔

حسن بن علی اس روایت کا راوی حسن بن علی الہمدانی ہے۔ جس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں اور یہ روایت منکر ہے۔ حسن سے یہ نقل کرنے والا اسمٰعیل ابن بنت السدی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵

امام ذہبی نے اشاروں میں گفتگو کی ہے۔ کیونکہ یہ سدی شیعہ ہے۔ گویا اس روایت میں ذہبی کے نزدیک دو عیوب ہیں۔ حالانکہ اس روایت میں مزید دو عیوب اور پائے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا پوتا قاسم اور پڑپوتا حمید دونوں مجہول ہیں۔ ہاں عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیٹا حمید ثقہ ہے اور مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس روایت میں مہاجرین کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ	اور مہاجرین و انصار میں سے پہلے سبقت
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ	کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اتباع کی

گویا سابقین سے مراد صرف مہاجر نہیں بلکہ اس طبقہ میں انصار بھی داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ان دونوں طبقوں کی اتباع میں اسلام لائے۔ گویا سابقین سے مراد ابتدا میں اسلام لانے والے مراد نہیں۔ ورنہ مؤرخین نے سابقین مہاجرین کو نام بنام گنایا ہے۔ لیکن یہاں وہ سابقین مراد ہیں جس میں انصار بھی داخل ہیں۔ اس طرح مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ یہ آیات جنگِ تبوک کے بعد نازل ہوئیں تو اس آیت میں ہزاروں مہاجر اور انصار داخل ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ سابقین اوّلین

کون ہیں۔ بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ رضائے الٰہی کن لوگوں کو حاصل ہے۔

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سابقین اولین سے مراد مہاجرین حبشہ ہیں تو حضرت علیؓ اس میں داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ سابقین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنھوں نے پہلے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ تب بھی حضرت علیؓ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔ الغرض یہ روایت ہر طرح لغو ہے۔ بلکہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف پر ایک اتہام ہے کہ وہ اتنی معمولی بات نہیں سمجھ سکے۔ عیاذاً باللہ

تخلیق آدمؑ سے چار ہزار سال قبل میںؐ اور علیؓ نور تھے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق آدمؑ سے چار ہزار سال قبل میںؐ اور علیؓ نور تھے۔ جو ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۵

ہم آج تک یہ طے نہ کر سکے کہ حضورؐ کی اور حضرت علیؓ کی تخلیق کس شئے سے ہوئی۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو کے لئے ایک مخصوص قسم کی مٹی درکار ہوئی۔ ان ہر دو افراد کو آدمؑ سے جدا گانہ پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں ہے کہ حضورؐ کو علیؓ، ہارونؑ اور یحییٰؑ کے ساتھ نور سے پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں انکی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور کسی میں سال بڑھائے گئے۔ اسی لئے ہمارے اہل سنت میں یہ مشہور ہے کہ حضورؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اور پھر اس کام کے لئے روایات کا سہارا اٹھایا گیا۔ اور اس میں مزید پھر یہ اضافہ کیا گیا کہ آپؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ حالانکہ نور خود مخلوق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ — اور اللہ تعالیٰ نے ظلمت اور نور کو پیدا فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ○ — اور جس کے لئے اللہ نور پیدا نہ فرمائے اسے نور کیسے حاصل ہوگا۔

نور خود مخلوق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے بڑا درجہ انسان کا متعین فرمایا

اور ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ۔ اور ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔

اور جب انسان فرشتوں سے معزز و مکرم ہوا اور فرشتے نورانی مخلوق میں سب سے افضل ہیں لہٰذا از روئے قرآن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں۔ اور جو شخص انسان کو نورانی بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ انسان کو ایک معزز مقام سے گرا کر ایک کمتر مقام پہ پہنچانا چاہتا ہے۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ نورانی مخلوق میں سب سے بڑا مقام فرشتوں کا ہے۔ لیکن جب اس سے انسان کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور انسان مسجود بنتا ہے تو فرشتوں کا مقام انسانوں سے خود کمتر ثابت ہوتا ہے۔ اور رہ گیا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ خود نور ہے اور اس نے اپنے نور کے اجزاء کئے جن میں سے ایک حصہ سے حضورؐ کو پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ○ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔

تو جتنے انسان پیدا ہوئے ان کا مادہ مٹی ہے نور نہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ اپنے نور سے کسی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس طرح الوہیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ سادات میں الوہیت آئے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے احناف بھائی آج تک سادات کو پوجتے آرہے ہیں۔ بلکہ جسے پوجنا چاہا اسے اوّلاً سادات بنایا اور پھر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس روایت کا راوی

حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے اور ذئب (بھیڑیا) کے لقب سے مشہور ہے۔ دار قطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حسن بن علی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے ابن خراش سے جو روایات نقل کی ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۳۱۰ھ

انہوں نے فرمایا وہ بولتا بہت ہے۔ اور دستور ہے کہ جو بولتا زیادہ ہو وہ ہرگز محتاط نہیں رہ سکتا
سلمہ بن کہیل کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر البختری ہے۔ (جو ایک رافضی ہے
اور محدثین نے اس کی حدیث کو رد کیا ہے) حالانکہ اس کی اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ابواحمد
الحاکم کا بیان ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ایک تاجر تھا۔ اور ہر ایک گاہک سے لڑتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر گاہک
اسے شری تصور کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی، یعنی کفر سے۔ میزان ج ۲ ص ۶۲
بریلویوں نے حضورؐ کے نور ہونے کا چکر اسی قسم کی روایات سے اخذ کیا ہے۔ وہ اس قسم کے
مسائل میں شیعوں کے مقلد ہیں۔ اگرچہ ان کے امام احمد رضا کا قول یہ ہے کہ شیعہ جہنم کے کتے ہیں

اسی حسن بن علی نے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وضع کی ہیں۔ ان میں سے ایک
روایت اور ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی انسانی حور ہے جسے نہ حیض آتا
ہے نہ نفاس۔ اللہ نے اس کا فاطمہؓ اس لیے نام رکھا کہ اس نے فاطمہؓ اور اس کے محبت کرنے والوں کو
آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۰

خطیب یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اس کی سند میں متعدد راوی
مجہول ہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۲۰

قاسم بن مطیّب ۔ نہ صرف مجہول بلکہ بعض راوی سخت مجروح ہیں جن میں سے ایک راوی
قاسم بن مطیب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی روایت ترک کر دی جائے۔

حسن بن عمرو بن سیف ۔ ایک اور راوی حسن بن عمرو بن سیف ہے۔ علی بن المدینی اور
بخاری کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابوزرعہ رازی کا قول ہے متروک ہے۔ ابن جوزی نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔
میزان ج ۱ ص ۵۱۶

ان دونوں کے علاوہ اس کے بقیہ تمام رواۃ مجہول ہیں اور خطیب سے قبل کسی مصنف نے اسے

روایت نہیں کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے جو عالم شباب میں انتقال فرمایا۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حیض و نفاس نہ آنے کے باعث پیٹ میں گانٹھیں پڑ گئی ہوں اور خون کی گرمی دماغ کو چڑھ گئی ہو جو ان کی موت کا سبب بنی ہو۔ سباتی برادری ذرا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہیں دوبارہ کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔

یہ وہ کہانیاں ہیں جن کے بل بوتے پر لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سید پر آگ اثر نہیں کرتی۔ لہٰذا قارئین کرام سگریٹ یا ماچس کے ذریعہ ان کا امتحان کر لیا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی تخریب کار کے پھندے میں پھنس جائیں۔

اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علیؓ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علیؓ کا ایمان بھاری رہے گا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر زمین و آسمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور ایمان علیؓ ایک پلے میں رکھا جائے تو ایمان علیؓ بھاری رہے گا میزان ج ۳ ص ۴۹۳

محمد بن تسنیم اس کا راوی محمد بن تسنیم الوراق ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اس کے حال سے واقف نہیں۔ اور اس کی روایت باطل ہے۔

یہ روایت ابن عساکر نے بیان کی ہے۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے شاید عالم خواب میں یہ بات فرمائی ہو لیکن جہاں تک عالم بیداری کا تعلق ہے وہ اس کے قائل تھے کہ سب سے اول ابوبکرؓ، پھر وہ خود، پھر ابو عبیدہؓ۔ اور وہ چھ افراد ہیں جنھیں شوریٰ کے لئے انہوں نے چنا تھا ان میں سب سے بہتر سعد بن ابی وقاص تھے۔ غالباً ابن عساکر نے چھٹی صدی میں یہ خواب دیکھا تھا۔

جس نے حضرت علیؓ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے چھوڑا اس نے

نے مجھے چھوڑا۔ اور جس نے علیؓ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ اور جس نے علیؓ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔ میزان ج ۲/۴۹

اس روایت کا راوی رزین الکوفی الاعمی ہے۔ جو حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ ازدیؒ کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ اس سے حبیب بن ابی ثابت نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ بخاریؒ نے اس رزین کی سند سے روایت اس کے حالات میں اسی حدیث کو پیش کیا۔ میزان ج ۲/۴۹

میرا خیال ہے کہ رزین الکوفی الاعمی سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ رزین الکوفی مجہول ہے۔ تقریب ص ۱۰۳۔

چونکہ تمام صحابہ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی بلکہ صرف آٹھ دس صحابہ نے بیعت کی جب کہ صحابہ کی تعداد اس وقت ۸۰ اور نوے ہزار کے درمیان تھی۔ حتیٰ کہ ان ابوہریرہؓ نے بھی بیعت نہیں کی جنکی جانب یہ روایت منسوب کی گئی۔ بلکہ وہ مدینہ میں مروان کے قائم مقام رہے۔ الغرض تمام صحابہ نے حضور کو بھی چھوڑا اور اللہ کو بھی چھوڑا۔ بقول سبائیہ صرف پانچ اور دو مومن تھے۔ باقی کافر تھے جن میں تمام صحابہ کرام اور اہل سنت شامل ہیں۔

حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں

حبیب بن صہبان کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ کو منبر پر یہ کہتے سنا کہ دابۃ الارض (زمین کا چوپایہ) منہ سے کھانے والا اور چوتڑوں سے ہگنے والا۔ اس پر رشید ہجری نے کہا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اے علیؓ آپ وہی دابۃ الارض ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے اسے سخت الفاظ کہے۔

رشید الہجری

یہ رشید الہجری حضرت علی کا شاگرد ہے جو انہیں دابۃ الارض بنا رہا ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین نے اس پر کلام کیا ہے عباس دوری نے یحیٰی ابن معین سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے امام شعبی نے رشید الہجری۔ حبۃ العرنی اور اصبغ بن نباتہ کو دیکھا ہے (حارث اعور کو بھی) وہ انہیں کچھ نہ سمجھتے تھے۔

زکریا بن زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام شعبی سے دریافت کیا۔ کیا وجہ جو آپ حضرت علیؓ کے ساتھیوں پر عیب لگاتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ میں نے

اصحاب علی میں سے اس نے جو علم حاصل کیا تھا اسے مختصر کیا حارث الاعور، صعصعہ اور رُشید ہجری

اس نے دیا مقصود یہ نسب تھا میں نے اس سے فن نثر بہت حاصل کیا۔ حارث کے یہ سب

میں نے ان سے ساتھ بھی جہاں تک رشید ہجری کا تعلق ہے تو میں ان کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے کہا چلو رشید کے پاس چلیں۔ ہم ان کے پاس گئے۔ اس نے جب مجھے

دیکھا تو نگاہوں سے اس کا بند سمجھا، یہ دیکھ کر لوگوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ اپنا آدمی نہیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ

میں کوئی دشمن نہیں تو بولا کہ ہم حضرت علیؓ کی موت کے بعد حضرت حسنؓ کے پاس گئے۔ ان سے عرض کیا ہمیں امیر المومنین

کے پاس اندر جانے دو۔ حضرت حسن نے فرمایا وہ تو مر چکے۔

رُشید کا بیان ہے ہم نے عرض کیا وہ ہرگز نہیں مرے بلکہ وہ بالکل زندہ ہیں اور چادر کے نیچے چھپے ہوئے

ہیں۔ حسن نے جواب دیا جب تم نے حقیقت پہچان لی ہے تو تم اندر جا سکتے ہو لیکن ہمیں جھکانا نہیں۔ یہ واقعہ بیان

کرنے کے بعد امام شعبی نے سوال کیا۔ اے کریا بن زندہ اور تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے؟

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ رُشید حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ اس کے بعد ابن حبان نے

امام شعبی سے اس کا ایک اور واقعہ نقل کیا۔ تو میں ایک روز اس کے پاس گیا تو کہنے لگا میں حج کے لئے گیا تھا اور

میں نے دل میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں امیر المومنین (حضرت علیؓ) سے کوئی عہد وں گا تو میں علیؓ کے دروازے پر پہنچا

ایک شخص جو دروازے پر کھڑا تھا اس سے کہا امیر المومنین کے پاس جاؤ اور میرے لئے اجازت طلب کرو۔ اس

نے جواب دیا امیر المومنین تو مر چکے ہیں اور وہ بھی کوفہ میں نہ کہ مدینہ میں۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ تم میں موجود ہیں۔

اللہ کی قسم وہ تو ایک زندہ انسان کی طرح سانس لے رہے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا۔ جب تو آل محمد کے راز سے

واقف ہو گیا ہے تو جا اندر چلا جا۔ رُشید کہتا ہے میں اندر گیا۔ اور امیر المومنین نے مجھے ہونے والے واقعات بتائے۔

یہ سن کر امام شعبی نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو تجھ پر اللہ کی لعنت۔

اس واقعہ کی خبر ابن زیاد کو پہنچ گئی جو کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے اس رُشید کی زبان کاٹ کر پھانسی پر چڑھا

دیا۔ حضرت علیؓ کے اکثر شاگردوں کا تقریباً یہی حال ہے۔ جبھی تو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں مغیرہ کا یہ قول نقل

کیا ہے کہ۔

اصحاب علی کلہم کذابون — علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔

اور انہیں بخاری نے ابن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے۔

کل ما یروی عن علی فہو باطل — علیؓ سے جتنی روایات نقل کی جاتی ہیں وہ سب باطل ہیں

حضرت علیؓ کے قریب تمام ساتھیوں کا یہی حال ہے۔ ان میں سے اصبغ بن نباتہ، حارث اعور اور رشیہ کا حال گزر چکا ہے باقی ساتھیوں کا حال بھی کسی نہ کسی جگہ آجائے گا۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں جوزجانی کا بیان ہے کذاب ہے۔ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۳۲۔ نسائی بخاری کہتے ہیں۔ محدثین کو اس پر کلام ہے عباس دوری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین ان لوگوں کو ایک حبہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے جنہیں شعبی نے دیکھا ہے۔ میزان ج ۲ / ۵۱

میںؐ اس کا دشمن ہوں جو علیؓ سے دشمنی رکھے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اللہ میرا دوست ہے اور میں تیرا دوست ہوں۔ جو تجھ سے دشمنی رکھے میں اس کا دشمن ہوں۔ اور جو تجھ سے دوستی رکھے میں اس کا دوست ہوں۔ میزان ج ۲ ص۷۵۔

زکریا بن یحییٰ اس کا راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں میں نے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ بدترین انسان ہے اور بدترین قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے تو وہ یہ کہہ رہا تھا کہ یحییٰ ابن معین نے مجھ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یہ سن کر امام یحییٰ نے منہ پھیر لیا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں تو اس کے پاس کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی ہے۔ وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس میں اسے دھکہ دے دیا جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔

میزان ج ۲ ص۷۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۹۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، نسائی ص۴۳۔

اس زکریا نے یہ روایت علی بن القاسم الکوفی سے نقل کی ہے اور وہ اسے معلی بن عرفان سے نقل کرتے ہیں

معلی بن عرفان

یہ اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں یہ معلی کچھ نہیں بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۱۴۸ نسائی و میان ہے یہ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی صفحہ ۹۹

ذہبی لکھتے ہیں یہ غالی شیعوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے چچا شقیق کے واسطے سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ جنگ صفین میں حاضر ہوئے۔ حالانکہ عبداللہؓ جنگ صفین سے چند سال قبل انتقال کر چکے تھے اور اس کے چچا شقیق ان لوگوں میں داخل تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دیا اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو قاتل عثمانؓ تصور کرتے رہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۱۴۸ گویا یہ روایت نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ وہیں عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگرد شقیق پر جھوٹ ہے۔

مومنین کیلئے علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ یہ آیت اس طرح تلاوت فرماتے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بعلي	اور اللہ مومنین کی جانب سے قتال میں کافی ہے
میزان ج ۲ صفحہ ۳۶۰	(علیؓ کے ساتھ مل کر)

قرآن مجید کی آیت اتنی ہے۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ اس آیت کریمہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے نام سے **بعلی** کا اضافہ کیا گیا۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ قرآن ناقص ہے۔ بقول شیعہ قرآن کے چالیس پاروں میں دس پارے حضرت علیؓ نے خلافت ابی بکرؓ میں امام غائب کی حاضری تک غائب کر دیئے تھے۔ اور اس قرآن میں بھی بہت سے مقامات تھے جو حضرت علیؓ کے فضائل پر تھے عثمانؓ انہیں کھا گئے اور عبداللہ بن مسعودؓ کے قرآن کو عثمانؓ نے قبول نہیں کیا۔ اتفاق سے وہ ملا نہیں جاتے

ماتم کیا گیا تھا۔ اس میں یہ آیت بھی تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔

عبادبن یعقوب اس روایت کا راوی عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ہے جو انتہائی غالی شیعہ ہے، بلکہ اس کا شمار سرداران شیعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی روایات بخاری۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ عباد اپنے دین میں متہم ہے لیکن روایاتِ حدیث میں ثقہ ہے۔ غالباً یہی تخیل امام بخاری کا ہے۔

عبدان الاہوازی کا بیان ہے کہ عباد بن یعقوب صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس نے فضائل میں متعدد منکر احادیث روایت کی ہیں (جن میں سے ایک پیش کردہ روایت یہ بھی ہے)

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا۔ اور میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے کہ وہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے جنہوں نے علی کی بیعت کر کے توڑ دی اور پھر علیؓ سے جنگ کی۔ (زبردستی کی بیعت کا یہی حال ہوتا ہے)

قاسم بن زکریا المطرز کا بیان ہے کہ میں حدیث سننے کے لئے عباد کے پاس گیا۔ اور اس کا قاعدہ تھا کہ جو شخص اس سے روایات سننے آتا تو اس کا امتحان لیتا کہ وہ سنی ہے یا شیعہ۔ میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ سمندر کس نے کھودا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے کھودا ہوگا ذکر کیا کہ وہ ختم ہو گیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو۔ میں نے عرض کیا آپ ہی بتا دیں۔ اس نے جواب دیا علیؓ نے پھر سوال کیا سمندر جاری کس نے کیا۔ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے جاری کیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو میں نے کہا آپ ہی بتا دیں۔ اس نے جواب دیا حسین ابن علیؓ نے۔

قاسم کا بیان ہے کہ یہ عباد نابینا تھا۔ میری اچانک نظر پڑی کہ اس کے گھر میں تلوار لٹکی ہوئی ہے میں نے اس سے سوال کیا کہ تم نے یہ تلوار کس لئے رکھ رکھی ہے۔ کہنے لگا مہدی کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنے کیلئے مجھے اس شخص سے جتنی روایات سننی تھیں جب انہیں سن چکا تو پھر میں اس کے پاس گیا۔ اس نے سوال کیا سمندر کس نے کھودا؟ میں نے جواب دیا معاویہؓ نے کھودا۔ عمروؓ بن العاص نے جاری کیا۔ پھر میں وہاں

سے فیصلہ کرے گا اور وہ پیچھے سے چیختا رہا اس اللہ کے دشمن فاسق کو پکڑو اور قتل کرو۔

محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز میں آل محمد کے دشمنوں پر تبرا نہیں کرے گا۔ اس کا حشر بھی آل محمدؐ کے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کا انتقال ۲۵۰ھ میں ہوا یہ لوگوں کو رفض کی دعوت دیتا تھا۔ میزان ج ۲ ص ۳۷۹

عباد نے یہ روایت فضل بن القاسم سے نقل کی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اسے نہیں جانتا۔ اس روایت کے بقیہ رواۃ ثقہ اور اہل سنت ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کا گھڑنے والا یا عباد بن یعقوب الرواجنی ہے یا فضل بن القاسم۔ اور فضل بن القاسم کا رجال و تاریخ میں کوئی وجود نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی موہوم شخص ہو اور اس کے نام سے یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ اس صورت میں اس کا واضع عباد ہوا۔ اسی باعث ابن عدی اور ذہبی نے یہ روایت عباد کے تذکرہ میں ذکر کی ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں یہ دعویٰ کہ یہ رافضی سچا ہے۔ باطل ہے۔ اسی وجہ سے مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے اس کی روایت نہیں لیں۔

سوید: جیسا کہ بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس سوید پر اعتراض ہے۔ یہ نابینا ہو گیا تھا تو جو شخص چاہتا اسے تلقین کر کے لکھوا لیتا۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کے سامنے بعض غلط چیزیں پڑھی گئیں اور یہ ان کی تصدیق کرتا۔

یحییٰ بن معین نے اسے بُرا کہا اور اسے کذاب کہا ابن الجوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اس سوید نے امام مالک سے مؤطا بھی روایت کی ہے۔ کہا جاتا ہے اس نے مؤطا پس دیوار سے سنی تھی۔ اسی لئے یہ سوید ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ یہ شخص حلال الدم ہے۔ یعنی اس کا خون مباح ہے۔ اور حسین بن فہم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے۔ اللہ اس پر کبھی رحمت نازل نہ فرمائے۔

ابو بکر الاعین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ عیش کا پروردہ بوڑھا ہے۔ اس نے بالسند یہ روایت بیش کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو ہمارے دین میں اپنی رائے سے

کوئی بات کہے اسے قتل کر دو۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کے بارے میں یحییٰ نے کہا تھا کاش میرے پاس ایک ڈھال اور ایک تلوار ہوتی تو میں اس سوید سے جہاد کرتا۔

حاکم کا بیان ہے کہ یحییٰ نے اس سوید پر اس حدیث کے باعث اعتراض کیا۔ کہ جس شخص نے عشق کیا۔ اسے چھپایا۔ اور پاکدامن رہا۔ اور پھر اس حال میں مر گیا تو وہ شہادت کی موت مرا۔ جب یحییٰ کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور نیزہ ہوتا میں سوید سے جا کر جہاد کرتا۔

ابراہیم بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام مسلم سے سوال کیا۔ آپ نے سوید کی روایت جو اپنی صحیح میں نقل کی ہے اس کا جواز کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں حفص بن میسرہ کا نسخہ کہاں سے نقل کرتا۔ کیونکہ اس کا نسخہ تو اسی کے پاس ہے۔

یہ وہی سوید ہے جس نے ابو معاویہ، اعمش، عطیہ اور ابو سعید کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسن وحسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ حالانکہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عطیہ جب ابو سعید سے روایت کرتا ہے تو اس کی مراد کلبی کذاب ہوتا نہ کہ ابو سعید خدری۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ روایت ابو معاویہ سے باطل ہے۔ لیکن ذہبی کا بیان ہے کہ جب میں مصر گیا تو میں نے یہ روایت مسند منجنیق میں ابو کریب۔ ابو معاویہ کی سند سے پائی اس لحاظ سے اس روایت کے بیان کرنے کا جرم سوید پر واقع نہیں ہوتا جس کے باعث وہ اس جرم سے پاک رہتا ہے۔ بشرطیکہ اوپر کے راوی سب معتبر ہوں۔

سوید سو سال تک زندہ رہا اور ۲۴۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جابرؓ نے ارشاد فرمایا جو حضرت علیؓ کے قتال میں شبہ کرے۔ وہ کافر ہے۔

ہمارے لئے مصیبت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ ۷۰ھ تک حیات رہے اور تادم مرگ کسی ایسی جنگ میں کبھی حصہ نہیں لیا جو کسی مسلم نے مسلم کے خلاف لڑی ہو۔ حتیٰ کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا بھی ساتھ نہیں دیا۔

تو وہ کسی بات کیسے فرما سکتے ہیں۔ یہ بات تو کسی شیعہ راوی نے ملا دی ہوگی۔ نبی اکرم صلعم ایسی بات کرنے سے منزہ ہیں۔ ان شرکت سے روزہ رکھتے ہوئے کسی طرح جنگ نہ کرنا ... سے اشرف ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ نے دیگر صحابہ کرام کی مانند حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

خم غدیر کی ایک اور کہانی - براءؓ بن عاذب کی زبانی

روایت براء بن عاذب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ جن میں سے ایک پر علیؓ بن ابی طالب کو اور دوسرے پر خالد بن ولید کو امیر بنایا۔ اور فرمایا جب قتل و قتال شروع ہو جائے تو علیؓ امیر ہوں گے۔

الغرض حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا۔ اور وہاں سے ایک باندی حاصل کر لی۔ اس واقعہ پر حضرت خالد بن الولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط تحریر کر کے مجھے دیا جس میں علیؓ کی بُرائی تھی۔

براءؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے خط پڑھا۔ آپؐ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت فرماتا ہے میں نے عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تو صرف ایک قاصد ہوں۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ہمیں اس روایت کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۷۔

اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں سے تقسیم کے بغیر کچھ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ جائز ہے تو یہ خمس تمام مسلمانوں کا مال ہے یا صرف پنج تن کا حق ہے اگر تقسیم کے بغیر مال لینا ناجائز ہے تو تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے عربی میں غلول (بےایمانی) بولتے ہیں یعنی غبن اور بددیانتی۔

گر یہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اجازت ہے جن کا خمس میں حصہ ہے تو اول تو خمس میں متعدد افراد کا حصہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ	اور جان لو کہ جو شے تم غنیمت میں حاصل
خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ	کرو تو اس کا خمس اللہ، رسول، ذوی القربی
وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ۔	یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کے لئے ہو۔

معلوم ہوا خمس میں یتیم، مساکین اور مسافروں کا بھی حق ہے۔ اس طرح یہ حق عام ہوگا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ یہ ذوی القربی کا حق ہے تو لفظ ذوی القربی بہت عام ہے۔ اس میں تمام قریش داخل ہو جائیں گے اور اگر اس لفظ کو خاص مانا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خمس میں سے فاطمہؓ کو غلام دینا قبول نہیں کیا تو یہ باندی حضرت علیؓ کیلئے کیسے جائز ہوگی۔؟

اگر فی الواقع یہ چیزیں جائز ہوتیں تو صحابۂ کرام کو یہ عمل ناگوار نہ گزرتا۔ اور نہ یہ شکایت ہوتی۔ اور یہ بھی خلاف عقل ہے کہ صحیح شکایت پر حضور ناگواری کا اظہار فرمائیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ حضرت علیؓ کو کوئی لشکر دے کر بھیجا گیا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انھیں خالدؓ بن الولید کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جب حضرت علیؓ نے خمس پر قبضہ کر لیا تو ان سے مال خمس میں یہ غلطی سرزد ہوئی۔ کیونکہ حضرت بریدہؓ کے الفاظ ہیں۔

بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خالد	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کے پاس علیؓ کو
لیقبض الخمس وکنت ابغض علیا وقد	اس لئے بھیجا تاکہ وہ ان سے خمس حاصل کریں
اغتسل فقلت لخالد الا تری لهذا	اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے غسل کیا
فلما قدمنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم	تھا میں نے خالدؓ سے کہا کہ کیا آپ اس شخص (علی) کو نہیں
ذکرت ذلک لہ فقال یا بریدۃ	دیکھتے۔ جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ
اتبغض علیا فقلت نعم قال	حضور کے سامنے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ کیا
لا تبغضہ فان لہ فی الخمس	تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں آپ

اکسٹو من ذالک۔ [illegible]

[illegible] ج ۳ ص ۲۲۳ [illegible]

[illegible] سے ان تمام [illegible]

[illegible]

[illegible] ایسی صورت [illegible]

[illegible] اظہار [illegible] دونوں کی [illegible]

[illegible]

بیان سے ثابت ہوتا ہے [illegible]

روایات بیان جاتی ہیں وہ سب منکر ہیں [illegible] شیعوں کی [illegible] روایت کی [illegible]

ملاحظہ فرمائیں۔

ابو اسحاق سبیعی

اس کے پہلے راوی ابو اسحاق ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ [illegible]۔ آخر عمر میں ان کا کچھ حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ یہ مشہور [illegible] تدلیس کے مریض ہیں۔

امام عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں اہل کوفہ میں تدلیس کا مرض پیدا کرنے اور انہیں خراب کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۰۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مدلس کی حدیث معنعن محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اور یہ حدیث معنعن ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت قابل قبول نہیں۔

یونس بن ابی اسحاق

ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے یونس ہیں۔ ان کی روایات بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ عبد الرحمان بن مہدی فرماتے ہیں۔ یہ کام چلاؤ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ سچے ہیں لیکن ان کی روایات بطور حجت پیش نہیں کی جا سکتیں۔ نسائی کا قول ہے یہ کام چلاؤ ہیں۔ ابن خراش کا قول ہے کہ ان کی

حدیث میں کمزور ہوتا ہے۔

ابن حزم محلی فرماتے ہیں۔ انہیں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔
ذہبی کہتے ہیں اس درجہ پر بالذات سچے ہیں لیکن شعبہ اور مسعر کے درجہ کے نہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں ان میں غفلت پائی جاتی ہے۔ احمد بن حنبل کا قول ہے کہ مضطرب الحدیث ہیں۔ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ ایسے اور ویسے ہیں یعنی کمزور ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۳

اس روایت کو یونس سے نقل کرنے والا احوص بن جواب ہے۔

احوص بن جواب

بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن یحییٰ بن معین کا قول ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۴

ان بحثوں سے اس روایت کا اندازہ فرمائیں۔ اور کچھ دیر کیلئے یہ بھی سوچیں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی غلط بات کی اس انداز سے تردید فرماتے؟ کم از کم ہم جیسا بدعقل انسان ان امور کو قبول نہیں کر سکتا۔

ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں اور علیؓ نور سے پیدا ہوئے۔

درأصل اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ہم دونوں کا نور پیدا فرمایا ہم عرش کے دائیں جانب تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا۔ اس طرح ہم مردوں کی پشت میں منتقل ہوتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبد المطلب کی پشت میں رکھا پھر اللہ نے اپنے نام سے ہمارا نام مشتق فرمایا پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ علی ہے اور علی علی ہے۔

جعفر بن احمد

یہ روایت جعفر بن احمد نے وضع کی ہے۔ یہ ایک رافضی شخص تھا جو حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم اس امر کا یقین رکھتے تھے کہ یہ حدیث وضع کیا کرتا تھا

موضوعات ج ۱ ص ۳۴۰

امام ذہبی اس جعفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا پورا نام جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ ابو الفضل الغافقی مصری ہے جو ابن ابی العلاء کے نام سے مشہور ہے۔

ابن عدی نے ان کا پورا نسب نامہ لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے اس شخص سے ۲۹۹ اور ۳۰۰ھ میں احادیث تحریر کی تھیں۔ اور میرا گمان ہے کہ اسی سن میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس نے ابو صالح عبد اللہ بن یوسف التنیسی اور سعید بن عفیر اور ایک جماعت سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ ہم اس پر وضع احادیث کی تہمت لگاتے ہیں بلکہ ہمیں اس پر یقین ہے اور یہ رافضی تھا۔

ابن یونس نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص رافضی تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کر کے انہیں موضوع قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"تم اپنی پھوپی کھجور کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ اللہ نے اسے آدمؑ کے پتلے سے بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے"۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۰۔

تعجب ہمیں اس پر ہے کہ جب آدمؑ نور سے پیدا ہوئے تو مٹی کیسے بچ گئی۔ کیا اس مٹی کا تعلق نور سے تھا۔ یا مٹی اور نور ایک ہی شے ہو سکتی ہے؟

رافضی گروہ کو جہاں پاؤ قتل کردو

حضرت فاطمہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابن ابی طالب تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ اور عنقریب ایسے گروہ آئیں گے جو تیری محبت کا اظہار کریں گے۔ یہ جماعت اسلام سے نکل جائے گی اور انہیں رافضی کہا جائے گا۔ اے علیؓ اگر تیری ان سے ملاقات ہو تو انہیں قتل کر دینا۔ کیونکہ یہ سب مشرک ہوں گے۔

مجھے افسوس یہ ہے کہ یہ حکم حضرت علیؓ کو دیا گیا مجھے نہ دیا گیا۔ اگر مجھے دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ یہ سرزمین رافضیوں سے پاک نظر آتی۔

اگرچہ یہ روایت سابقہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے۔ لیکن چونکہ الفاظ میں تھوڑا بہت فرق تھا اس لئے ہم نے اسے دوبارہ نقل کر دیا ہے۔ اس کا واضع تلید بن سلیمان الکوفی ہے۔ ذرا اس کا حال ذہبی کی زبانی سنیئے۔

تلید بن سلیمان الکوفی اس کی کنیت ابوالجحاف ہے۔ عطاء بن السائب اور عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے امام احمد اور ابن نمیر نے روایت لی ہے۔ اس کی منکرات میں سے یہ سابقہ روایت بھی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ ایک دفعہ چھت پر چڑھا حضرت عثمانؓ کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے کسی نے اس کے تیر کھینچ کر مارا جس سے اس کے پاؤں ٹوٹ گئے

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو داؤد نے یہ الفاظ کہے کہ رافضی ہے خبیث ہے نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶

اس روایت میں سب سے اہم نقطہ یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت فاطمہؓ سے زینب بنت علیؓ قتل حسینؓ میں جن کے بارے میں روافض کا عقیدہ ہے کہ ان کی وفات پیدائش فاطمہؓ سے چند سال قبل واقع ہوئی اور آخر میں قتل حسینؓ کے بعد اپنے ابا یزید کے پاس [illegible] اور وہیں دمشق میں انتقال کیا۔ نہیں ایسا تو نہیں [illegible] سے ناراض ہو کر یہ بات کہی ہو۔

پل صراط پر عباسؓ حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہونگے

(اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے)

عبداللہ بن عباسؓ ارشاد الٰہی وعلی الاعراف رجال کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک ٹیلہ ہوگا جس پر عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہوں گے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو [illegible] کہ ان کے چاہنے والوں کو چہرے سپید ہوں گے۔ اور ان سے بغض رکھنے [illegible]

میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۲۔

حیرت ہے کہ آیت کریمہ میں اعراف کا ذکر ہو رہا ہے۔ اعراف چہار دیواری کو کہتے ہیں [illegible] پر ٹیلہ بنا رہا ہے اور اس پر حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو چہرے پہچاننے کے لئے بٹھا رہا ہے لیکن بنو عباسؓ اور بنو علیؓ میں ہمیشہ جنگ جاری رہی لہٰذا یہ فیصلہ بڑا دشوار ہوگا کہ کس کے چہرے سپید ہیں اور کس کے سیاہ۔ کیونکہ خلافت بنو عباسؓ کے دور میں شیعان علیؓ ہمیشہ بغاوت کرتے رہے۔ لہٰذا یا تو شیعان علیؓ کے چہرے روشن ہوں گے یا شیعان عباسؓ کے جو ان سے لڑتے رہے۔ اور دونوں کے روشن ہونا ممکن نہیں۔

رہ گئے بیچارے حضرت حمزہؓ ان کا نام نہ عباسی لیتے ہیں اور نہ علوی۔ انہیں تو اس ٹیلہ پر صرف ایک مہرہ بنا کر بٹھایا جائے گا۔ ان بیچاروں کو کوئی عباسی اور کوئی علوی جانتا بھی نہ ہوگا۔

اعراف چہار دیواری کو بولتے ہیں۔ اور پل صراط دوزخ پر ایک پل ہوگا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز

ہوگا۔ اور حضورؐ اس کے کنارے کھڑے کہتے ہونگے رب سلّم اے میرے رب محفوظ رکھ۔ پل مراد سے گزرنے والے یا بخیر و خوبی گزریں گے یا کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ تو کٹ کر دوزخ میں خود ہی گر جائیں گے۔

عاصم بن سلیمان

ابو شعیب التیمی الکوزی البصری۔ کوز ایک قبیلہ ہے جس کی جانب یہ منسوب ہے۔ ہشام بن عروہ اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا میں نے اس جیسا احادیث وضع کرنے والا نہیں دیکھا۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث لکھنا بھی جائز نہیں مگر بغرض تعجب۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۵۱۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۵۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۹۔

جویبر

عاصم نے یہ روایت جویبر سے نقل کی ہے۔ جویبر سے مراد جویبر بن سعید ابوالقاسم الازدی البلخی ہے جو مشہور مفسر ہے اور ابن عباسؓ کی روایات نقل کرتا ہے۔

یحیی بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ اس قابل نہیں کہ اسکی جانب توجہ بھی دی جائے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۷۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۸۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۷۳۔

بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ علی بن المدینی نے یحیی بن سعید سے نقل کیا ہے کہ میں اس جویبر کو دو روایات کی وجہ سے پہچانتا ہوں۔ پھر اس کے بعد وہ روایات بیان کیں لیکن اس کے بعد ضعیف قرار دئے گئے۔ تاریخ الصغیر ص ۲۷۔

ضحاک بن مزاحم البلخی

جویبر نے یہ روایت ضحاک بن مزاحم سے نقل کی ہے۔ یہ مشہور مفسر ہے بچوں کو ادب سکھاتا تھا۔ شعبہ کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے ملاقات تک نہیں کی۔ عبدالملک بن میسرہ کا بیان ہے کہ یہ ضحاک عبداللہ بن عباسؓ سے ملا نہیں بلکہ اس نے تفسیر

یہ روایت مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں۔

عجلی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ تھے مفتی تھے۔ لیکن اس میں برائی کا مادہ ہے۔ یحیٰ بن ابی کثیر سے مرسل روایت نقل کرتا ہے۔ حالانکہ یحیٰ سے اس نے کوئی روایت نہیں سنی۔ اس پر تدلیس کا عیب لگایا گیا ہے۔ زہری سے بہت موضوع احادیث روایت کی ہیں۔

یحیٰ بن معین کا بیان ہے یہ سچا ہے لیکن قوی نہیں۔ تدلیس سے کام لیتا ہے۔ یحیٰ بن یعلیٰ المحاربی کا بیان ہے کہ ہمیں زائدہ نے اس امر کا حکم دیا کہ ہم حجاجؒ بن ارطات کی حدیث ترک کر دیں۔

عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس حجاج نے زہری کو نہیں دیکھا اور زہری اس حجاج کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے۔ وہ حجاج بن ارطات اور محمد بن اسحاق کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تفصیلی حالات شب برات نامی کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔

علیؓ میرے علم کا تھیلا ہے

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی میرے علم کا تھیلا ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۲۰۔

یعنی اگر خدانخواستہ علیؓ نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم سے محروم رہ جاتے اور بہر صورت علیؓ کے پاس تو علم ہی علم ہوتا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم میں تھیلے کے محتاج ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ابن عباسؓ اس کے باوجود حضرت علیؓ پر نکتہ چینی کرتے رہے۔ ان نکتہ چینیوں کا تماشا دیکھنا ہو تو طبری ملاحظہ فرمائیں۔

ضرار بن صرد الکوفی اس کی کنیت ابونعیم ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ متروک ہے۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں اصل کذاب دو ہیں ایک ضرار بن صرد اور ایک ابونعیم النخعی۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابوحاتم فرماتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۲۷

[illegible] کہتے ہیں ضرار بن صرد کذاب ہے اس کی کنیت ابونعیم ہے۔ ضعفاء ... ضرار بن صرد ... دار قطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین لدار قطنی صفحہ ۱

یحییٰ بن عیسیٰ الرملی

ضرار نے یہ روایت یحییٰ بن عیسیٰ الرملی سے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں وہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی عام روایت کوئی دوسرا نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ صفحہ ...

عبایہ

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی عبایہ ہے جو حضرت علیؓ کا شاگرد ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ یہ وہی عبایہ ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ داستان نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس نے حضرت علیؓ سے یہ کہانی بھی نقل کی ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا پھر میں دوبارہ قتل کیا جاؤں گا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳...

اے علیؓ میرے بعد جو اختلاف ہوگا تو اسے ظاہر کریگا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے بعد امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا تو اسے ظاہر کرے گا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۶۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اس جنگ میں شریک ہوئے جو یزید بن معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر لڑی۔ حالانکہ صحابہ کرام کو اصل اختلاف حضرت علیؓ سے ہوا کہ انہوں نے قاتلین عثمان کا ساتھ دیا۔

اس کہانی کا راوی بھی وہی ضرار بن صرد الکوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے نقل کرنے والا زکریا بن یحییٰ الکوفی ہے۔

زکریا بن یحییٰ الکوفی

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس زکریا کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ برا آدمی ہے۔ بدترین قسم کی کہانیاں بیان

کرتا ہے۔ جس نے نقل کیا اس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ مجھ سے یحیٰ بن معین نے روایات لکھی ہیں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا اور اللہ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ نہ تو وہ اس کے پاس گئے اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی۔ اور فرمایا وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس زکریا کو اس میں دھکا دے دیا جائے۔

اسی نے یہ کہانی نقل کی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ اور یہ عبارت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۵

نسائی لکھتے ہیں زکریا بن یحیٰ الکسائی متروک الحدیث ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳

دارقطنی کا بیان ہے۔ کہ زکریا بن یحیٰ الکسائی الکوفی متروک ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۹۵

یاقوت کی سرخ شاخ

حضرت زید بن ارقمؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سرخ یاقوت کی شاخ تھامنا چاہتا ہے وہ حُبِّ علی کو لازم پکڑ لے۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۔

ابن حبان لکھتے ہیں کہ عبد الملک بن دلیل نے ایک موضوع کتاب اپنے باپ سے نقل کی ہے۔ اس میں تمام روایات سُدّی کے ذریعہ حضرت زید بن ارقم سے منقول ہیں۔ یہ سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ ان روایات کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ ان میں سے ایک مردود روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۸

یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایت کس کی وضع کردہ ہے کیونکہ اس کے تمام روات یعنی عبد الملک بن دلیل دلیل بن عبد الملک اور سدی سب کذاب ہیں۔ اس کا راوی دلیل بن عبد الملک ہے جس نے اپنے باپ سے ایک موضوع نسخہ نقل کیا ہے۔ جس کا بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

سُدّی دو ہیں سُدّی کبیر اور سُدّی صغیر اور با اتفاق سے ہر دو رافضی ہیں۔ ان دونوں کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

اے علیؓ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱۔

ابوالجحاف ذہبی کا بیان ہے یہ روایت منکر ہے۔ اس کا راوی ابوالجحاف داؤد بن ابی عوف ہے۔ اسے اگرچہ احمد، یحییٰ، نسائی اور ابوحاتم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ہمارے نزدیک قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں مروی ہوئی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۔

ابوالجحاف نے اسے ابومعاویہ سے روایت کیا ہے۔ اور میزان کے ایک نسخہ میں ہے کہ معاویہ سے روایت کیا ہے وہ ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ہم نے رجال کی کتابیں چھانیں۔ لیکن ہمیں کوئی ایسا ابومعاویہ نہ ملا جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں۔ یہی حال معاویہ نامی شخص کا ہے کہ تابعین میں کوئی معاویہ نامی ایسا شخص موجود نہیں جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں۔

ہاں یہ ممکن ضرور ہے کہ صحابہ میں سے کسی معاویہؓ نامی فرد نے ابوذرؓ سے روایت لی ہو۔ صحابہ میں متعدد افراد کا نام معاویہ ہے۔ مثلاً معاویہؓ بن الحکم السلمی، معاویہؓ بن حیدۃ القشیری اور معاویہؓ بن ابی سفیان۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس ابوالجحاف نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ یہ تبع تابعی ہے۔ الغرض ہر صورت میں ایک راوی مجہول ہے اور درمیان میں سے روایت منقطع ہے۔

علی امام الاولیاء ہیں

حضرت ابوبرزہؓ اسلمی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ

سے علیؓ کے بارے میں عہد لیا کہ علیؓ ہدایت کے جھنڈے۔ امام الاولیا اور ایک کلمہ میں جو اللہ نے متقین پر لازم کیا ہے۔ جو علیؓ سے نسبت کرے گا اس نے محمدؐ ت محبت کی۔ میزان ج ۲ ص ۲۶۶۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے۔ اور اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں۔ اور دریوں کا یہ چکر تین سو سال بعد وجود میں آیا۔ جو اسلام میں ایک بدعت ہے۔

اے علیؓ عنقریب تیرے دونوں ستون گر جائینگے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے میری خوشبو تجھ پر سلام ہو۔ میں دنیا میں سے بہترین خوشبو کی تجھے وصیت کرتا ہوں۔ ابھی کچھ دن بعد تیرے دونوں ستون گر جائیں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فرمایا یہ تیرے دو ستونوں میں سے ایک ستون ہے لیکن جب فاطمہؓ علیہا السلام کا انتقال ہوا۔ تو فرمایا یہ تیرا دوسرا ستون ہے۔ میزان ج ۴ ص ۴۷۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات کے بعد کس طرح یہ بات بیان فرمائی کہ تیرا یہ پہلا ستون گرا اور کس طرح حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر یہ بیان کیا کہ تیرا دوسرا ستون گرا۔ ہو سکتا ہے یہ بھی کوئی حیات النبی کی قسم کا کوئی مسئلہ ہو اور ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔

کدیمی اس کا راوی محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی السامی البصری ہے جو کدیمی سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

ابوداؤد، موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس کی تعریف تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کے حال سے باخبر نہ ہو۔

ابوبکر احمد بن المطلب الہاشمی کا بیان ہے کہ ہم ایک روزہ قاسم بن زکریا المطرز کی حدیث سن رہے تھے استنے میں ان کی کتاب میں کدیمی کی حدیث آئی۔ انہوں نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ محمد بن عبدالجبار

دی سے اکثر روایات نقل کرتے تھے انہوں نے کدیمی کی روایات پڑھنے پر انکار کیا تو انہوں نے فرمایا جب میں اللہ کو حساب دوں گا تو یہی کہوں گا کہ یہ کدیمی آپ کے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔ میزان الاعتدال ن م ص۔ اس کا انتقال ۲۸۶ھ میں ہوا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ کدیمی متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص [illegible] للدارقطنی۔

حماد بن عیسیٰ الجہنی

کدیمی نے یہ روایت حماد بن عیسیٰ جہنی سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حماد ابن جریج اور جعفر بن محمد کے نام سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے۔ ابو داؤد اور ابو حاتم نے اسے ضعیف کہا ہے۔ میزان الاعتدال ۵۹۸۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں تہتر کھجوریں آئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھے جواب دیا۔ اور مٹھی بھر کر کھجوریں دیں، میں نے انہیں شمار کیا تو وہ تہتر تھیں۔ پھر میں اٹھ کر علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پاس چلا گیا۔ ان کے سامنے بھی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور ہنسنے لگے اور مجھے ایک مٹھی بھر کے کھجوریں دیں۔ میں نے انہیں شمار کیا، تو ان کی تعداد تہتر تھی۔

مجھے اس پر تعجب ہوا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آیا۔ اور آپ کے روبرو کھجوریں تھیں آپ نے ایک ہتھیلی بھر کر مجھے دیں میں نے انہیں شمار کیا تو وہ تہتر تھیں۔ پھر میں علی کے پاس چلا گیا۔ ان کے ہاں بھی کھجوریں پھیلی تھیں۔ انہوں نے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دیں میں نے انہیں شمار کیا تو وہ بھی تہتر تھیں۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیا تو نہیں جانتا کہ میرا اور علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔

اس موضوع پر ہم پہلے معنی بن بشار کی روایت بیان کر چکے۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ بات صرف ایک ہاتھ کی نہیں دو ہاتھ کی تھی اور دونوں ہاتھوں میں ساٹھ کھجوریں آئی تھیں اور یہاں ایک ہاتھ میں تیرہ کھجوریں آئیں۔ فیا للعجب۔ خطیب نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت اس سند سے باطل ہے اور اسے قاسم ملطی کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

قاسم ملطی، اور وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ قاسم ملطی کذاب ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۲ دارقطنی لکھتے ہیں یہ قاسم بن ابراہیم ملطی امام مالک کے نام سے جھوٹ بولتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۶۳ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ یہ لوگوں سے نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایسی بکواسات نقل کرتا ہے جو برداشت سے باہر ہیں۔ پھر ذہبی نے اس کی دو روایات نقل کیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؓ تھیں

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت فاطمہؓ سے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت علیؓ سے تھی۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۵۔ ابراہیم الجوہری کا بیان ہے کہ اس سے مقصود آپ کے اہل بیت تھے۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا لیکن ایک ایسی روایت کو جو اس کی عین ضد ہے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ لہذا وہ روایت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ میں نے عرض کیا میں مردوں کے معاملے میں پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۰۱

ترمذی نے پہلی روایت کو غریب اور اسے صحیح قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم بن سعید الجوہری کو اس تاویل کی ضرورت پیش آئی کہ یہاں سوال سے مراد صرف اہل بیت ہیں حالانکہ یہ ایک زبردستی کی تاویل ہے ورنہ الفاظ تو عام ہیں بلکہ اس تاویل کے ذریعہ اہل سنت کو بد بختی کا ایک زہریلا انجکشن بھی لگا دیا گیا کہ اہل بیت تو یہ چہار تن علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ ازواج مطہرات نہیں۔

حالانکہ سب سے بہتر تاویل تو یہ ہے کہ عمرو بن عاصؓ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور روایت بریدہؓ میں حضرت بریدہؓ نے اپنا تخیل ظاہر فرمایا ہے اور فرمان رسول کے مقابلہ

میں ایک صحابی کے تخیل کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ بشرطیکہ ان کی جانب اس کی نسبت صحیح ہو۔ لیکن ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً درست نہیں۔ اس لئے کہ بریدہؓ جب حضرت علیؓ کے ساتھ یمن سے واپس تشریف لائے تھے اور حج سے واپسی کے وقت خم غدیر میں انھوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تھی تو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔

هل تبغض عليا۔ قال نعم کیا تو علی سے بغض رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں

گویا حجۃ الوداع کے زمانہ تک تو انھیں حضرت علیؓ کی اس خوبی کا علم نہ تھا بلکہ بریدہؓ ان سے بغض رکھتے تھے۔ اچانک انھیں اس خوبی کا کیسے احساس ہوا جس کا دس سال تک بھی احساس نہ ہو سکا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بریدہؓ کی جانب اس روایت کی نسبت ہی جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ جعفر بن الاحمر کا وضع کردہ ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص ۔۔۔

امام احمد کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کی حدیث کا انکار کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔

جعفر کے پوتے حسین بن علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر یعنی باقر نے اسے خط لکھا جس کے بعد یہ شیعوں کو لے کر سابور پہنچا اور اعلان بغاوت کیا منصور نے اس کے خلاف لشکر کشی کی جس کے نتیجہ میں یہ شکست سے دوچار ہوا۔ اور ایک مدت دراز تک قید خانہ میں بند رہا۔ ۱۶۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۷

عبداللہ بن عطار جعفر نے یہ روایت عبداللہ بن عطار سے نقل کی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن عطار محمد بن اسحاق کا استاد ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۴۶۲

امام نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ
نمبر ہے۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ یہ روایت خالص سبائی فیکٹری کی بنائی ہوئی ہے
سبائیوں نے اس کی تائید میں ایک اور بھی روایت وضع کی ہے جو جمیع بن عمیر التیمی سے
مروی ہے۔ ذرا اس کا بھی جائزہ لے لیں۔

جمیع بن عمیر التیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہؓ کے پاس گیا۔ میں
نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ انھوں نے فرمایا فاطمہؓ
میں نے سوال کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ان کے شوہر علیؓ۔ میں تو یہ جانتی
ہوں کہ علیؓ بہت قیام کرنے والے اور بہت روزہ رکھنے والے تھے۔ ترمذی نے کہا یہ روایت حسن
غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ

اس کے جواب کے لئے حدیث بالا جو حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے کافی ہے لیکن
اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت بھی شامل کر دی جائے جو عبداللہ بن شقیق نے نقل کی
ہے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ان
کے بعد فرمایا عمرؓ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا ابو عبیدہؓ میں نے پھر سوال کیا تو ام المومنین نے سکوت اختیار
کیا۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۴۔ ترمذی کے علاوہ یہ روایت مسلم میں بھی مروی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن شقیق کا بیان تو یہ ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ابوبکرؓ تھے پھر عمرؓ اور جمیع نے ام المومنین سے یہ نقل کیا ہے کہ سب
سے محبوب فاطمہؓ تھیں پھر حضرت علیؓ۔ ان دونوں میں سے کس کا قول قابل قبول ہے اور کس کا قابل رد۔
عبداللہ بن شقیق تمام محدثین کے نزدیک سچے ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ بہترین مسلمانوں
میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک جمیع بن عمیر کا تعلق ہے تو اس کا

حال بہت ہی بدتر ہے۔

جمیع بن عمیر التیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیرؒ کا بیان ہے کہ وہ سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا کہا کرتا تھا کہ کرکی نامی پرندے فضا میں بچے جنتا ہے اور اس کے بچے زمین پر گرنے نہیں پاتے۔ پرندے بچے نہیں جنتے انڈے دیتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ صرف ترمذی تنہا واحد محدث ہیں جنھوں نے اس کی روایت کو حسن قرار دیا۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۳

اس کا ایک اور راوی حسین بن یزید الطحان الکوفی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابوحاتم کہتے ہیں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۵۵

اس کی سند میں تیسرا راوی ابو الجحاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ احمد اور یحییٰ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور جمیع بن عمیر وضاع الحدیث اور کذاب ہے۔

جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ و میکائیلؑ ان کے دائیں اور بائیں چل رہے تھے

ابن عباسؓ سے نقل کیا جاتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جبرائیلؑ ان کے داہنی جانب چل رہے تھے۔ میکائیلؑ بائیں جانب چل رہے تھے اور ان کے پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے اور وہ یہ تسبیح و تقدیس صبح صادق تک کرتے رہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۹

میزان ج ۱ ص ۳۶۱

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے کیونکہ ابو الرزق کا بھائی کذاب ہے۔ درقوبۃ بن عثمان شعبہ دراصل عراق کی جانب ایسی ذہنی روایت منسوب کرتا ہے جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ روایت محض جھوٹ ہے اور عبد الرحمٰن کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے ... ذکر میں ایک موضوع حدیث روایت کی ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ ج ۱ صفحہ ۲۱۱ روایت ابن ثوبان بن عمرو ... ذہبی ...

ذہبی عبد الرحمٰن بن محمد کے حالات میں لکھتے ہیں۔ اس نے حضرت فاطمہؓ کی فضیلت میں وہب بن عمرو سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۶۶

گویا بلحاظ سند اس کے دو راوی کذاب ہیں اور اگر اس کے راوی ثقہ ہوتے تب بھی یہ روایت خلاف عقل ہوتی۔ اس لئے کہ :-

۱۔ حضرت عبد اللہؓ بن عباس کو فرشتوں کی آمد کا کیسے علم ہوا ؟

۲۔ جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی تو ابن عباسؓ اس وقت صرف پانچ سال کے بچے تھے اور اس وقت وہ مکہ میں تھے۔

۳۔ بفرض محال اگر مدینہ ہی میں تھے تو انھوں نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو ان ناموں کے ساتھ کیسے شناخت کیا۔ کیا وہ پہلے سے ان کو جانتے تھے۔

۴۔ فرشتوں کی تسبیح و تقدیس کیا بآواز بلند تھی کہ وہ سن سکتے ؟

۵۔ اگر بآواز بلند تھی تو دوسروں کو بھی سننا چاہیے تھا۔ جب کہ ایسا ہوا نہیں۔

۶۔ اتنی بڑی تعداد میں فرشتوں کا شمار کر لینا اور صحیح تعداد کا معلوم کر لینا کیا معجزہ نہ کہلائے گا ؟

حضرت فاطمہؓ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ کا نام فاطمہؓ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔

ج ۱ صفحہ ۴۰

… یہ روایت محمد بن زکریا الغلابی کی وضع کردہ ہے۔

غلابی یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوجعفر نام محمد بن زکریا ہے۔ ایک مورخ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ محدثین کا اس پر اعتراض ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس نے زین العابدین کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔ میزان ج ص ۵۵

بشر بن ابراہیم اس غلابی نے یہ کہانی ابن عمیر کے واسطہ سے بشر بن ابراہیم الانصاری سے نقل کی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ امام اوزاعی کے نام سے جھوٹی احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ میرے نزدیک روایات وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ روایات وضع کرکے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۲۱

محمد بن اسحاق الاہوازی اس روایت میں صرف یہی دو کذاب نہیں بلکہ ایک اور کذاب بھی موجود ہے۔ اس کا نام محمد بن اسحاق بن ابراہیم الاہوازی ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ الشیرازی کا بیان ہے کہ اس محمد بن اسحاق الاہوازی نے خود وضع حدیث کا اقرار کیا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۷۸

اس طرح اس روایت کی سند میں پے در پے تین کذاب جمع ہیں اور مزید عیوب اسکے علاوہ ہیں۔

ابن عدی نے تقریباً اسی مضمون کی ایک اور روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔ اللہ نے اس کے عوض فاطمہؓ اور اس کی اولاد کے لیے جہنم حرام کردی ہے۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۰

گویا روئے زمین پر روز اول سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ کسی عورت نے اپنی عصمت کی حفاظت نہ کی تھی اور چونکہ یہ ایک بے مثال کارنامہ ظہور پذیر ہوا تھا لہذا انھیں اس کا یہ اجر حاصل ہوا۔ اس طرح اس کہانی کو وضع کرنے والے نے دنیا جہاں کی تمام عورتوں پر الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ — اور اپنی پیشاب گاہوں کی حفاظت کرنے والے

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

مرد اور عورتیں۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد و عورت۔ ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

گویا تمام مسلمان مرد و عورت اس صفت سے متصف تھے اور آج بھی اس صفت سے متصف ہونا چاہیئے اور بقول حضرت ہند زوجہ ابو سفیان والدہ امیر معاویہؓ کوئی شریف عورت یہ کام نہیں کیا کرتی جس کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر شریف عورت پاکدامن ہوتی ہے بلکہ قبل از اسلام بھی ایسا ہی ہوتا رہا اور جو عورتیں بدکاری میں مبتلا ہوئیں وہ سب غیر شریف عورتیں تھیں۔ اور ہر پاکدامن عورت سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور اس روایت کی رو سے اس کی اولاد کے لئے بھی آگ حرام ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر پاکدامن عورت اور اس کی اولاد جنت میں جائے گی۔

غور طلب امر یہ ہے حضرت فاطمہؓ کی کیا خصوصیت ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ روایت کن تحریکات کے تحت وضع کی گئی ہے تو ہماری نظر میں اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ سبائیوں نے جب قرآن میں حضرت مریم کی پاکدامنی کی صفت اور تعریف پڑھی تو ان کا حاسدانہ ذہن یہ گوارا نہ کر سکا کہ قرآن ان کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو اور حضرت فاطمہؓ جنہیں یہ سیدۃ النساء کا خود ساختہ خطاب دیں تو قرآن و سنت اور تاریخ ان کی پاکدامنی کے ذکر سے خالی ہو۔ لہٰذا یہ روایات وضع کی گئیں۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ حضرت مریمؑ پر تو یک گروہ نے انہام بازی کی تھی اور ان کے یہاں حکم الٰہی سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی پاکدامنی کا ذکر کیا گیا اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ یہ صورتیں پیش نہیں آئیں۔ اس لئے ان کی اس خوبی کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

۲۔ دراصل یہ تبرّا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر کہ قرآن میں ان کی پاکدامنی نازل ہونے کے باوجود یہ طبقہ ان کے بارے میں وہی تصور اپنائے ہوئے ہے جو ان کے روحانی آباؤ اجداد یہودیوں نے حضرت مریمؑ کے بارے میں قائم کیا تھا۔

عمرو بن غیاث ۔ ابن عدیؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت

کو عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اسے دارقطنی نے ضعیف بلکہ شیعوں کا شیخ بیان کیا ہے۔

ایک دوسری خرابی یہ ہے کہ عمرو بن غیاث کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے عاصم نے زر بن حبیش سے روایت کیا ہے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے۔ اور کبھی درمیان سے عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام گرا کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زر نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ زر صحابی نہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث عاصم کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے۔ اگر عاصم نے کوئی ایسی بات کہی بھی ہوگی تو اس وقت کہی ہوگی جب بڑھاپے میں ان کا دماغ مختل ہوگیا تھا اور اگر بالفرض ہم اس روایت کو درست بھی مان لیں تو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا کا بیان ہے کہ ذریت فاطمہ سے حسن اور حسین مراد ہیں۔ انکی قیامت تک نسل مراد نہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۱

محمد بن عقبۃ السدوسی کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی شخص یہ روایت بیان نہیں کرتا۔

ہاں حاکم نے "مستدرک" میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن امام ذہبی نے ان کی گرفت کی اور فرمایا عمرو بن غیاث بہت واہی ہے اور اس سے معاویہ بن ہشام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۱

دارقطنی کہتے ہیں عمرو بن غیاث ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۲۷ ابو حاتم اور بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ تاریخ کبیر بخاری ج ۳ ص ۱۸۵۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۲۸ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۶۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن شاہین اور ابن عساکر نے دعویٰ کیا ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ اسے تلید نے بھی روایت کیا ہے اور تلید کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں لیکن سیوطی خود لکھتے ہیں یہ تلید رافضی ہے۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۱

تلید بن سلیمان ۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ تلید بن سلیمان الکوفی

عبدالملک بن ولید بن معدان ۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سندات تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا درست نہیں۔ میزان ج ۲ صـ

سیوطی نے یہ مذموم وضعی اور سندات بیان کر کے اول تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کی متعدد سندات موجود ہیں اور اس آخری سند پر کوئی کلام نہیں کیا۔ تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ اسی لئے بیان کے طور سے ہم نے اس پر جرح کی ہے۔

سیوطی نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس روایت کی صحت پر مہر ثبت کرنے کیلئے ایک اور روایت ابن عباس رضی کی پیش کی اور اس کے بارے میں بھی سکوت اختیار کیا اور اس طرح تشیع کی ان رام کہانیوں کو صحت کی سند عطا کی گئی۔

ابن عباس رضی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تجھے اور تیرے بیٹے کو عذاب نہ دے گا۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج صـ ۲۱۲

حالانکہ سابقہ روایات سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی ان کی تمام اولاد اور تمام چاہنے والوں پر آگ حرام ہے اور اس روایت میں صرف حضرت فاطمہ رضی اور انکے ایک لڑکے کیلئے آگ حرام کی گئی۔ ان ہر دو امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اس روایت ابن عباس رضی سے پہلی بات کیسے ثابت ہوگی۔

پھر کسی مخالف سے مخالف نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عیاذاً باللہ حضرت فاطمہ رضی جہنم میں جائیں گی کیونکہ ہم تو تمام صحابہ کے بارے میں جنتی ہونے کے مدعی ہیں کجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی کے بارے میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی ضرور عرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے صرف فاطمہ رضی کے لئے یہ بات فرمائی اور بقیہ تینوں کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پردہ اس طبقہ کا ہاتھ کارفرما ہے جو صرف آپ کی ایک صاحبزادی کے وجود کا قائل ہے۔ اسی لئے دیگر صاحبزادیوں کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر ان کا ذکر کیا جاتا تو سبا ئیوں کو ان کی اولاد کو بھی تسلیم کرنا پڑتا۔ اور ان کی اولاد تسلیم کرنے کا مطلب

عکرمہ مولیٰ ابن عباس ۔ یہ ایک ایسی ذات شریف ہیں جن کے تذکرہ سے رجال کی تمام کتابیں معمور ہیں۔ ایک بہت بڑا گروہ اسے ثقہ بلکہ امام التفسیر سمجھتا ہے۔ اور ہر آیت کی تفسیر میں اس کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ محمد بن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ سعید بن المسیب متوفی ۱۰ھ ابن عون، حماد بن زید اور عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے علی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

اس پر تو تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ خارجی بن گیا تھا اور مسلمانوں کو واجب القتل سمجھتا تھا اور خارجیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ ان کی اولاد، امیر معاویہؓ اور انھیں مسلمان ماننے والے سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت عکرمہ ہرگز بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس کے عقیدے کی رو سے حسینؑ بن علیؓ ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو کسی نے یہ روایت وضع کر کے عکرمہ کی جانب منسوب کی یا اس نے صرف حضرت فاطمہؓ کا ذکر کیا ہوگا اور بعد میں عاشقانِ حسینؑ نے اس میں اضافے کر دئے ہوں گے۔

عبدالرحمن بن الغسیل ۔ عکرمہ سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالرحمان بن الغسیل ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عبدالرحمان بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلۃ الانصاری۔ یہ ابن غسیل کی کنیت سے مشہور ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ سچا آدمی ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے سنہ ۱۶۳ھ میں ایک سو چھ ۱۰۶ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۳

اسماعیل بن ابی الوراق کا قول ہے کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اگر اس کی اتنی عمر ہوتی تو یہ حضرت عمرؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کا زمانہ پاتا اور ان سے روایت کرتا۔ حالانکہ اس نے صحابہ میں سے صرف سہلؓ بن سعد ۸۸ھ کو دیکھا ہے۔ ابو زرعہ اور دارقطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ یحیٰی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۷۱ھ میں ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۶۸

اس لحاظ سے یہ اسماعیل غیر ثقہ تو نہیں لیکن مشکوک ضرور ہے۔

صیفی بن ربعی ۔ عبدالرحمان بن غسیل سے یہ روایت نقل کرنے والا صیفی بن ربعی ہے۔ امام

بخاری، امام نسائی، ابن عدی اور حافظ ذہبی نے اس کا کوئی ذکر تک نہیں کیا یعنی یہ کوئی معروف
شخص نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا لکھا ہے۔ اس کی کنیت ابو عثمان ہے۔ کوفہ کا باشندہ
ہے اس سے صرف ترمذی نے روایت لی ہے۔ اگرچہ سچا ہے لیکن وہم ہوتا تھا۔ تقریب ص[illegible]

حافظ ابن حجر یہ جملہ [illegible] استعمال کرتے ہیں [illegible] کہیں حافظ صاحب
کو تو وہم نہیں ہوا ہے۔ ہم نے حافظ صاحب کے اس قسم کے جملوں کو جب تلاش کیا تو معلوم ہوا [illegible]
پس پردہ کوئی شیعہ ہے اور چونکہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا راوی ہے لہذا اس کے تشیع کو وہم کے
پردے میں چھپا دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارا اپنا ایک ذاتی تخیل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تخیل ہمارا [illegible]

اسمٰعیل بن موسیٰ ۔ ہیثمی سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن موسیٰ [illegible]
ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا لیکن ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول ہے
میزان ج ۱ ص ۲۵۲

محمد بن مرزوق ۔ اسمٰعیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن مرزوق ہے۔ [illegible]
ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ بخاری اور نسائی نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن
حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۳۱۷

لیکن ابن عدی اور ذہبی نے لکھا ہے اس کا نام محمد بن محمد بن مرزوق [illegible]
اسے ثقہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی ایک روایت منکر ہے اور ابن عدی کہتے [illegible] اور
اس کی دو روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۶

احمد بن ماہرام ۔ اس کا آخری راوی احمد بن ماہرام ہے جو طبرانی کا شیخ ہے۔ مجھے
تاحال اس کا اتا پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے اس روایت میں دو مجہول [illegible] قابل قبول
نہیں بلکہ پہلا راوی ایسا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو کافر سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت
ان لوگوں نے وضع کی ہے جو مجہول ہیں اور جن کے بارے میں یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کس کیفیت کی ہوا [illegible]

اے فاطمہ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ شب عروس منا چکیں تو انہوں نے ایک کڑک سنی (یہ ترجمہ ہمارا بیان کردہ ہے ورنہ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انھیں ایک کڑک پہنچی یعنی تنہا انھوں نے سُنی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ اے فاطمہؓ! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

اے فاطمہؓ میںؐ نے جب تجھے علیؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ چوتھے آسمان میں کھڑے ہوئے پھر علیؓ سے تیرا نکاح کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے درختوں کو حکم دیا انھوں نے زیورات اور حلّے پہنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا۔ انھوں نے وہ زیورات حلّے فرشتوں پر نثار کئے۔ پس جس نے بھی اُس روز کچھ حاصل کر لیا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی سے زیادہ حاصل لیا۔ جس پر قیامت تک اس کا ساتھی اس پر فخر کریگا۔ میزان ج ۴ ص۸۳

ہمیں اس پر حیرت ہے کہ اس کڑک کی آواز فاطمہؓ کے علاوہ کسی نے جب نہیں سُنی تھی اور اس کا علم بجز فاطمہؓ کے کسی کو نہ ہوا تھا تو عبداللہؓ بن مسعود کو کیسے خبر ہو گئی۔

مخلد بن عمرو الحمصی الکلاعی اس کا راوی مخلد بن عمرو الحمصی ہے۔ اس نے یہ روایت عبیداللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کی ہے۔ جو غالی شیعہ ہے اور عبیداللہ نے اسے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ مخلد ناقابل قبول ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا اصل نام مخلد نہیں جیسا کہ ابن حبان نے لکھا ہے۔ اس کا نام خالد بن عمرو ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ خالد ثقہ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا ابوزرعہ نے اس کی روایات باہر اٹھا کر پھینک

دیں۔ عقیلی کا بیان ہے کہ سفیان ثوری کی جتنی روایات یہ نقل کرتا ہے سب بے حقیقت ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ امام لیث سے جتنی روایات نقل کرتا ہے سب منکر ہوتی ہیں۔ بلکہ اس نے خود وضع کی ہیں۔ میزان ج ا ص ۶۳۶ امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس خالد بن عمرو کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۔ نسائی لکھتے ہیں کہ یہ خالد بن عمرو الاموی ثقہ نہیں ہے۔ یہ عبدالعزیز بن ابان کا چچازاد بھائی ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳ دارقطنی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے اور سعید بن العاص بن سعید بن عاص کی اولاد سے ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۵

عبیداللہ بن موسیٰ العبسی

یہ عبیداللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کا شیخ ہے۔ فی الذات تو ثقہ ہے۔ لیکن ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے

ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوحاتم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابونعیم اس سے زیادہ محتاط ہے۔ اور عبیداللہ اسرائیل کے معاملہ میں سب سے زیادہ ثابت ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ یہ قرآن کا عالم تھا بلکہ علم قرآن میں سردار مانا جاتا تھا۔ اسے کبھی سر اٹھائے دیکھا اور نہ ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے۔ کہ عبیداللہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ بہت بری احادیث روایت کرتا۔ یہ بلائیں اسی کی نازل کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس کے سامنے احادیث پیش نہیں کیں۔

ایک محدث نے امام احمد بن حنبل سے اس سے روایت لینے کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس سے منع فرمادیا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

حضرت فاطمہ رض کا نکاح حضرت جبرئیل ؑ نے پڑھا تھا

راوی نے عبداللہ بن مسعود رض سے نقل کیا ہے۔ اے فاطمہ رض جب میں نے تجھے علی رض کو دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا۔ انہوں نے فرشتوں کی صفیں قائم کیں۔ پھر ان کے روبرو خطبہ دیا اور علی رض سے تیرا نکاح کیا۔ میزان ج ا ص ۶۳۷

خالد بن عمرو الحمصی:۔ اس کا راوی خالد بن عمرو الحمصی ہے۔ جس کی کنیت ابو الاخیل ہے۔ جعفر الفریابی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایک واہی انسان ہے۔ یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے۔

عبیداللہ بن موسیٰ العبسی:۔ خالد نے یہ روایت عبیداللہ بن موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ عبیداللہ بخاری کے استاد ہیں۔ تمام کتب ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ اگرچہ اکثر محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن ابوداؤد کہتے ہیں یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ اور بہت بری قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ تشیع والی روایات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ کیا یہ

اس سے حدیث سنوں۔ امام احمد نے اسے منع فرمایا۔

ذہبی کہتے ہیں گرچہ ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۳۶۔

بدترین قسم کے شیعہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے سلسلہ میں دشمنی کی بات بیان کرتے تھے۔ یہ تقریباً ناممکن ہے اور جبکہ بقول امام احمد یہ تمام خرافات اسی کی وضع کردہ ہیں۔

گمان غالب یہ ہے کہ یہ روایت عبید اللہ بن موسیٰ اور خالد بن عمرو میں سے کسی ایک نے وضع کی ہے کیونکہ ابو یحییٰ وغیرہ وضع کے الزام سے پاک ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس کو حضرت فاطمہؓ سے کسی وقت نکاح کے بعد علیؓ کی عدم موجودگی میں اندرون خانہ بیان فرمایا ہوگا۔ ایسی صورت میں نبی کریمؐ اور فاطمہؓ کے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ کی موجودگی کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قیامت کے روز حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے

حاکم نے علی بن موسیٰ الرضا سے نقل کیا ہے اور وہ اپنے باپ دادا کے واسطہ سے یعنی ائمہ کے ذریعہ حضرت علیؓ بن عبد مناف سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"قیامت کے روز جب میری بیٹی کا حشر ہوگا تو اس کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے۔ وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑ کر لٹک جائے گی اور کہے گی۔ اے عدل کرنے والے میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر تو رب کعبہ کی قسم وہ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا۔"

سیوطی لکھتے ہیں ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ علی بن موسی الرضا سے ابن بسطام اور ابن مہدی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

علی بن احمد بن مہدی:۔ صاحب میزان (ذہبی) نے ابن مہدی کے حال میں لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اللآلی

ذہبی نے ابن بسطام کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے علی بن موسی الرضا پر بھی کلام کیا ہے۔ جس کا سیوطی نے ذکر تک نہیں کیا اور علی بن احمد بن مہدی کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا قول ہے۔ یہ وضاع الحدیث ہے اور اس نے روایات کا ایک نسخہ وضع کر کے اسے علی بن موسی الرضا کی جانب منسوب کیا ہے۔ میزان ج ا ص۲۰۲

علی بن موسی الرضا:۔ ذہبی لکھتے ہیں ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب روایات بیان کرتا رہتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ دراصل ان کے نام سے مختلف اشخاص نے مختلف نسخے وضع کر کے ان کی جانب منسوب کئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ ابو الصلت الہروی، ایک نسخہ علی بن احمد بن مہدی القاضی۔ ایک ابو احمد عامر بن سلیمان الطائی اور ایک داؤد بن سلیمان القزوینی کا ہے۔ ان علی بن موسی کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی۔

دارقطنی نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اس علی الرضا سے عجیب عجیب روایات نقل کی جاتی ہیں۔ یہ روایات میں غلطیاں کرتا اور اسے وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۳ ص۱۰۸
ملا علی قاری نے جزری سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن الاشعث سے موسی بن اسماعیل اور علی رضا بن موسی بن جعفر کی روایات لکھیں جو انہوں نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں۔ اس نے مجھے ایک نسخہ دکھایا جس میں تقریباً ایک ہزار روایات

موسیٰ بن اسماعیل نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں اور سب منکر تھیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ کتاب جو حدیث کہلاتی تھی تمام کے عذالوں میں سے کذب ہے۔ عسقلانی کہتے ہیں اس کتاب کا نام السنن رکھا ہے۔ اس میں سب روایات ایک سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح ایک نسخہ علی الرضا کے نام سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کیا ہے۔ اور یہ سب موضوع ہے۔ اس کتاب میں ابوسعید کے واسطے سے حضرت علیؓ کی کچھ حدیثیں مروی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو عیاذ باللہ بزرگی سے ہمبستری کے طریقے تعلیم دئے ہیں۔ اور یہ کوک شاستر علی رضا کی جانب منسوب ہے۔ (مخرمات لیزید)

موسیٰ کاظم

جہاں تک موسیٰ کاظم کا تعلق ہے تو ابن ابی حاتم اور ابوحاتم رازی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن عقیلی کہتے ہیں ان کی جانب جتنی روایات منسوب ہیں وہ سب ابوالصلت ہروی کی وضع کردہ ہیں۔ اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہیں۔ ۱۸۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت عابد اور متقی شخص تھے۔ ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲

جہاں تک ان کے والد جعفر بن محمد کا تعلق ہے تو ان کا حال دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ داستان وضع کرنے والا علی بن احمد بن مہدی الرقی ہے جس نے [illegible] کے نام سے پوری ایک کتاب تیار کی ہے۔

جہاں تک قتل حسینؓ کا تعلق ہے تو روز حشر حضرت فاطمہؓ کو عرش کے پائے پکڑنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ وہاں ہر قاتل و مقتول کا حساب ضرور ہو کر رہے گا۔ جہاں ان لوگوں سے بھی حساب لیا جائے گا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو سنہرے خواب دکھا کر مکہ سے بلایا تھا اور پھر جن لوگوں نے انہیں نینوا لے جا کر قتل کیا اور دوسروں کو ملزم ثابت کرنے کے لئے کربلا کی داستانیں وضع کیں اور اس طرح غم حسین کے پردے میں غم رستم اور کربلا کے پردے میں غم قادسیہ منایا گیا۔ اور اس طور پر عربوں سے اپنا پرانا کینہ نکالا گیا۔

حضرت فاطمہؓ کی تکفین و تدفین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نہایت مغموم رہتیں۔ اور یہ چند ماہ انہوں نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ پورے کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اٹھائیس انتیس سال کے وقفہ میں جتنے غم حضرت فاطمہؓ پر نازل ہوئے۔ شاید ہی اتنے غم کسی اور عورت پر نازل ہوئے ہوں۔

بچپن میں بھائیوں کی محبت سے محروم ہوئیں۔ جوانی میں قدم رکھا تو ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد کو من حیث النبوت جو تکالیف پہنچائی گئیں وہ جُداگانہ۔ گھر بار اور وطن چھوڑ کر مدینہ آئیں شادی ہوئی تو زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی۔ بہنیں بھی آنکھوں دیکھے رخصت ہو گئیں۔ لے دے کے ایک باپ کا سہارا تھا۔ جب بھی غم برداشت سے باہر ہوتے تو باپ کے پاس پہنچ کر دل کا غبار نکال لیتیں۔ اب وہ سایہ بھی سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اور خود ان کے بقول وہ اس منزل سے دوچار تھیں

صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر مصائب کچھ اس طرح بہائے گئے کہ اگر وہ دن پر بہا دیئے جاتے تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

یہ چند ماہ کی زندگی کوئی زندگی تھی۔ غم پیتے پیتے خود سراپا مریض بن گئیں۔ گویا وہ تو جانے کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔ صرف طلبی کا انتظار تھا۔ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔ بچے کمسن تھے۔ حضرت علیؓ کہاں تک دیکھ بھال کرتے۔ وہ اس معاملہ میں خود سہارے کے محتاج تھے۔ یہ سہارا انہیں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مہیا کیا۔ اُن کی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت

میں تشریف لاتیں اور ان کی تیمار داری فرماتیں۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ بخاری و مسلم اور بیہقی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور وفات تک اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ پھر علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا۔ اور ابوبکرؓ کو اطلاع تک نہ دی۔

یہ عبارت پڑھنے کے بعد ذہن میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ کچھ اس قسم کا ہی ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کوئی بات نہیں کی۔ اور ناراضگی کا عالم یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو مطلع تک نہیں کیا

آگے چل کر اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال تک ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ اور چھ ماہ بعد تلوار کے خوف سے بیعت کر لی۔ کچھ اسی قسم کا تاثر ہمارے اردو مورخین پیش کیا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی بنیاد پر جماعت اسلامی تو یہاں تک لکھتی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی حزب اختلاف حضرت علیؓ کی صورت میں وجود میں آئی۔ گویا خلافت راشدہ کے دور میں مدینہ میں انگلستان سے درآمد شدہ پارلیمانی نظام رائج تھا۔ اور اس کا سہرا حضرت علیؓ کے سر ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اس لئے عمل میں آئی کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا اور اس ٹکراؤ میں حزب اختلاف کامیاب ہوئی۔ اور اس انقلاب کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ گویا موجودہ دور کے نوزائیدہ خارجی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ عیاذاً باللہ قاتل عثمانؓ ہیں۔ وہی دعویٰ انہی الفاظ میں جماعت اسلامی کرتی ہے۔ بعینہٖ یہی الفاظ آج سے تین سال پیشتر سنی کونسل کے اجلاس میں صلاح الدین صاحب نے فرمائے تھے جو اس وقت جسارت کے ایڈیٹر تھے۔ کہ جب اس حزب اختلاف کے خلاف حزب اقتدار نے حزب اختلاف کا روپ دھار لیا تو وہ ملوکیت کی بانی بن گئی۔ کیا خوب فلسفہ ہے۔ آپ چاہیں تو اس فلسفہ کو پیپلز پارٹی کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ تو ضمناً بات زبان پر آ گئی۔ رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے کب بیعت کی۔ اس موضوع

پھر ہم کسی اور وقت گفتگو کریں گے۔ اس وقت تو ہمارے سامنے حضرت فاطمہؓ کا مسئلہ ہے۔

ہم بھی بخاری کی روایت کے پیش نظر ایک زمانہ تک برسرِ عام اس کا پرچار کرتے رہے اور یہ سوچ کر چپ رہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہؓ کوئی غلط بات نہیں فرما سکتیں اس لئے یقیناً کچھ ایسا ہی وقوعہ پیش آیا ہوگا۔ لہٰذا ہم پر ایک زمانہ تک خارجیت کا اثر رہا۔ شیعیت و رافضیت کا کیڑا کسی وقت ہمارے ذہن میں نہیں کلبلایا۔ اس کیڑے سے تو ہم ہمیشہ محفوظ رہے۔ ہاں خارجیت نے کچھ اثر ہم پر بھی ڈالا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ہمیں بچا لیا۔ لہٰذا ہم اللہ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

جب ہمارے سامنے دیگر روایات آئیں تو ہمارے ذہن نے انہیں اس لئے قبول نہیں کیا کہ بخاری کے مقابلہ میں ان روایات کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن جب بخاری کی روایت کو اس نقطہ نگاہ سے دوبارہ دیکھا تو اس جملہ پر آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلا ولم يؤذن بها ابا بكر	راوی کہتا ہے کہ فاطمہؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر تا وفات اس سلسلہ میں کوئی کلام نہیں کیا حتیٰ کہ انکی موت واقع ہوگئی۔ علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کیا اور ابوبکرؓ کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

اس عبارت کا پہلا لفظ قال اس کا کھلا ثبوت تھا کہ یہ الفاظ ام المومنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ ان کے الفاظ ہوتے تو قَالَ کی بجائے قَالَتْ ہوتا۔ یہ تو بعد کے کسی راوی نے اپنی جانب سے الفاظ بڑھائے ہیں۔ اصطلاح حدیث میں روایت میں الفاظ بڑھانے کو ادراج بولتے ہیں۔ اور وہ الفاظ جو راوی اپنی جانب سے حدیث میں داخل کرتا ہے انہیں مدرج کہتے ہیں۔ یہ الفاظ تو واضح طور پر مدرج ہیں۔ امام نووی نے شرح مسلم میں ان الفاظ پر بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل فرمایا ہے۔

واكثر ما جاء انه من كلام الزهري	اس میں جو اکثر امور ہیں وہ زہری کا کلام ہیں

گویا یہ زہری کا اپنا ایک تخیل تھا جو اس نے روایت بیان کرتے ہوئے پیش کر دیا۔ یہ غنیمت سمجھئے کہ حافظ قتال نے ساری پول کھول دی۔ ہمارے ذہن نے خارجیت کی جو عمارت تعمیر کی تھی وہ دھڑام سے زمین پر آ گئی۔ کیونکہ زہری کی رائے کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتی۔ لہٰذا زہری کی اس روایت کو اس معاملہ میں سند نہیں بنایا جا سکتا۔ اور دیگر روایات اور شواہد کو دیکھنا ہوگا کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

فرقہ سبائیہ کے ارشادات

شیخ محمد بن حسن طوسی نے اپنی کتاب الامالی میں تحریر کیا ہے۔

کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے۔ اور پھر انہوں نے اس کام کے لئے اسماءؓ بنت عمیس کو متعین فرمایا جو وفات تک یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

وتعینہ علی ذلک اسماء بنت عمیس رحمہا اللہ علی استمرار بذلک۔ الامالی ج ا ص [illegible]	اور اس کام پر اسماء بنت عمیس رحمہا اللہ کو مامور کیا جو مستقل یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

غور کیجئے کہ [illegible] تیمارداری [illegible] کی نہیں [illegible] اور یہ صورت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اسماءؓ اپنے خاوند ابوبکرؓ سے اس کی اجازت نہ لیں۔ کیونکہ گھر سے نکل کر غیر حاضری بلا اجازت ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ امیر المومنین کو اس امر کی اطلاع نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ الفاظ امیر المومنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

ملا باقر مجلسی نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

پس حضرت بوصیت وعمل نمودہ خود متوجہ تیمارداری اولبود، اسماء بنت عمیس آں حضرت را در ایں امور معاونت می کرد (جلاء العیون ص ۱۶۳)	پس حضرت علیؓ ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کی تیمارداری کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اسماء بنت عمیس اس معاملہ میں انکی مدد کرتی رہیں

ان عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماؓ پورا پورا دن حضرت فاطمہؓ کے پاس گزارتیں۔ اور ان کی خدمت میں لگی رہتیں۔

حاکم نے زین العابدین سے نقل کیا ہے وہ ابن عباسؓ سے ناقل ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو انہوں نے اسماؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب میرا آخری وقت آپہنچا ہے۔ کیا میرا جنازہ بھی اسی طرح بے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اسماؓ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں آپ کے لئے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا مجھے تیار کر کے دکھاؤ۔

اسماؓ نے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں۔ اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح لگا دیں۔ مدینہ میں اس قسم کی چارپائی پہلی بار تیار ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھ کر مسکرائیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

"ان کی وفات کے بعد ہم نے انہیں اسی طرح باپردہ اٹھایا اور انہیں رات کو دفن کیا۔"

المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۸۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۱۷۱

گویا رات کو دفن کرنے میں اصل حکمت یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ دفن ہونے تک پردے میں رہیں۔ یہ حکمت نہ تھی کہ ابوبکرؓ کو پتہ نہ چلے۔ چوری چھپے دفنا دیا جائے جیسا کہ زہری دبے دبے الفاظ میں دعویٰ کر رہے ہیں اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گلا گھونٹ کر ختم کر دیا۔ استغفر اللہ۔ اور اس قتل پر پردہ ڈالنے کے لئے راتوں رات دفنا دیا۔ جیسا کہ خارجیوں کا گمان ہے

اس کے بعد ملا باقر مجلسی نے عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جس میں جنت سے کافور کا آنا اور اس کا تین حصوں پر تقسیم ہونا درج ہے۔ اس روایت میں اسماؓ بنت عمیس کے ساتھ آخری کلام کرنا اور وصیت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا حسنین کا گھر آنا اور اسماؓ کا انہیں فاطمہؓ کی وفات سے مطلع کرنا۔ اور پھر اہل مدینہ کا بین کرنا۔ یہ تمام واقعات آخری وقت میں اسماؓ کے سامنے پیش آئے۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۲

ہم بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ جلاء العیون سے اس رام لیلائی داستان کا کچھ حصہ ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کرام کے کام و دہن کا یہ مزہ تبدیل ہو جائے۔

کشف الغمہ میں روایت ہے کہ جب وفات جناب فاطمہؓ قریب آئی۔ اسماءؓ بنت عمیس سے کہا پانی لاؤ میں وضو کروں گی۔ بعد وضو کرنے کے بروایت دیگر بعد غسل کرنے کے خوشبو منگائی اور نئے کپڑے پہنے اور فرمایا۔ اسماءؓ جبرئیل وقت وفات پدر بزرگوار کو حنوط بہشت سے لائے تھے۔ اور آنحضرت نے اس کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ اپنے لئے ایک حصہ علیؓ کے لئے اور ایک میرے لئے رکھا تھا۔ وہ کافور لے آؤ کہ مجھے اس سے حنوط کریں۔

جب اسماءؓ کافور لائیں تو فرمایا میرے سرہانے رکھ دو۔ یہ فرما کر پاؤں قبلہ کی جانب پھیلا دیئے اور کپڑا اوڑھ کر آرام کیا اور مجھ سے فرمایا اے اسماءؓ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو علیؓ کو بلانا اور جاننا میں اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہوئی۔ اسماءؓ نے تھوڑی دیر انتظار کر کے پکارا۔ جواب نہ پایا۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۲۲۶

یہ کافی طویل رام لیلائی داستان ہے۔ ہمیں تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ اسماءؓ بنت عمیس جو حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ تھیں وہ وفات کے وقت تک حضرت فاطمہؓ کے پاس ہی تھیں اور وہی ساری خدمت کر رہی تھیں۔ اور پھر انہی کے خاوند سے چھپا کر رات کو حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا۔ اسے کہتے ہیں آنکھوں میں دھول جھونکنا۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد غسل کا مرحلہ درپیش آیا جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ پہلے میت کو غسل دیا جائے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کے بعد اسے دفن کیا جائے۔ اس غسل کے مرحلہ میں بھی حضرت اسماءؓ بنت عمیس برابر کی شریک تھیں۔ جبھی تو ان کے ذریعہ کافورِ جنت طلب کیا گیا۔ اور جبھی انہیں وصیتیں کی گئی تھیں۔ اور غسل میں ہمیشہ اہل خاندان یا مخصوص افراد شریک ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت اسماءؓ تو اس میں ضرور شریک کار تھیں کوئی اور ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے کسی روایت میں آتا ہے کہ اسماءؓ نے غسل دیا

اور کسی میں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میت کو ایک ہی شخص غسل نہیں دیتا۔ کم ازکم دو افراد اس میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ ایک غسل کراتا ہے اور ایک پانی ڈالتا ہے۔ اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو تین اشخاص نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ، حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ جو حضرت ابورافعؓ کی زوجہ تھیں اور ابورافعؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۳۳۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۹۔ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۱۱۔ رحماء بینہم ج ۱ ص ۲۹۰۔ بنات اربعہ ص ۲۹۰۔

اس پر شیعہ و سنی ہر دو متفق ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے تیمارداری فرمائی اور غسل میں شریک ہوئیں۔ ایسی صورت میں یہ دعویٰ تو محال ہے کہ ابوبکرؓ کو اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ کیونکہ اگر حضرت علیؓ اور خاندان بنی ہاشم اطلاع بھی نہ دیتا تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس موجود تھیں جو کم ازکم اپنے خاوند کو تو اطلاع دیتیں۔ اور اگر بالفرض والمحال وہ اطلاع بھی نہ دیتیں تو جب وہ رات کو گھر اپنے وقت پہ نہ پہنچی ہوں گی تو دریافت حال کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور آیا ہوگا۔ اور بہرحال ابوبکرؓ کے گھر تک اس سانحہ کی اطلاع پہنچی ہوگی۔ ذرا عقل سے سوچنے کی دیر ہے۔

سطور بالا میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر باپردہ چارپائی بنانا۔ یہ رسم حبشہ میں جاری تھی اور مسلمانوں میں اس رسم کی بانی حضرت اسماءؓ بنت عمیس ہیں جنہوں نے حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر یہ کام انجام دیا جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی وصیتوں کی تکمیل حضرت اسماءؓ کے ذریعہ ہوئی۔

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی خدمات حضرت اسماءؓ نے انجام دیں۔

۴۔ حضرت فاطمہؓ کے غسل میں حضرت اسماءؓ شریک تھیں۔ بلکہ یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ کہ حضرت اسماءؓ غسل دے رہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔

(۱) ان تمام امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں خاندانوں کے درمیان کوئی کشیدگی نہ تھی، بلکہ باہمی الفت و محبت کے رشتے قائم تھے۔ اختلاف کی روایات سبائی طبقہ نے اپنی تحریک کی مصلحت کے لئے پھیلائی تھیں۔ وہ اہل سنت میں اس طرح پھیل گئیں کہ بہت سی روایات سنی عقیدہ ہیں۔

(۲) یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی صورت حال سے ابوبکرؓ کو اطلاع نہ ہو۔ اور وہ جنازے میں شریک نہ ہوں۔

(۳) زہری سے بخاری و مسلم کی روایت میں جو یہ اضافہ کیا ہے کہ علیؓ نے ابوبکرؓ کو اطلاع نہیں دی۔ یہ زہری کا خود ساختہ تخیل ہے جو بلا سند ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود براہ راست حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی ہو یا انہیں اتنا موقع نہ ملا ہو۔

خود شیعہ مصنفین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت علیؓ نمازیں پانچوں وقت مسجد میں پڑھتے۔ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر نماز کے وقت ان سے حضرت فاطمہؓ کا حال معلوم کرتے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے شاگرد خاص سلیم بن قیس الہلالی العامری نے یہ تمام واقعات اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ سلیم بن قیس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وكان علي يصلي الصلوات الخمس فلما صلى	علیؓ پانچوں نمازیں ادا کرتے ایک روز جب
قال له ابوبكر وعمر كيف بنت	وہ نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے ان سے
رسول الله صلى الله عليه وسلم	دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
الى ان ثقلت فسألا عنها۔	صاحبزادی کا کیا حال ہے۔ حضرت فاطمہؓ
کتاب سلیم بن قیس	حضرت علیؓ پر بار ہوگئی تھیں لہذا ان دونوں
مطبوعہ نجف ص ۲۲۲	نے ان سے سوال کیا۔

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہر بات کا علم تھا۔ وہ روزانہ ہر نماز کے بعد حال دریافت کرتے۔

حتیٰ کہ ان شیعہ علماء نے اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ انتقال کے فوراً بعد ابو بکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور اس وقت جنازہ اٹھائے جانے کا بھی ذکر آیا۔ سلیم بن قیس نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

قال ابن عباس قبضت فاطمة من یومها فارتجت المدینة بالبکاء من الرجال والنساء ودهش الناس کیوم قبض فیہ رسول اللہ فاقبل ابوبکر وعمر تعزیان علیاً ویقولون لہ یا ابا الحسن لا تسبقنا بالصلوٰۃ علی ابنة رسول اللہ۔ کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۶

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اسی روز فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور مرد و عورت کے رونے سے مدینہ اسطرح کانپ اٹھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کانپ اٹھا تھا تو ابو بکرؓ و عمرؓ بھی علیؓ کی تعزیت کے لئے آئے اور علیؓ سے کہنے لگے اے ابو الحسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی نماز جنازہ ہمارے بغیر نہ پڑھانا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت فاطمہؓ کی انتقال کی خبر تمام اہلِ مدینہ میں پھیل گئی اور بقول ملت سبائیہ تمام مرد و عورت رونے میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ رونے کی آواز سے مدینہ کانپ اٹھا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ بھی فرمایا کہ نماز میں جلدی نہ کرنا کہ ہمارے بغیر نہ پڑھ لینا۔

قارئین کرام آپ نے سنا ہو گا۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور، یہ ہم نے آپ کو کھانے والے دانت دکھائے ہیں دکھانے کے دانت اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم ملا باقر مجلسی کے ذریعہ ان کی جھلک بھی دکھا دیتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے قارئین گھبرا نہ اٹھیں۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کو جو وصیتیں کیں ہیں۔ ان میں سے آخری وصیت ملاحظہ فرمائیں۔

پھر فرمایا" میرے لئے نعش (تابوت) بناؤ۔ اس لئے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے میرے لئے نعش بنائی ہے۔ اور پہلے جو نعش زمین پر بنائی گئی تھی وہ

یہی نعش تھی۔ بعد ازاں فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے جنازے پر ان میں سے ایک بھی نہ آئے جنہوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے اور میرا حق غصب کیا۔ اس لئے وہ لوگ میرے اور رسول خدا کے دشمن ہیں۔ اور ان میں سے اور ان کے ہوا خواہوں میں سے کسی کو میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دینا۔ اور مجھے رات کو جس وقت لوگ سوتے ہوں دفن کر دینا۔" جلاء العیون ج ا ص ۲۲۶ مترجمہ سید عبد الحسین۔

ملا باقر آگے رقمطراز ہیں۔

اور جب یہ خبر مدینہ میں نشر ہوئی سب مرد و عورت رونے لگے۔ اور آوازہائے شیون و بکا خانہ ہائے مدینہ سے بلند ہوئیں اور سب مرد و عورت خانہ امیر المومنین کی طرف دوڑے۔ زنان بنی ہاشم جناب فاطمہؓ کے گھر جمع ہوئیں اور آخر کار ایسا شور بلند ہوا۔ نزدیک تھا کہ کثرت ہائے صدائے شیون سے مدینہ میں زلزلہ آ جائے۔ تمام لوگ تعزیت کے لئے آتے تھے۔ جناب امام حسنؓ و امام حسینؓ سامنے بیٹھے حضرت کے رو رہے تھے۔ تمام لوگ ان کا رونا دیکھ کر روتے تھے (جیسا کہ مجلسوں میں ہوتا ہے)۔ ام کلثومؓ قبر رسول خدا پر آئیں اور کہا یا رسول اللہ آج آپ کی مصیبت مفارقت ہم پر تازہ ہوئی۔ (بقول انہیں ابھی پیدا ہوئے چند ہی ماہ ہوئے تھے لیکن وہ اتنی سمجھ داری کی باتیں کرنے لگیں۔ لازماً ان کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ضرور ہو گی) اور گویا آج آپ ہم سے جدا ہوئے اور اپنی دختر کو بھی لے گئے لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے۔

پس ابوذر رضی اللہ تعالیٰ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ جنازے کے باہر آنے میں توقف ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے (ابوذرؓ عورتوں میں کس لئے بیٹھے تھے اور کیا وہ تمام زنانِ بنی ہاشم کے محرم تھے۔ چلئے قبیلہ غفار سے بنی ہاشم کا ایک ہی رشتہ کوئی ثابت کر دے) جب پہر رات آئی اور سب لوگ سو گئے جنازے کو باہر لائے۔ اور جناب امیرؓ و حسنینؓ و عمارؓ و مقدادؓ و عقیلؓ و زبیرؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ و بریدہؓ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے

نماز جنازہ ادا کی اور اسی رات دفن کر دیا۔"

ملا باقر مجلسی نے اس فہرست میں چند دشمنوں کے نام بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت زبیرؓ حضرت عقیلؓ اور خصوصاً حضرت بریدہؓ۔ اس کی کوئی خصوصی وجہ ہے یا غلطی سے یہ نام اس فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ فیصلہ خود قارئین کریں۔

ملا باقر مجلسی آگے لکھتے ہیں۔

جناب امیرؓ نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں۔ اس لئے کہ نہ جانیں کہ قبر فاطمہؓ کون سی ہے؟ اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا۔ اس لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشتبہ ہو جانے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہموار کر دیا۔ کہ علامت قبر نہ معلوم ہو۔ دربہ اس لئے تھا کہ منافقین واشقیائے امت قبر آنحضرت کو جان نہ سکیں اور قبر پہ جا کر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور خیال قبر کھودنے کا دل میں نہ لائیں۔ اس وجہ سے مقام قبر جناب فاطمہؓ میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں بقیع میں نزدیک قبور ائمہ ہے۔ بعضے کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کے بیچ ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے دروازہائے بہشت سے اور صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؓ کو گھر میں ہی دفن کیا جیسا کہ روایات صحیح دلالت کرتی ہیں۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے جب چاہا جناب سیدہ کو قبر میں اتاریں۔ دو ہاتھ قبر کے اندر سے شبیہ بدستہائے جناب رسولِ خدا پیدا ہوئے اور جناب فاطمہؓ کو لے کر قبر میں رکھا۔ جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۲۲۸

قارئین کرام آپ حضرات کو اب بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔ لہٰذا ہم ان امور کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

نماز جنازہ

یہ بھی آپ نے چند راویوں کے حوالے سے سطور بالا میں پڑھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازے میں فلاں فلاں اشخاص شریک تھے۔ لیکن متعدد اس بات کو گول کر گئے کہ نماز کس نے پڑھائی تھی۔ اور سنی بھی راویوں کو اس الجھن میں مبتلا کر دیا کہ جب پوشیدہ [illegible] نماز جنازہ ہوئی تو پڑھانے والا بھی کوئی پس پردہ کا شخص ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے سوا کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ امام وقت ہیں، اور اصل وارث بھی وہی ہیں۔ لہٰذا یقیناً انہوں نے ہی پڑھائی ہوگی۔ اور اسی لئے راتوں رات دفن کی گئیں۔ لیکن مسئلہ کی وضاحت [illegible] ضروری ہے کہ جب پہلے تین امور واضح ہو جائیں۔

۱۔ نماز جنازہ پڑھانا کس کا حق ہے؟

۲۔ کیا کوئی شخص رات کو دفن نہیں ہوا۔ اگر رات کو کوئی اور بھی شخص دفن کیا گیا تو اس کی وجہ کیا تھی؟

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں اگر پہلے اسلامی قانون معلوم کر لیا جائے تو مسئلہ بغیر کسی دشواری کے سمجھ میں آجائے گا۔

اسلامی قانون میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ان کے متعلق اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفۂ وقت نماز کی امامت کا اصل حق دار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا اسے کوئی عذر درپیش ہو تو امیر المومنین کی جانب سے جو آدمی متعین ہو وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کسی کو نہ دفنایا جائے بلکہ ایک بار صحابہ نے

اطلاع دیئے بغیر ایک شخص کو دفن کر دیا۔ آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا

فھلا اذنتمونی　　　　تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔

ہر دور کے تمام مسلمان بالاتفاق اسے تسلیم کرتے رہے اور تمام مذہبی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اگر امیر کو اطلاع نہ دی گئی تو شرعاً وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ دفن ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ قبر پر نماز جنازہ ادا کرے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی۔ اسی لئے تو ملا باقر نے اپنی جانب سے پورا انتظام کیا کہ سات قبریں کھدوائیں اور چالیس قبروں پر پانی چھڑکوایا۔ تاکہ ابوبکرؓ کو قبر کا پتہ نہ چل سکے اور وہ امیرالمسلمین ہونے کی حیثیت سے نماز جنازہ ادا نہ کر سکیں۔ ہاں ملا جی سے یہ غلطی ضرور سرزد ہوئی کہ انہوں نے روضۃ الجنۃ میں ایک قبر تیار کرا دی۔ اور وہ صرف ایک۔ نہ چالیس اور نہ سات۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری پول کھل گئی۔

اسلام کے اس مسلّمہ اصول کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ علمائے اہل سنت فقہ کی کتابوں میں باب الامامت کا مطالعہ فرمالیں۔ ان کی تسلی ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنے قارئین کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ دل سیر ہو جائے گا۔

۱۔ لوگوں نے جناب جعفر سے امامت کے مسئلہ کے سلسلہ میں سوال کیا۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ فروع کافی باب من الحق ان یؤم القوم میں ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیتقدم القوم اقراھم للقرآن فان کانوا فی القراءۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الہجرۃ سواء فاکبرھم سنا۔ فروع کافی ج ۱ ص ۲۲۵۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو وہ لوگوں کی امامت کرے۔ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرے۔ اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو بلحاظ سن زیادہ ہو وہ امامت کرے

۲۔ شیخ صدوق اپنی "الامالی" میں فرماتے ہیں۔

واولى الناس بالتقدم في جماعة اقرأهم للقرآن فان كانوا في القراءة سواء فاقدمهم هجرة فان كانوا في الهجرة سواء فاسنهم
الامالی ص۳۱۲

اور جماعت میں مقدم ہونے کا وہ شخص زیادہ حقدار ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو اور اگر قرات میں سب برابر ہوں تو امامت کا وہ زیادہ حقدار ہے جس نے اول ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں برابر ہوں تو وہ زیادہ حقدار ہے جس کی عمر زیادہ ہو۔

یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ جب امام المسلمین یا اُن کا کوئی نمائندہ موجود نہ ہو۔ لیکن ہر دو صورتوں میں سبائیہ کے نزدیک مفتی بہ فتویٰ یہ ہے۔

۳۔ فان تساووا في الفقه والقراءة فالاقدم هجرة من دار الحرب الى دار الاسلام .... فان تساووا في ذلك فالاسن مطلقا .... والامام الراتب في مسجد مخصوص اولى من الجميع وكذا صاحب المنزل اولى منهم ومن الراتب وصاحب الامارة في امارته اولى من جميع من ذكروا ايضا
شرح لمعہ ج ۱ ص۱۰۱

اگر تمام لوگ فقہ اور قرات میں مساوی ہوں تو وہ حقدار ہے جس نے دار الحرب سے دار السلام کی جانب پہلے ہجرت کی ہو .... اگر اس میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو۔ اور وہ امام جو کسی متعینہ مسجد کے لئے مخصوص ہو وہ ان سب سے اولیٰ ہے۔ اسی طرح گھر کا مالک اوروں سے اولیٰ ہے۔ اور جو شخص کسی عہدہ پر مامور ہو وہ اپنے عہدوں پر رہتے ہوئے اوروں سے اولیٰ ہے۔

۴۔ اصول کافی میں جناب جعفر کا قول ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد الله عليه السلام قال اذا حضر الامام الجنازة فهو احق الناس بالصلوة عليها۔ فروع کافی۔ کتاب الجنائز ج ۱ ص۹۳

ابوعبداللہ فرماتے ہیں جب جنازے میں امام موجود ہو تو وہ اوروں سے زیادہ نماز کا حق دار ہے۔

د۔ سبائیہ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال علی علیہ السلام اولی احق بالصلوۃ علی الجنازۃ من ولیھا۔ قرب الاسناد حمیری ص۱۰۲۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جنازہ پڑھانے کا والی، ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

ان تمام روایات کا لب لباب یہ ظاہر ہوا کہ امامت کا اصل حق دار خلیفۃ المسلمین ہے خواہ نماز پنجگانہ ہو یا نماز جنازہ۔ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی اور شخص نماز پڑھانے کا حق نہیں رکھتا۔

ائمہ کے فرمودات معلوم ہونے کے بعد آپ حضرات خود سوچ کر فیصلہ فرمائیں کہ امامت کی شرائط کس میں پائی جاتی ہیں۔ سبائیہ کے ائمہ کا فرمان ہے کہ اگر تمام لوگ قرأت اور فقہ میں مساوی ہوں تو اس شخص کو امام بنایا جائے جو ہجرت میں مقدم ہو۔ اور دیا جاتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو امانتیں سپرد کر کے آئے تھے کہ یہ امانتیں لوگوں کو پہنچا کر ہجرت کر کے مدینہ آجانا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوبکرؓ ہجرت میں حضرت علیؓ پر مقدم ہوئے لہذا حضرت علیؓ کو امامت کا حق حاصل نہ تھا۔

اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر عمر میں جو زیادہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت ساٹھ اکسٹھ سال کے بوڑھے ہیں اور حضرت علیؓ تیس سالہ جوان ہیں۔ ملت سبائیہ نے جو اصول بیان کیا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے تو حضرت علیؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کا کوئی حق نہ تھا۔

مسجد محلہ کا امام ولی و وارث سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ لہذا مسجد نبوی کے امام ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کے حق دار تھے۔

اور سب سے آخری فیصلہ جو خود حضرت علیؓ نے دیا تھا اور جسے ہم قرب الاسناد کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں۔ خلیفہ وقت ہر ولی سے زیادہ حق دار ہے۔ لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے خاموشی سے خود جنازہ پڑھا دیا ہو۔ اسی لئے ملا باقر نے امام کا نام غائب کر دیا تاکہ کوئی ان پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت علیؓ تو خود یہ فرماتے ہیں۔ پھر یہ حرکت کیسے ظہور میں

آئی ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے دشمنوں کو بھی اتنی جسارت نہ ہوئی کہ ان کے معتقدین خود ان کی ذات کو کس طرح بازیچۂ اطفال بناتے ہیں۔

تاریخی شواہد

شریعت اسلامیہ کے اس قانون پر کہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق والی یا خلیفہ کو ہے سب کا مذہب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا اس اصول پر کہاں تک عمل رہا ہے اور ہاشمیوں نے اسے قابل عمل تصور کیا یا نہیں؟ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے ہم یہاں چند تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

پہلا جنازہ نوفل بن الحارث

ہاشمی خاندان کے ایک بزرگ نوفلؓ بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے حارث کے بیٹے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ۱۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے۔ تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

دوسرا جنازہ ابوسفیان بن الحارث

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں یہ نوفلؓ بن حارث کے بھائی ہیں۔ غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

وتوفی ابوسفیان سنة عشرين وصلى عليه عمر بن الخطاب وقيل مات بالمدينة بعد

ابوسفیانؓ نے ۲۰ھ میں انتقال کیا اور ان کی نماز جنازہ عمرؓ نے پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ

انھیں نوفل بن الحارث بارلعت اللہ بصر — ان کا انتقال مدینہ میں ان کے بھائی نوفلؓ بن
اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۴ — حارث کے چار ماہ بعد ہوا۔

تیسرا جنازہ عباسؓ بن عبدالمطلب

تیسرا موقع حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔
ان کا انتقال مدینہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب المرجب ۳۲ھ میں ہوا۔ اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ
نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۱۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۱۶۲

چوتھا جنازہ حسنؓ بن علیؓ

چوتھا جنازہ حضرت حسنؓ کا ہے۔ ان کا ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ اُس
وقت خلیفہ وقت امیر معاویہؓ تھے جو دمشق میں تھے ان کی جانب سے مدینہ کے گورنر سعیدؓ بن العاص
اموی تھے حضرت حسینؓ نے سعیدؓ کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا

وقدم الحسين عليه الصلاة والسلام سعيد بن العاص وهو يومئذ امير المدينة وقال تقدم فلولا انها السنة لما قدمتك۔ تاریخ سنیہ کاری ص ۲۵۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ج ۴ ص ۲۵۔

حضرت حسینؓ نے سعیدؓ بن العاصؓ کو آگے بڑھایا۔ اور وہ اس روز مدینہ کے امیر تھے۔ ان سے حسینؓ نے فرمایا آگے بڑھیے نماز پڑھلیجے۔ اور اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں آپ کو آگے نہ کرتا۔

پانچواں جنازہ عبداللہؓ بن جعفرؓ

عبداللہ بن جعفرؓ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور اسلام میں سب سے اول پیدا ہونے
والے بچے ہیں۔ مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی سخی نہ تھا۔ ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس

وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے ابان بن عثمانؓ بن عفان امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کتاب نسب قریش ص۹۳ ۔ اسد الغابہ ج ۳ ص۱۳۵

چھٹا جنازہ محمد بن الحنفیہ

محمد بن الحنفیہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا انتقال ہوا تو جب ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے بیٹوں نے ابان بن عثمانؓ سے جو عبدالملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے کہا۔

نحن نعلم ان الامام اولی بالصلوۃ ولولا ذلک ما قدمناک فتقدم فصلی علیہ۔ ابن سعد ج ۵ ص۹۶

ہم خوب جانتے ہیں کہ امام نماز کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم آپ کو آگے نہ کرتے۔ ابان بن عثمانؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

ساتواں جنازہ ام کلثومؓ بنت علیؓ

شیعہ عالم ابوعلی محمد بن محمد بن الاشعث کوفی نے جناب جعفر سے نقل کیا ہے کہ جب ام کلثومؓ بنت علیؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ کا امیر مروان بن الحکم تھا۔ جب وہ جنازہ پڑھانے کے لئے آیا تو حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا

لولا السنۃ ما ترکتہ یصلی علیہا۔ کتاب الجعفریات ص۲۱۰

اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں تمہیں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔

حتی کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا جب قسطنطنیہ میں انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ امیر المومنین یزید نے پڑھائی۔

ان حوالوں سے یہ امر تو ثابت ہوگیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امیر وقت یا اس کا

کوئی نائب نماز جنازہ پڑھائے گا۔ لہٰذا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے شریعت کے اس اصول کو پامال کیا ہو۔ اور خلیفۃ المسلمین کے ہوتے ہوئے انہیں اطلاع تک نہ کی ہو اور خود نماز پڑھا دی ہو۔

رات میں دفن کرنا

رہا یہ سوال کہ حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا گیا۔ تو رات کو دفن کرنا کوئی خلافِ شریعت نہیں۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری نے کتاب جنائز میں ایک باب قائم کیا باب الدفن باللیل اور ساتھ ہی ساتھ یہ الفاظ بھی لائے

ودفن ابو بکر لیلاً — اور ابو بکرؓ رات میں دفن کئے گئے

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں متعدد افراد رات کو دفن کئے گئے۔ اور بخاری نے یک حدیث پیش کی کہ ایک شخص کو راتوں رات دفن کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی گئی۔ آپؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے مابین ہوا اور ان کو رات کو دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا سترہ رمضان گزار کر شروع شب میں انتقال ہوا۔ اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات میں دفنا دیا جائے۔

وامرت ان تدفن لیلاً فدفنت بالبقیع — الاکمال فی اسماء الرجال

اور ام المومنین نے اس بات کا حکم دیا کہ انہیں راتوں رات دفن کر دیا جائے۔ اور وہ بقیع میں دفن کی گئیں

سبائی منطق کو اگر ہم پیشِ نظر رکھیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ام المومنین کو بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ لہٰذا اس لئے ایسا کیا گیا۔ ان امور سے یہ امر واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کو رات میں کسی

لیکن ابن سعد نے اس روایت کو شعبی سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعبی سے بالسند ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا لما ماتت دفنہا علی لیلا واخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فقدمہ یعنی فی الصلوٰۃ علیہا	حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو انہیں راتوں رات دفن کیا۔ اور ابوبکرؓ کے دونوں بازو پکڑ کے نماز میں آگے کیا۔

بیہقی مع الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۹ کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۴

کنز العمال کے مصنف علی المتقی الہندی نے خطیب کے حوالہ سے جناب باقر سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ماتت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکر وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ماکنت لاتقدم وانت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابوبکر وصلی علیہا۔	فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ابوبکرؓ نے علیؓ سے کہا آگے بڑھئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں آگے بڑھ سکتا ہوں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

کنز العمال۔ ج ۶ ص ۳۱۸

محب الطبری نے "ریاض النضرۃ" میں امام مالک کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے

مالک عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ علی ابن الحسین قال ماتت فاطمۃ بین المغرب والعشاء فحضرھا ابوبکر وعمر وعثمان والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیہا	مالک نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے والد باقر سے اور باقر نے اپنے والد علی بن الحسین سے کہ جب حضرت فاطمہؓ کا مغرب وعشاء کے مابین انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ وزبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف آئے جب نماز کے لئے فاطمہؓ کا جنازہ رکھا گیا تو

قال علی تقدم یا ابا بکر فقال
وانت شاهد یا ابا الحسن
قال نعم تقدم فو الله لا یصلی علیها غیرک
فصلی علیها ابوبکر رضی الله عنهم اجمعین
ودفنت لیلا اخرجه البصری وخرجه ابن
السمان فی الموافقة ۔ ریاض النضرہ ص ۱۰۶

حضرت علیؓ نے کہا بڑھئے ابوبکرؓ آگے
بڑھئے اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا ابوالحسنؓ آپ کی
موجودگی میں آپ آگے بڑھوں ... حضرت علیؓ
نے فرمایا آگے بڑھئے بخدا آپ کے سوا کوئی نماز نہیں
پڑھا سکتا نتیجہ ابوبکرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی
اور رات کو وہ دفن کی گئیں ۔

شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ طعن ۱۰ کے آخر میں "فصل الخطاب" سے نقل کیا ہے۔

در فصل الخطاب آوردہ کہ ابوبکر صدیق و
عثمان و عبدالرحمن بن عوف و زبیر بن العوام
وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت
فاطمہ درمیان مغرب و عشاء شب سہ شنبہ
سوم ماہ رمضان ۱۱ھ بعد از شش ماہ از واقعہ
سرور جہان بوقوع آمدہ و سن عمرش
بست و ہشت بود و ابوبکر بموجب علی
مرتضیٰ پیش امام شد و نماز بروے گزاشت
و چہار تکبیر بر آورد ص ۲۲۵

فصل الخطاب میں آیا ہے کہ ابوبکرؓ صدیق،
عثمانؓ، عبدالرحمانؓ بن عوف، و زبیرؓ نماز
عشاء میں حاضر تھے۔ اور فاطمہؓ کا انتقال مغرب و
عشاء کے درمیان منگل کی رات گیارہ رمضان
کو ہوا۔ چھ ماہ حضورؐ کی وفات بعد گزر چکے
تھے اور فاطمہؓ کی عمر اس وقت ۲۸ سال
تھی۔ ابوبکرؓ علیؓ کے حکم کے مطابق امام
ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھائی اور چار
تکبیرات کہیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بجنازة
فصلی علیها وکبر علیها اربعا وقال کبرت
الملائکة علی آدم اربع تکبیرات وکبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ
لایا گیا۔ آپ نے اس کی نماز پڑھائی اور
چار تکبیریں کہیں اور فرمایا فرشتوں نے آدمؑ

ابو بکر علی فاطمة اربعا وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر صہیب علی عمر اربعا
حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۹۶

کی چار تکبیریں کہیں تھیں اور ابو بکرؓ نے فاطمہؓ پر چار تکبیریں کہیں اور عمرؓ نے ابو بکرؓ پر چار تکبیریں کہیں اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چار تکبیریں کہیں۔

کیا حضرت فاطمہؓ نے خود غسل فرمالیا تھا ؟

حضرت فاطمہؓ سے متعلق تقریباً تمام مسائل کی وضاحت مکمل ہو چکی لیکن تاہنوز ایک مسئلہ زیر بحث باقی ہے۔ وہ وہ یہ کہ عام طور پر اخبارات میں ہمارے مضمون نگار اکثر لکھتے رہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات سے قبل خود ہی غسل فرمالیا تھا۔ اور خود ہی نئے کپڑے پہن کر لیٹ گئی تھیں یہی اُن کا کفن تھا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ پُرلطف اور حیران کن لطیفہ ہم سنائے دیتے ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ ہمارے محلہ کے ایک عمر رسیدہ بزرگ جو تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ ایک روز وہ میں اچانک میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ انداز میں استفسار فرمانے لگے کہ مولوی جی ایک صاحب نے بڑے وثوق سے یہ بات فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی نماز جنازہ خود پڑھ لی تھی اور جب میں نے انکار کیا تو فرمانے لگے اچھا تم ہی بتا دو کہ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟

میں نے جواب میں عرض کیا کہ ان صاحب کے لئے تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ خود ہی دفن ہو گئے تھے ؟۔ وہ میرا منہ تکنے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت حسنؓ نے نماز پڑھائی تھی۔ اور میں اس پر حیران تھا کہ جس شخص نے تبلیغی جماعت میں اپنی زندگی گزار دی اس کی علمیت کا یہ عالم ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

اسی قسم کا یہ واقعہ ہے کہ ذرا سی عقل بھی استعمال کر لی جائے تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے بغیر کسی تحقیق کے حل ہو جاتا ہے۔

۱۔ غسل میت انسان کے مرنے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جب تک انسان مرتا نہیں تو یہ غسل واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر حضرت فاطمہؓ اپنے غسل میں پوری محنت بھی صرف کر دیتیں تو یہ غسل وارد نہ ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ غیبی طور سے پانی بہم پہنچایا گیا ہو اور اسے کسی حیل کی طرح متبرک تصور کر لیا گیا ہو۔

۲۔ یہ غسل مردے پر ہرگز واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ غسل اس کے زندہ دوستوں پر واجب ہوتا ہے۔ یعنی اگر مرنے کے بعد کسی کو غسل نہ دیا گیا تو اس کا جرم مرنے والے پر عائد نہ ہوگا بلکہ اس کے وہ افراد قصوروار پائیں گے جنہوں نے اسے غسل نہیں دیا۔

امام احمد نے سلمٰیؓ زوجہ ابو رافعؓ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو مجھ سے فرمایا۔ اے میری ماں میرے لیے غسل کا پانی تیار کرو۔ میں نے پانی رکھا اور وہ اٹھیں اور جیسے عمدہ طریقہ پر وہ ہمیشہ غسل کرتی تھیں اسی طرح غسل کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا میرے لئے نئے کپڑے لاؤ۔ میں نے نئے کپڑے پیش کئے اور وہ انہوں نے پہنے۔ پھر اس کمرے میں آئیں جہاں ان کا قیام تھا اور فرمایا درمیان کمرے میں میرے لئے بستر کا دو۔ پھر وہ لیٹ گئیں اور ایک ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھا اور قبلہ رخ ہوگئیں۔ پھر فرمایا اے میری ماں میں آج مر جاؤں گی میں نے غسل کر لیا ہے لہٰذا میرا جسم نہ کھولا جائے۔

حضرت سلمٰیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ اسی جگہ انتقال کر گئیں۔ جب علیؓ آئے تو میں نے ان سے واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ سن کر فرمایا واللہ ان کا جسم کوئی نہ کھولے گا پھر حضرت علیؓ نے انہیں بغیر غسل کے دفن کر دیا۔ نہ صرف بغیر غسل کے بلکہ بغیر کفن کے بھی۔

امام ابن الجوزی حنبلی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جسے امام مالک اور ہشام بن عروہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

اس کا ایک اور راوی عاصم بن علی ہے۔ اس کے بارے میں یزید بن ہارون کہتے ہیں ہم تو اسے ہمیشہ جھوٹا ہی سمجھتے رہے۔ امام احمد اس کے بارے میں سخت رائے رکھتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں یہ

کچھ نہیں۔ اور نسائی کا قول ہے متروک الحدیث ہے

ابن جوزی فرماتے ہیں یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ یہ غسل موت واقع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے کیسے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو تو یہ بات حضرت علیؓ سے کیسے مخفی رہی۔ پھر امام شافعی اور امام احمد نے یہ جائز سمجھا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۲ ص ۴۲۶

ہم سطور بالا میں متعدد روایات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو تین شخصوں نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافعؓ کی زوجہ ہیں اور خود بھی حضور کی خادمہ رہیں۔

ہم بارہا یہ اصول تحریر کر چکے ہیں کہ جو روایت بداہتہً عقل کے خلاف ہو۔ یا اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ یا سنت صحیحہ اور اجماع صحابہ کے خلاف ہو وہ روایت یقیناً منکر ہے۔ خواہ اس کے راوی فرشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلام نے ہمیں یہ کہیں حکم نہیں دیا کہ ہم بلا سوچے سمجھے ہر شخص کی بکواس پر ایمان لے آئیں۔ اور اس روایت کی سند میں ایک زہریلا ناگ مورخ محمد بن اسحاق شیعی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم نے محمد بن اسحاق کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" اور مذہبی داستان حصہ اول میں پیش کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت فاطمہ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب فاطمہؓ علیؓ کے پاس رخصت کی گئیں تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم و فاطمہؓ کے آگے چل رہے تھے جبرئیلؑ ان کے دائیں تھے بائیں جانب میکائیل تھے۔ اور ستر ہزار فرشتے ان کے پیچھے اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے حتیٰ کہ طلوع فجر تک یہ معاملہ جاری رہا

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ توبہ بن علوان شعبہ سے اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں کی۔

رہ گیا عبدالرزاق کا معاملہ تو ہم اس کا نام نہیں جانتے لیکن

احمد بن عبداللہ تو اس کے سلسلہ میں یحیٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے ثقہ نہیں۔ رہ گیا

احمد بن محمد بن رمیح ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۲۰۔

روایت پر کچھ تو ابن جوزی نے بحث کر دی ہے اور ان شاء اللہ ہم بھی کچھ نہ کچھ کلام کریں گے۔ لیکن ہمارے قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عبداللہ بن عباسؓ ہجرت رسول سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تو جس وقت حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی وہ مکہ کی گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلتے ہوتے ہوں گے انہیں مدینہ کی ان باتوں کی کیسے خبر ہوئی۔ اس کا جواب تبرائیوں کے ذمے!

توبہ بن علوان ذہبی کہتے ہیں۔ یہ شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے صرف نسائی نے روایات لی ہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ توبۃ بصری ہے۔ شعبہ اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے روایت نہیں کیں۔ اور یہ اہل یمن سے بھی روایات نقل کرتا ہے۔

اس کے بعد ذہبی نے حدیث بالا بیان کی اور اس کو بیان کرنے کے بعد لکھا۔ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۶۱۔

اس توبہ سے عبدالرحمان بن محمد نے روایات نقل کی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے۔ کہ

عبد الرحمان بن محمد یہ توبۃ بن علوان سے اس نے روایت نقل کی ہے اور حضرت فاطمہؓ کے ذکر میں ایک باطل روایت بیان کی ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۸۶۔

فاطمہؓ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا

حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے بیان ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو فاطمہؓ کے لئے پیغام قریش کے سیدہ اور زعماء اور مالداروں نے دیا تھا آپ نے ان سے نکاح نہیں فرمایا۔ بلکہ اس لڑکے سے نکاح کر دیا۔

پس جب وہ رات ہوئی کہ جس رات فاطمہؓ کو رخصت کیا گیا آپ نے ایک شخص سلمانؓ فارسی کو بلانے بھیجا اور ان سے فرمایا میری شہبا اونٹنی لاؤ۔ جب وہ اونٹنی آگئی تو آپ نے اس پر فاطمہؓ کو سوار کیا۔ سلمانؓ اس اونٹنی کو کھینچ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہانک رہے تھے۔ اچانک آپؐ نے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ آپؐ نے گردن پھیر کر دیکھا تو جبرئیلؑ و میکائیلؑ۔ اسرافیلؑ اور بے پناہ فرشتے نظر آئے۔ آپؐ نے سوال کیا اے جبرئیلؑ تم کیوں نازل ہوئے ہو۔ ان فرشتوں نے جواب دیا ہم اس لئے نازل ہوئے ہیں تاکہ فاطمہؓ کو ان کے خاوند کے پاس رخصت کر دیں اس لئے کہ ان کا شمار اہل بیت میں نہ ہو۔ اس پر جبرئیلؑ نے تکبیر کہی پھر میکائیلؑ نے تکبیر کہی پھر اسرافیلؑ نے تکبیر کہی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سلمانؓ نے تکبیر کہی یہیں سے یہ کام سنت ہو گیا کہ دلہنوں کے سامنے یا پیچھے تکبیر کہی جاتی ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر آئے اور انہیں علیؓ کے بازو میں بٹھلایا پھر فرمایا اے علیؓ یہ لخت جگر میری جانب سے ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور جس نے اس کی توہین کی اس نے میری توہین کی اے اللہ اس پر برکت نازل فرما۔ اور انہیں پاک اولاد عطا فرما۔ آپ یقیناً بہت دعا سننے والے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس شخص نے اسے وضع کیا اس نے عجیب باتیں بنائیں ہیں۔

راوی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری مانگ رہے تھے اور سلمانؓ سواری کو کھینچ رہے تھے یہ واقعہ گھڑنے والے نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سواری کو چلا رہے ہوتے۔ سلمانؓ تو اس وقت یہودیوں کی غلامی میں مصروف تھے اور اس وقت تک اپنی کتابت زرِ فدیہ سے بھی فارغ نہ ہوئے تھے۔ اور کوئی بعید بات نہیں کہ یہ محمدؓ بن انس القرمطی نے یا معبد بن عمرو البصری نے وضع کی ہو۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۲۴۔

ہماری سب سے اول عرض یہ ہے کہ اس واقعہ کو اسماءؓ بنت عمیس نے پیش کیا جو اس وقت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں اور حبشہ میں وقت گزار رہی تھیں ان کا مدینہ میں وجود ہی نہ تھا۔ وہ تو ۷ ہجری میں مدینہ پہنچیں۔ آخر انہوں نے یہ کہانی کہاں سے بنائی؟!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور فاطمہؓ کے گھر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا جو حضور کو سواری کی ضرورت پیش آئی اور اگر ضرورت پیش آئی تھی تو بلالؓ کہاں چلے گئے تھے جو سلمانؓ کو بلوایا گیا؟

دراصل ہم کہانیوں کے دلدادہ ہیں اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں کہ کوئی شخص وہاں موجود تھا یا نہیں۔ اور چونکہ ہم سُنی ہیں، سُنی سُنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں خواہ ایسی روایتوں کا نہ کوئی سر ہو نہ پیر۔ ایمان لانے سے غرض ہوتی ہے لہٰذا ہم اس کہانی پر بھی ایمان لے آئے۔

یہ روایت جناب جعفرؒ نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے اور ان سے نقل کرنے والا معبد بن عمرو البصری ہے۔ جس سے کوئی ماہر رجال واقف نہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی خبر نہیں کہ یہ پیدا بھی ہوا تھا یا نہیں۔

اسی طرح معبد سے نقل کرنے والا ابوالحسن احمد بن محمد بن انس بن القرمطی ہے۔ یہ بھی کوئی عجیب ہمائی قسم کا پرندہ تھا جو امامیوں کے کان میں یہ بات پھونک کر چلا گیا۔

فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری بیٹی جب حشر میں اٹھائی

جائے گی تو اس کے ہاتھ میں خون کے رنگے کپڑے ہوں گے اور وہ عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑی ہوں گی اور فرمائیں گی اے منصف میرے بیٹے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر دے تو رب کعبہ کی قسم میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت بلاشک موضوع ہے اور یہ ابن مہدی اور ابن بسطام سے آگے نہیں بڑھتی۔

احمد بن علی الرقی ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے علی رضا سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ یہ اصل میں احمد بن علی بن مہدی بن صدقہ ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ واقعتاً اس نے علی رضا سے کوئی روایت سنی ہے اور وہ روایت صحیح طور پر ثابت ہو۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۰

حضرت فاطمہؓ کے مہر میں پوری زمین دی گئی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ اللہ نے تیرا نکاح فاطمہؓ سے کیا ہے۔ اور اس کے مہر میں پوری زمین دی ہے۔ پس جو شخص زمین پر غضبناک حالت میں چلے گا وہ شام حرام حالت میں گزارے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے متعدد راویوں پر جرح کی گئی ہے لیکن اصل متہم اس میں ذارع ہے۔

ذارع اس کا نام احمد بن نصر ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ ذارع کذاب ہے۔ وضاع ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۱۶۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغداد کا باشندہ ہے۔ حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور منکر روایات بیان کرتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس سے یہ روایت مروی ہے

کہ ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی کہ یہ نبی مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ جا رہے ہیں۔

اور کھجور کو اسی لئے صیحانی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ (میزان ج ۱ صـ ۱۲۶)

اس روایت میں اور بھی منع و کذاب موجود ہیں۔ میں نے ان کی تفصیل پیش نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کیلئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک میں فرماتے سنا اور اس وقت ہم آپ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہؓ کی شادی علی سے کر دوں۔ اور اس کے بعد جبرئیلؑ نے مجھ سے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے اور اس کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک موتیوں کی ایک لڑی ہے جو یاقوت سے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ یاقوت سونے سے جڑے گئے ہیں ان کمروں کی چھتیں سبز زبرجد سے تیار کی گئی ہیں۔ اور اس میں موتیوں کے طاق بنائے گئے ہیں جو یاقوت سے جڑے ہوئے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عبدالنور ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس نے ایک طویل حدیث بیان کی۔ عقیلی نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور عقیلی کا بیان ہے کہ عبدالنور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہم سے یہ روایت محمد بن نامر نے بھی بیان کی ہے اور اس نے اپنی سند سے عبدالنور سے یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کیلئے اس محل میں کھڑکیاں بھی بنائی ہیں جن کی ایک اینٹ چاندی کی ایک اینٹ سونے کی۔ ایک اینٹ موتیوں کی ایک اینٹ یاقوت کی اور ایک اینٹ زبرجد کی ہے۔ پھر اس محل میں چشمے تیار کئے۔ جن کے کناروں میں سبزہ اُگا ہوا ہے اور انہیں نہروں نے گھیر رکھا ہے۔ اور نہروں پر موتیوں کے قبے بنے ہیں جو سونے کی لڑیوں سے جڑے

گئے ہیں۔ اور مختلف قسم کے درختوں سے انھیں گھیرا گیا ہے۔ ان درختوں کی ہر شاخ میں ایک گھر ہوگا۔ ہر گھر میں ایک سپید موتیوں کا بستر لگا ہوگا جس پر لیٹنا آرام دہ ہوگا جس کے پردے سندس اور استبرق کے ہونگے۔ اس کمرے میں نیچے جو فرش بچھا ہوگا وہ زعفران، عنبر اور مشک کا ہوگا۔ ہر قبہ میں ایک حور ہوگی۔ قبہ کے سو دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر دو باندیاں حاضر ہوں گی اور سو ہاں در درخت لگے ہوں گے۔ ہر قبہ میں فرش ہوگا اور کچھ لکھا ہوگا۔ کپڑوں کے چاروں کونوں پر آیت الکرسی لکھی ہوگی۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیل اللہ نے یہ جنت کس کیلئے بنائی۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جنت فاطمہؓ اور علیؓ کے لئے بنائی ہے۔ اس باغ کے علاوہ ان کے لئے اور بھی تحفہ ہے جو اللہ نے انھیں دیا ہے اور یا رسول اللہ آپ کی نگاہیں ٹھنڈی کی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عبد النور بن عبد اللہ المسمعی امام شعبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس سے یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو اسماعیل نے بھی نقل کیا ہے اور یہ اسماعیل سدی کا نواسہ ہے اس نے بشر بن الولید الہاشمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اسی عبد النور سے میرا خیال یہ ہے کہ شیعہ خواہ کچھ بھی بکواس کریں، لیکن جنگ تبوک کے سفر میں جب کہ فاطمہؓ کی شادی کو آٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا یہ کیسے خیال آیا۔ اور پھر لطف یہ ہے جنگ تبوک میں حضرت علیؓ شریک بھی نہ تھے تو بات کہی کس سے گئی!

ایک عجیب و غریب تاج

حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حوا و جنت میں اندازو کھاتی پھرتیں۔ یہ دونوں میاں بیوی کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ یہ دونوں میاں بیوی اسی حال میں مست تھے کہ اچانک ایک لڑکی ان

کے سامنے آئی۔ اور آپ نے [illegible] ایسی لڑکی نہیں دیکھی تھی [illegible] لڑکی [illegible] سما میں [illegible] نہیں [illegible] کہ ان کی نگاہیں [illegible] کے [illegible] تھا۔ اس کے دونوں کانوں میں دو بالیاں پڑی تھیں۔ آدم و حوا نے عرض کیا اے پروردگار یہ کون ہے [illegible] کی تصویر ہے جو تیری [illegible] کی۔ ان دونوں [illegible] پوچھا [illegible] ہے [illegible] علیہ السلام ہے خاوند علی بن ابی طالب ہیں۔ عرض کیا یہ دونوں مینڈھیاں کیسی ہیں [illegible] کے دونوں بیٹے حسن اور حسین ہیں۔ ان کا علم ان کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اور حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں شیعہ ان کے بارے میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ دادا سے نقل کی ہے۔ یہ کچھ نہیں۔

یہ حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں ہماری زبان میں انہیں حسن عسکری کہا جاتا ہے یہ شیعوں کے گیارہویں امام ہیں۔ انہوں نے یہ داستان اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے۔ یہ ایک گھریلو داستان ہے جو حسن عسکری نے بیان کی ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۱۵۔

اہل بیت کو لازم پکڑو

حضرت ابو سعید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور ایک اپنی عترت۔ اور یہ دونوں چیزیں اس وقت تک ایک جگہ رہیں گی جب تک تم مجھ سے حوض پر نہ ملو۔ پھر سوچو کہ میں تمہیں ان دو چیزوں میں سے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

عطیہ امام احمد اور امام یحیٰی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

عبد اللہ بن عبد القدوس۔ یحیٰی کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یہ رافضی ہے خبیث ہے۔

عبداللہ بن داہر احمد اور یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ اس سے روایت تو وہی انسان لکھ سکتا ہے کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص۲۶۹۔

ہم پہلے ابواب میں تحریر کر چکے ہیں کہ عیسا العوفی کلبی کذاب رافضی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ لی تھی تو جب وہ یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ابوسعید سے مروی ہے تو اس سے مراد کلبی کذاب ہوتی ہے حضرت ابوسعید خدری نہیں گویا یہ حدیث نہیں بلکہ کلبی کذاب کا قول ہے

ہم اس پر بھی کلام کر چکے ہیں کہ یہ عبداللہ بن داہر کون ذات شریف ہیں۔ اب رہ گئے عبداللہ بن عبدالقدوس تو ان کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۶۱ دار قطنی فرماتے ہیں۔

عبداللہ بن عبدالقدوس کوفی ہے۔ رے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش سے روایات کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۱۴

ذہبی میزان میں رقمطراز ہیں۔

عبداللہ بن عبدالقدوس کوفہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ رے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ رافضی ہے خبیث ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کا کہنا ہے کہ ضعیف ہے ابومعمر کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبدالقدوس نے بیان کیا اور وہ خشبی تھا میزان ج ۲ ص۵۵۷

اہل بیت کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے اس لیے محبت کرو کہ اس نے تمہیں غذا فراہم کی ہے۔ اور مجھ سے اللہ کی محبت کے باعث محبت کرو

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ

احمد بن رزقویہ ہمارے نزدیک معروف نہیں۔ اور

ذارغ اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

خطیب اسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایت میں نکارت پائی جاتی ہے جو اس کا ثبوت ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷

ہو سکتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہوں۔ نہ کہ وہ معنی مراد لئے جائیں جو شیعہ اس لفظ کے مراد لیتے ہیں۔ رہ گیا جناب ذارغ کا حال تو ہم پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

آل محمدؐ کون ہیں؟

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آل محمدؐ کون ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہر مومن متقی۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ کیونکہ

نافع ابو ہرمز کی روایت پر وہم غالب ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے یحییٰ اور احمد بن حنبل نے اسے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ نے ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷

امام ذہبی رقم طراز ہیں۔

نافع بن ہرمز اس کی کنیت ابو ہرمز ہے۔ عقیلی نے اس کا نام عبدالواحد بیان کیا ہے۔ حسن بصری اور انس بن مالک سے روایت کرتا ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔

امام احمد اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن معین نے ایک بار اسے کذاب کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔

میزان ج ۴ ص ۲۴۳

[illegible] بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطاء اور حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۰۱۔ بیہقی کا بیان ہے کہ اس جیسے آدمی کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں حاشیہ العلل ص۲۶۷۔

اہل بیت سے محبت کرنیوالے میرے درخت کے پتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں ایک درخت ہوں۔ فاطمہؓ اس کا تنا ہیں۔ علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسنؓ و حسینؓ اس کے پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے جنت کے حتمی اور یقینی طور پر پتے ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور موسیٰ بن نعمان سے کوئی واقف نہیں ہے۔ موضوعات ج ۲ ص۵۔

موسیٰ بن نعمان ذہبی لکھتے ہیں اس شخص سے کوئی واقف نہیں۔ اس نے لیث بن سعد سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۲۵

نصر بن شعیب اس نے یہ روایت موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے جعفر بن سلیمان سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۵۱۔

محمد بن السری۔ یہ تمار کے لقب سے موسوم ہے یہ غلام خلیل وغیرہ سے روایت کرتا ہے منکرات اور بلاؤں کا ناقل ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۳ ص۵۵۹

الغرض اس روایت کے تین راوی بے کار اور ردی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ پنج تن کے وسیلہ سے قبول کی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تلقین کئے اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ کہ

تجھے محمدؐ، علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کا واسطہ جو میری توبہ قبول نہ کرے۔

الغرض آدمؑ و حواؑ نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کلمات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین ۝	اے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم ٹوٹے میں پڑ جائیں گے

اس کی موجودگی میں کسی اور کلمہ کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں اہل سنت والجماعت سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور کے وسیلہ کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے آدمؑ نے عرش پر حضور کا نام لکھا دیکھا تو انہوں نے اس نام کا وسیلہ مانگا تو ان کی دعا قبول ہوئی۔ یہ سب قرآن کے خلاف اپنی کہانیوں پر ایمان لانے کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ دارقطنی کا کہنا ہے کہ یہ روایت عمر بن ثابت نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ بات حسین الاشقر کے سوا کوئی نقل نہیں کرتا۔

عمر بن ثابت

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمر بن ثابت ثقہ اور مامون نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ لوگوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

حسین بن الحسن الاشقر کوفہ کا باشندہ ہے۔ حسن بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کا قول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو (یعنی صحابہ کبار کو) گالیاں دیتا تھا

ابن عدی کا کہنا ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو حیلہ بناتی ہے کیونکہ اس کی روایات میں اس کا کچھ حصہ موجود ہوتا ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ منکرات ذکر کیں اور ایک مقام پر صاف طور پر لکھا کہ اس میں تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابومعمر الہذلی کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا کہنا ہے یہ قوی نہیں۔ ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ۲۰۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

ابن عدی ایک روایت کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور ایک روایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ یہ تمام اشقر کی نازل کردہ ہے۔ نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صـ ۳۳۔

اس سے یہ داستان نقل کرنے والا محمد بن علی بن خلف العطار ہے۔

محمد بن علی بن خلف العطار۔ یہ حسین الاشقر وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب نے اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اسے متہم قرار دیا اور کہا یہ عجیب وغریب روایات نقل کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس حدیث میں تمام بلا اس عطار کی نازل کردہ ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۶۵۱۔

پنج تن حظیرۃ القدس میں ہوں گے

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں، فاطمہؓ، علیؓ اور حسن حسین حظیرۃ القدس میں ایک سفید قبہ میں ہوں گے۔ جس کی چھت عرش معلیٰ ہوگا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ اس کا ایک راوی

یونانی کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایات وضع کرتا تھا۔

موضوعات ج ۲ ص۳

اے فاطمہؓ! اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ اللہ تیرے غضب سے ناراض ہوتا اور تیری رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ میزان ج ا ص۲۳۵

یہ خالص گھریلو حدیث ہے۔ اس کے تمام راوی حضرت حسینؓ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں بیت حسینؓ سے باہر اس روایت کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے آخری راوی حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب العلوی الکوفی ہے۔

حسین بن زید بن علی علی بن المدینی جو بخاری ومسلم وغیرہ کے فن رجال وحدیث میں استاد ہیں، فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی بعض روایات درست اور بعض منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی بعض روایات منکر ہیں۔ میزان ج ا ص۲۳۵

عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز

حسین بن زید سے اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز نے نقل کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ———— کہ یہ عبداللہ بن محمد غیر معروف روایات نقل کرتا ہے۔

یہ روایت طبرانی کے زمانے تک خبر واحد ہی اور طبرانی کے علاوہ اسے کسی نے نقل نہیں کیا۔

وہ ان کے یہاں ہر قسم کا رطب و یابس جمع ہے۔ ان کی کتاب چوتھے درجے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کو معجم کہتے ہیں۔ اور معجم ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جو راویوں کے نام سے منسوب ہوں۔ خواہ وہ راوی ثقہ ہوں یا غیر ثقہ۔ ہم نے جلاء العیون وغیرہ میں یہ بھی پڑھا ہے کہ فاطمہؓ حضرت حسین سے ناراض تھیں حتی کہ انہوں نے اپنا دودھ پلانا پسند نہیں کیا لہٰذا حسینؓ سے محبت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو فاطمہ کا دشمن ہو۔

حسن وحسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے سوال کیا کہ تم حضورؐ سے کب سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کیا مجھے ملاقات کئے ہوئے اتنے دن ہو گئے۔ انہوں نے مجھے برا بھلا کہا۔ میں نے عرض کیا اب تو مجھے چھوڑ دیجئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا۔ اور آپؐ سے اپنی اور آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی لیکن آپؐ بعد المغرب عشا تک نفلیں پڑھتے رہے۔ جب آپؐ لوٹے تو میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ نے میری آواز سن کر فرمایا کہ حذیفہؓ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے کیا حاجت ہے؟

میرے پاس ابھی ایک فرشتہ آیا ہے جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس نے پروردگار سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی اور اس بات کی اجازت طلب کی کہ مجھے یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہؓ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسنؓ وحسینؓ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور ہم اسے اسرائیل کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں جانتے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۲

اس طویل روایت میں چند امور خاص طور پر قابل غور ہیں۔ آپ بھی ان پر غور فرمائیں۔

۱۔ حضرت حذیفہؓ مدینہ میں مقیم ہیں لیکن ایک عرصہ دراز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے حتیٰ کہ والدہ نے مجبور کر کے انہیں حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔

۲۔ اگر اس کی کوئی خاص وجہ تھی تو پھر حضرت حذیفہؓ پنج وقتہ نماز کس جگہ پڑھتے تھے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن و نوافل مسجد میں ادا نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مستقل طور پر گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ خلافِ اصول عمل کیوں اور کس وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔؟

۴۔ حضور بعد المغرب گھر جا کر صرف دو سنتیں ادا فرماتے۔ مغرب تا عشا نوافل ادا کرنا اور وہ بھی مسجد میں کیا اس فرضی فرشتے کی آمد کے لئے تو نہ تھا۔؟

۵۔ اس بشارت کے لئے کیا کسی خاص فرشتے کا نزول ضروری تھا۔؟

ہمارے نزدیک جہاں یہ روایت خلافِ عقل ہے وہاں سنداً بھی کمزور ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی منہال بن عمرو الکونی ہے۔ اس سے مسلم کے علاوہ تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ منہال ثقہ ہے احمد العجلی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک ابو بشر منہال سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہے۔

شعبہ ابتداء میں تو اس کی روایات لیتے لیکن ایک روز اس کے گھر سے گانے کی آواز سن کر شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی۔

حاکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ جوزجانی اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں یہ بدترین مذہب (کٹر شیعہ) رکھتا تھا جس کا ثبوت خود یہ روایت ہے۔

ابن حزم نے اس کی ایک روایت پر کلام کر کے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی شیعہ ہے۔ لیکن اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہیں تو اس کی وہ روایات قبول کی جائیں گی جو مناقب اہل بیت اور مثالب صحابہ سے متعلق نہ ہوں۔ اور جو روایات اس موضوع سے متعلق ہوں گی وہ قبول نہ ہوں گی۔

پھر یہ روایت پانچ زمانوں تک خبر واحد رہی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے حضرت

حذیفہؓ کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت حذیفہؓ سے زر بن حبیش کے علاوہ اس کا کوئی راوی نہیں۔
زر سے اس کا منہال کے علاوہ کوئی راوی نہیں۔ منہال سے میسرۃ بن حبیب کے علاوہ کوئی روایت
نہیں کرتا اور میسرہ سے اسرائیل کے علاوہ کوئی اور راوی نہیں۔ امام ترمذی نے آخری جملہ میں اسی
جانب اشارہ فرمایا ہے۔

اسرائیل کے معاملہ میں بھی اختلاف ہے۔ یہ اسرائیل ابو اسحاق السبیعی کا بیٹا ہے مشہور
عالم تسلیم کیا جاتا ہے تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے بلکہ انہیں اس کے حافظہ پر حیرت تھی۔ لیکن امام احمد
یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اس پہ معترض تھے اور وہ اسے پسند نہ کرتے تھے۔

ابوحاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ اپنے والد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ان کی احادیث کو یاد
رکھتا ہے۔ (لیکن یہ روایت انہوں نے اپنے والد سے نقل نہیں کی)

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ان کی حدیث کچھ کمزور ہوتی ہے۔ علی المدینی فرماتے ہیں
ضعیف ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ اسے بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حزم نے اسے
ضعیف قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔

بخاری و مسلم نے اس سے صرف وہ احادیث لی ہیں جن کا تعلق اصولِ شریعت سے ہے۔
فضائل کی روایات نقل نہیں کیں۔ عبدالرحمان بن مہدی ان سے روایت لیتے لیکن یحییٰ بن سعید القطان
اس سے روایت نہ لیتے۔

محدثین نے اس کی ان متعدد احادیث کو غریب قرار دیا ہے جو وہ اپنے باپ کے علاوہ
دوسروں سے روایت کرتا ہے۔ اپنے باپ کی روایت میں اگرچہ اسے ثقہ مانا جاتا ہے لیکن تب
بھی یہ شعبہ اور سفیان ثوری کے ہم پلہ نہیں۔ میزان ج۱ ص۲۰۸

اسرائیل نے یہ روایت اپنے باپ سے نقل نہیں کی۔ لہٰذا اس روایت میں وہ قابل قبول
نہیں جو اپنے باپ سے نقل نہ کرے۔ اس طرح اس روایت میں کئی راویوں پہ اعتراض وارد ہوتا ہے

وں ننھیال شیعہ ہے ننشامل ہیں اس کی روایات ناقابل قبول ہیں۔ اور اسرائیل نے اپنے باپ کی روایت
ہیں معتبر ہیں کسی اور کی روایت میں معتبر نہیں۔

اس کا ایک اور راوی میسرہ بن حبیب ہے وہ بھی صرف کا مرجوڈ ہے۔ لہٰذا یہ روایت
قطعاً قابل قبول نہیں۔ اسی لئے ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا اور اسرائیل پر عدم اعتماد
کا اظہار کیا۔

اے اللہ میں حسنؓ و حسینؓ سے محبت رکھتا ہوں

حضرت براءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ
میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن
صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳

ہمیں امام ترمذی پر حیرت ہے کہ انہوں نے متضاد روایات کو حسن صحیح قرار دیا۔ کیونکہ امام
ترمذی نے چند سطروں کے بعد حضرت براءؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے کاندھے پر
حسن بن علیؓ سوار تھے۔ اور آپؐ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں حسنؓ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی
حسنؓ سے محبت رکھ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ قرآن محل

پہلی روایت میں حضرات حسنؓ و حسینؓ ہر دو کا ذکر ہے۔ اور اس روایت میں صرف حضرت
حسنؓ کا۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حسنؓ و حسینؓ ہر دو کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی۔ اس روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ دعا حضرت حسنؓ کے لئے اس وقت فرمائی جب آپ حضرت حسنؓ
کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ تب آپؐ نے یہ دعا فرمائی اور یہ آخری واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے

ظاہر ہے کہ ہر دو روایات ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اور ان میں سے ایک ضرور ضعیف
ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی روایت ہر صورت میں ضعیف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت براءؓ سے

اس روایت کو نقل کرنے والے عدی بن ثابت ہیں اور عدی سے اس واقعہ کو دو شخص نقل کرتے ہیں۔
ایک شعبہ اور ایک فضیل بن مرزوق

شعبہ نے عدی سے وہ الفاظ نقل کئے جو دوسری روایت میں پائے جاتے ہیں اور فضیل نے پہلے الفاظ نقل کئے ہیں۔ گویا یہ ایک روایت ہے جسے دونوں نے اپنے استاد سے سن کر اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسے تیار کیا ہے۔ اس طرح اس روایت کی صحت و عدم صحت کا دارومدار اس پر موقوف ہے کہ شعبہ اور فضیل بن مرزوق میں کس کو کون سا مقام حاصل ہے۔ شعبہ کے تعارف کے لئے حافظ ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمالیجئے۔ فرماتے ہیں۔

شعبہ ثقہ ہیں حافظ ہیں متقن ہیں۔ سفیان ثوری فرمایا کرتے ہیں یہ حدیث میں مسلمانوں کا امیر ہے۔ اور یہی تو وہ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے عراق میں رجال کی چھان بین کی۔ اور سنت کی حفاظت کی۔ بہت عبادت گذار شخص تھا۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۵

ان الفاظ پر غور کریں اور پھر حافظ ابن حجر کے فضیل بن مرزوق کے بارے میں جو ارشادات ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فضیل بن مرزوق الاغر کوفی ہے۔ سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تشیع کا اس پر الزام ہے۔ تقریب ص ۲۷۶

یعنی بقول حافظ ابن حجر اسے جھوٹا تو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن اسے حدیث میں وہم بھی ہوتا ہے۔ اور اس پر تشیع کا الزام بھی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اسی تشیع کا نتیجہ ہے کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ زبردستی حضرت حسینؓ کو جوڑ کر ایک نئی روایت تیار کر دی گئی۔ اور امام ترمذیؒ نے اس فضیلؒ کے نام سے اتنا بڑا دھوکہ کھایا کہ وہ بھی روایت کو حسن صحیح فرما گئے۔ اور یہی وجہ ہے حافظؒ صاحب اسی قسم کی روایات کو بطور حسن ظن فضیل کا وہم تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہم نہیں بلکہ یہ خالص تشیع ہے۔ جو عمداً اختیار کیا جارہا ہے۔ اس کا اصل فیصلہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ دیگر محدثین کے اقوال بھی سامنے موجود ہوں۔ حافظ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس فضیل کو سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ مشہور شیعہ تھا۔ لیکن صحابہ کو برا نہ کہتا تھا (یعنی تقیہ باز تھا)

ابو عبد اللہ الحاکم کا بیان ہے کہ فضیل بن مرزوق صحیح کی شرائط میں داخل نہیں۔ یعنی اس کی روایت صحیح تسلیم نہیں کی جاتی۔ اسی لئے محدثین نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں اس کی روایات کیوں نقل کیں۔

ابن حبان کا فیصلہ یہ ہے کہ انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے۔ غلط روایات ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے اور عطیۃ العوفی سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اگر اس کی روایت دوسروں کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔ میزان الاعتدال ص۳

جہاں تک یحییٰ بن معین کے قول کا تعلق ہے کہ یہ فضیل ثقہ ہے تو احمد بن ابی خیثمہ نے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ گویا اس فضیل کو سفیان بن عیینہ کے علاوہ کوئی ثقہ قرار نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ سفیان کو اس کے صحیح حالات کا علم نہ ہو کیونکہ سفیان مکہ آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اور یہ کوفہ میں برابر رہا۔

عبد الرحمان بن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے سنا ہے کہ یہ فضیل سچا ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اس کی روایت لکھ لی جائے۔ میں نے عرض کیا، کیا اس کی روایت حجت سمجھی جائے۔ فرمایا نہیں۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص۷۵

اس فضیل بن مرزوق نے ابو اسحاق کے واسطہ سے حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین مسلم، دنیا میں زاہد۔ اور آخرت کا راغب پاؤ گے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے قوی امین پاؤ گے وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے۔ اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو علیؓ کو ہادی مہدی پاؤ گے

وہ تمہیں طریقت کی راہ پر چلائے گا۔

یہ عقدہ تو حل ہو گیا کہ یہ طریقت کہاں سے چلی ہے اور کون اس کا بانی ہے۔ آئندہ سے ہم ہر ایک کو بتا سکیں گے کہ طریقت کی راہ سب سے پہلے فضیل بن مرزوق نے بتائی تھی۔

الغرض اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ وہ روایت جس میں حضرت حسینؓ کا ذکر ہے وہ فضیل بن مرزوق کی اختراع ہے۔ نہ معلوم امام ترمذی اسے کس رو میں صحیح قرار دے گئے۔ ممکن ہے وہ بھی حافظ ابن حجر کی طرح حسن ظن کا شکار رہے ہوں

پنج تنی فارمولا

حضرت زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ، حسنؓ وحسینؓ کو دیکھ کر فرمایا تم چاروں جس سے صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا اور تم جس سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳

اگر فی الواقع یہ روایت درست ہے تو رافضیوں کو چاہیئے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ علیہم السلام کی شان میں گستاخیوں سے باز آجائیں۔ کیونکہ ان حضرات نے ان خلفاء اربعہ سے بیعت کی تھی۔

یہ روایت کیا درجہ رکھتی ہے؟ اس کے متعدد راوی قابل اعتراض ہیں۔

سب سے پہلا راوی صُبیح ہے حضرت ام سلمہؓ کا غلام بیان کیا جاتا ہے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ صُبیح غیر معروف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۰۶۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

صُبیح سے یہ روایت نقل کرنے والا سُدّی ہے۔ یہ کون سا سُدّی ہے یہ معلوم نہیں۔ اس لئے کہ سُدّی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔

۱۔ اول اسماعیل بن عبدالرحمان السُّدّی۔ یہ سُدّی کبیر کے لقب سے مشہور ہے۔

۲۔ محمد بن مروان السدی۔ یہ سدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اب ہر دو کا تفسیری حال امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

سدی کبیر یعنی اسماعیل بن عبد الرحمان کے بارے میں یحیٰی بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں سچا ہے۔

لیکن امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں حجت نہیں

مسلم بن عبد الرحمان کا بیان ہے کہ ایک بار یہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ اتفاق سے ادھر سے ابراہیم نخعی کا گزر ہوا۔ انہوں نے فرمایا یہ شخص تفسیر قوم بیان کر رہا ہے۔ یعنی ایسی تفسیر بیان کر رہا ہے جس سے لوگ خوش ہوں۔ بلکہ ایک بار کسی نے ان کے سامنے کہا کہ السدی کو قرآن کا بہت بڑا علم دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا قرآن کا علم نہیں دیا گیا بلکہ اسے جہالت کا وافر حصہ ملا ہے۔

عبد الرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ جوزجانی نے لیث سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں دو ہی شخص تو اصل جھوٹے ہیں ایک سدی کبیر اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد المروزی کا بیان ہے کہ میں اس سے احادیث سننے کے لئے گیا۔ ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اس کے بعد میں اس کے پاس نہیں گیا۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۶

یہ تو سدی کبیر کا حال تھا۔ اب ذرا السدی صغیر کا چہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس ذات شریف کا نام محمد بن مروان ہے۔ ذہبی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے حتیٰ کہ بعض محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں میں اس سے بڑھاپے میں ملا تھا۔ لیکن میں نے اس کے بڑھاپے کی وجہ سے اس سے روایت نہیں لی۔ میزان ج ۴ ص ۳۲

السید صبحی البدری محشی کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ سدی ضعیف کے بارے میں بخاری کا قول ہے کہ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔
اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔
ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں سے موضوع کہانیاں نقل کرتے ہیں۔
میزان ج ۳ ص ۱۵۹ الضعفاء الصغیر ۲۴۰ الضعفاء والمتروکین ص ۲۳۵ المجروحین ج ۲ ص ۲۹۶
الضعفاء والمتروکین [illegible] دارقطنی ص ۲۳۱۔

اس روایت کا تیسرا راوی اسباط بن نصر الہمدانی ہے۔ اس کی روایات بخاری کے علاوہ
تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ امام احمد نے اس کے
معاملہ میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن ابونعیم کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔
ابن عدی لکھتے ہیں اس کی یہ روایت منکر ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۷۵
اس اسباط سے نقل کرنے والا ابوغسان ہے ہم اس کے حالات سے اس لئے بحث
کرنا نہیں چاہتے کہ کچھ مزید صفحات ضائع ہوں گے۔ کیونکہ ابوغسان بھی اشخاص کی کنیت ہے۔
اور اس روایت کے منکر و مردود ہونے کے لئے صرف سدی اور اسباط کا وجود بہت کافی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب چوستے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن و حسین کا لعاب
اس طرح چوستے دیکھا جیسے کوئی خشک کھجور کو چوستا ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ البصری

اس روایت کا راوی اسرائیل ہے جو بعد میں سنجار آباد ہوگیا تھا۔ ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے
ثقہ قرار دیا تھا۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔
ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸
میرے نزدیک اس کے دو راوی محمد بن ہارون بن حمید اور حسن بن حماد مجہول ہیں۔ اس کا
ایک راوی یحییٰ بن یعلیٰ ہے اگر اس سے مراد یحییٰ بن یعلیٰ القطوانی ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔

ہم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سنہ ۴ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ گویا وفات رسولؐ کے وقت ان کی عمر دو سال تین ماہ بنی اور اس عمر میں بچہ کی زبان نہیں چوسی جا سکتی۔

حضرات حسنینؓ کے تعویذ بندھے ہوئے تھے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے ریشے تھے۔ میزان ج ا ص ۳۷

ابراہیم بن سلیمان ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں ابراہیم بن سلیمان سے نقل کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس ابراہیم نے اسے وضع کیا ہے۔ میزان ج ا ص ۳۷

حافظ ابن حجر یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ روایت اسی ابراہیم بن سلیمان نے وضع کی ہے۔ اسے ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں اور صاحب اغانی نے نقل کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اس ابراہیم کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ لسان المیزان ج ا ص ۶۶

ابراہیم بن سلیمان کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے یہ راوی مجہول الحال ہے۔ اسے ثقہ یا ضعیف کہنا بے کار ہے۔ اسے مجہول کہنا زیادہ موزوں ہے۔

خلاد بن عیسیٰ ابراہیم نے یہ روایت خلاد بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔ یہ حکم اور ثابت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے سماک اور حسین جعفی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحت کے قریب ہوتی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ نقل حدیث میں مجہول ہے۔ میزان ج ا ص ۶۵۶

قیس بن الربیع

یہ شخص قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے [illegible] حدیث تو [illegible] لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لیں ہیں

امام شعبہ اور چند دیگر حضرات اس قیس کی بہت حمد وثنا کرتے لیکن قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے اس کی روایت کیوں ترک کردی۔ انھوں نے فرمایا یہ شیعہ تھا۔ غلطیاں بہت کرتا اور اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ وکیع بن الجراح اور علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری الضعفا الصغیر میں لکھتے ہیں۔ اس قیس بن الربیع کی کنیت ابومحمد ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وکیع بن الجراح اسے ضعیف کہتے۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ اس قیس کی موت ۱۶۷ھ میں ہوئی۔ الضعفا الصغیر ص۶۵

لیکن لکھتے ہیں۔ قیس بن الربیع کوفہ کا باشندہ ہے متروک الحدیث ہے۔ الضعفا والمتروکین للنسائی ص۸۹۔ اس کا تفصیلی حال ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ العرض اس روایت کے [illegible] ماشاءاللہ ہیں۔

جنّت الفردوس کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی گئی ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنّت الفردوس پیدا فرمائی تو اس نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے کچھ زینت دیجیے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے تجھے حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی ہے۔ میزان الاعتدال ج ا ص۲۹۶

یعنی جب تک حسنؓ و حسینؓ دنیا سے تشریف لے جا کر جنّت الفردوس کو زینت نہ بخشیں گے

وہ بے زیب و زینت کنواری رہے گی یعنی کہ ہزار ہا سال اس پر اسی طرح گزر جائیں گے۔ بلکہ ہو سکتا ہے
اس میں تبدیلی ہو جائے۔

اس روایت کو فضل بن یوسف القصبانی نے حسن بن بشار الکسائی کے ذریعے نقل کیا ہے۔ ابن
حبان کا بیان ہے کہ حسن الکسائی منکر الحدیث ہے۔ یہ ابن حبان نے یہ روایت بیان کی اور اس کی اوپر کی
سند بیان کی۔ یعنی وکیع، ہشام، عروہ، حضرت عائشہؓ۔ میزان ج ا ص ۲۹۶
ہم نے ابن عروبات نامی کتاب میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جب تک ہشام مدینہ میں
رہے بہر قسم کی فتنوں سے محفوظ رہے۔ لیکن عراق میں قدم رکھتے ہی لوگوں نے ان کی جانب سے جھوٹ بولنا
شروع کر دیا۔ حتی کہ ہمیں ہر اس روایت پر شک ہونے لگا جسے اہل عراق ہشام سے نقل کریں۔ اور
اتفاق سے اس کے راوی بھی عراقی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنے پر ہمیں ڈر محسوس ہوتا ہے۔

یہ روایت حضرت عقبہ بن عامر سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے
مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھے دو ستونوں سے زینت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیا میں نے
تجھے حسن و حسین کے ذریعے زینت نہیں دی؟ جنت یہ سن کر اسی طرح اترانے لگی جس طرح کوئی دلہن خوشی
میں اترتی ہے۔ اس روایت کا راوی

احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعد ابو جعفر المصری ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں۔
محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ اور اس کی روایات منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ا ص ۱۳۳

حمید بن علی اس احمد بن محمد بن الحجاج نے یہ روایت حمید بن علی العجلی سے نقل کی
ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ تھا اور انتہائی واہی انسان تھا۔
میزان ج ا ص ۱۳۴

ابن لہیعہ اس حمید نے یہ کہانی ابن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے بیان کیا
جا چکا ہے۔ گویا یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ ردی ہے۔

مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ حسینؓ ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۴۶۱

اس کا راوی یوسف بن ابراہیم اللآلی ہے جو یہ کہانی حضرت انسؓ سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ حضرت انسؓ کی جانب جھوٹی داستانیں منسوب کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں ایسی روایات کو بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو شیبہ ہے۔ یہ عجیب و غریب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ یوسف بن ابراہیم ضعیف ہے۔ یہ عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ ابن عدی نے اس کی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان جلد ۴ ص ۴۶۱

جنّت کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا

بزلیغ الازدی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھے بہت زیب و زینت دی تو میرے ستون بھی خوبصورت بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا میں نے تیرے ستونوں کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔

جنت جیسی بڑی جگہ جہاں اربہا ارب انسان ہوں گے۔ اس کے لئے صرف دو ستون قطعاً ناکافی ہونگے۔ لہٰذا اس میں بارہ اماموں اور دیگر صحابہ کا بھی اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ کچھ ستونوں کا کام چل جائے ورنہ دو ستونوں سے تو وہ حصہ بھی مزین نہ ہوگا جو حسنؓ و حسینؓ کو ملے گا۔

اس روایت کو عبدان نے معرفۃ علوم الصحابہ میں یحییٰ بن احمد سے نقل کیا ہے۔ ذہبی کا بیان

ہے کہ یہ ایک مجہول شخص ہے ۔ اور اسکی روایت باطل ہے ۔اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں ۔

اسمٰعیل بن عیاش اس روایت کو یحییٰ نے اسمٰعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے ۔اس کا حال سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے ۔کہ اس اسمٰعیل کی وہ روایات قطعاً ناقابل قبول ہیں جو اہل شام کے علاوہ وہ کسی اور جگہ کے راوں سے راویت کریں ۔اور وہ یہ روایت ہانیؔ بن متوکل الاسکندرانی سے نقل کر رہا ہے ۔

ہانی بن متوکل الاسکندرانی یہ ہانیؔ ناقابل قبول ہے ۔ ابن سبان کا بیان ہے کہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں ۔اس سے احتجاج جائز نہیں ۔ میزان ج ۴ ص۲۹۱

محمد بن عیاض ہانیؔ بن متوکل نے یہ روایت محمد بن عیاض سے نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سے اور یہ دونوں افراد مجہول ہیں ۔اسی طرح عباس بن بزیع بھی مجہول ہے ۔اور بزیع نامی کسی صحابی کا تذکرہ آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ایران کے کسی آتش کدے کی یادگار ہو ۔

ویسے بھی یہ روایت خلاف عقل ہے کیونکہ جنت کوئی چھوٹی سی کوٹھری نہیں ۔جس کیلئے صرف دو ستون کافی ہوں ۔ ویسے جنت ایک باغ ہے اور باغ پر چھت نہیں ڈالی جاتی کہ اس کو ستونوں کی ضرورت لاحق ہو ۔

جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کو دیکھ لے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جسے کسی جنتی انسان کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کی جانب دیکھ لے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا ہے ۔ میزان ج ۲ ص۴۲

ذہبیؔ لکھتے ہیں یہ روایت مسند ابی یعلیٰ میں پائی جاتی ہے ۔اس کا راوی ربیعؔ بن سعد الجعفی الکوفی ہے ۔جو مجہول ہے ۔ ابن حبان نے بھی اس روایت کو اپنی انواع میں نقل کیا ہے ۔لیکن انہوں

نے بھی ربیع بن سعد سے نقل کیا ہے۔

ربیع بن سعد تک یہ روایت خبر واحد رہی ہے۔ یعنی سو سال تک یہ ایک فرد کے علاوہ اسے کوئی نہ جانتا تھا۔ اور یکایک رافضیوں کی مہربانی سے یہ بات ائمہ رجال میں پھیل گئی۔ حالانکہ حضرت جابرؓ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کیا۔

اگر جنتی ہونے کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

اور مہاجرین و انصار سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اتباع کی نیکی کے ساتھ ان سے راضی ہوا اللہ اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین و انصار جنتی ہیں اور ان سے اللہ راضی ہو چکا ہے۔ اور مہاجرین و انصار کی اولاد متبعین مہاجرین و انصار میں داخل ہو کر تو جنتی بن سکتی ہے لیکن مسلمہ جنتی مہاجرین و انصار ہیں۔ اور مہاجرین و انصار کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے جنتی ہونے کا دعویٰ ظنی تو ہو سکتا ہے لیکن قطعی اور یقینی نہیں۔

جو حسین سے محبت کریگا اللہ اس سے محبت کریگا

یعلیٰ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ ایک دعوت میں شرکت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ راہ میں حسینؓ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ لڑکا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے

ہنسانے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے پکڑ لیا۔ اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا اس کے سر کی کھوپڑی پر۔ اور فرمایا، حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ صہ ۹۲

اس روایت کے دو راوی قابل اعتراض ہیں۔ ایک عبداللہؓ بن عثمان بن خثیم اور دوسرا یعقوبؓ بن حمید بن کاسب۔

عبداللہ بن عثمان خثیم المکی

اس سے بخاریؒ کے علاوہ اور سب صحاح کے مصنفین نے روایات لی ہیں۔ ابن الدورقی نے یحییٰؒ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں اور احمدؒ بن ابی مریم نے یحییٰ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ حجّت ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجّت نہیں۔ نسائی نے اس کی یہ حدیث نقل کر کے " اثمد سرمہ کو لازم پکڑو " بیان کرتے کہا ہے۔ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے میزان جلد ۲ صہ ۴۵۹

یعقوب بن حمید الکاسب المدنی

اس سے ابنؒ ماجہ نے روایات لی ہیں اگرچہ امام ذہبیؒ نے ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کی دو روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں لیکن خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں جہاں یعقوبؓ بن حمید کی روایت آئی ہے۔ اس سے مراد یعقوبؓ بن حمید الدورقی ہیں۔ یعقوب بن حمید الکاسب المدنی نہیں۔

بخاریؒ کہتے ہیں یہ سچی اللسان ہے۔ میں نے اس میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا لیکن یحییٰ بنؒ معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا اس پر تو حد جاری ہوئی تھی۔

ابو زرعہ سے جب اس کی روایت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ ابو حاتم کا قول ہے ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا شمار علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عام روایات منکر اور غریب ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس سے بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن بہت سی غریب ہیں۔ ابوداؤد کا بیان ہے جب ہم نے اس کی روایات کو دیکھا تو ان میں سے بہت سی منکر پائیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۵۱

نسائی کا بیان ہے کہ یہ حجت نہیں۔ کتاب الضعفاء للنسائی صفحہ ۱۰۶

یہ تو اس روایت پر سند کی بحث ہے۔ لیکن جہاں تک معنوی معاملات کا تعلق ہے تو ہم یہ پہلے بھی بحث کر چکے ہیں کہ اسباط سبط کی جمع ہے اور عربی زبان میں یہ لفظ عبرانی زبان سے آیا ہے اور عبرانی زبان میں سبط بمعنی پوتا ہے۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ صاحبزادے ہوئے۔ لہذا ہر صاحبزادے کی اولاد سبط کہلائی جس کی جمع اسباط آتی ہے۔ قرآن میں یہ لفظ ہر جگہ پوتے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن تشیع کی فریب کاریاں ہیں کہ انہوں نے حسنؓ و حسینؓ کو سبط کے نام سے مشہور کر دیا حالانکہ اگر سبط بمعنی نواسہ آتا ہے تو اور نواسوں نے کونسا قصور کیا تھا جو ان کو اولاد ہونے سے خارج کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان میں سے ہر لڑکی کے اولاد ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت زینبؓ :۔ ان کے ایک لڑکے کا نام علی ہے۔ اور یہ وہی علی ہیں جنھیں حضور نے فتح مکہ کے دن اپنے کاندھوں پر چڑھایا اور انہوں نے کعبہ کا بت توڑ کر پھینکا۔ ان کے والد کا نام ابو العاصؓ ہے۔ جو اموی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ یہ وہی ابو العاصؓ ہیں جنھیں حضور نے حضرت علیؓ پر اس وقت فوقیت دی جب حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے وقت ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تھا تو حضور نے اظہار فرمایا تھا کہ ابو العاصؓ نے مجھ سے جو وعدہ کیا وہ پورا کیا۔ لیکن اے علیؓ اگر تم ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کو طلاق دیدو۔

ان ابو العاصؓ کی ایک صاحبزادی امامہ ہیں۔ جن سے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمؓ کی وصیت کے مطابق نکاح فرمایا۔

دوسری صاحبزادی رقیہؓ ہیں۔ جن کا انتقال جنگ بدر کے وقت ہوا۔ اور ان سے عثمانؓ کے ایک صاحبزادے عبد اللہ نامی ہوئے۔

تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ ہیں۔ ان سے ایک صاحبزادے عبد الرحمٰن نامی پیدا ہوئے۔ آپ کے یہ تمام نواسے اور نواسیاں اموی باپ سے پیدا ہوئیں۔ اور چونکہ ایرانی مذہب میں نسب نامہ باپ اور ماں دونوں سے چلتا ہے۔ اس اصول کو اسلام میں پھیلانے کے لئے پنج تن کی کہانیاں وضع کی گئیں۔ اور بدقسمتی سے ہند وپاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا۔ جو شیعوں کے اس بنیادی مسئلے کا قائل نہ ہو۔

جس نے حضرت حسن وحسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حسن وحسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳)

اگر ان ہر دو حضرات کے تخیلات میں فرق ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ شیعوں کی طرح کوئی فیصلہ نہ کریں کہ نام تو حضرت حسنؓ کا لیتے رہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے رہیں کہ حسنؓ مذل وجوہ المومنین اور مسود وجوہ المومنین ہیں اور اس طرح حسینیت کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ بلکہ اپنی جگہ دونوں کو درست کہتے رہیں۔ اور کسی کے جھگڑے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ اس روایت پر اسی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہمارا ہم خیال بننا چاہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی صلح کی فضیلت بیان کی ہے۔ لہٰذا جو مسلمانوں میں صلح کرائے گا وہ حضورؐ کی نظروں میں ممدوح ہوگا۔ اور جو مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کریگا

وہ رسول اللہ کی نظروں میں مذموم ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اور علی الخصوص جب دیگر صحابہ اور امت بھی اس کے خلاف ہوں۔ خیر یہ باتیں مضمون سے باہر کی ہیں اس لئے ہم اصل مضمون کی جانب آتے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی داؤد بن ابی عوف ہے جس کی کنیت ابوالجحاف ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایت پائی جاتی ہیں۔

ابن ماجہ فرماتے ہیں وہ پسندیدہ انسان تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شخص میں کوئی خرابی نہیں۔

امام احمد اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس کی حدیث حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل کے سلسلہ میں ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ ایسی منکرات پیش کیں جن کو اکثر محدثین نے موضوع قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص۱۸

ایسی صورت میں اس کی وہ روایات جو فضائل علیؓ و حسینؓ سے متعلق ہوں کیسے قبول کی جا سکتی ہیں۔

حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

حضرت یعلیٰؓ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حضرت حسینؓ ایک گلی میں کھیل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ بچہ ادھر اُدھر بھاگنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہنسانے لگے حتیٰ کہ آپ نے بچہ کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ اس کے سر پہ رکھا اور ایک ٹھوڑی کے نیچے۔ اور اس کا پیار لیا۔ اور فرمایا حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج۱ ص۸۳

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔

یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یحییٰ بن سلیم۔ عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ سعید بن ابی راشد

حضرت یعلی بن مرہ رض

یعقوب بن حمید بن کاسب المدنی:۔ اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔

ابراہیم بن سعد، ابن وہب اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن ماجہ، بخاری، اور عبداللہ بن احمد بن حنبل وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں ہم نے اس میں صرف بھلائی دیکھی ہے۔ یہ فی الواقع سچا آدمی ہے۔ مفر بن محمد الاسدی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ کے مشہور شاگرد عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا اس پر حد جاری ہوئی تھی۔ عباس دوری کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا وہ اپنے سماع میں ثقہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔

امام ابوزرعہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اپنا انکار میں سر ہلادیا نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ یہی قول یحییٰ بن معین کا ہے۔ اور ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ علماء حدیث میں سے ہے لیکن اس کی غریب اور منکر روایات کافی ہیں۔ امام بخاری نے دو موقعوں پر اس کی روایت لی ہے۔ ایک کتاب الصلح میں اور ایک حاضرین بدر میں۔ لیکن بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس سے یعقوب بن ابراہیم الدورقی مراد ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ بخاری کی مراد یعقوب بن حمید نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ اس یعقوب کی روایت میں کوئی خرابی نہیں۔ اس لئے کہ یہ بہت سی احادیث کا راوی ہے۔ غریب روایات بھی بہت نقل کرتا ہے۔ میں نے اس کی مسند قاسم بن مہدی سے لکھی تھی۔ اس نے اس کی روایات کو ابواب پر تقسیم کیا تھا۔ اس میں غریب۔ منسوخ۔ اور ان اہل مدینہ کی روایات بھی تھیں جن سے کوئی روایت نہیں کرتا۔

زکریا بن یحییٰ العلوانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوداؤد سجستانی کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی

روایت اپنی تحریرات کی پشت پر نوٹ کر رکھی تھیں۔ جب ان سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا

ہم نے ان کی مسند کو دیکھا تو اس میں بہت سی منکر روایات پائیں۔ ہم نے اس کی اصولی روایت کو

دیکھا لیکن اس میں تبدیلی کی گئی تھی۔ اور مرسل میں اضافہ کر کے اسے مسند بنایا گیا تھا۔ اس کا انتقال

۲۶۲ھ میں ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۴۵۲

الغرض یہ یعقوب بن شیبہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

یحییٰ بن سُلَیم:۔ اسے ابن ابی سُلَیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابوبلج ہے۔ قبیلہ بنی فزارہ

سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ عمرو بن میمون الاودی سے حدیث روایت کرتا ہے۔

اسے یحییٰ بن معین، ابن سعد، نسائی اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ بخاری کا بیان ہے

کہ اس پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان

کا بیان ہے کہ غلطیاں کرتا ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔

اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد واسطی ہے تب تو یہ ہے لیکن اگر یحییٰ بن سلیم سے الطائفی

الحرانی ہے۔ تو اس کا حال درج ذیل ہے۔

یحییٰ بن سُلیم الطائفی:۔ اس نے حذاء (مقابل) مکہ میں اقامت اختیار کی تھی یہ عبداللہ بن

عثمان بن خثیم اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شافعی اور حسن الزعفرانی نے

حدیث روایت کی ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے بہت سی احادیث نقل کرتا ہے۔ شافعی اور حسن

الزعفرانی کا بیان ہے کہ یہ بہت فاضل تھا۔ ہم اسے ابدال میں شمار کرتے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے

نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اس کی احادیث کو دیکھا تو اس

میں بہت خلط ملط پایا لہٰذا میں نے اس کی روایات چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے

نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ ایسا اور ویسا تھا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۸۴
نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ص ۹۰ کتاب الضعفاء والمتروکین

عبداللہ بن عثمان بن خثیم:- یہ شخص مکہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کے علاوہ بقیہ محدثین نے اس سے روایات لی ہیں

ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں۔ احمد بن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ حجت ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ ابن خثیم میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث میں نیک ہے۔ اور کبھی فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم حدیث میں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۵۹

سعید بن راشد:- اسے ابن ابی راشد بھی کہتے ہیں یعلی بن مرہ سے حدیث روایت کرتا ہے اور اس سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔

ترمذی نے فضائل میں اس کی روایت حسین منی وانا من حسین کو حسن قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵

خود ذہبی نے میزان میں دوسرے مقام پر لکھا ہے **لا تغتر بتحسین الترمذی**۔ ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔ گویا کہ ترمذی کی تحسین کوئی مقام نہیں رکھتی۔

یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ سعید بن راشد جو یعلی بن مرہ سے نقل کر رہا ہے وہ سعید بن راشد المازنی السماک نہیں ہے۔ جبکہ اس کی کوئی دلیل اور کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اگر یہ مازنی ہے تو بخاری کا بیان ہے کہ یہ سعید بن راشد منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ اور نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵۔ کتاب الصغیر ص ۵۔ الضعفاء الصغیر ص ۵۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۴۔ الضعفاء والمتروکین

لل دار قطنی ص۲۰۱

اس روایت میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسباط کا لفظ متعدد مقام پر

آیا ہے جیسے

كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ	جیسے ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ	اور اسباط کی جانب وحی کی۔

ہم جب قرآن پر غور کرتے اور سبط کے معنی پر غور کرتے ہیں۔ تو کسی مقام پر بھی سبط نواسے کے معنی میں نہیں آیا بلکہ ہر مقام پر پوتے کے معنی میں آیا ہے۔ گویا اس روایت میں تشیع کارفرما ہے چونکہ شیعوں نے اس لفظ کو حضرت حسین کے ساتھ کو مشہور کیا ہے حالانکہ اس لفظ کا وجود خود روایت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو پوتے کے لئے استعمال کیا تھا لیکن روایات کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا گیا کہ قرآن غلط لفظ استعمال کر رہا ہے گویا یہ قرآن غلط ہے۔ مفسر قرطبی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسباط یعقوب علیہم السلام کے بیٹوں کو کہا جاتا ہے جو بارہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو سبط بولا جاتا ہے۔ گویا ———— سبط بمعنی قبیلہ ہے۔ تفسیر قرطبی ج۲ ص۱۲۵

گویا وہ ہر روایت جس میں لفظ سبط کو نواسے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ وہ شیعوں کی اختراع ہے۔ اسی لئے یہ لفظ ہر جگہ حضرت حسین کے ساتھ ملتا ہے۔ کیونکہ ایرانیوں میں نسب نامہ خواہ باپ سے چلے یا ماں سے اسے نسب میں شمار کیا جاتا ہے۔ جبکہ اہل عرب عورت کو نسب میں داخل ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے لڑکی خواہ کسی خاندان کی ہو۔ اولاد باپ کی جانب منسوب ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض کی صاحبزادیوں کی اولاد چونکہ ہاشمی نہ تھی۔ اس لئے شیعہ ذہن اسے قبول نہیں کرتا۔ اور اسی باعث سکینہ بنت حسین جن کی عمر پچاسی سال ہوئی انہیں قبل از موت کربلا میں دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اکثر نکاح امویوں سے کئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ اور ان سے اولاد ہوتی جو عربی قبائل کے لحاظ سے اموی کہلائے گی۔

اور ہم نے امویوں کو ہاشمیوں کا دشمن ظاہر کیا تاکہ اس دشمنی کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ تینوں حضورؐ کی صاحبزادیاں نہ تھیں اور نہ ان کی اولاد حضورؐ کی اولاد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ — اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے فرما دیجئے۔

عربی میں بنات بنت کی جمع ہے جیسے ازواج زوج کی جمع ہے اور عربی میں جمع کا لفظ کم از کم تین پر بولا جاتا ہے۔ یعنی سورۂ احزاب کے آخر میں جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو کم از کم اس وقت آپؐ کی تین صاحبزادیاں حیات تھیں۔ یعنی حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

آج کل جو یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ ہر بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے یہ قطعاً حرام ہے۔ اسے شریعت کی زبان میں افترا علی الرسول کہہ سکتے ہیں۔ لوگوں کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ ہم نے یہی داستان اسی لئے تحریر کی ہے تاکہ آپ حضرات کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی زبانوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اتنا جھوٹ جاری ہے۔ کم از کم آپ حضرات اس جھوٹ سے تو محفوظ رہیں۔

حسنؓ و حسینؓ سے اللہ محبت فرماتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھایا اور اپنی جگہ تخت پر بٹھا دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے چچا اللہ آپ کو بلند رکھے۔ اس پر عباسؓ نے

فرمایا میں آیا ہوں آپ کے اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ علی کے ساتھ حسن و حسین بھی آئے۔ عباس نے فرمایا یا رسول اللہ یہ آپ کی اولاد ہے۔ آپ نے فرمایا یہ آپ کی بھی اولاد ہے۔ پھر عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جیسے میں ان سے محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ویسی محبت عطا فرمائے۔

طبرانی نے اسے نقل کرکے لکھا ہے کہ ابن الاجلح نے اسے اپنے باپ اجلح سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبد اللہ بن اجلح۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس نے متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔ ابو حاتم رازی کہتا ہے اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ جو کچھ بیان کرتا ہے اسے نہیں سمجھتا۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا صـ ٢٥١۔

اجلح اس عبد اللہ بن اجلح کے باپ کا نام اجلح ہے۔ حافظ ابن حجر تہذیب میں فرماتے ہیں۔ اس اجلح کے باپ کا نام بھی عبد اللہ ہے قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے سچا ہے شیعہ ہے۔ تقریب التہذیب صـ ٢٥۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

اس اجلح کی کنیت ابو حجیہ الکندی ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابن عیینہ نے اس سے روایت نقل کی ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے۔ امام شعبی اور ان کے اہل زمانہ لوگوں سے روایت لیتا ہے۔ اس نے ثوری اور قطان سے روایت لی ہے۔

یحییٰ بن معین اور احمد بن عبد اللہ العجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ قطر کے قریب ہے۔

ابو حاتم لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ بری کسی رائے رکھتا ہے۔ سعید القطان

حاشیہ صفحہ نمبر ٦٠٢ پر ملاحظہ فرمائیں

کا بیان ہے کہ اس کی جانب سے میرے دل میں شک ہے۔ ابن مدینی لکھتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ اجلح افترا باز ہے۔

اسحاق بن موسیٰ کندی نے شریک سے نقل کیا ہے انہوں نے اجلح سے کہ ہم یہ سنتے آئے تھے کہ جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو برا کہا یا وہ فقیر ہوا یا قتل ہو کر مرا۔ ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس روایت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو واجب القتل سمجھتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو واجب القتل سمجھتا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان سمجھتا ہے۔ غالباً جناب اجلح عکرمہ کی اس بات سے واقف نہ تھے۔

۱۔ فطر سے مقصود فطر بن خلیفہ ہے اس کی کنیت ابوبکر ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ انشاءاللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ میں نے اس کی روایت اسی لئے چھوڑ دی کہ یہ بہت بدعقیدہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں اس فطر کو اگرچہ یحییٰ نے ثقہ کہا ہے لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا (یعنی اس لکڑی کا پجاری جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔)

احمد بن یونس کا قول ہے کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ کر گزر جاتا تھا جیسے کوئی کتے کو چھوڑ کر گزر جاتا ہے۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے اس فطر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ شیعہ ہے۔ امام مسلم کے علاوہ باقی پانچوں نے اس سے روایات لی ہیں ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔
میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۳۔

حضرت حسینؓ کیلئے آسمان سے بجلی کی آمد

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؓ سے بہت محبت فرماتے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ اچھا تم ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ بھی اس کے ساتھ چلے جائیے۔ چنانچہ آسمان سے ایک بجلی آئی اور اس کی روشنی میں حسین چلے حتیٰ کہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔

موسیٰ بن عثمان

دارقطنی کہتے ہیں یہ روایت اعمش سے موسیٰ بن الحضرمی کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ موسیٰ بن عثمان کوئی شئے نہیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

موسیٰ بن عثمان حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ غالی قسم کے شیعہ ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ اس موسیٰ بن عثمان نے اعمش، مجاہد کے ذریعہ ابن عباس سے نقل کیا ہے سلام علی آل یٰسین کا مطلب ہے کہ ہم آل محمد ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۱۳۔

روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ رات کی تاریکی کا ہے۔ ایسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمسن بچے کو تاریکی میں اکیلے جانے کی فرمائش کرنا ممکن نہیں۔ ویسے بھی آسمانی بجلی کی روشنی دیر تک قائم بھی نہیں رہتی کہ اس کی روشنی کی مدد سے راستہ طے کیا جا سکے۔

اولادِ فاطمہؓ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے

فاطمہ بنت الحسین نے فاطمۃ الکبریٰ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تمام بنی آدم باپ کی جانب منسوب ہوتے ہیں بجز فاطمہؓ کی اولاد کے۔ یاد رکھو میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

شیبۃ بن نعمان

ابن جوزی نے اس روایت کے ایک راوی شیبۃ بن نعمان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس شیبۃ بن نعمان کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶)۔

شیبۃ بن نعمان کے علاوہ اس روایت میں اور بھی متعدد عیوب پائے جاتے ہیں۔

اوّل۔ اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے جسے ابن عدی، ابو معمر الہذلی، نسائی، دارقطنی، بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم اور جوزجانی نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یہ غالی رافضی ہے صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔

دوم۔ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جو مغازی ابن اسحاق کا ناقل ہے جسے متعدد محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ یہ بھی غالی قسم کا رافضی ہے۔

اور اس روایت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اُدْعُوهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ۔

لوگوں کو ان کے باپوں سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے۔ اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

لہٰذا کسی کو غیر باپ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے۔ اور (مفسرین کے بقول) لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا حضرت حسن اور حسین کو باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب کرنا حرام ہوا۔ جو شخص ان حضرات کو حضور کی جانب منسوب کرتا ہے وہ قرآن کا منکر قرار پاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ان کی دونوں رانیں چیر دیں اور آپ ان کی پیشاب گاہ کا پیار کر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے لعنت ہو اللہ کی تیرے قاتل کو قتل کرے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا قاتل کون ہے۔ آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک شخص جو میرے اہل بیت سے دشمنی رکھتا ہوگا، اسے میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی گویا وہ دوزخ کے طبقوں میں ہے۔ کھڑی میں بجھتا ہے اور کھڑی میں روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے پیٹ سے عق عق کی آواز نکل رہی ہے۔

خطیب کا بیان ہے۔ یہ حدیث بلحاظ سند اور بلحاظ متن ہر دو لحاظ سے غلط ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ روایت یزید بن ابی الازہر نے وضع کی ہو۔ اور بعید ہے کہ اسے قابوس بن ابی ظبیان عن ابیہ عن جابر کے واسطے پیش کی ہو۔ اور ابو ظبیان کا نام حصین بن جندب ہے اور جندب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ مسلم تھا یا کافر۔ کجا کہ وہ کسی بات کو روایت کرتا۔ اور ابو ظبیان نے حضرت سلمانؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس روایت میں ایک اور بھی فساد ہے۔ جس سے یہ روایت وضع کرنے والا بھی واقف نہیں جو اس میں تبدیلی کر لیتا۔ اور وہ یہ ہے کہ سعید بن عامر بصری ہے اس نے قابوس کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ اور قابوس ایک قدیم شخص ہے۔ جس سے سفیان ثوری اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے روایات لی ہیں۔ اور سب سے آخر میں جسے اس نے دیکھا وہ جریر بن عبدالحمید ہے۔ گویا قابوس کا زمانہ انہوں نے کیسے پایا، اور سعید بن عامر صرف اہل بصرہ سے روایت کرتے ہیں۔ الموضوعات۔ ابن جوزی جلد ۱ صفحہ ۴۰۹۔ خطیب نے یہ روایت اپنی تاریخ بغداد میں نقل کر کے اس پر جرح کی ہے۔

حضرت حسین سرزمین نینویٰ میں شہید ہوئے

نجی کا بیان ہے کہ میں حضرت علیؓ کے وضو کا برتن اٹھاتا۔ ایک روز وہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین جا رہا تھا۔ جب حضرت علیؓ نینویٰ کے قریب پہنچے تو مجھے آواز دی اے ابو عبد اللہ ذرا ٹھہر جاؤ ذرا ٹھہر جاؤ۔ نجی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کیا بات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا ہے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جبرئیلؑ میرے پاس سے ابھی اٹھ کر گئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ حسین دریائے فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ان کے قتل گاہ کی مٹی کی بو آپؐ کو سنگھا دوں۔ نبی کریمؐ نے جواب دیا میں نے کہا ہاں۔ جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی لے کر مجھے دے دی۔ میں اس وقت اپنی دونوں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک سکا۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۵۔

ہمیں حیرت ہے کہ حضورؐ کو مٹی تو سنگھائی جا رہی ہے سرزمین نینوا کی اور شہید کیا جا رہا ہے کربلا میں۔ جب کہ مذہب شیعہ کی کتابوں میں حضرت حسینؑ کو شہید نینوا کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نینویٰ میں شہید نہ ہوتے تو وارث علوم نبوی کیسے بنتے۔ اور اتفاق سے طبری نے ابن سعد سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حسینؑ سرزمین نینویٰ میں بائیس صفر کو مارے گئے۔ گویا کہ کربلا کا کھیل تو صرف سنیوں کو بے وقوف بنانے کا ذریعہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دس محرم کو رستم ایران مارا گیا ہو اور حسینؑ کے نام سے اس کا غم منایا جا رہا ہو۔ کیونکہ قادسیہ کی سرزمین پر حضرت سعدؓ کے ہاتھوں رستم ایران ماہ محرم میں مارا گیا تھا۔

ہمیں سب سے زیادہ حیرت تو اس امر پہ ہے کہ اس روایت کے راوی سب کوفی (رافضی) ہیں جو اور بات نینوا کی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت ہو گی کیونکہ

نُجَیّ الحضرمی

نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی صورت یا کتا ہو یا کوئی جنبی ہو۔ اسے شعبہ نے علی بن مدرک اور ابوزرعہ کے

واسطے سے عبد اللہ بن نجی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کوئی نہیں جانتا یہ کون ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۴۵

عبد اللہ بن نجی آپ نے بخاری سے نقل کیا ہے ... نظر اس میں ہے
میزان ج ۲ ص ۵۱۶

حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو حسینؑ کے فدیہ میں دیا

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی بائیں ران پر آپ کے صاحبزادے ابراہیمؑ تھے اور داہنی ران پر حسین بن علیؑ تھے۔ اور آپ کبھی اس کو پیار کرتے اور کبھی اس کا۔ اچانک رب العالمین کی جانب سے جبرئیل آئے۔ جب آپ کے پاس سے جبرئیل چلے گئے تو آپ نے کہا میرے پاس ابھی پروردگار کی جانب سے جبرئیل آئے اور فرمایا اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان دونوں کو جمع نہیں کروں گا آپ ان میں سے ایک کو فدیہ دے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؑ کی جانب دیکھا اور رونے لگے۔ پھر آپ حسینؑ کی جانب دیکھ کر رونے لگے۔ پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؑ کی جانب دیکھا۔ اور رونے لگے پھر فرمایا اس کی ماں باندی ہے۔ اور جب یہ مرے گا تو میرے علاوہ اس کا غم کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن حسینؑ کی ماں فاطمہؑ ہے۔ اور اس کا باپ علیؑ ہے۔ جو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میرا خون ہے اور میرا گوشت ہے۔ جب یہ مرے گا تو اس پر میری بیٹی بھی غمگین ہوگی۔ اور میرے چچا کا بیٹا بھی غمگین ہوگا۔ اور میں بھی ان کے غم سے غمگین ہوں گا۔ میں اپنے غم کو ان دونوں کے غم پر قربان کرتا ہوں۔ اے جبرئیل ابراہیمؑ کی جان لے لی جائے حسینؑ کا فدیہ ابراہیمؑ ہیں۔ راوی کا بیان ہے اس کے تین روز بعد ابراہیمؑ کی روح قبض کر لی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حسینؑ کو آتے دیکھتے ان کا پیار لیتے اور انہیں اپنے سینے سے لگا۔

... سانپ کے دانت نکل آتے اور فرماتے میں نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو اس کے فدیہ میں دیا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ اس روایت کے واضع کی صورت بگاڑے اس روایت کی شکل کتنی بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں ساری آفت ابوبکر النقاش کی نازل کردہ ہے۔ حالانکہ ابن صاعد نے بھی اس میں تدلیس سے کام لیا ہے اور اس نے کہا ہے یہ راوی یحییٰ بن محمد بن عبدالملک الخیاط ہے۔ اس کی تدلیس ابن صاعد کے شرعی ہونے کی دلیل ہے۔

نقاش اس کا نام یحییٰ بن عبدالملک۔ طلحہ بن محمد الشاہد کا بیان ہے یہ نقاش حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ برقانی کا بیان ہے کہ اس کی ہر روایت منکر ہوتی ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ ابن صاعد نے اس روایت میں نقاش کی تدلیس کی ہے۔ اور جو شخص اس طرح روایت کرتا ہے اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے احتجاج ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور نقاش کی روایت میں متعدد منکرات جمع ہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ اس نقاش کو کسی ایسے شخص کی کتاب ہاتھ آئی جو ثقہ نہ تھا۔ اس نے وہ روایات اپنی روایات میں شامل کر لیں۔ یا کسی نے ابو محمد بن صاعد کے لئے روایات وضع کیں اور اس ابو محمد نے یہ تصور کر لیا کہ یہ نقاش کی صحیح روایات ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۹۔

حیرت ہے کہ جب فدیہ ادا کر دیا گیا پھر بھی حسینؓ قاتلوں سے نہ بچ سکے۔ اور غالباً قاتلین حسینؓ نے انھیں نینوا میں ختم کر دیا۔

حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنیوالا حضورؐ کیساتھ ہوگا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جو شخص ان دونوں سے ان کے باپ، ان کی ماں اور مجھؐ سے محبت رکھیگا۔ وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ اس سند کے علاوہ ___ کسی اور سند سے جعفر سے مروی نہیں

(ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳۹)

سب سے اول تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے اور آپؐ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ کیا یہی صورتحال حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنین کی بھی ہے۔ ملت سبائیہ ان سب کو ایک درجہ دیتی ہے جبکہ سُنی مذہب کی رو سے نہ ان حضرات کی محبت جزو ایمان ہے اور نہ ان کے انکار سے کفر واقع ہوتا ہے۔ اور بلحاظ ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا مقام ہے۔ لہذا یہ روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک پنج تنی فارمولا ہے اور سبائیوں کی گھڑ صنعت سازی۔

اس کی سند کے اوپر کے راویوں کا جہاں تک تعلق ہے۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت حسین زین العابدین اور پھر باقر یہ حضرات تمام محدثین کے نزدیک شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ تمام بحث ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

جعفر بن محمد یہ وہ ہستی ہیں جن کا شمار بارہ اماموں میں ہوتا ہے اور جن کی جانب فقہ جعفریہ منسوب ہے۔ یہ حقیقت تو ظاہر ہے کہ شیعوں نے فقہ جعفریہ کے نام سے جو کچھ منسوب کیا ہے وہ تو ان کی جانب سو فی صد جھوٹ ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر آیا وہ خود ثقہ ہیں یا نہیں تو اس معاملہ میں اختلاف ہے۔

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ مسلّم اماموں میں سے ایک ہیں۔ نیک صادق ہیں۔ ان کی شان بہت بلند ہے۔ ان سے سب نے روایت لی ہے۔ لیکن بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔ جھوٹ سے مامون ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ان جیسی ہستی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے برعکس فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک تو مجالد بن سعید ان سے بہتر ہے۔ میرے دل میں تو ان کی جانب سے تنگ ہے۔ اس مجالد کا خاکہ بھی ہم آپ کے سامنے آئندہ سطور میں پیش کر دیں گے۔

دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی مؤطا میں جعفر کی کوئی روایت نہیں لی تھی۔ لیکن جب بنو عباس برسر اقتدار آئے تو ان کی روایات کتاب میں داخل کر دی گئیں۔ مصعب کا کہنا ہے کہ امام مالک ان کی روایات بطور شہادت لیتے ہیں۔ وہ ان کی روایات قطعاً نقل نہیں کرتے۔ جیسے جعفر کے علاوہ اوروں نے روایت نہ کیا ہو۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے امام الرجال یحییٰ بن سعید القطان سے کبھی جعفر بن محمد کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کیا وجہ کہ تم مجھ سے جعفر کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کی روایات کا طالب نہیں۔ فرمایا اگر وہ حدیث صحیح یاد رکھیں تو ان کے والد کی روایت درست ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن سعید القطان جعفر کی روایات اس لیے قبول نہ کرتے تھے کہ ان کا حافظہ درست نہ تھا اور غالباً اسی باعث امام مالک نے ان کی روایات سے گریز کیا۔

انہی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ایک بار حفص بن غیاث عبادان تشریف لیگئے۔ یہ ایک چھاؤنی تھی۔ اہل بصرہ ان کے پاس احادیث سننے کے لئے جمع ہوئے تو انہوں نے عرض کیا اے امام ہم سے تین شخصوں کی حدیث قطعاً بیان نہ کرنا۔ عمرو بن عبید۔ اشعث بن عبد الملک اور جعفر بن محمد۔

حفص نے جواب دیا۔ اشعث تمہارے شہر کا باشندہ ہے لہٰذا تم جانو اور وہ جانے جہاں تک عمرو بن عبید کا تعلق ہے وہ بھی بصرہ کا رہنے والا ہے۔ اس کے حال سے تمہیں زیادہ واقفیت ہوگی۔ لیکن رہا جعفر بن محمد کا مسئلہ تو اگر تم یہ بات اہل کوفہ کے سامنے کہتے تو وہ جوتوں سے تمہارا چہرہ لگاڑ دیتے۔ (میزان ج ۱ ص۱۸۹)

یعنی جناب جعفر صرف اہل کوفہ کے یہاں مقبول ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے جو یہ کہا ہے کہ مجالد بن سعید

جعفر سے بہتر ہے۔ تو اس مجالد کا تھوڑا سا حال سن لیجئے۔

مجالد بن سعید ۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں یہ تو مرسل روایات کو مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ اشج کا بیان ہے کہ شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف کہتے ہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔ فلاس کہتے ہیں تو اس قسم کا انسان تھا اگر تو اس سے مطالبہ کرتا کہ تمام احادیث کو ایک ہی سند سے بیان کر دو۔ تو وہ سب احادیث عبداللہ بن مسعودؓ کی جانب منسوب کر کے پیش کر دیتا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۳۸۔

یحییٰ بن سعید القطان کا یہ فرمانا کہ مجالد جعفر بن محمد سے بہتر ہے اس سے ہمارے ذہن میں کچھ عجیب سا خاکہ تیار ہوتا ہے۔ آپ حضرات خود غور کر کے فیصلہ فرمالیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جعفر بن محمد کو صادق مشہور کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو بات بھی ان کی جانب منسوب کر دی جائے وہ سچی ہو۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں رقم طراز ہیں۔

"اہل مدینہ، اہل مکہ، اہل شام اور اہل بصرہ میں تابعین میں ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو لفظ ... (یعنی یہ لفظ تو صرف اہل کوفہ اور اہل ایران کی ایجاد ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر زمانے میں ان علماء کی کثرت رہی ہے جن کا تعلق خاندان بنی ہاشم سے ... تھا۔ خاندان بنی ہاشم میں تمام ہاشمی گزرے ہیں ... وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے افعال و اقوال کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ ... دونوں ... ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے موسیٰ بن جعفر یعنی کاظم، علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن علی الجواد کا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انس، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، وکیع بن الجراح، عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ منہاج السنۃ ج ۲ صفحہ ۳۶۶۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ تمام اولاد علیؓ بھی حدیث کا اتنا علم نہیں رکھتی تھی جتنا ان میں سے ہر ہر فرد رکھتا تھا۔

امام ابن تیمیہ آگے تحریر فرماتے ہیں۔ رافضیوں میں سب سے اہم عمل جھوٹ بولنا ہے۔ اور علی الخصوص

انھوں نے جعفر کے نام سے اتنا جھوٹ بولا کہ روئے زمین پر کسی کے نام سے اتنا جھوٹ نہیں بولا گیا۔ حتیٰ کہ متعدد کتابیں لکھ کر ان کی جانب منسوب کر دی گئیں مثلاً کتاب الجفر، کتاب البطاقہ، کتاب الہفت، اختلاج الاعضاء، جدول الہلال احکام الرعود والبروق، منافع سور القرآن اور قراۃ القرآن فی المنام۔

صوفی عبدالرحمان سلمی نے اپنی حقائق التفسیر میں جعفر کے جتنے اقوال نقل کئے ہیں وہ سب اسی جھوٹ کا کرشمہ ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "اخوان الصفا" انہی کا کلام ہے۔ حالانکہ یہ کتاب سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور جعفر کی موت کے دو سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ جعفر کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ اور اخوان الصفا اس وقت تحریر ہوئی جب بنو عبید مصر پر قابض ہوئے اور قاہرہ شہر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت اسمٰعیلی مذہب کی تائید میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اور اس کے شواہد خود کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۲۶۔

موسیٰ کاظم

یعنی موسیٰ بن جعفر۔ عقیلی کا بیان ہے کہ ان کی روایت محفوظ نہیں۔ متعدد کذابین نے ان کے نام سے کتابیں لکھیں اور ان کی جانب منسوب کی ہیں۔ جیسے ابو الصلت الہروی نے ایک کتاب "وصایا علی" کے نام سے لکھ کر ان کی جانب منسوب کی۔ ان کی چند روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

(میزان ج ۳ ص۲۰۱)

یہی وہ موسیٰ کاظم ہیں جنھوں نے خلیفہ مامون الرشید کو شیعہ بنایا اور مامون نے اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے نکاح میں دی اور جب یہ مر گئے تو شیعوں نے مامون پر یہ الزام لگایا کہ انہیں مامون نے زہر دیا تھا۔ بعد میں مامون معتزلی بن گیا اور خلق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا۔ گویا اس طرح کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے سے انکار کیا گیا۔ یہ سب موسیٰ کاظم کی تربیت کے نتائج تھے جو امام احمد کو خلق قرآن پر کوڑے کھانے پڑے۔

علی بن جعفر

موسیٰ کاظم سے یہ روایت ان کے بھائی علی بن جعفر نے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں نہ انہیں کسی نے ثقہ کہا اور نہ ان پر تزکیہ کی۔ لیکن ان کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۱۷۔

سنہ ۲۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ ہے اس روایت کا حال۔ محدثین کرام نے جو فضائل کے معاملہ میں چشم پوشی اور درگزر سے کام لیا تھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم ملاّ بھی ہضم کر رہے ہیں اور پتھر بھی ہضم کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے اہل سنت نے ہر شے کو دین بنا کر بیٹھ کر دیا ہے۔ اور بر سر منبر تشیع کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔

اے اللہ تو ان لوگوں سے محبت کر جو حسن رضؓ و حسین رضؓ سے محبت کرتے ہوں

حضرت اسامہؓ بن زید رضؓ کا بیان ہے کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپؐ جب گھر سے باہر نکلے تو آپؐ کسی شے کو چھپائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کیا چھپائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے چادر ہٹا کر دکھایا تو وہ حسنؓ و حسینؓ تھے جنہیں آپؐ اپنی رانوں کو ملائے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما جو ان سے محبت رکھتے ہوں ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۸۔

روایت پر بحث سے قبل یہ امر ضرور ذہن میں رکھیں کہ سبائیوں کے نزدیک صرف وہ افراد محبان اہل بیت ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو ناصب اور منافق مانتے ہوں۔ اور جو ان کو مسلمان سمجھتا یا خلیفہ برحق جانتا ہو وہ دشمنان اہل بیت میں شامل ہے۔ گویا وہ خلیفہ بلافصل اور علیؓ کا پہلا نمبر کا دعویدار ہو۔ لہذا اے اللہ تو بھی محبان حسنؓ و حسینؓ سے محبت فرما۔ کیونکہ پکے مومن تو یہی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ غریب کا لفظ تو عام اجنبی اور نئی چیز کو غریب کہتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف۔ امام ترمذیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ نہ صحیح ہے اور نہ ضعیف ہے بلکہ بین بین ہے ہم امام ترمذیؒ پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ ورنہ ہم پر یہ الزام وارد ہو جائے گا کہ ہم اکابر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور جو اکابر کی شان میں گستاخی کرے وہ قابل گردن زدنی ہے۔ لیکن جہاں تک ہماری نظر کا تعلق ہے تو ہمیں اس روایت کی سند میں چار اشخاص مشکوک نظر آ رہے ہیں۔ لہذا ان کے نام کا پرچہ کاٹنا ضروری ہے۔ آپ بھی اس روزنامچہ کو دیکھ لیں۔

مسلم بن ابی سہل: ذہبی کہتے ہیں یہ حسن بن ابی اسامہ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ لیکن

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۱۔

عبداللہ بن ابی بکر بن زید المدنی۔ مسلم بن سہل نے یہ روایت اس عبداللہ بن ابی بکر سے نقل کی ہے۔ یہ بھی معروف نہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۸۔

ان دونوں سے ترمذی کے علاوہ اور کسی محدث نے روایت نہیں لی۔ گویا یہ پرچہ دو ذہنی ناموں سے کٹایا گیا ہے۔

خالد بن مخلد الکوفی یہ خاما مشہور و معروف النسان ہے۔ اس کا شمار بخاری و مسلم کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الہیثم ہے۔ ابن عدی نے اس کی دس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث قدسی کہ میں ولی کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور پاؤں بن جاتا ہوں وغیرہ، بیان کرکے لکھا ہے۔

لولا ھیبت الصحیح لا ا۔ منکر دکا۔ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو تمام محدثین اس حدیث کا انکار کر دیتے

ابو داؤد کہتے ہیں بولتا تو سچ ہے لیکن شیعہ ہے امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ جوزجانی کا فیصلہ ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا اور اپنے بدترین مذہب کا برملا اعلان کرتا پھرتا۔ میزان ج ۱ ص ۶۴۔ اب کوئی ہمیں بتلائے کہ ہم تبلائیں کیا؟

موسیٰ بن یعقوب اس کے سلسلہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ یحییٰ بن معین اسے ثقہ اور ابو داؤد نیک النسان کہتے ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کے استاد اور اس دور کے فن رجال کے امام علی بن المدینی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ص ۲۱۷ ج ۴۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ الضعفاء الصغیر للنسائی ص ۹۶۔

اس صورت میں کہ اس کا ایک راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ اسے حسن کہنا کیا یہ حدیث کے ساتھ کھلا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم تو رجال وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب ترمذی کسی روایت کو حسن کہتے ہیں ما حاصل وہ خطرہ کا الارم ہوتی ہے کہ ہشیار باش آگے لائن خراب ہے۔ رہا کوئی فیصلہ تو وہ قارئین کرام آپ خود فرمالیں۔ ہمیں اس سے مجبور ہی سمجھیں تو بہتر ہے۔

حضرت امِ سلمہؓ کو حضرت حسینؓ کے قتل کی اطلاع

سلمیٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت امِ سلمہؓ کی خدمت میں گئی اور وہ اس وقت رو رہی تھیں۔ میں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی انہوں نے فرمایا میں نے ابھی ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپؐ کے سرِ مبارک اور داڑھی پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے سوال کیا یا رسول یہ کیا ہوا۔ فرمایا میں ابھی حسینؓ کے قتل میں حاضر ہوا تھا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۴۔

یہاں پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا امِ سلمہؓ اس وقت حیات تھیں یا نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امِ سلمہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ھ یا ۴ھ میں نکاح فرمایا۔

عاشت بعد ذلك ستين سنة	
ماتت اثنتين وستين وقيل احدى	اور اس کے بعد وہ ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ ۶۲ھ
وستين وقيل قبل ذلك والاول	میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ھ میں انتقال
اصح (تقريب التهذيب ص ۴۷۳)	ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ سے قبل انتقال ہوا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے

یعنی امِ سلمہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں تین قول ہیں ۶۲ھ، ۶۱ھ اور تیسرا قول اس سے قبل لیکن حافظ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ نکاح کے بعد ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ اور آپؐ سے ان کا نکاح ۳ھ یا ۴ھ میں ہوا۔ اگر نکاح ۳ھ میں ہے تو ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہونا چاہیے اور اگر ان کا نکاح ۴ھ میں ہے تو ان کی وفات ۶۴ھ میں ہونی چاہیے اس حساب سے ۶۱ھ اور ۶۲ھ ہرگز نہیں بنتا۔

حافظ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ مورخ واقدی کا قول تو یہ ہے کہ ان کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی لیکن ابن ابی خثیمہ کا قول یہ ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال فرمایا

اس کے بعد حافظ ابن کثیر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاحاديث المتقدمة في مقتل	اور وہ احادیث جو قتل حسینؓ کے سلسلہ میں گزری

الحسین تدل علی انہا عاشت	ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ قتل
الی مابعد مقتلہ البدایہ والنہایہ	حسینؓ کے بعد زندہ رہیں۔
ج ۸ ص ۲۱۵۔	

گویا اُم سلمہؓ کا انتقال ۶۱ یا ۶۲ھ میں اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ وہ خوابیں جو اُم سلمہؓ کی جانب قتل حسینؓ کے سلسلہ میں منسوب ہیں وہ غلط قرار پاتے ہیں اور ان خوابوں کو اگر تسلیم نہ کیا گیا تو قتل حسینؓ کی فضیلت کیسے ثابت ہوگی۔ گویا یہ حضرات یہ دکھا بیٹھے کہ یہ خواب بالکل صحیح ہیں۔ اور ان خوابوں میں اس کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں پایا جاتا کہ ام سلمہ حیات نہ تھیں لہذا کیوں نہ ان کی عمر میں دو تین سال کا اضافہ کر دیا جائے۔

ان روایات کا تجزیہ تو ہم بعد میں کریں گے لیکن ام المومنینؓ کے حیات رہنے سے ایک فائدہ یہ ضرور ہوگا کہ کم از کم یزید کی حمایت میں ایک ووٹ کا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ام المومنینؓ کی جانب سے یزید کی مخالفت سامنے نہیں آتی۔ لہذا یزید کی حمایت میں اُم المومنینؓ کے ایک ووٹ کا اضافہ ہوا۔ غالباً اسی قسم کے مرقع کے لئے یہ کہاوت وضع کی گئی ہے کہ نماز معاف کرانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے۔

ولی الدین الخطیب مصنف مشکوٰۃ۔ اپنے رسالہ "الاکمال فی اسماء الرجال" میں تحریر فرماتے ہیں۔

ماتت سنۃ تسع وخمسین	ام سلمہ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور بقیع
ودفنت بالبقیع۔ الاکمال فی اسماء الرجال ص۵۹۹	میں دفن ہوئیں۔

یعنی مصنف مشکوٰۃ نے زبردستی کی اس دھاندلی کو قبول نہیں فرمایا اور انہوں نے واضح طور پر یہ فیصلہ دیا کہ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہے۔ اب آئیے اس بحث کی جانب کہ اس روایت میں اور کیا نقص ہیں

سلمی بکریہ حضرت ام سلمہؓ سے یہ داستان سلمی بکریہ نامی کسی عورت نے نقل کی ہے۔ سلمی نام کی دو عورتیں ہیں ایک حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ حضرت سلمیؓ صحابیہ جو حضرت فاطمہؓ کے غسل میں شریک تھیں لیکن انہوں نے ام سلمہؓ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

دوسری سلمی بکریہ ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اسے کوئی نہیں پہچانتا کہ کون ہے۔ (تقریب ص۴۶۹)

حضرت ام سلمہؓ کو قتل حسینؓ کی خبر ایک جنّاتنی نے پہنچائی تھی۔

ابن سعد نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا ہم نے ایک چیخ والی عورت کی آواز سنی۔ پھر وہ سامنے آئی اور حضرت ام سلمہؓ کے قریب پہنچ گئی اور بولی حسینؓ قتل کر دیئے گئے۔ ام سلمہؓ نے فرمایا اچھا کیا واقعی قتل کر دیئے گئے۔ خدا ان کی قبروں اور ان کے گھروں میں آگ بھر دے۔ پھر ام سلمہؓ غش کھا کر گر پڑیں۔ اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱)

بڑی حیرت ہے کہ ام سلمہؓ کو غش آ جاتا ہے اور راوی صاحب انہیں اس حال میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ کم از کم ان کو ام سلمہؓ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لینا چاہیے تھا۔ وہ کیا صرف اس کہانی کا پلاٹ تیار کرنے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور بات ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ یا وہ بھی کوئی جن ہی تھے۔

قارئین اب اس روایت کے راوی کا حال محدثین کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔

شہر بن حوشب

اس داستان کو حضرت ام سلمہؓ سے نقل کرنے والے شہر بن حوشب ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

شہر بن حوشب الاشعری الشامی حضرت اسماء بنت یزید بن السکن کا غلام تھا سچا ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اور اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۱۴۱)

حافظ ابن حجرؒ کے بقول اس میں دو عیب ہیں۔

۱۔ وہم کا مریض ہے۔

۲۔ اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے یعنی درمیان سے راوی غائب کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں

بھی یہی حرکت کی گئی ہو۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ابن عون سے شہر کی حدیث کے معاملہ میں دریافت کیا گیا۔ اور وہ اس وقت دروازے کی چوکھٹ تھامے کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا۔ شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا اس کے بعد امام مسلم فرماتے ہیں یعنی لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کر دئے۔

پھر امام مسلم نے شعبہ کا قول نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر سے ملا ہوں میں تو اسے کچھ نہیں سمجھتا۔ مسلم ج ۱ ص۱۲

یہ تو امام مسلم کا بیان تھا۔ لیکن امام نووی نے مسلم کی شرح میں اس شہر کی جو مدح و ثنا کی ہے وہ کافی طویل ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ اسے بڑے بڑے ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ جیسے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، ابن ابی خیثمہ، بخاری، ترمذی، احمد بن عبداللہ العجلی، ابو زرعہ، صالح بن محمد اور یعقوب بن شیبہ۔ اس بے چارے کا قصور اتنا ہی مشہور ہے کہ اس نے بیت المال سے ایک تھیلی چرالی اور ایک بار اپنے رفیق سفر کا تھیلا چرا لیا۔ اور یہ بات شہرت کی حد تک جا پہنچی۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جنھیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ شرح مسلم ج ۱ ص۱۱

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن المدینی کا قول ہے کہ شہر کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ اس نے ام سلمہؓ، عبداللہ بن عمروؓ اور عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایات سنی ہیں کہا جاتا ہے کہ ۱۰۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۲۵۸

نسائی لکھتے ہیں کہ شہر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵۶۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ، ابو ہریرہؓ، ابو ریحانہ، عبدالرحمٰن بن غنم، اسماء بنت یزید اور ام سلمہؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔

اس سے نقل کرنے والے شمر بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین، ابان بن صالح، داؤد بن ابی ہند، عبید اللہ بن ابی زیاد، عبدالحمید بن بہرام، قتادہ، معاویہ بن قرہ اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم ہیں یہ سب باتیں مجھے میرے والد نے بتائیں۔

عمرو بن علی کا بیان ہے کہ مجھ سے معاذ بن معاذ العنبری نے فرمایا تو شہر کی حدیث کا کیا کرے گا۔ شعبہ نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ عمرو بن علی مزید کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی شہر سے حدیث روایت کرتے لیکن

یحیٰ بن سعید اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔

احمد بن حنبل کا قول ہے کہ شہر بن حوشب کی احادیث اچھی ہیں۔ یہ شام کا رہنے والا ہے حمص کا باشندہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا شمار اہل شام میں ہوتا ہے۔ یہ ابو ثابت نوفل سے اپنی احادیث روایت کرتا ہے۔ یحیٰ بن سعید کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے والد ابو حاتم نے فرمایا۔ شہر مجھے ابو ہارون العبدی اور بشر بن حرب سے زیادہ پسند ہے۔ ابو الزبیر سے کم نہیں لیکن اس کی بیان کردہ حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے اس کے بارے میں ابو زرعہ سے دریافت کیا۔ فرمایا اس میں کوئی برائی نہیں لیکن یہ عمرو بن عبسہ صحابی سے نہیں ملا۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۸۳

حافظ ذہبی مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابوبکر الکرمانی کا بیان ہے کہ شہر بیت المال کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس نے بیت المال سے کچھ درہم چرا لئے۔ اس پر ایک شاعر نے شعر کہا۔

لقد باع شهر دينه بخريطة   فمن يامن القراء بعدك يا شهر

شہر نے ایک تھیلی کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالا ہے تو اے شہر تیرے بعد اب دیگر قاری کیسے محفوظ رہیں گے۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ دولابی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث دیگر لوگوں کی طرح نہیں بلکہ وہ اس طرح تفصیل بیان کرتا ہے۔ گویا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر چل رہا تھا۔

عباد بن منصور کا قول ہے کہ میں نے شہر کے ساتھ حج کیا اس نے میرا تھیلا چرا لیا۔

ابن عدی کہتے ہیں شہر ان لوگوں میں سے نہیں جس کی روایت کو حجت سمجھا جائے یا بلحاظ دین اسے اختیار کیا جائے۔ ۱۰۰ھ یا ۱۱۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۵۔

اس تمام تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ شہر اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

۲۔ اس کی روایت عمدہ ہوتی ہے۔

۳۔ بہت نیک اور عبادت گزار شخص ہے۔

۴۔ اسکی روایت حجت نہیں۔ اور نہ اس کی روایت کو دین تصور کیا جا سکتا ہے۔ ابن عدی، ابو حاتم۔

۵۔ اس کی روایت ضعیف ہے۔ نسائی، مسلم۔

۶۔ متروک ہے۔ شعبہ، یحییٰ بن سعید، ابن عون۔

۷۔ یہ جھوٹ کا عادی تھا۔

۸۔ یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ دولابی

۹۔ یہ مرسل روایات بیان کرتا ہے اور اسے وہم ہوتا ہے۔ ابن حجر۔

۱۰۔ یہ اتنی تفصیلات پیش کرتا ہے جو بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں۔ دولابی

یعنی اگر اسے ثقہ بھی مان لیا جائے تب بھی اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ اس کی بیان کردہ روایت کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس کی حدیث کو دین نہیں بنایا جا سکتا۔ یعنی اس کی روایت اگر ضعیف نہیں تو منکر ضرور ہے۔ اور اسے ہرگز اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

عامر بن عبد الواحد — شہر سے یہ داستان نقل کرنے والا عامر بن عبد الواحد ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس سے بخاری کے علاوہ سب نے روایات لی ہیں۔ ابو حاتم اور مسلم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔ امام بخاری کا فرمان ہے یہ قوی نہیں حدیث میں ضعیف ہے۔ ۳۲۶ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۲ الجرح والتعدیل ج ۳

گویا اس داستان کے روایوں پر سخت کلام ہے۔ اور یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اور جب ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہو چکا تو ان کی جانب ان روایات کی نسبت صریح جھوٹ ہے اور ایسی روایات کے بل بوتے پر جو قابل حجت نہ ہوں۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی وفات ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں قرار دینا بدترین حماقت ہے۔

ابنؓ عباسؓ کا ایک خواب

اس موضوع پر ایک خواب حافظ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علی بن زید بن جدعان سے نقل کیا ہے۔ ابن عباسؓ اچانک نیند سے بیدار ہو گئے اور انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر فرمایا حسین واللہ قتل کر دیے گئے۔ ابن عباسؓ کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میں نے عین دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پراگندہ بال اور غبار آلود تشریف لائے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون بھرا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسولؐ اللہ یہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انھوں نے حسین کو قتل کر دیا۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ ان خونوں کو میں اللہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں (تاکہ اللہ کو بھی خبر ہو جائے)

راوی کا بیان ہے کہ ابنؓ عباسؓ نے وہ دن اور وہ وقت لکھ کر رکھ لیا۔ چوبیس دن بعد مدینہ میں خبر پہنچی کہ حسینؓ اسی روز اور اسی وقت قتل کئے گئے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰

اس خواب کے سلسلے میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ یہ خواب بقول راوی مدینہ میں دیکھا گیا اور وہیں چوبیس روز کے بعد اس کی تعبیر سامنے آئی اور بقول راوی یہ خواب ابنؓ عباسؓ نے دیکھا تھا تو ہماری عرض یہ ہے کہ ابن عباسؓ مدینہ میں ۳۵ھ تک سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے امیر متعین ہوئے اور ۴۰ھ تک بصرہ میں مقیم رہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی اور حضرت حسینؓ کے خروج کے وقت تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ پھر یزید کی وفات کے بعد ۶۶ھ میں وہ طائف جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں ان کا ۶۸ھ میں انتقال ہوا اور محمدؒ بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا صرف یہ خواب دکھلانے کے لئے انھیں مدینہ بلایا گیا تھا۔ جھوٹ بولنے سے قبل کچھ اپنا آگا پیچھا تو دیکھ لیا ہوتا۔

یہ داستان کس نے گھڑ کر تیار کی تو ابنؒ ابی الدنیا نے اس کی جو سند پیش کی ہے اس کے لحاظ

سے ابن ابی لدنیا اور ابن عباسؓ کے درمیان تین راوی عبداللہ بن محمد ہانی۔ مہدی بن سلیمان اور علی بن زید بن جدعان ہیں۔

جہاں تک پہلے دو راویوں کا تعلق ہے یعنی عبداللہ بن محمد بن ہانی اور مہدی بن سلیمان، تو ان کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان دو حضرات کا تذکرہ نہ ذہبی نے کیا ہے نہ ابن حجر نے نہ بخاری نے کیا ہے نہ ابن ابی حاتم نے نہ نسائی نے ان کا ذکر کیا ہے اور نہ دارقطنی نے۔ تو کیا یہ کوئی موسمی پرندے تھے جو ان حضرات محدثین میں سے کسی کو بھی ان کا علم نہ ہو سکا یا وہ دنیا میں صرف اس لیے ظہور پذیر ہوئے تھے کہ وہ یہ داستان غم بیان کریں اور غائب ہو جائیں یا یہ کوئی فرضی نام ہیں اور پس پردہ کوئی اور ہے اور غلب گمان یہی ہے کہ یہ نامعلوم افراد اس روایت کے ہیرو ہیں۔

اب صرف ایک ایسی ہستی باقی رہ جاتی ہے جس کا کچھ اتا پتا ہمیں معلوم ہے اور اس ہستی کا نام ہے علی بن زید بن جدعان تو اس کا حال پیش خدمت ہے۔

علی بن زید بن جدعان ۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر بن جدعان اس کی کنیت ابوالحسن ہے قریش خاندان کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ علمائے تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ صحابہ میں سے حضرت انسؓ۔ ابوعثمان النہدی اور سعید بن المسیب سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کے معاملہ میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے۔

جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہاء اچانک نابینا ہو گئے۔ علی بن زید۔ قتادہ اور اشعث الحدانی

منصور بن زاذان کہتے ہیں کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ حسن کی جگہ سنبھالئے۔ موسیٰ بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں نے حماد بن سلمہ سے کہا کہ وہیب کا خیال ہے کہ علی بن زید کا حافظہ درست نہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہیب میں خود اتنی قدرت نہیں کہ وہ علی بن زید کی موجودگی میں لوگوں کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کر سکے۔ علی بن زید تو سب کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر بولتا ہے۔

ترمذی کا قول ہے کہ علی بن زید سچا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں مجھ سے فلاں حدیث علی بن زید نے اپنے دماغ کے سٹھیانے سے پہلے بیان کی اور ابن عیینہ تو اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

حماد بن زید کا قول ہے کہ ہمیں علی بن زید نے خبر دی اور وہ احادیث [illegible] بیان کیا کرتا تھا۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے دور بھاگتے۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ علی بن زید رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں علی بن زید ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید نے یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں اور عباس نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں

احمد عجلی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ یہ تو شیعہ تھا۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں نسائی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ اور ابن خزیمہ کا فرمان ہے کہ میں اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

ابن عدی اور ذہبی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال ۱۲۹/۳

آخری بات یہ ہے کہ یہ روایت خود اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہے اور ایک مزے کی بات ہم اپنے قارئین کو بتا دیں کہ یہ بیچارہ ابن عباسؓ کو کہاں سے دیکھتا اور ان سے کیسے روایت کرتا ان سے تو اس کے استاد حسن بصری نے بھی ملاقات نہیں کی۔ یہ روایت خود اس کی اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔

حسن و حسین جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے جہاں حسن و حسین پیشاب کرتے۔ ام المومنین سے اس مسئلہ میں جب سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ اللہ کی غرض سے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کے مقام کو پاک کر

دیتا ہے۔ حتی کہ نیچے تک وہ ساتوں زمینوں کا حصہ پاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں زمین کو پاک کرنے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ تو عام ہے۔ اس کے لئے یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ وہاں پہلے پیشاب کرایا جائے اور بعد میں نماز پڑھی جائے۔ شیعہ برادری کو چاہئے کہ وہ کسی سید کے بچہ کو پکڑ کر وہاں اول پیشاب کرائیں اور پھر نماز پڑھیں لیکن یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ وہ سید زادہ سنی ہو ورنہ زمین ہرگز پاک نہ ہو گی۔

قارئین کرام آپ حضرات ذرا اس ذہنیت پر غور فرمائیں کہ سبائی اس مقام پر پیشاب کرانا چاہتے ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ اب خواہ وہ مسجد نبوی ہو یا بیت عائشہ ہو۔ جسے آجکل سنیوں کی زبان میں گنبد خضرا کہا جاتا ہے۔ ملت سبائیہ ان ہر دو مقامات پر پیشاب کرنا چاہتی ہے اور سنی حضرات بے غیرتی کا جامہ پہن کر پھر بھی سبائیوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے رہتے ہیں۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔ اس روایت کو بزیغ کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

بزیغ بن حسان۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت میں کوئی دوسرا اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس بزیغ کو بہت برا بھلا کہتے اور اس کی روایات سے بچنے کو واجب قرار دیتے۔ موضوعات ج ۱ ص ۱۳

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ بزیغ بن حسان اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الخلیل ہے۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات اسی قسم کی منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۶

اس روایت میں بلحاظ سند اور بھی نقائص موجود ہیں لیکن ان نقائص میں سب سے بڑا نقص بزیغ کا وجود ہے اور اہل عراق نے متعدد کہانیاں وضع کر کے ہشام کی جانب منسوب کر کے پھیلائی ہیں۔ گویا یہ روایت عراقی ٹکسال میں تیار ہوئی اور سبائیوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں

میں جگہ دی۔

حضرت حسینؓ ۶۰ھ میں قتل ہونگے

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ بن علی میری ہجرت سے ساٹھویں سال کی ابتداء میں قتل ہونگے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۲

اسمٰعیل بن ابان۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی خیاط ہے۔ یحییٰ بن معین کا فرمان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں یہ فطر وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا قول ہے اسے احمد اور دیگر محدثین نے ترک کر دیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کر کے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا یہ روایت موضوع ہے) مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اس اسمٰعیل نے یہ روایت حبان بن علی کے واسطہ سے سعد بن طریف سے نقل کی ہے اور وہ ابو جعفر الباقر سے نقل کرتا ہے اور باقر حضرت ام سلمہؓ سے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۱

سعد بن طریف۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ سعد بن طریف بھی واہی انسان ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضع سعد بن طریف ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۱ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس سعد بن طریف کی روایات بیان کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ احمد اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ تو فی البدیہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے اور غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۲

حبان بن علی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا تیسرا راوی حبان بن علی بھی ایک واہی انسان ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یہ دو بھائی ہیں۔ حبان اور مندل۔ میں ان دونوں کی روایات نہیں لیتا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ہر دو ضعیف ہیں۔ ابو زرعہ کہتے ہیں حبان کمزور ہے اور نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

میزان ج ۱ ص ۴۴۹

سعد بن طریف نامی رافضی نے یہ روایت اپنے امام باقرؒ سے نقل کی ہے اور باقرؒ نے حضرت ام سلمہؓ سے حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا۔ اگرچہ بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۱ھ میں ہوا اور ثبوت کے دلیل کے طور پر حضرت حسینؓ کے قتل کے سلسلے میں ان سے جو فرضی خواب مروی ہے وہ پیش کئے اور جناب باقر بقول ملا باقر مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا انھوں نے حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت اس وقت سُنی جب وہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پی رہے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع بھی ہے اور یہ جناب باقر اور حضرت ام سلمہؓ پر سعد بن طریف کا جھوٹ بھی ہے۔

اور یہ بھی ایک جھوٹ ہے کہ حضرت حسین ۶۰ھ میں قتل ہوئے۔ اسلئے کہ ماہ رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہے اور ان کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔ اور حضرت حسینؓ ۶۱ھ میں قتل ہوئے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اور کوئی سنّی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہیں اس روایت کے پردے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرا تو نہیں کیا گیا۔

خطبہ چھوڑ کر حسن وحسین کو گود میں اٹھانا

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن وحسین آگئے۔ وہ دونوں سرخ رنگ کے قمیص پہنے تھے اور گرتے پڑتے آرہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اترے اور انھیں گود میں اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوٰلُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

میری نظر ان دونوں بچوں پر پڑی جو گرتے پڑتے آرہے تھے تو میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اپنی بات قطع کر کے انھیں اٹھا لیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسین بن واقد کی سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت امام احمدؒ، ابو داؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہ نے حسین بن واقد سے نقل کی ہے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵

امام ترمذی نے حسین بن واقد کے باعث اس روایت کو حسن قرار دیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اسے حسین کے علاوہ کوئی اور نقل نہیں کرتا۔ اس حسین نے یہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے نقل کی ہے اور اس حسین سے یہ داستان نقل کرنے والا اسی کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ اس بنا پر اس روایت کی اصل حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ان تینوں کا تجزیہ نہ کیا جائے تو سب سے اول حسین بن واقد کا چہرہ مہرہ دیکھیں۔ بعد میں کسی اور کے خد و خال دیکھے جائیں گے۔

حسین بن واقد ۔ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ثقہ ہے۔ تاہم اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص۷۵

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

یہ حسین مروزی ہے۔ عبداللہ بن بریدہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے ابن مبارک، علی بن حسن بن شقیق اور اس کے دونوں بیٹے علی اور علاء روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے سوا سب نے اس سے روایات لی ہیں۔

یہ مرو کا قاضی تھا اور اپنا سامان خود اٹھا کر رکھتا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد نے اس کی بعض روایت کو منکر قرار دیا بلکہ روایات سن کر انکار میں اپنا سر ہلانے لگے۔ گویا انہوں نے اس کی روایات کو پسند نہیں کیا۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان ص

گویا اس حسین کی ذات پر بجز امام احمد کے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اب چلتے ہیں

عبداللہ بن بریدہ کی جانب۔

عبداللہ بن بریدہ ۔ حضرت بریدہ صحابی کا بیٹا ہے۔ تہذیب میں ہے ثقہ ہے۔ ۱۰۵ھ یا ۱۱۵ھ میں سو سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات لی جاتی ہیں۔ تقریب ص۱۶۹

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ ثقہ تابعین میں سے ہے۔ ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے اسے صحیح سمجھا ہے لیکن ...

کہتے ہیں کہ اس کا بھائی سلیمانؒ اس سے بہتر ہے کیونکہ محدثین کہتے ہیں کہ سلیمان کی حدیث زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

عقیلیؒ نے احمدؒ بن محمد بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے حضرت بریدہؓ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر حضرت بریدہؓ سے ان کا بیٹا سلیمانؒ حدیث روایت کرے تو اس کے بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں لیکن جب عبداللہ روایت کرے۔ یہ کہہ کر امام احمد خاموش ہو گئے۔

اور عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد نقل کرے وہ بے پناہ منکر ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ روایات جو ابو المنیب نقل کرے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۶

ابن ابی حاتم نے تحریر کیا ہے کہ مجھے عبداللہ بن احمد نے یہ لکھ کر بھیجا کہ میرے والد نے فرمایا۔ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد اس سے نقل کرے وہ از حد منکر ہوتی ہیں۔ الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۱۳

اب کھل کر حقیقت سامنے آ گئی کہ عبداللہؒ بن بریدہ کی وہ تمام روایات منکر ہوتی ہیں جو اس سے حسینؒ بن واقد نقل کرتا ہے اور یہ روایت بھی عبداللہؒ بن بریدہ کی ہے اور اسے بھی عبداللہ سے حسینؒ نقل کر رہا ہے لہذا یہ روایت منکر ہے۔

حسینؒ سے یہ روایت نقل کرنیوالا اس کا بیٹا علیؒ بن حسین ہے۔ ذرا اس کے بھی خدوخال ملاحظہ فرمائیں۔

علی بن حسین بن واقد۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں گو سچا ہے لیکن وہم کا مریض ہے۔ بخاریؒ و مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۲۴۵

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے۔ اپنے باپ حسینؒ اور ابو حمزۃؒ السکری سے روایات نقل کرتا ہے۔ عقیلیؒ کہتے ہیں

۔بنی تھا۔ بخاری لکھتے ہیں کہ ۲۱۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔

میزان ج ۲ صفحہ ۱۲۳

گویا اس روایت میں اصل نزاع عبداللہ بن بریدہ کی جانب سے ظاہر ہو رہی ہے جو حضرت بریدہ رضی صحابی کا بیٹا ہے اور ان سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک امام احمد کا فیصلہ قطعی طور پر درست ہے۔ اور یہ روایت عبداللہ بن بریدہ کی منکرات میں داخل ہے۔

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت فرمائے۔ جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۴۲

اس روایت کو یعلی بن مرہ سے سعید بن راشد نے نقل کیا ہے اور سعید سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے۔ اس سے اسمٰعیل بن عیاش نے۔ امام احمد نے۔ اس روایت کو وہیب کے ذریعہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے روایت کیا ہے۔

گویا اس روایت کا اصل دار و مدار دو راویوں پر ہے۔ سعید بن راشد اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ اس عبداللہ سے نقل کرنے والے دو افراد ہیں۔ اسمٰعیل بن ابی عیاش اور وہیب لہذا سب سے اول سعید بن راشد کا حال ملاحظہ ہو۔

سعید بن راشد ۔ نسائی لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے متروک ہے۔ عطا سے روایت کرتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۵۱

دارقطنی لکھتے ہیں یہ سعید بن راشد ابو محمد السماک المازنی ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطا اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی۔ صفحہ ۱۰۲

امام بخاری لکھتے ہیں۔ سعید بن راشد ابو محمد المازنی ہے۔ سماک کے لقب سے مشہور ہے۔

بعض نے ... ہے۔ اور زہری سے روایت کرتا ہے منکر الحدیث ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۹
امام ذہبی فرماتے ہیں اس سعید بن راشد نے یعلیٰ بن مرہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اسے ابن ابی راشد بھی کہا جاتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵

عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔ یہ سعید بن راشد سماک کہلاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتا ہے۔ عطاء، حسن، ابن سیرین اور زہری سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے مروان بن معاویہ الفزاری وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا۔ فرمایا ضعیف الحدیث ہے منکر الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۲۹

ان تمام تفصیلات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سعید بن راشد قطعاً ناقابل قبول ہے اور یہ تابعین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کسی صحابی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ لہٰذا سعید حضرت یعلیٰ سے جو یہ حدیث نقل کر رہا ہے اس نے درمیان سے راوی گرایا ہے اور یہ روایت منقطع ہے اور یہ روایت حسن نہیں بلکہ منکر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ مکہ کا باشندہ ہے۔ قاری ہے۔ اس کی کنیت ابو عثمان ہے۔ سچا ہے۔ ۱۳۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں اس کی روایت پائی جاتی ہے۔ تقریب ص ۱۸۱

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن عثمان ثقہ ہے حجت ہے لیکن ابن الدورقی کا بیان یہ ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث قوی نہیں۔ فلاس کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ ابو حاتم کا بیان ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی نے اس کی روایات نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶

ہمارے خیال میں اس روایت پر اتنی بحث بہت کافی ہے ورنہ ترمذی کی سند میں اسمٰعیل

بن ابی عیاش بھی ضعیف ہے اور مسند احمد کی سند میں وہب بن جریر ہے اور اس سے عفان حدیث روایت کر رہا ہے حالانکہ خود عفان نے وہب کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

معنوی لحاظ سے بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں۔

۱۔ یہ امر تو واضح ہے کہ حضرت حسینؑ حضور سے ہیں یعنی حضور کے خون سے ہیں لیکن یہ کہنا کہ میں حسینؑ سے ہوں تو آپ حضرت حسین کے خون سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ جملہ انتہائی لغو ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لغویات نہیں فرما سکتے۔

۲۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ تو حضرت حسنؑ کا کیا قصور ہے جو انھیں سبط قرار نہیں دیا گیا اور پھر اس روایت میں صرف حضرت حسینؑ کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت حسنؑ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں خالص سبائیت پائی جاتی ہے۔

اور اسباط سبط کی جمع ہے اور سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى ‌ اور اسباط اور وہ چیزیں جو موسیٰ و عیسیٰ دئے گئے۔

تو اس معنی کی رو سے حضرت موسیٰؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور دیگر انبیاء حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں سے نہ تھے بلکہ ان کی بیٹی کی اولاد ہیں۔ قربان جائے معنی کی اس تبدیلی پر۔

حسن و حسین کو سونگھنا

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ اس نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا حسن و حسین۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپ فاطمہؓ سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلا۔ جب وہ انھیں بلاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سونگھتے اور انھیں خود سے چمٹاتے۔ ترمذی کہتے ہیں حضرت انسؓ سے یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱

اس روایت کو حضرت انسؓ سے یوسف بن ابراہیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اسی باعث

ترمذی نے اسے غریب قرار دیا ہے ۔

اس یوسف بن ابراہیم کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ۔

یوسف بن ابراہیم تیمی اسکی کنیت ابوشیبۃ الجوہری ہے ۔ واسط کا باشندہ ہے ضعیف ہے تقریب التہذیب صـ ۳۸۴

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں ۔

یوسف بن ابراہیم التیمی ابوشیبہ یہ اپنے لقب اللآل سے مشہور ہے ۔ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے ۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حضرت انسؓ کے نام سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو حضرت انسؓ نے کبھی بیان نہیں کیں ۔ اس کی تو روایت بیان کرنا حلال نہیں ۔

ابوحاتم رازی کہتے ہیں ضعیف ہے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے ۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں اس اللآل کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں ۔ یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے ۔ گویا امام بخاری اور ابوحاتم رازی کے نزدیک یہ روایت ایک کہانی ہے ۔

ابواحمد الحاکم کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ۔ میزان الاعتدال ج صـ $\frac{۴۶۱}{۴}$

عبدالرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں ۔

یہ یوسف بن ابراہیم بصرہ کا باشندہ ہے ۔ حضرت انسؓ سے حدیث روایت کرتا ہے ۔ اس سے عقبہ بن خالد ، ابوقتیبہ ، عبدالحمید الحمانی ، اسمٰعیل بن عبدالاعلی الغنزی ، علاء بن الحسین اور یزید القدائی احادیث روایت کرتے ہیں ۔ یہ تمام تفصیل مجھے میرے والد نے بتائی ۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا ۔

ضعیف الحدیث منکر الحدیث عندہ عجائب ۔ الجرح والتعدیل ج صـ $\frac{۲۱۹}{۹}$

ضعیف الحدیث ہے ۔ منکر الحدیث ہے اس کے پاس عجیب عجیب کہانیاں ہیں ۔

ابن عباسؓ کا ایک اور خواب

سلسلہ قتل حسینؓ

حافظ ابن کثیر نے امام احمد کے حوالہ سے ابن عباسؓ کا ایک اور خواب نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کا جسم غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اسے جمع کر رہا تھا۔

عمار راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے حساب لگایا تو یہ خواب اسی روز دیکھا گیا تھا جس روز حضرت حسین قتل ہوئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

تفرد بہ احمد و اسنادہ قوی — اسے صرف احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۰

اس لحاظ سے تو بے شک یہ روایت قوی الاسناد ہے کہ اس کے کسی راوی پر محدثین میں سے کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے لیکن اس کے دو راویوں پر اور قسم کے اعتراضات ہیں۔

اوّل اعتراض اس کے پہلے راوی عمار بن ابی عمار پر ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب ص ۲۰۰

۲۔ عمار سے اسے نقل کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں۔ ان کی جلالت شان، زہد، تقویٰ، عبادت اور حدیث سے واقفیت تامہ پر کسی نے انگلیاں نہیں اٹھائیں لیکن انہیں وہم بھی ہوتا تھا اور ان سے اس قسم کی منکر روایات بھی مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے پروردگار کو ایک بے داڑھی موچھ کے لونڈے کی صورت میں دیکھا جو سبز حلہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پاؤں پر موتیوں کا پردہ پڑا ہوا تھا وغیر ذلک۔

کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا ایک لڑکا تھا جو ان کے زیر کفالت تھا۔ اسے ابن ابی العوجاء کہا جاتا تھا۔ وہ ان کے مسودات میں اپنی جانب سے روایات شامل کرتا رہتا۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔ ایسی صورت میں یہ روایت اس قابل ہے کہ اسے حماد بن سلمہ کی منکرات میں شامل کیا جائے اور علی الخصوص جب اس روایت پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ حضرت حسین کے ساتھ ان کے ساتھیوں کا خون بھی جمع کیا گیا تھا تو ان کے ساتھ متعدد کوفہ کے سپاہی بھی تھے تو کیا وہ بھی اس بلند مقام پر فائز تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خون بھی جمع کرتے پھریں۔ اب آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کہانی کا مقصود کیا ہے۔

اسی قسم کا ایک خواب پہلے بھی ابن عباس رض مدینہ میں دیکھ چکے ہیں۔ اب یہ دوسرا خواب ہے جو ابن عباس رض کسی نامعلوم مقام پر دیکھ رہے ہیں۔

ایک ساتھ پانچ سجدے

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سجدے فرمائے جن میں کوئی رکوع نہ تھا اور فرمایا میرے پاس جبرئیل ع آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ اے محمد ص یقیناً آپ کا پروردگار فاطمہ رض سے محبت کرتا ہے۔ لہٰذا اے نبی سجدہ کیجئے تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ حسن رض و حسین رض سے محبت رکھتا ہے۔ میں نے پھر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جو ان دونوں سے محبت رکھے اور جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۱

چونکہ شیعوں کا عقیدہ پنج تن کے اردگرد گھومتا ہے اس لیے سجدات کی تعداد بھی پانچ ہونی لازم تھی لیکن ہمیں افسوس یہ ہے کہ ابتدائے روایت میں راوی نے پانچ سجدوں کا دعویٰ تو کیا لیکن جب تفصیل بیان کی تو صرف دو سجدے رہ گئے اور حسن رض و حسین رض کو صرف ایک ہی سجدہ میں فارغ کر دیا گیا کیونکہ مذہب سبائیہ میں حضرت حسن رض کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے بجائے دو سجدوں کے ایک سجدہ کر دیا گیا اور حیرت اس پر ہے کہ راوی حضرت علی رض کو بھی بھول گیا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت کا اظہار صرف تین

شخصوں کے لئے فرمایا۔ فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کھڑا دیا گیا۔

ان عقل کے کوروں سے کوئی یہ سوال کرے کہ یہ جو کہ پانچ سجدے کئے جن میں کوئی رکوع نہ تھا، کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا سجدوں کے درمیان رکوع بھی ہوتا ہے یا ہر سجدہ کے لئے رکوع لازم ہے لہذا رکوع کی نفی ایک لایعنی امر ہے۔

حسینؓ کی محبت اور حسینؓ کا بغض یہ بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ جس شخص کو حضرت حسنؓ کے اس فعل سے محبت ہوگی کہ انھوں نے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائی اور اتنی بہترین نظیر پیش کی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ لازماً ایسا شخص حضرت حسینؓ کے اس اقدام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھے گا جو انھوں نے یزید کے خلاف اختیار کیا اور جو حضرت حسینؓ کے اس اقدام کو مستحسن سمجھے گا وہ حضرت حسنؓ کے اقدام کو ہرگز بھی اچھا نہیں سمجھ سکتا بلکہ وہ تو انہیں۔ مسود وجوہ المومنین یعنی مومنین کے چہروں پر سیاہی ملنے والا اور مذل وجوہ المومنین اور مومنین کے چہروں کو ذلیل کرنے والا کے خطاب سے نوازے گا۔

جہاں تک اس کی سند کا تعلق ہے تو اس کا راوی سامری ہے۔ اس کا خاکہ حافظ ذہبیؒ نے کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

سامری۔ اس کا نام عبداللہ بن حفص الوکیل ہے۔ سامری کے لقب سے مشہور تھا۔ اسے ضریر بھی کہتے ہیں یعنی چوندھا۔ گویا یہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ عقل کا اندھا بھی تھا اور سامری ہونے کے ناتے اس نے نئی قسم کی گوسالے تیار کئے تھے۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں۔ میں نے اس کی کچھ روایات لکھی تھیں۔ یہ حدیث کا چور تھا۔ دوسروں کی جھوٹی روایات نئی سندات سے پھیلاتا۔ اس نے مجھے کچھ روایات سنائیں جن کے موضوع ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں ابن عدیؒ کو اپنی کامل میں ایسے دجال بے بصیرت اور بصارت کے اندھے کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی قسم کے لوگوں کے سلسلے میں ہے۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ   جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا

فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًاo ہوگا اور راہ سے بھی گمراہ ہوگا۔

ایسے دجّالہ کی موجودگی میں کسی اور راوی پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح یہ روایت جھوٹی ہے تو یقیناً اوپر کے راویوں کے نام بھی جھوٹ ہوں گے کیونکہ جھوٹ ان لوگوں کا مذہب ہے اور اس کا ثبوت خود اس کی ایک اور روایت ہے۔ جو غالباً سنّیوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے وضع کی ہوگی وہ ہمارے قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں میدان حشر میں دس سال تک معاویہؓ کو تلاش کرتا رہوں گا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہ آئیں گے۔ اچانک اسّی سال بعد وہ ایک مشک کی اونٹنی پر سوار نظر آئیں گے جس کا کجاوہ رحمت کا ہوگا اور اس کے پائے زبرجد کے ہونگے۔ ملاقات کے بعد وہ بتائیں گے کہ میں عرش الٰہی کے نیچے ایک باغیچہ میں بیٹھا اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کر رہا تھا اور وہ مجھ سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا۔ اے معاویہؓ میں نے تجھے یہ درجہ اس لیے دیا ہے کہ دنیا میں تجھے لوگوں نے بہت بُرا کہا۔ میزان ج ۳/۱

ہمارا خیال ہے کہ امیر معاویہؓ سے زیادہ ان کے بیٹے یزید کو بُرا کہا جاتا ہے۔ لہٰذا موجودہ سامریوں کو چاہیے کہ ایک روایت فضیلت یزید میں بھی وضع کر دی جائے۔۔۔ کیونکہ تقیہ بازوں کی روش ہمیشہ یہی رہی ہے۔

یہاں ہم ساتھ ساتھ اپنے قارئین کو یہ بھی بتا دیں کہ یہ پانچ سجدوں والی روایت اس سامری نے سوید بن سعید سے نقل کی ہے اور سوید بھی محدثین کے یہاں کوئی پسندیدہ انسان نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میزان ج ۲/۲۴۸

جنّت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں
علی حبیب الله والحسن والحسین	علی اللہ کے حبیب ہیں۔ حسن و حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں۔ فاطمہ
صفوة الله وفاطمة امة الله على	اللہ کی باندی ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والوں
باغضهم لعنة الله ميزان ج ٢ صـ ١١١	پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ ہیچ تئی دازموں ہے۔ جو اس فارمولے کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ امام ذہبی یہ روایت بیان کرکے فرماتے ہیں بلکہ اس شخص پر لعنت ہو جس نے یہ روایت وضع کی ہے۔

علی بن احمد المؤدب ۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ روایت علی بن احمد المؤدب الحلوانی کے تذکرہ میں نقل کی ہے۔ اس احمد نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں وہ سب اسی قسم کی موضوع روایات ہیں۔ یہ ان میں سب سے بدترین روایت ہے۔ خطیب لکھتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ روایت اسی حلوانی کی وضع کردہ ہے۔ میزان ج صـ ١١١

خطیب بغدادی کا بیان بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کی سند میں اس نے اوپر کے جو راوی گنائے ہیں۔ یعنی علی بن المدینی، وکیع، اعمش اور مقری تو ان حضرات کی ذات تو کذب و افتراء سے پاک ہے۔ اس روایت کا ایک اور راوی جابر نامی ہے۔ جس سے اعمش روایت کرتا ہے۔ اس [illegible] کا نام جابر بن یزید ہے۔

جابر بن یزید الجعفی ۔ یہ جابر فقہ جعفریہ کا ایک ستون ہے۔ اصول کافی اور شیعہ مذہب کی دیگر کتابوں میں جناب باقر کی اکثر روایات اس سے مروی ہیں۔ یہ شخص اپنے کذب و افتراء میں تمام محدثین میں مشہور رہے۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل اور مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس کے کذب پر بحث کی ہے لیکن ہم اس کا تفصیلی حال میزان الاعتدال اور شیعوں کی کتاب المراجعات سے نقل کر رہے ہیں۔

زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر کو یہ کہتے سنا ہے کہ مجھے پچاس ہزار ایسی احادیث یاد ہیں جن میں سے ایک بھی میں نے ابھی تک بیان نہیں کی۔ ایک روز اس نے ایک

روایت بیان کی دیکھنے لگا یہ ان پچاس ہزار (مخفی) روایات میں سے ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز یہ جابر کہنے لگا۔ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو میں نے کبھی کسی سے بیان نہیں کیں۔ میں نے اس کے اس قول کا تذکرہ ایوب بن ابی تمیمہ سے کیا۔ انھوں نے فرمایا پھر تو وہ پکا جھوٹا ہے۔

عبدالرحمن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے والد شریک بن عبداللہ النخعی کے پاس دس ہزار ایسی روایت تھیں جو انھوں نے جابر سے سنی تھیں۔

امام شعبی جو اس جابر کے استاد تصور کئے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک روز جابر سے کہا تیری موت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تو حضور پر جھوٹ نہ بولنے لگے۔ اسمٰعیل بن ابی خالد کا بیان ہے کہ ابھی کچھ روز نہ گذرے تھے کہ لوگ اسے جھوٹا کہنے لگے۔

امام احمد کا قول ہے کہ یحیٰی بن سعید القطان نے اس جابر کی روایات ترک کر دی تھیں اور عبدالرحمن بن مہدی ابتداء میں تو اس کی روایات بیان کرتے لیکن پھر انھوں نے بھی اس کی روایات ترک کر دیں اور یحیٰی نے آخر میں بھی ترک کر دی تھیں۔

ابو یحیٰی الحمانی کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جتنے علماء اور لوگوں کو دیکھا ان میں عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فقیہ اور جابر جعفی سے زیادہ کوئی جھوٹا نہیں دیکھا۔ میں اپنی رائے سے کوئی بات کہتا جابر فوراً اس کے لیے ایک حدیث وضع کر دیتا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو اس نے لوگوں پر ظاہر نہیں کیں۔ کیونکہ ان کا تعلق علم باطن سے تھا۔ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

ثعلبہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر سے احادیث سننے کا ارادہ کیا تو مجھے لیث بن ابی سلیم نے نصیحت کی کہ اس کے پاس نہ جانا کہ وہ کذاب ہے۔

نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ یحیٰی کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ حدیث میں قوی نہیں۔ بخاری کا قول ہے کذاب ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کذاب ہے۔ رافضی ہے۔

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں جابر جعفی کی حدیث بیان کرنا درست نہیں سمجھتا کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ [illegible] کو رجعیہ کہا جاتا ہے۔

یحییٰ بن یعلی المحاربی کہتے ہیں کہ زائدہ نے اس جابر کی روایات [illegible] ترک کر دیں اور فرمایا یہ جھوٹا ہے۔ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔

ابوشیبہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں کسی وقت [illegible] ہے وہ کھڑی کا زمانہ نہ ہوتا تو یہ اپنے حوض کے اردگرد چکر [illegible] کہ یہ میرے بغیچہ کی ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ جابر کذاب ہے۔ ابو الاحوص کا بیان ہے [illegible] اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ [illegible] باتیں کرتا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بطور عذاب مکان کی چھت مجھ پر نہ گرا دے۔ جوزجانی فرماتے ہیں وہ کذاب ہے۔ میں نے امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا فرمایا عبدالرحمن بن مہدی نے اس کی روایات ترک کر کے اطمینان کا سانس لیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سبائی تھا۔ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ جراح بن ملیح [illegible] ہے کہ میرے پاس ستر ہزار حدیث ابوجعفر بن باقر کی ہیں جو انھوں نے حضور سے روایت کی ہیں۔

زائدہ کا بیان ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ جابر کہا کرتا تھا کہ میں باقر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے مجھے ایک پیالہ میں پانی پلایا جس سے مجھے چالیس ہزار احادیث و روایات یاد ہو گئیں شہاب بن عباد کا بیان ہے کہ انھوں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ جابر کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلایا اور حضور نے جو کچھ سیکھا تھا وہ انھیں سکھا دیا۔ پھر علیؓ نے حسنؓ کو بلا کر یہ سب علم سکھایا۔ حسن نے حسین کو تعلیم دی، پھر حسین نے علی بن حسین یعنی زین العابدین کو ان امور کی تعلیم دی۔ پھر زین العابدین نے باقر کو اور باقر نے جعفر کو تعلیم دی۔ سفیان کہتے ہیں

ہیں نے اسی وجہ سے اس کی روایت چھوڑ دی۔ کتاب العلل الترمذی، مقدمۂ مسلم۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۷۹ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۲۸۔ کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری صفحہ ۲۴

سبائیوں کی زبان میں یہ روایت ہے جو بارہ اماموں تک چلی اور بارھویں امامت قیامت تک چلے گی۔ صوفیا کی زبان میں اسے علم باطن اور علم سینہ بسینہ کہا جاتا ہے جو ہر گدی نشیں پیر کو ودیعت ہوتا رہا۔ سبائیوں کے نزدیک یہ قرآن محرف ہے اور حدیث وسنت ناقابل اعتبار ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک یہ علم ظاہر ہے کہ جس کی حیثیت ایک چھلکے سے زیادہ نہیں۔ اسی لئے متعدد صوفیا کتب احادیث کو دریا برد کرتے رہے تاکہ اس علم ظاہر سے چھٹکارا حاصل ہو۔ بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ پھر ہر باطن کا ایک باطن ہوتا ہے پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے اور پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے۔ یہ تصور رومی نے اپنی مثنوی میں پیش کیا ہے۔ اعاذنا اللہ من ھذا الشر العظیم۔

حضرت حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حسنؓ سینے سے اوپر کے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے لیکن حسینؓ بن علی نچلے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ روایت حسن غریب ہے۔

ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۴۲

اول تو اس روایت کے جواب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایت خبر واحد اور حسن ہے۔ جبکہ خود ترمذی نے صحیح اور مشہور روایت یہ نقل کی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے زیادہ حضور کے کوئی مشابہ نہ تھا۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے اور اسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ نیز ابو جحیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسنؓ بن علیؓ آپ کے مشابہ تھے۔ اس روایت کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

نیز ترمذی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی روایات کہ حسنؓ بن علیؓ حضور کے مشابہ تھے۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی مروی ہیں۔

حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت میں سارا فساد عبیداللہ بن موسیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ یہ عبیداللہ قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری اور تمام صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں اگرچہ یہ بظاہر معتبر ہے لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے (جس کی یہ بیّن مثال موجود ہے) لیکن یحییٰ بن معین اور ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ابو حاتم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس سے بہتر ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ میں نے اسے کبھی سر اٹھائے ہنستے نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبیداللہ اوّل تو احادیث میں خلط ملط کرتا۔ دوسرے بدترین قسم کی روایات بیان کرتا اور تمام شیعی آفات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے ان سے دریافت کیا۔ میں اس سے احادیث سنوں تو امام احمد نے اس سے منع فرما دیا۔ میزان ج ۲ ص۱۶

گویا عبیداللہ نے اصل روایت میں کہ حضرت حسنؓ حضورؐ کے مشابہ تھے۔ تبدیلی کر کے حضرت حسین کو زبردستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ قرار دیا۔ اور اس طرح یہ روایت وجود میں آئی۔

حضرت حسین کے قتل کی پیشین گوئی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی اور ام سلمہؓ سے فرمایا۔ ذرا دروازے کی حفاظت کرنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔

لیکن اتنے میں حسینؓ بن علیؓ آئے اور اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر چڑھنا شروع کیا۔ اس فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس فرشتہ نے کہا آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مقام دکھاؤں جہاں یہ قتل کئے جائیں گے پھر فرشتے نے ہاتھ مارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی۔ ام سلمہؓ نے اس مٹی کو لے کر اپنے کپڑے کے کنارے سے باندھ لیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم اسی وقت سے سنتے آئے تھے کہ حسین بن علیؓ کربلا میں قتل کئے جائیں گے۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ صـ ۲۶۵

غالباً حضرت انسؓ یہ قصہ بیان کرنے کے لئے اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے۔ جب بقول راوی حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تھا جیسا کہ بخاری میں اس کی تشریح موجود ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھیں حضرت حسین کا سر دیکھ کر یہ قصہ یاد آ گیا ہو۔ اور پہلے حضرت انسؓ بھول گئے ہوں۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ اس وقت جتنے بھی صحابہ حیات تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا۔ مثلاً آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفرؓ آپ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ جو خود صحابی رسول تھے۔ حتیٰ کہ اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ بھی ابن زیاد کے پاس بیٹھے رہے۔

ہم پہلے حصہ میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت حسین ۴ھ میں پیدا ہوئے اور جب حضور کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دو سال دو ماہ تھی لیکن اتنی عمر میں اچھل کر اندر داخل ہونا اور ام سلمہؓ کے ہاتھ نہ آنا یہ بھی ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

اور سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ام سلمہؓ فرشتے کو آتے اور حضور سے ہم کلام ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ آج تک تو ہم یہ سنتے آئے تھے کہ فرشتہ بھی آپ کے پاس انسانی صورت میں آتا تھا لیکن وہ ایسی صورت میں آیا کہ ام سلمہؓ اسے دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ فرشتہ ہی ہے۔

نیز فرشتے نے وعدہ تو زمین دکھانے کا کیا لیکن خالی مٹی پکڑا کر چلا گیا۔ اب کیا خبر وہ مٹی

کس جگہ کی ہوگی۔ اور وہ ایسا کونسا فرشتہ تھا جو زمین دکھانے کے بجائے خالی مٹی دکھا رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جگہ اس لئے نہ دکھائی ہو کہ اس وقت اس جگہ پر ایرانی برادری کا قبضہ تھا۔ ہمیں تو صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا نہیں۔ روائتی لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے۔

اس روایت کے رواۃ کا جہاں تک تعلق ہے تو صرف تین رواۃ ایسے ہیں جن پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یعنی عبد الصمد بن حسان۔ عمارۃ بن زاذان۔ ثابت۔ کیونکہ بقیہ راویوں میں حضرت انس یا امام احمد اور ان کے صاحبزادے ہیں۔ لہذا پہلے ان تین راویوں پر کلام کیا جائے گا۔

عبد الصمد بن حسان ۔ یہ مروزی ہے ثوری اور اسرائیل سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ہرات کا قاضی بھی رہا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ انشاء اللہ سچا ہے۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد بن حنبل نے متروک قرار دیا۔ اگرچہ امام احمد سے یہ بات ثابت نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات لکھی تھیں اور وہ حدیث میں قبولیت کے قریب تھا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۶۲۰

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس کا انتقال جمعرات کے دن نصف محرم میں ہوا۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۲۰

عبد الصمد بن حسان نے یہ روایت عمارۃ بن زاذان سے نقل کی ہے۔ ذرا ان عمارۃ کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں۔

عمارۃ بن زاذان البصری الصیدلانی ۔ اس کی کنیت ابو سلمہ ہے۔ ثابت البنانی اور مکحول سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شیبان بن فروخ اور حبان بن ہلال نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی مرویات ابو داؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاریؒ لکھتے ہیں اسے اپنی حدیث میں بسا اوقات اضطراب ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن اس کی روایت حجت نہ سمجھی جائے۔ دارقطنیؒ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو داؤدؒ کہتے ہیں کچھ نہیں۔ حکمؒ بن یزید کا بیان ہے کہ اس نے ستاون حج کئے ہیں۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میزان ج ۳ صـ۱۷۶ التاریخ الکبیر ج صـ۵۰۵

حافظ دارقطنی نے اپنی کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا دارقطنیؒ کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے۔ کتاب المتروکین۔ دارقطنی صـ۱۳۱

امام احمدؒ سے اس کے بارے میں دو روایات ہیں پہلی روایت ان کے صاحبزادے عبداللہؒ کی اس کی روسے ان کا قول یہ ہے کہ عمارۃؒ بن زاذان شیخ ہے۔ ثقہ ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ابوبکر بن اَلاَثرَم نے امام احمدؒ سے دریافت کیا کہ عمارۃؒ بن زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے۔ فرمایا حضرت انسؓ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۶ صـ۳۶۶

گویا امامؒ احمد کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

تیسرا راوی ثابتؒ اَلبُنَانِی ہے۔ محدثین کو ان کی ذات پر کوئی خاص اعتراض نہیں بجز اس کے کہ ان سے روایت کرنے والا قابل اعتراض نہ ہو۔ جیسا کہ اس روایت میں عمارۃؒ بن زاذان قابل اعتراض ہے۔ لہذا یہ روایت عمارۃؒ بن زاذان کے باعث منکر ہے۔